(سچائی کو قبول کرو اور غلطیوں کو ترک کرو)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب

تحفۂ آریہ سماج

المعروف بہ

آریہ سماج کی پول

حصہ اول

انعامی مبلغ تین ہزار دو سو روپیہ ۳۲۰۰

مصنفہ
شیخ عبد العزیز صاحب نومسلم (بابو جگدمبا پرشاد ورما) سابق
آریہ اپدیشک ملک برہما حال وارد دہلی

حسب تجویز انجمن اشاعت الاسلام دہلی واقع زینت محل و بتائید و سرپرستی
جناب حافظ محمد صدیق صاحب سوداگر خلف حاجی محمد عمر صاحب سوداگر صدر بازار
اور باجازت جناب مولوی محمد عبد المجید صاحب سکرٹری انجمن مذکور

قاسمی پریس دہلی میں محمد قاسم کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوئی

قیمت عہ علاوہ محصول ڈاک
۱۰۰۰

کارخانہ عطر مخزن الشمیم

ناظرین۔ اگر کسی وقت آپکا دل مختلف اقسام کے پھولونکی خوشبو سونگھنے کو چاہتا ہوگا تو باغ کی سیر کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ اگر آپ گھر بیٹھے ہوئے بلا تکلف مختلف پھولونکی خوشبو سونگھنا چاہتے ہیں تو ہمارے مفصلہ ذیل گلدستے (یعنی عطریات) میں سے جس قسم کے عطر مطلوب ہوں طلب فرماویں۔ پھول تو ایکدو چند ساعت خوشبو دیکر مرجھا جائیگا لیکن عطر جو پھول کی تیز خوشبو دینیوالا ہے ایک پھریری کا ہمین کپڑے میں لگا لینے سے ایک ہفتہ تک معطر رکھیگا۔ اسبات کا تو قطعی طور پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ شہر قنوج جیسا عمدہ عطر تیار ہوتا ہے کسی شہر میں نہیں بنتا۔ اب رہی یہ بات کہ قنوج میں بہت کارخانے ہیں کسی کارخانہ میں عطر و تیل عمدہ بنتا ہے اور کسی میں برا۔ اسکا اندازہ آپکو بغیر تجربہ کے نہیں ہوسکتا۔ اپنی کارخانہ کی تعریف آپ کرنا اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے۔ ہمارے کارخانہ کا دارومدار اس مصرعہ پر ہے (مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید) ایکمرتبہ ہمارے کارخانہ سے عطر منگوا کر دوسرے کارخانوں کے عطر و تیل سے مقابلہ کیجیے اگر ہماری تحریر کے موافق ہمارا عطر ہے آپ عمدہ دیرپا نفیس پائیں تو ہم سچے۔ ورنہ ہم جھوٹے اور ہمارا کارخانہ جھوٹا۔

(نوٹ) ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنا نام و پتہ صاف صاف مع ضلع اور اسٹیشن اور ڈاک خانہ تحریر فرماویں تاکہ روانگی مال میں دقت نہو۔ بذریعہ ویلیو پے ایبل یا نقد قیمت آنیسے روانہ کیا جائیگا۔ ہر قسم کے عطر دان و روغن بھی روانہ ہوتے ہیں۔ بڑی فہرست منگواکے۔

خالص عطر ملیاگری صندل کے تیل تیار کئے ہوئے

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
گلاب اسپنبول	غلہ عگ عنہ ۔ عنہ ۲۵	عطر اگر	۳ ؎ للعہ ر صہ ر ۓ ر معہ ر عنہ ر عنہ
گلاب	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر معہ ر عنہ	شمامۃ العنبر	صہ ر
کیوڑہ	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر	پان ولایتی	۶ ر ۸ ر
موتیا	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر	مشک حنا	۸ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر
حنا	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر	مشک عنبر	عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر
خس	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر	روح گلاب	للغ ؎ ضہ ۲۰ ر
پانڑی	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر	روح خس	عگر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر
دونہ	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر	روح پانڑی	عہ عگر ۓ ر
چنبیلی	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر صہ ر		
چمپا	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر	گل حنا	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر
جوہی	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر للعہ ر	برگ حنا	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر
مولسری	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر	زعفران	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر
نبنول بہار	چاول برابر پان میں کہانیسے منہ نہایت خوشبودار اور معطر ہو جاتا ہے قیمت فی ڈبیہ ۴ر قید جن عگر	مدن مست	۸ر ۱۲ر عہ ر عگر ۓ ر

حاجی محمد حسن احمد حسن جنرل مرچنٹس قنوج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدمہ کتاب

(نمبر ا) میری ابتدائی حالت

مین جب آریہ سماج کا نام سنکر اُس کے سدھانت (اصولون) وغیرہ کی جانچ کر رہا تھا کہ اگر وہ مناسب ہون تو اُس مین داخل ہوؤن تو اُسوقت مجھکو بتلایا جاتا تھا جیسا کہ ہر ایک نئے شخص کو بتلایا جایا کرتا ہی کہ دنیا بھر کے مذاہب اس وقت پکشپات (تعصب) کے گہرے خندق مین گر چکے ہین اور صرف ایک آریہ سماج ہی جیتی جاگتی ایسی سماج ہی جسنے ڈنکے کی چوٹ پر یہ آوازہ دے رکھا ہی کہ ستیہ کا گرہن کرنا (سچائی کو قبول کرنا) اور استیہ کا تیاگ کرنا (غلطی کو ترک کرنا) اس سماج کا مکھیہ ادیشہ (عین مدعا) ہی اور یہ بتلایا گیا کہ ویدون کے سوا اور کسی بھی کتاب کو یہ سماج اپنے دہرم پستک نہین مانتی۔ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ہندوؤن کی غلطیان ظاہر کردی ہین یعنے وہ لوگ ویدون کے خلاف خاص خاص وجوہ سے چلے جارہے تھے پس ویدکی دھرم کا اب پتہ مل گیا ہی اور سابق بھاشیہ کاران (مفسرین) وید جو بہت پراچین نہین ہین (یعنے کلجگ کے ہی زمانہ کے ہین) لوگون کو زبردست گمراہی مین ڈال گئے ہین پس سوامی جی نے تمام زندگی ویدون مین صرف کرکے ویدون کا بہت ہی اعلے

بھاشیہ (تفسیر) تیار کر دیا ہی جس سے پتہ لگ گیا کہ تمام دنیا کے مذہب غلطی پر ہین اور یہ بھی مجھے بتلایا
گیا کہ یہان اہل اسلام کا مذہب ایسا کمزور ہے کہ وہ ایک ایسا قاعدہ بنانے کے لئے مجبور ہوا ہی کہ اگر کوئی
مسلمان اپنی دہرم پستک قرآن پر کسی قسم کی شنکا کرے تو کافر سمجھا جاوے یعنے عقل کو مذہب مین
دخل نہین اسی طرح عیسائی دہرم ایسا بے بنیاد ہی جو بجائے ایک پرماتما کے تین کی عبادت کرتا ہے
اور پاپ کرنیوالون کو بھی سفارش کے ذریعہ سے نجات دلوا دینے کی لالچ دیکر اپنا مذہب بڑھانا
چاہتا ہے اور پورانک (ہندو یا سناتن دہرم والے) بیچارے اعتراضون کا جواب دینے مین ناقابل
ہونے کے باعث وشواسو پھل دایکہ (یعنے وشواس سے ہی پھل ہوگا ورنہ نہین) کہکر ڈوبتے
کو تنکے کا سہارا لیتے ہین وہان ویدک دھرم (آریہ سماج) سب کو خوشی سے دعوت دیتا ہی کہ جس کا
جی چاہے اگر بحث مباحثہ کر لیوے اور اپنے پیرو کاران کو عام اجازت و آزادی دیتا ہی کہ بڑی
خوشی سے ہر ایک سدھانت پر چھان بین کر کے ان کو مانین اور بے شک وہ پوری آزادی کیساتھ
تمام دیگر مذاہب کے دہرم پستکون کو پڑھین اور اگر ان کو کوئی بات آریہ سماج کی غلط معلوم ہو
تو وہ اسے فوراً چھوڑ سکتے ہین کیونکہ یہان تو ہر ایک ممبر کو ستیہ کا گرہن کرنے اور استیہ کا تیاگ
کرنے کے لئے تیار رہنا لازمی امر ہے۔

اس ابتدائی بات کو سنکر مجھے اسوقت بہت خوشی ہوئی تھی اور یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مین
بڑا خوش قسمت انسان ہون کہ لڑکپن ہی مین مجھے ایک ایسے سچے دہرم کا پتہ لگ گیا جو شاید دیگر لوگون کو
بہت تلاش سے ملتا ہوگا اور چونکہ مین اس سے قبل بھاگوت وشنو پران شیو پران اور
مہابھارت وغیرہ پستکین کچھ اردو اور ہندی مین پڑھ چکا تھا کچھ کتھا کے ذریعہ سن چکا تھا جن سے
کئی طرح کی شنکائین دل مین پیدا ہو گئی تھین پس مین نے آریہ سماج مین داخل ہونا بہتر سمجھا
پھر مجھے معلوم ہوا کہ آریہ لفظ کے معنے شریشٹھ (افضل) کے ہین چنانچہ اس سماج مین داخل ہونے
کے یہ معنے ہین کہ گویا مین یہ عہد کرتا ہون کہ کسی قسم کی بھی برائی مجھ سے تمام زندگی مین نہوگی
اور چونکہ اسقدر ہمت مجھ مین نہ تھی اسوجہ سے مین خاموش ہو رہا۔ لیکن چند ہی دنون مین یہ
معلوم ہو گیا کہ جو لوگ بالکل شدہ آچرن (یعنے نیک چلن) والے اور پورے نیم پالن
(اشنان و سندھیا وغیرہ روزمرہ) کرنے والے نہین ہین وہ بھی اس وعدہ پر ممبر بنائے

جانتے ہین کہ اُن کا شمار سادھن (مشاقی) کرنے والون مین رہے گا الغرض مین سماج کا ممبر بن گیا۔

اسوقت میری عمر ۱۶ سال کی تھی اور یہ کیا معلوم تھا کہ دُنیا کس رخ کو جا رہی ہے مجھے اپنے سکول کے احاطہ سے باہر کا کیا پتہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے مین تو یہ سمجھتا تھا کہ آریہ سماج کے ممبران بڑے پاک ہونگے وہ کبھی جھوٹ نہ بولتے ہون گے کسی کی بُرائی نہ کرتے ہون گے۔ بے ایمانی رشوت اور دغا بازی تو نام کو بھی اُن کے پاس نہ پھٹکنے پاتی ہوگی اور मातृवत् परदारेषु یعنے دوسرون کی بہو بیٹیون کو وہ مان بہن کی مانند سمجھتے ہون گے یہ تو معمولی سی بات ہوگی بلکہ وہ ضرور رِتوگامی بھی ہوتے ہونگے (یعنے اپنی بیوی کے پاس بھی وہ صرف بعد فراغت حیض جاتے ہون گے) الغرض مجھے یہ پختہ یقین تھا کہ ایک مین ہی شاید ایسا شخص ہونگا جس مین کچھ نہ کچھ عیب ضرور ہین۔ بہت عرصہ تک میرے ویسے ہی خیالات رہے اور جب کبھی کسی مہاشی کے کوئی کرتوت مجھے معلوم بھی ہو جاتی تو بھی یہ خیال ہوتا تھا کہ ان مین یہ نقص ہے مگر دیگران مین نہون گے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ گذشتہ پندرہ[15] سولہ[16] سال کے تجربہ نے نہ صرف مجھے یہ بتلایا کہ ممبران آریہ سماج کے بارہ مین جو میرے خیالات تھے وہ محض فرضی تھے بلکہ یہ بھی معہ پورے وجوہات کے یقین کرنے کے لئے مجھے مجبور ہونا پڑا کہ جس پکشپات (تعصب) کے گہرے خندق مین دیگر مذاہب والے گر چکے ہین اس سے یہ حضرات (ممبران آریہ سماج) بھی باہر نہین ہین اگر اُن سے زیادہ پکشپاتی نہین تو کم بھی نہین ہین۔ یہ بھی پتہ لگ گیا کہ سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے ویدون کے اتھاہ سمندر مین غوطہ مار کر جو رتن نکالا تھا وہ یا تو اپنے ساتھ ہی لے گئے یا کم از کم کسی ایسے صندوق مین بند کر گئے ہین جسکی کُنجی تو ضرور اُن کے ساتھ چلی گئی (اور کہا جاتا ہے کہ وہ رتن پنڈت گرودت مہاراج ایم۔ اے کے ہاتھ کسی قدر لگ گیا تھا مگر بد قسمتی سے وہ بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔

مین ایشور کی کرپا سے اسقدر سنسکرت سمجھ سکتا ہون کہ سوامی جی کی سنسکرت تحریر پڑھ کر اُن کا مطلب سمجھ لون اور ان کی تصنیفات بغور پڑھنے سے میرے دل مین پھر بھی ویسی ہی شنکائین پیدا ہو گئی ہین۔ جیسی کہ پُرانون کو پڑھنے پر ہوئی تھین۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ وہ بیچارے پُرانے فیشن کے سناتنی پنڈت صاحبان زیادہ بحث مباحثہ کرنا کیا جانین۔ اور خاصکر آج کل کے اوقلیدس جغرافیہ اور سائنس وغیرہ جاننے والون سے بھلا وہ لوگ بات کب کر سکتے۔

الغرض وہ تو یہ کہکر پیچھا چھوڑاتے تھے کہ دھرم پر اعتقاد کرلو اور جو جس مذہب مین پیدا ہوا ہے اوسی کو اوسی کا پیرو کار رہنا چاہئے وغیرہ۔ لیکن ان کی حالت کچھ اور رہی ہے۔ آریہ سماج کے ممبران مین سے غالباً ۹۰ فیصدی پڑھے لکھے اور ہندی کی چندی لگا لینے والے ایک سے ایک بڑھکر وکیل بارسٹر (جھوٹ کا سچ بنانے کے ٹھیکہ داران) وغیرہ بھرے پڑے ہین پھر یہ کب ممکن تھا کہ ان مین سے کوئی زبانی گفتگو یا بحث مباحثہ سے منہہ موڑتا۔ مگر کرین کیا بیچارے ذرہ سنسکرت نہ جاننے کے باعث لاچار ہین۔ زبانی ٹکیان (دلائل) تو بے شمار دیدیا کرتے ہین مگر پرمان (حوالہ جات) کے نام پر خاموش ہو جاتے ہین یا یون کہتے ہین کہ ایک مہرشی نے ہمارے سبھون کے عوض مین تمام زندگی ویدون ہی مین صرف کرکے تمام پرمانون کی بھرمار اپنی تصنیفات مین کردی ہے (شاید جس طرح پر حضرت عیسیٰ مسیح اپنے تمام پیروکارون کے گناہون کے عوض مین خود سولی پر چڑھ گئے تھے)۔

الغرض مین نے ارادہ کیا کہ کسی طرح مین پنجاب کو جا سکون کیونکہ یہ سن رکھا تھا کہ وہان سماج کا بہت زور ہے اور لاہور کو اگر آریہ سماج کی راجدھانی (دار الخلافہ) کہا جاوے تو غلطی نہین ہے۔ اور چونکہ صدق دل سے جو شخص پرمیشور کے دربار مین جس بات کی دعا مانگتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے چنانچہ مین کسی نہ کسی طرح لاہور پہنچ ہی گیا اور مین تب سے اب تک تین مرتبہ لاہور جا کر ہر طرح کے آریہ سماج کے اندرونی حالات کو معلوم کرتا رہا ہون۔ اور بلوچستان آفریقہ بمبئی برہما بہار وغیرہ کے آریون مین رہ کر اور آریہ سماج کی جملہ تصانیف کو بغور دیکھنے سے جو کچھ تجربہ مین نے حاصل کیا وہ اپنے ملک کے اُن لوگون کو سنا دینا بہت مناسب سمجھتا ہون جو مذہبی خیالات رکھتے ہین۔

(نمبر ۲) آریہ سماج پر ایک سرسری نظر

ناظرین! مجھے اپنے سابقہ خیالات دربارہ آریون کے تبدیل کرنے پڑے اور معلوم ہوا کہ آریہ سماج کے ممبرون مین نہین بلکہ بڑے بڑے عالمون فاضلون۔ ایڈیٹرون لیکچرارون اور لیڈرون مین بھی بکثرت (شاید ۹۹ فیصدی) ایسے اصحاب موجود ہین جو جھوٹ بھی بولتے ہین۔ دوسرون کا نقصان کرتے ہوئے

بھی پس وپیش نہین کرتے بے ایمانی رشوت اور دغابازی کا تو خوب بازار گرم ہے۔ اور برہمچاری یعنے عیاشی سے بھی وہ بچے ہوئے نہین ہین اور نہ ہی کوئی ایسے مہاشے دیکھے جاتے ہین جو یہ قسم کھا سکین کہ وہ رتوگامی ہین (یعنے صرف حیض سے فراغتی کے موقع پر اپنے بیوی کے پاس جاتے ہین) قول و قرار کی سچائی غبن لوٹ اور شایستگی کا نمونہ وغیرہ مین ایک علیحدہ ہیڈنگ مین دکھلاؤن گا۔

مجھے لازم نہین ہے کہ کسی شخص کا نام لیکر اسکی برائیان ظاہر کرون۔ ایسا کرنا آج کل کی شایستگی کے خلاف ہے ورنہ اگر نام بتلائے جاوین تو ناظرین کو نہایت ہی تعجب معلوم ہو اور شاید وہ اس کتاب کو مسٹریز آف آریہ سماج MISTRIES OF ARYA SAMAJ خیال کرنے لگین۔

لیکن اس قدر کہہ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے لیڈرون اور اپدیشکون و سنیاسیون وغیرہ کے اعمال و افعال جیسے کچھ وقتاً فوقتاً سنے جاتے رہے ہین وہ ایسے ناشایستہ اور تہذیب سے خلاف ہین جنکو خیال کرتے ہوئے بھی دل کانپ اٹھتا ہے اور یہ خیال گذرتا ہے کہ کیا جس سوسائٹی نے تمام ملک یا تمام سنسار کو سدھارنے کا بیڑا اٹھایا ہے اس کے رہنما ایسے ہی ہونے چاہئین۔

چنانچہ ایک سنیاسی صاحب جو بڑے کام کردہ مشہور و معروف لیکچرار ہین اور جنہون نے بیسیون جگہ پر مولویون اور پادریون سے مباحثہ کیا ہے اور جنکی تصانیف بھی کچھ کم نہین ہین لڑکون سے دوستی ...... رکھنے والے سنے جاتے ہین۔ اور یہ ایسی بات نہین ہے جسکو مین خود کہتا ہون بلکہ تمام وہ لوگ جو آریہ سماج کے پلیٹ فارم پر کام کرنیوالون مین سے ہین اس بات کو خوب جانتے ہین۔ اسی طرح ایک برہمچاری صاحب (برہمچاری وہ ہوتا ہے جو پاک زندگی بسر کرے اور جسم کے اندر سے کبھی خواب مین بھی منی کو ضایع نہونے دیوے) جو کہ بڑے مشہور و معروف ہین اور سنسکرت کی علمیت و لیکچربازی مین یکتائے زمانہ سمجھے جاتے ہین ان کا بھی ایسا ہی حال سنا گیا ہے۔ ایک سنیاسی صاحب کا حال یہ معلوم ہوا کہ راجاؤن مہاراجاؤن سے آریہ سماج کے نام پر چندہ مانگ کر اپنے نام بینک مین پچاس ہزار روپیہ جمع کر لیا ہے اور اب دین لین کا کام بھی جاری ہے لیکن آریہ سماج کی جانب سے اسی عزت کے ساتھ اپدیش کرنے کے لئے مدعو کئے جاتے ہین۔ ایک معزز مہاشے نے جو چار سو روپیہ ماہواری پر ایک سرکاری محکمہ مین افسر ہین اور بڑے کٹر آریون مین سے ہین اپنے بچون کو تعلیم دینے کے لئے ایک عورت کو استانی مقرر کیا جس پر وہ عاشق ہو گئے اور آخرکار اس کے حاملہ ہو جانے پر اسے بیوی بنا لیا حالانکہ آپکی

منکوحہ عورت معہ قریباً ایک درجن اولادون کے موجود ہی ایک بڑے بہاری لیڈر اور آریہ سماج کے رکن پر چودہ ہزار روپیہ سماج کا غبن کر لینے کی بات ان دنون آرین اخبارات مین چھڑ رہی ہے جسکا مفصل احوال آگے لکھا جاوے گا۔

پنجاب پرتی ندھی سبھا کے پردھانون (پریزیڈنٹ) مین سے ایک صاحب کو مین نے دیکھا کہ وہ نہ صبح کو اور نہ شام کو سندھیا (عبادت الٰہی) کرتے ہین۔ ہوم ہوم کی بڑی پکار رہا کرتی ہے مگر اُس کے کرنے والے کہین تلاش کرنے پر بھی نہین ملتے۔ باقی دیگر روزمرہ کے فرائض تو شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ دان پُن اور خیرات جیسا کچھ آریہ لوگ کیا کرتے ہین وہ ظاہر ہی ہے۔ ہان یہ تو بہت اچھا ہوا کہ آریہ سماج مین داخل ہونے سے قبل جو کہ وہ جاہل و بدچلن براہمنون کا پیٹ بھرتے تھے وہ یکقلم بند ہو گیا لیکن جسقدر رقم وہ اُسوقت جاہلون وغیرہ مین خراب کرتے تھے اُسکا اگر نصف بھی جائز دان پُن مین صرف کرین تو ملک کا کچھ بہت فائدہ ہو سکے۔ لیکن دیکھا جاتا ہے کہ آریہ سماج مین اگر سخاوت وخیرات کو یکقلم بند کر دیتے ہین آریہ سماج کی بنیاد ویدون پر ہے اور سوامی جی نے بھی اس بات پر زور دیا ہے کہ سنسکرت تعلیم کا رواج ڈالا جاوے لیکن سنسکرت تو دور رہا ہندی جاننے والے آریون کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ اور یہی وجہہ ہے کہ وہ اندھے کی لکڑی پکڑے چلے جا رہے ہین ورنہ اگر آریہ لوگ سنسکرت پڑھنے مین متوجہ ہوتے تو اُن کو پتہ لگ جاتا کہ آیا در اصل اُن کے من مانے اصول پراچین گرنتھون (قدیم کتابون) سے ملتے بھی ہین یا نہین۔

آریہ سماجیون کی تعداد شاید اسوقت تمام ہندوستان مین دو تین لاکھ ہو گی جن مین سے بمشکل تمام سَو دو سَو سنسکرت دان نکلین گے لیکن اچھے لائق سنسکرت دان جو سنسکرت مین لیکچر دے سکتے ہون دس ہی بیس ملین گے۔

لیکن ان باتون پر ہمارے آریہ بہائی صاحبان یہ کہہ دیوین گے کہ ایسی باتون پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہین ہے جن شخصون مین کوئی نقص ہے اُن کے ذمہ وار وہ خود ہین اور آریہ سماج کے اصولون مین اگر کوئی خرابی ظاہر کی جاوے تو البتہ معقول بات ہو۔ پس اُن کو معلوم ہو کہ آگے اصولون کی پڑتال کافی طور پر کی جاویگی۔

(نمبر ۳) آریہ سماج کی پالیسی ٹیڑھی چال)

آریہ سماج مین داخل ہوتے وقت ہی مجھے یہ سمجھایا گیا تھا کہ کوئی اُصول یا کوئی بات آریہ سماج کی غلط نہین ہی اور یہ کہ اگر کسی کو کوئی غلطی کسی وقت معلوم ہو تو وہ اُسے چھوڑ سکتا ہی کیونکہ اس سماج کا ایک نیم یہ ہی کہ ستیہ کو گرہن کرو اور استیہ کو تیاگ کرو (یعنے سچائی کو قبول کرو اور غلطی کو ترک کرو)۔ چنانچہ بہت عرصہ تک میرا بھی یہی یقین تھا کہ آریہ سماج کے اصولون مین ذرہ بھی غلطی کا دخل نہین ہی یعنے جو کچھ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے لکھا ہی وہ سب ویدون اور دیگر آرش (معتبر) گرنتھون کے عین موافق فرمایا ہی۔ لیکن جب لاہور وغیرہ مقامات مین گھومتے اور کتابون کو بغور پڑھنے سے مجھے کچھ گڑبڑ معلوم ہونے لگی تو مین نے آریہ سماج کے سنسکرت دان عالمون سے شنکا سمادہان (شکوک رفع) کرنا شروع کیا۔ ایک مہاشی ایک پرتی ندھی سبھا کے پریزیڈنٹ انگریزی مین بی۔ اے پاس وکیل ہین اور سنسکرت کی بھی لیاقت رکھتے ہین اور انہون نے آریہ سماج کی کتابون کا بھی کافی طور پر مطالعہ کیا ہوا ہے اُن سے مین نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا سوامی جی کی تمام باتین ویدون اور دیگر معتبر کتابون سے ملتی ہین اور کیا آپ کو ایک بھی ایسی بات نہین ملی جسے استیہ (غلط) کہا جا سکے؟ تو اسکا جواب ملا کہ "ہان ایسی کئی باتین ہم سوامی جی کی خلاف ویدک اصول کے پاتے ہین" لیکن باوجود ان باتون کے کیسے افسوس کا مقام ہی کہ ایسے لوگ اپنے کانشنس کا خون کرتے ہوئے دوسرون کو گمراہ کرتے ہین کیا ان کا یہ فرض نہین ہی کہ ایسا جاننے پر وہ کسی شخص کو آریہ سماج مین داخل ہونیکی سفارش نہ کرین یا کم از کم ان غلطیون کو ہی رفع کرنے کی کوشش کرین جو آریہ سماج کی کتابون مین موجود ہین۔ اور جبکہ وہ یہ سب کچھ نہین کرتے تو کس منہہ سے یہ دعوی کرتے ہین کہ ان مین پکشپات (تعصب) نہین ہی وہ باقی تمام دیگر مذاہب مین گھر اپکشپات بھرا پڑا ہی۔

اسی طرح ایک اُپدیشک صاحب سے جو اب ایک چھاپہ خانہ مین ملازم ہین مین نے اثنا، گفتگو مین کہا کہ "جب آپ خود تسلیم کرتے ہین کہ آریہ سماج پوری سچائی پر قائم نہین ہی اور اس کے ممبران بہتیرے ہی بے سمجھ ہو رہے ہین تو اس سے علیحدگی کیون نہین اختیار کر لیتے" اس پر انہون نے

مجھے جواب دیا کہ "اسے چھوڑ کر بھی ہم کہاں جاوین؟ انسان کو کسی نہ کسی سوسائٹی مین تو رہنا ہی چاہئے اور دیگر مت متانتر (فرقہ جات) یا سوسائٹیان اس سے بھی زیادہ خراب حالت مین ہین"۔

اب ناظرین غور کرین کہ ہمارے سچے اور نیک نیت آریہ پنڈت صاحبان ہی بیچارے اس سماج مین اپنی زندگی کے دن پورے کرنے کے سوا اور کچھ نہین کر رہے ہین وہ خوب جانتے ہین کہ یہان ڈھول کی پول ہی ہے مگر یہ سچ ہے کہ وہ کرین کیا اور ان کی نقار خانہ مین طوطی کی آواز کو سنتا ہی کون ہے علم سنسکرت کے وہ چاہے کیسے ہی عالم و فاضل ہون لیکن دیگر آریہ سماجی صاحبان جو پریذیڈنٹ سکریٹری وغیرہ ہین اُن کو ہر حالت مین اپنا ایک ادنی نوکر پچیس۲۵ تیس۳۰ روپیہ ماہوار کا سمجھتے ہین اس سے زیادہ انکی کوئی وقعت نہین۔ پس کیا اس مین کچھ شک ہے کہ وہ پنڈت صاحب اگر اپنی آزاد رائے کا اظہار کرین تو نتیجہ سوا اس کے اور کچھ نہو کہ لگی لگائی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھین پھر ادھر اُدھر معاش کی تلاش مین حیران پریشان پھرا کرین۔

ایک مشہور و معروف اُپدیشک صاحب سے جنکو پنجاب پرتی ندھی سبھا نے شاستر ارتھون (مناظرون) کے لئے مخصوص کر رکھا تھا مین نے پستک رگوید کے دسوین منڈل کے ایک منتر پر (جسکی تفسیر سوامی جی کی موجود نہین ہے) کچھ چار چلایا (اعتراض کیا) تو انہون نے دو گھنٹہ تک وید کی کتاب کو الٹ پلٹ کرنے کے بعد جواب دیا کہ "پنڈت بھیم سین شرما نے اس منتر کا بھاشیہ (تفسیر) اپنے آریہ سدہانت رسالہ مین کیا ہے وہان دیکھو" لیکن ایک موقع پر مین نے دیکھا کہ ایک عام جلسہ مین اُسی منتر پر کسی سناتنی پنڈت نے کچھ اعتراض کیا اور اسکو انہین پنڈت صاحب نے فوراً لاجواب کر دیا۔ اس پر اول تو مجھے نہایت تعجب ہوا لیکن پھر مجھے بھی دوسرون کو بیوقوف بنانے کے لٹکے حاصل ہو گئے یعنے آریہ سماج کے اُپدیشکون کا یہ حال ہو رہا ہے کہ جن باتون پر انہین خود دل مین شنکائین ہین یا آپس کی پرائیوٹ گفتگو مین ایسے تذکرے ہوا کرتے ہین انہین سوالون کو اگر سناتنی پنڈت یا سنسکرت سے ناواقف آریہ سماجی پیش کرین تو اُن کو اس طرح لاجواب کر دیتے ہین کہ ان کو کبھی خواب مین بھی یہ پتہ نہین لگ سکتا کہ خود شریمان اُپدیشک مہاراج کے دل مین بھی یہ شنکا موجود ہے۔ اور ان باتون کو سوچتے ہوئے ہر ایک شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ آریہ سماج کے اصولون اور سوامی جی کی تحریرات اور آریون کے بڑے بڑے لیکچرون وغیرہ مین اسقدر ریپر سپر بردہ (متضاد باتین) موجود ہین کہ معمولی انسانون کی عقلین

کچھ فیصلہ نہیں کر سکتی اور یہی ماننا پڑتا ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔

جب میں افریقہ کو جاتا تھا تو جہاز میں چند مسلمان اور سکھ صاحبان سے آریہ سماج کے اصولوں پر کچھ چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی اور وہاں آریہ سماجی میرے سوا تین شخص اور تھے جن میں پنڈت سالگرام صاحب مسٹر ماسٹیشن ماسٹر اوگنڈا ریلوے بھی موجود تھے جو کسی وقت میرٹھ آریہ سماج کے سکرٹری بھی رہ چکے ہیں اور آپ بڑے پُر جوش آریوں میں سے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے چند مسلمان صاحبان سے گفتگو کرتے دیکھ کر تنہائی میں لیجا کر سمجھایا کہ تم کو اپنے مخالفوں سے بحث کرتے وقت چند خاص باتوں کا لحاظ رکھنا لازم ہے یعنے یہ کہ اُن کا جو اعتراض ہمارے اوپر جس قسم کا ہو اُس کا جواب مختصر طور پر دے کر ساتھ ہی اُسی قسم کا نقص اُن کے مذہب کا اُن پر ظاہر کر دیا جاوے تاکہ وہ اپنے حملہ کو روکنے کی فکر میں غلطان و پیچان رہیں اور ہم کو بہت زیادہ تنگ نہ ہونا پڑے۔

میں نے جو اس بات پر غور کیا تو مجھے خیال ہوا کہ یہ تو ایک عمدہ چال لیکن کیا یہ برتاؤ اُس مذہب کیطرف سے ہونا مناسب ہے جو تمام دُنیا کے مذہبوں کو غلط اور صرف اپنے دین کو صحیح مانتا ہو جب ہم نے یہ یقین کر لیا کہ مُسلمان عیسائی وغیرہ سب غلطی پر ہیں اور ایک ویدک مت ہی سچا دین ہے جس میں کوئی نقص و خرابی نہیں ہے تو اس دعوےٰ کو سُنکر جب کوئی عیسائی یا مسلمان ہمارے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ بالفرض تمہارے قول کے مطابق ہم اپنے مذہب کو سراسر جھوٹا ہی مان لیویں تو ہمیں بتلاؤ کہ تمہارے مذہب میں جسکو بالکل سچا اور برائیوں سے پاک ہونیکا دعوےٰ کیا جاتا ہے فلاں بات کس طرح بیان ہوئی ہے تو ایسی حالت میں ہم اُس کو یہ جواب نہیں دے سکتے کہ وہ بات تمہارے یہاں اس طرح غلطی یا خرابی کا باعث ہے کیونکہ وہ تو ہمارے مذہب کی خوبی سُننے آیا ہے نہ کہ اپنے مذہب کی بُرائی۔

چنانچہ میرے خیال میں یہ آریہ سماج کی زبردست پالیسی ہے کہ تمام دنیا کے مت متانتروں اور مذہبوں کی بدگوئی کر کے وہ اپنے مذہب کی ترقی کرنا مناسب خیال کرتی ہے بلکہ اگر وہ اس کے بجائے ایسا کرتی کہ کسی مذہب کی کوئی عیب جوئی نہ کرتی ہوئی صرف اپنے اصولوں کی عمدگی و خوبی ظاہر کرتی تو یہ ممکن تھا کہ اُن کے خیالات دوسروں کے اندر جذب ہوتے لیکن یہاں تو کُل نیتی

یعنے پالیسی سے ہی فائدہ اٹھانیکی سوجھ رہی ہی دوسری بات یہ بھی ہی کہ جن آریون کو زیادہ علمی مادہ نہین ہی وہ ویدون کی باریکیان یا دقیق مسئلون کا اظہار تو کر نہین سکتے اور خاموش رہا نہین جاتا چنانچہ اُن کے لئے یہ بہت آسان نسخہ ہی کہ کبھی وہ سناتن دھرمی ہندؤن کی برائیا کرین کبھی عیسائیون کو بُرا بھلا کہنا اُن اور کبھی مسلمانون کے بزرگون کی توہین کرین۔

اگر غور سے دیکھا جاوے تو اس وقت آریہ سماج کے کام کردہ لوگون مین دو فریق ملین گے۔
ایک وہ جو سنسکرت سے بالکل ناواقف ہین یہ لوگ یا تو گھر کے خوش حال ہین اور تمام وقت آریہ سماج کے جلسون مین شراکت کرنے وغیرہ مین صرف کرتے ہین یا اگر کسی سرکاری عہدہ پر ممتاز ہین یا اور کوئی پیشہ رکھتے ہین تو تعطیلون خواہ دیگر فرصت کے وقتون مین آریہ سماج کا کام انجام دیا کرتے ہین دوسرے سنسکرت دان تنخواہ دار اُپدیشک صاحبان ہین۔ اول فریق نے تو پورے طور پر یہ یقین کر لیا ہی کہ آریہ سماج ہی ایک سچا مذہب ہے اور وہ زیادہ تر اصولون کی چھان بین مین اپنا وقت نہین صرف کیا کرتے سوا اس کے کہ معمولی سوال جواب ان سے کر لیا جاوے اور زیادہ تر اس اُدھیڑ بن مین رہا کرتے ہین کہ گوؤکل کے لئے اپیل کی جاوے لڑکیون کا سکول کھولنے کی کوشش کیجاوے بد ہوا آشرم ربیوہ خانہ کی بنیاد ڈالی جاوے یا یتیم خانہ کو مستقل بنایا جاوے وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے فریق مین جو سنسکرت دان پنڈت صاحبان کا گروہ ہی وہ جب بحث مباحثہ اور لیکچر بازی سے فرصت پاتے ہین تو کسی نہ کسی کتاب کو ہاتھ مین لیکر اُسی سے دماغ لڑایا کرتے ہین یا جہان کہین اُنہین کی مانند دو چار سنسکرت دان آریہ اپدیشک صاحبان اکٹھے ہو جاتے ہین تو پرائیویٹ گفتگو کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہی اور میرا خیال ہی کہ اگر کوئی سناتنی ہندو مسلمان یا نیا آریہ سماجی اُن کی اِن باتون کو سُن سکے اور مطلب کو بھی سمجھ لیوے تو یقیناً اُس کو آریہ سماج کی پول کا پتہ لگ جاویگا۔

چنانچہ ان مین ایسے تذکرے ہوا کرتے ہین کہ شت پتھ براہمن ایک بہت پرانا گرنتھ ہی سوامی جی نے بھی اسکو پرمانک (معتبر) مانا ہی لیکن پنڈت بھیم سین شرما کا قول ہی کہ اس مین مانس (گوشت) بلی دان (قربانی وغیرہ) کا ذکر موجود ہی (۲) سنسکرت کی کوئی ایسی پستک نہین ملتی جسمین مُردون کے شرادھ کا تھوڑا بہت ذکر نہ آیا ہو۔ گیارہ خاوند تک سے نیوگ چلا دینا سوامی جی کی زیادتی ہی (۳) منوسمرتی

ہین جنم یعنے پیدائش سے ورن مانا گیا ہی (۵) ایک بیوی کے رہتے پر دوسری تیسری شادی کی رواج
برہمنوں سے پراچین (قدیم) سے قدیم آریون مین موجود پایا جاتا ہی وغیرہ وغیرہ۔

یا آریہ سماج کے لیڈران و دیگر آنریری کارکنان کا جھینکنا وہ لوگ لے بیٹھین گے۔ ایک کہتا
ہی کہ ان لوگون سے ہمین بڑی حکمت عملی کیساتھ برتاؤ کرنا چاہیئے۔ دوسرا کہتا ہی جی وہ بڑے دُشٹ
ہین بہلائی، سب کچھ کرو لیکن آریہ سماج کی نوکری نہ کرو۔ یہ لوگ ہمکو اپنے داسون کا داس (غلامونکا غلام)
سمجھتے ہین۔ تیسرا کہتا ہی کہ اگر یہی حال رہا تو اب آریہ سماج کا بیڑا غرق ہی ہونیوالا ہی۔ چوتھا کہتا ہی کہ اگر
دہرم کا خیال نہوتا تو مین آج ہی استعفے دیکر رفو چکر ہو جاتا۔ سال سال بھر کام کرنے کے بعد اور
وہ بھی اسقدر جفاکشی کیساتھ کہ دوڑتے دوڑتے ناکون دم ہوگیا ایک دو دن کی بھی رخصت نہین ملتی کہ
بال بچون کو ذرہ دیکھ تو آوُن وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! اب آپ آسانی سے سمجھ سکتے ہین کہ جن اصحاب پر سارا دارومدار ہی اور جن پر ہی بھروسہ
کیا جاتا ہی کہ وہ ہر طرح کے اعتراضون کا جواب دینے کے لئے تیار رہینگے اور جب کوئی سناتنی پنڈت یا دیگر
کوئی معترض اگر یہ سوال کریگا کہ سوامی دیانند کی فلان بات ویدون کی فلان تحریر سے اس طرح خلاف ہی
وغیرہ۔ تو ایسی باتون کی تردید وہ کر دینگے اور کافی طور پر بحث مباحثہ بھی کرین گے۔ ان پنڈت صاحبان
کا جبکہ اندرونی فوٹو اس قسم کا ہی جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو بھلا یہ کاٹھ کی ہانڈی کب تک نہ جل کر
خاک ہو جاوے گی۔

اب اُن پنڈتون کی پالسی سنئے۔ جب اُن سے کوئی شنکا سمادہان کیا جاتا ہی تو سب سے
قبل وہ یہ دیکھ لیتے ہین کہ معترض کون ہے اور وہ کس لیاقت و کس فرقہ کا آدمی ہی چنانچہ اگر اُن کو معلوم
ہوا کہ وہ کچھ زیادہ سنسکرت دان نہین ہی اور وشنو یا شیو وغیرہ کسی مت سے تعلق رکھتا ہی تو اُسکے
اعتراض کا کچھ ایسا ویسا جواب دیتے ہوئے اُس کے سمپردائے (فرقہ) پر مذاق اُڑانا شروع کر دیتے ہین
مثلاً یہ کہ شیو کے لنگ پوجا کا یا وشنو کے تلسا نامی پودے سے شادی کرنے کا ذکر چھیڑ دیتے ہین جسے
سُنکر تمام حاضرین قہقہہ لگا دیوین اور معترض کو شرمندہ ہوکر خاموش ہو جانا پڑے۔ یا اگر کوئی
سنسکرت دان معترض ہوا تو آریہ پنڈت صاحب نیائے، یا سانکھیہ شاستر وغیرہ کا کوئی سوتر اُس کے
سامنے پیش کر کے اُسکو ایسے اُلجھن مین ڈال دیوین گے کہ وہ بیچارہ یہ بھی بھول جائیگا کہ اُس نے

کس مضمون پر اعتراض کیا تھا۔

چنانچہ ایک مشہور اریہ اپدیشک شرمان پنڈت گنپتی شرماجی ہین جنکے بارہ مین سنا گیا ہی کہ انکو چھ درشن یعنے فلاسفی کی کتابین (نیا، سانکھیہ۔ ویشیشک۔ یوگ۔ ممانسا۔ ویدانت) زبانی یاد ہین اور جب کوئی سناتنی پنڈت اُن کے سامنے کسی قسم کا اعتراض لے کر آتا ہی تو وہ یہ کہدیا کرتے ہین کہ اول ہم یہ دیکھ لیوین کہ معترض کچھ علمی لیاقت بھی رکھتا ہے یا یون ہی ہمارا وقت ضایع کرنے آیا ہی۔ بس اُس سے وہ فرماتے ہین کہ ان چھ درشنون مین سے جو تم کو یاد ہو وہ سُنا چلو اس طور پر کیا ایک سوتر تم بولو دوسرا مجھ سے سُنو اور جب اس امتحان مین تم مجھکو وہین تمکو جانچ لیوین گے تب دوسری بات شروع ہوگی غرضکہ یہ وہ چال ہے کہ اصولون تک پہونچنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

لیکن کیا ایسی باتون سے کبھی سچائی کا پرچار (اشاعت) دنیا مین ہوا کرتا ہی۔ ہان جلسہ کی رونق کر لینا معترض کو خاموش کر دینا۔ عوام کو ہنسا دینا وغیرہ وغیرہ لوزبائین ہین۔ مگر سچائی اور حقیقت کی چھان بین کوئی اور ہی بات ہی۔ آریہ سماج کو لازم تھا کہ ہر سال ایک کانفرنس کیا کرتی جسمین صرف آریہ سماج کے اُپدیشک اور وہ لوگ جو اصولون پر کافی چھان بین کیا کرتے ہین جمع ہوا کرتے اور اس کانفرنس مین اس بات پر بحث و وچار (غور و خوض) کیا جایا کرتا کہ آیا سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی کون کون سی ایسی باتین ہین جن کو ہمین نیک نیتی سے ستیہ کا گرہن کرتے اور استیہ کا تیاگ کرنے کے اصول پر قایم رہ کر ترک کر دینا لازم ہی اور پھر اُن کے عوض مین دوسری کیا باتین شامل کرنا ضروری ہین یا کسطرح کیا کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ ہوتا نظر نہین آتا پس جن کے دلون مین جو شنکائین پیدا ہو جاتی ہین اور پرایویٹ گفتگو مین آریہ سماج کے موجودہ اپدیشک صاحبان بھی اتفاق کر لیتے ہین کہ واقعی یہ اعتراض معقول ہی اور اسکا کوئی جواب آریہ سماج کے پاس موجود نہین ہی تاہم جب کسی عام جلسہ مین وہی شخص وہ اعتراض پیش کر دیوے تو محض اس خیال سے کہ ایک عام الجلسہ مین آریہ سماج کو نیچا نہ دیکھنا پڑے اُس کے اعتراض کا الٹا سیدھا جواب کچھ ایسے گول مول لفظون مین دے دیا جاتا ہے کہ وہ کسی طرح لاجواب اور خاموش ہو جاوے یا کسی آخری فیصلہ تک

پہونچنے سے قبل وقت مناظرہ کا گزر جاوے۔
کیا ایسی کٹل نیتی (ٹیڑھی چال) کی بدولت آریہ صاحبان یہ سمجھے بیٹھے ہین کہ وہ کامیاب ہو جاوین گے۔ ہر گز نہین بلکہ مجھے سخت افسوس ہی کہ وہ ناحق مجھ جیسے لوگون کو اپنے جال مین پھانس کر گمراہ کرتے ہین۔ جو کہ شروع مین اس سماج کو واقعی سچا مذہب سمجھ کر اس مین داخل ہو جاتے ہین۔
اسی طرح ایک بڑی زبردست پالسی اُن لوگون کے ساتھ برتی جاتی ہی جو آریہ سماج مین داخل ہو چکے ہین اور بغور کتابون کو دیکھنے کے بعد کئی طرح کی شنکاؤن مین پڑ گئے ہین۔ ایسون مین میرا بھی شمار ہی چنانچہ اسبارہ مین مجھے کافی تجربہ حاصل ہوا ہی۔
دراصل بات یہ ہی کہ جسقدر صاحبان آریہ سماج مین داخل ہوتے ہین وہ سبکے سب ایسے مذہبی چھان بین کے شائق نہین ہوا کرتے کہ ہمیشہ اپنے اصولون پر غور و خوض کرتے رہا کرین بلکہ شروع مین چند عرصہ تک اس بات کی چھان بین کرتے ہین اور بعد مین یہ فرض کر کے مگن رہتے ہین کہ ہم سچے مذہب کے پیرو کار بن گئے ہین پس قدرتاً مجھ جیسون کی تعداد بہت کم ہی۔ اور جب کسی مسئلہ پر چھیڑ چھاڑ شروع کیجاتی ہی تو بجائے اسکے کہ سیدھی طرح پر سچا جواب دیا جاوے۔ پالسی سے کام لیا جاتا ہی۔
چنانچہ جب مین نے آریہ اُپدیشکون و دیگر صاحبان سے ایسے اعتراضات کئے جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تحریرات کے خلاف ہین تو اُن اعتراضون کا جواب دینے کی کوشش تو کوئی صاحب نہین کرتے اُلٹا مجھ پر ہی کئی طرح کے اعتراض کر دیتے ہین یعنے یہ کہ (۱) سوامی دیانند سرسوتی جیسے عالم و فاضل بال برہمچاری اور یوگی کی تحریرات مین غلطی ہونے کا محض خیال کرنے سے قبل تم کو ویسی لیاقت حاصل کر لینی چاہیئے۔ ایک شخص جسنے پورا دیاکرن بھی نہ پڑھا ہو۔ جو ادنی سے ادنی درجہ کا (۲۴ سال تک کا) برہمچریہ بھی نہ پورا کر سکا ہو جسنے یوگ وغیرہ کوئی سادھن نہ کیا ہو وہ اس بات کا مستحق کیونکر ہو سکتا ہی کہ سوامی جی جیسے پورن بدوان (عالم و فاضل) کی تحریرات پر نکتہ چینی کر سکے۔ جب کوئی شخص سوامی جی کی تحریرات کی غلطی نکالنے آویگا تو بیشک ہم اول یہ دیکھین گے کہ یہ ہی کون شخص۔ اسکی علمی لیاقت کیقدر رہے

اور اسنے درحقیقت کچھ دھرم کے تحقیق مسئلون کو سمجھنے مین وقت صرف بھی کیا ہی یا یون ہی ہمارے
مہرشی پر حرف لاتا ہی وغیرہ وغیرہ"

ناظرین! آپ اس سے سمجھ سکتے ہین کہ یہ کیسی عمدہ چال ہی۔ اور اسکا نتیجہ بھی وہی ہو سکتا تھا
جو ان آریون کے خیال مین ہی۔ یعنی یہ کہ نہ ہم لوگون کو دیانند کی سی لیاقت ہوگی اور نہ ہم اُن کی تحریرات مین
غلطی نکالنے کے مستحق سمجھے جا سکینگے چلو بس ختم شد۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچینگی۔
اس طور پر وہ لوگ مجھے یا مجھ جیسے دیگر محقق آریون کو خاموش کر دیتے ہین۔ اب دو ہی باتین ہمارے
لئے ہو سکتی ہین اول تو یہ کہ چپ چاپ آریہ سماج مین پڑے رہین اور اپنے خیالات دماغ کے باہر
نہ نکلنے دیوین دوسرے یہ کہ اپنا یہ وہم چھوڑ دیوین کہ ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ تمام دنیا کے مذاہب
غلطی پر ہین اور تب اُن مین سے کسی کی چھان بین کر کے جو سچا معلوم ہو اُس کو قبول
و منظور کر لیوین۔

چنانچہ بہت ایسے اصحاب ہین جنھون نے اول بات کو بہتر سمجھا اور تھوڑے ایسے
ملینگے کہ جنھون نے اور آگے ہاتھ پانون مارنا شروع کیا۔ لیکن مجھے تجربہ سے یہ بھی پتہ لگا
کہ جہان آریہ سماجی صاحبان دیانند کی غلطیون کو تلاش نہین کرنے دیتے وہان ساتھ ہی ایسے
لوگون کو اپنے دائرہ سے باہر بھی نہین جانے دینا چاہتے اور وہ عجیب طرح پر مخاطب کیا کرتے ہین
چنانچہ ایک کہتا ہی کہ اگر بالفرض سوامی دیانند نے کچھ غلطی بھی کی ہو تاہم اُن کے اُپکار (احسان)
کو تو دیکھو کہ ملک کی کایا پلٹا دی ہی۔ دوسرا کہتا ہی کہ دیکھو کتنے یتیم لڑکون کی پرورش ہو رہی ہے
کتنی لڑکیان تعلیم پا رہی ہین کتنے سکول و کالج جاری ہین اور گورو کل کی مثال تو اب ہزارون
سال کے بعد خود سوامی جی کی ہی ہدایت کے اثر سے ڈالی گئی ہی وغیرہ وغیرہ۔

تیسرا کہتا ہی کہ اجی ہم کیسی خواب غفلت مین پڑے سوتے تھے؟ سوامی دیانند نے ہم کو
جگا دیا۔ یہ پوپ براہمن لوگ ہم کو لوٹ رہے تھے۔ تمام ہماری کمائی ان کے ہی گھرون کو جاتی
تھی یہ سب خرابیان سوامی جی کی ہی بدولت دور ہو گئی ہین۔

چوتھا کہتا ہی کہ اجی شادی بیاہ کی فضول خرچی و غمی پر گھنٹہ دشرادھ وغیرہ ڈھکوسلون
سے اس مہرشی نے ہی تو نجات دلائی ہی۔

پانچوان کہتا ہی کہ اجی آریہ کیا تمام ہندو اس بات کے لئے سوامی جی کے مشکور اور ہزار دل سے شکر گذار ہین کہ ان کی بدولت عیسائی مسلمانونکی باڑہ بند ہوگئی - چاہے کچھ ہو - اگر سوامی جی نہ ہوئے ہوتے تو اب تک ہندؤن کا بہت بڑا حصہ عیسائی ہو گیا ہوتا -

چھٹا کہتا ہو کہ اجی اب چاہے کوئی کسی عورت کیوجہ سے یا روپیہ پیسہ کے لالچ سے تو عیسائی یا مسلمان ہو جاوے لیکن دہرم کے خیال سے ہرگز ہرگز بھی نہین ہو سکتا کیونکہ ان کے تمام اعتراضات جن کا جواب اہل ہنود کے پاس نہ تھا اب آریہ سماج کی بدولت رد ہو چکے ہین -

ساتوان کہتا ہو کہ اور بھلا جو شخص آریہ سماج مین آگیا وہ اسے ترک کرکے اور جائیگا کہان! اُسے اگر یہان شانتی (تسلی) نہ ملی تو اور کہان ملے گی - بھلا کیا کوئی امرت کو چھوڑکر تلخ پانی پینا منظور کریگا یا کیا کوئی گنگا کو چھوڑکر نالہ مین شنان کرنا پسند کریگا وغیرہ وغیرہ -

لیکن باوجود ان ساری باتون کو سُننے اور ان پر عمدہ طور سے غور کرنے کے بھی - مجھے کافی وجوہات نے مجبور کر دیا کہ مین آریہ سماج کے دائرہ سے باہر نکل جاؤن -

ناظرین - مین بھی اپنے ان آریہ بھائیون کی رائے سے پورا اتفاق رکھتا ہون جو اوپر کی باتین کہا کرتے ہین لیکن پھر بھی کوئی وجہ نہین ہو کہ ہم آریہ سماج کے ہی دعوی کے پابند رہ کر اسے کیون نہ ترک کر دیوین یعنے یہ سبق ہمین آریہ سماج ہی نے پڑھایا ہو کہ ستیہ کا گرہن کرو اور استیہ کا تیاگ کرو (سچائی قبول کرو وغیرہ) پس جبکہ سوامی دیانند جی کی تحریرات مین غلطیان ملتی ہین اور ان کے رفع کرنے (یعنے کتابون مین سے وہ غلط تحریرات خارج کرنے) کی نہ تو کوشش کی جاتی ہو اور نہ ایسی امید ہو بلکہ اُلٹا ایسی تجویز پیش کرنیوالون کو خوب سخت و سُست کہکر ڈانٹ بتلائی جاتی ہو تو ایسے پکشپاتی (متعصب) سماج کو فوراً سے بھی قبل ترک کر دینا مناسب ہو -

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی بدولت وہ جملہ بھلائیان ہوئین جنکا اوپر ذکر ہوا اور اُن کے لئے وہ ہندو قوم سے شکر گذاری کے بیشک مستحق ہین بلکہ میرے خیال مین اس سے زیادہ عزت اُن کی کیجاتی چاہئے اور اس مین شک بھی نہین ہو کہ قدر شناس تعلیم یافتہ ہندو صاحبان اُن کی آریون سے بھی زیادہ عزت کرتے ہین لیکن ان باتون کا یہ ہرگز نتیجہ نہین ہو سکتا کہ اگر سوامی

جی نے کوئی غلطی کی ہو تو ہم اندہون کی مانند ان کے پیچھے ہی چلے جاوین۔

ہان! سوامی دیانند جیسے فاضل اجل کی غلطی نکالنے والے کی بات کو آپ (آریہ صاحبان) اسوقت تک کان نہ دیوین گے جب تک وہ آپ کی نظرون مین اس بات کا مستحق نہ ثابت ہو لیوے خیر یہ آپ کی مرضی۔ لیکن آپ کے موجودہ سنسکرت دان تنخواہ دار اپدیشک صاحبان کو اگر بالفرض سناتن دہرم سبہا کے پاٹھ شالاؤن (درسگاہون) وغیرہ مین دو چند سہ چند تنخواہ مل جاوے اور وہ وہان رفوچکر ہوجاوین تو پھر مین آپ سے مزاج پرسی کرون گا اور تب آپ کو بھی پتہ لگ جاویگا کہ دیانند کی غلطی نکالنے والون مین کسقدر لیاقت درکار ہے۔

اجی حضرت! آپ ہین کس خیال مین۔ دیانند کی ستیارتھ پرکاش تو ایک ہندی کتاب ہے اور اب آپ کے بڑے بہاری معزز لیڈر اور اپنے تئین بڑے فخر کے ساتھ دیانندی کہنے والے مہاتما منشی رام جی ادہشٹھاتا (مہتمم) گوروکل کی بھی عقل حیران ہے چنانچہ وہ سوامی نتیانند جی سے راولپنڈی کے سالانہ جلسہ پر فرماتے تھے کہ گوروکل کے طلبا ستیارتھ پرکاش مین غلطیان نکالتے ہین۔ لیکن ذرہ آپ نے نیک نیتی سے یہ تو سوچا ہوتا کہ آپ جو اسلام عیسائیت اور بودہ مذہبون کی پاک کتابون مین غلطیان نکال رہے ہین اس کا استحقاق آپ کو کہان سے حاصل ہوگیا۔ کیا جو جواب آپ نے مجھے دیانند کی غلطی نکالنے وقت دیا (بجاے اس کے کہ ان اعتراضون کی تردید کی جاتی) یہی جواب آپ کو مسلمان عیسائی یا بودہ صاحب نہین دے سکتے۔

مثلاً اگر کسی مولوی صاحب سے کوئی آریہ صاحب یہ اعتراض کرین کہ قرآن شریف نے ایک مرد کی چار بیوی تک جائز رکھنے یا کسی اور بات مین غلطی کی ہے تو مین مولوی صاحب کو یہ صلاح دون گا کہ وہ بجاے اور کچھ جواب دینے کے صرف یہ کہکر اپنا پیچھا چھوڑا لیوین کہ۔ قرآن شریف یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی غلطی نکالنے سے قبل تم (آریہ معترض) اپنا امتحان ہمکو دو اور ہم اول دیکھین تو سہی کہ آیا تم اس لائق بھی ہو کہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی نکالنے کا تم کو مستحق سمجھا جاوے اور پھر مولوی صاحب ایک ایسا معیار قایم کرکے آریہ معترض صاحب کو بتلاوین کہ فلان فلان امتحان پاس کرنے اور اسقدر لیاقت حاصل کرلینے کے بعد تم ہمارے پاس آنا اور تب اپنے اعتراضون کو پیش کرنا۔

یا اسی طرح کاشی کے پنڈت صاحبان یا دیگر سناتنی پنڈتون سے جب آریہ صاحبان یہ اعتراض
کرین کہ شیو پُران اور بھاگوت وغیرہ مین چونکہ اختلاف ہے اس لیے سب ناجائز اور اپرمانک (غیر
معتبر) ہین تو ان پنڈت صاحبان کو لازم ہے کہ وہ ان کو یہ جواب دیدیوین کہ تمہین اسقدر سمجھنے کی ہی
لیاقت نہین ہے - ان پُرانون کے مصنف شری ویاس جی ہین (حسب قول سناتنی) اور ویاس جی
کا شمار اُن لوگون مین ہے جن کے مقابلہ مین دیانند بھی کوئی حقیقت نہین رکھتے چنانچہ اول کم از کم
دیانند کے برابر لیاقت پیدا کرلو اور تب ہمارے پاس اپنا اعتراض لیکر آنا -

غرضکہ مین نے غور کیا تو مجھے یقین کرنا پڑا کہ آریہ سماج کے موجودہ لیڈران اوپدیشکان اور معمولی
ممبران جہان تمام دُنیا کو جھوٹا بنانے چلے تھے وہان خود ایسے جھوٹے بن رہے ہین کہ جسکا حد و
حساب نہین اور اب یہ سماج ایک دیانندی پنتھ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا -

ہان آریہ صاحبان اہل ہنود کی ہمدردی کوشش کرنے کے لئے اُن کو یون مخاطب کیا کرتے ہین
کہ دیکھو آریہ سماج نے عیسائیون اور مسلمانون کا دروازہ روک دیا ہے اور اب کوئی ہندو مذہب کی وجہ
سے مسلمان یا عیسائی نہین ہوتا - اور ان باتون کو سنکر بیشک سیدھے سادھے ہندو صاحبان
اس وجہ کو تسلیم کرتے ہوئے آریہ سماج کے حامی و مددگار بن جاتے ہین - لیکن مین نے غور کیا تو
مجھے خیال ہوا کہ وہ ہندو صاحبان جنہون نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ چونکہ ہم ہندو مان باپ سے پیدا
ہوئے ہین خواہ ہندو مذہب کیسا ہی خراب ہو یا اچھا ہو مگر ہمین تو اس دائرہ سے باہر ہرگز جانا
ہی نہ چاہئے اور کنوین کے مینڈھک کی مانند یہ فرض کرلینا چاہئے کہ اس سے باہر اور کچھ ہے
ہی نہین - ایسون کی تو دوسری بات ہے ورنہ یہ کوئی معقول بات نہین ہے کہ اگر مسلمانون عیسائیون
وغیرہ کا مذہب افضل ہو تو کیون نہ اس مین ہم جا داخل ہون -

دین اسلام جہان ایک پرمیشور وحدہٗ لاشریک کے سوا اور کسی کی اوپاسنا (پرستش)
نہین مانتا وہان آریہ سماج کے اصولون کے مطابق جیو آتما اور پرکرتی (مادہ) کی مانند کوئی اشیاء
مسلمانون مین پرماتما کے مقابلہ کرنے والی ہمیشہ موجود نہین رہا کرتین (اس بارہ مین آریہ صاحبان
بڑی ڈینگ مارا کرتے ہین کہ مسلمانون کی یہ بات سائنس کے خلاف ہے پس اُن کو ذرہ اپنی
منوسمرتی اُٹھا کر پیدائش خلقت کا بیان پڑھنا چاہئے اور تب معلوم ہوجائیگا کہ منو کی پیدائش

خلقت سائنس کے کس قدر موافق ہی (مین آگے اسکا بھی ذکر کرونگا) جس بُت پرستی کو آج آریہ سماج دور کرنے کی ہزار ہزار کوشش مین ہی اُسے اس مذہب نے نہایت قدیم زمانہ سے ہی نیست و نابود کر رکھا ہی۔

جس بدھوا بواہ (عقد بیوگان) کے جاری کرنے کی سر توڑ کوششون مین تمام آریہ اور آزاد ہندو صاحبان آج کل حیران و پریشان ہو رہے ہین اور پھر بھی ہنوز دلی دور کا معاملہ ہو رہا ہے وہ یہان ہمیشہ سے ہی حل شدہ ہی جس ورن بیوستھا ذوات کا فیصلہ) کو آریہ سماج چلانا چاہتی ہی یعنے یہ کہ بیدا ئشی قومیت کا لحاظ نہ رکھا جا کر گن کرم سوبہاو (صفت فعل خاصیت) کے مطابق ورن (براہمن کشتریہ ویشیہ شودر) کی فضیلت کو قرار دینا۔ یہ بھی اہل اسلام مین ہمیشہ سے موجود ہے جبکہ آریہ سماج اس کوشش مین نہ تو کامیاب ہوئی ہی اور نہ آئندہ ایک ہزار سال تک کامیاب ہو سکے گی۔

جس چھوت چھات کے رگڑے جھگڑون نے ہندو قوم کا ستیاناش کر دیا اور آریہ لوگ بھی اس زنجیر کو نہ توڑ سکے وہ یہان نام و نشان کو بھی نہین ہی وغیرہ وغیرہ۔

پس کیون ہم اپنی زندگی کو بلا وجہ آریہ سماج یا ہندو سماج کے اندر تباہ و برباد کرین۔ اور جبکہ ہمین معلوم ہو گیا ہی کہ جن خوبیون پر آریہ سماج لٹّو ہو رہا ہی وہ دین اسلام مین موجود ہین تو ہم کیون نہ اسکو قبول و منظور کر لیوین۔ اور آریہ سماج کو اس کی پالسی اور کٹل نیتی (ٹیڑھی چال) جاری رکھنے کیلئے مبارک کہکر آخری سلام کرین۔

لیکن اگر آریہ سماج کے لیڈران سچ مچ ملک کا سُدھار و ہندو قوم کی ترقی کرنا چاہتے ہین تو انہین سب سے پہلا کام یہ کرنا لازم ہے کہ وہ اپنی ایسی ٹیڑھی چالون کو ایک قلم بدل دیوین جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور بانو دیانند کی غلطیون کو نکال کر ستیہ کا گرہن ...... پر سچّے دل سے قائم ہون ورنہ وہ یقین رکھین کہ اب انکی پول کھل گئی ہی اور ان کی جماعت سے نیک دل سچّے مذہبی لوگ میرے مانند نکلتے چلے جاوین گے۔

(نمبر ۲) سوامی دیانند سرسوتی مہاراج

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج آریہ سماج کے بانی ہین۔ آپ کے جیون چرتر (سوانح عمری) سے ظاہر ہے کہ بچپن سے ویدون اور مذہب کی تحقیقات کا شوق آپ کو تھا اور ۲۲ سال کی عمر مین جبکہ آپ کے والدین آپ کی شادی کا انتظام کر رہے تھے اور آپ کے انکار کر دینے پر بھی وہ باز نہ آتے تھے تو آپ پوشیدہ طور پر مکان سے بھاگ نکلے۔ بعدہٗ برہم چاری بنے پھر سنیاسی (تارک الدنیا) ہو گئے۔ ہندو سنیاسی جس قسم کے ہوا کرتے ہین غالباً آپ بھی اوسی قسم کے تھے البتہ علم سنسکرت اور یوگ سیکھنے مین وقت لگاتے رہے۔ شاید ۳۵ سال کی عمر مین ہمالہ پہاڑ کے مختلف حصون مین سیر کرتے ہوئے یہ خیال آپ کو گزرا کہ مانند دیگر سادھو ون کے برف مین اس فانی جسم کو گلا کر نجات حاصل کرنی چاہیے (یہ تمام ہندو سادھوؤن کا خیال ہے کہ ہمالہ پہاڑ کی برفانی چوٹیون مین جسم گلا دینے سے مکتی یعنے نجات مل جاتی ہے) چنانچہ وہ ایک برفانی چوٹی پر چڑھ بھی گئے تھے لیکن پھر کچھ خیالات پلٹے اور یہ ارادہ ہوا کہ ابھی اس جسم کو فنا کرنا مناسب نہین ہے بلکہ ذرا ویدون کو بھی پڑھنا لازم ہے دیکھیں تو سہی اُن مین کیا مضامین ہین۔ چنانچہ سوامی جی اس سورگ سیڑھی (زینہ بہشت) سے اُتر آئے اور اب کسی لائق سنسکرت دان کی تلاش مین گھومنے لگے بہت عرصہ بعد اُن کو پتہ لگا کہ متھرا مین ایک اندھے سنیاسی بڑے عالم و فاضل مشہور و معروف پنڈت ہین جنکو ڈنڈی جی کہا جاتا ہے۔ الغرض سوامی جی ان ڈنڈی جی کے پاس آئے اور اُن سے وباکرن کی اصلی کتابین اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ اور کچھ ویدون کو پڑھنا شروع کیا۔

ان ڈنڈی جی کا نام سوامی ورجانند تھا اور ایک خاص واقعہ کے باعث (جسکا حال آپ کی سوانح عمری مین درج ہے) ڈنڈی جی تمام ہندو پنڈتون سے ناخوش تھے بلکہ وہ اس فکر مین بھی تھے کہ کسی طرح ان کی جڑ کاٹ دی جاوے۔ ہان کاشی کے پنڈتون کی بے ایمانی اور دغابازی نے ہی سوامی ورجانند کے دل کو اسقدر پرجوش کر دیا تھا چنانچہ بہت عرصہ کے غور و خوض کے بعد ڈنڈی جی کو وہ سکیم SCHEME یعنی (تجویز) مل گئی جس کے ذریعہ وہ اپنے کو کامیاب

بنا سکتے تھے۔ لیکن اس پر پورا پورا عمل اس وجہ سے نہیں ہو سکتا تھا کہ ڈنڈی جی بوجہ نابینا ہونے کے متھرا سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ الغرض جب ڈھائی تین سال علم حاصل کرنے کے بعد سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ڈنڈی جی سے رخصت چاہی تو انہوں نے انہیں اس اپنے نو ایجاد سکیم کی تکمیل کے لئے اشارہ کیا اور سوامی جی نے ڈنڈی جی کو پختہ وعدہ دیا کہ وہ اپنے گرو کا حکم بسر و چشم ماننے اور اس پر بدل و جان عمل کرنے کو مستعد رہینگے چنانچہ سوامی ورجانند مہاراج نے سوامی جی کو پورے طور پر وہ تمام باتیں سمجھا دیں جنکو انہوں نے بہت عرصہ تک سوچتے سوچتے کھوج پایا تھا۔ اور سوامی جی اپنے گرو کے حکم کی تکمیل میں تمام زندگی لگے رہے۔ اور اب اُن کو اپنا جسم گلانے کے لئے ایک دوسرے قسم کی برفانی چوٹی مل گئی۔

ناظرین! یہ ہی بنیاد آریہ سماج کی۔ سوامی جی نے اپنے گرو مہاراج کی سکیم کو مستقل بنانے کے لئے آریہ سماجوں کی بنیاد ڈالی۔ اور پہلی سماج بمبئی میں قائم کی گئی۔

اس میں شک نہیں کہ جس نیک نیتی اور سچائی سے سوامی جی نے اپنے گرو مہاراج کے حکموں کی تعمیل کی ہے وہ ہر ایک چیلے سے امید نہیں کی جا سکتی لیکن ایک غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سوامی جی نے اپنے گرو کی سکیم کو چلانے کی غرض سے جو کچھ کاروائیاں کی ہیں وہ سچائی پر مبنی ہیں یا نہیں یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر صرف وہ لوگ غور کر سکتے ہیں جو بہت باریک بین ہوں اور جنہوں نے اصولوں کو کافی طور پر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔

یعنے سوامی جی کو جب معلوم ہوا کہ وہ اُن باتوں کو جو ڈنڈی جی کی منشا کے مطابق نہیں ہوں نہیں جاری کر سکتے تو انہوں نے پالیسی ٹیڑھی چال سے کام لیا اور چونکہ ہندوستان بھر میں کاشی (بنارس) ہی ایک مقام ہے جہاں سنسکرت کے اعلیٰ سے اعلیٰ عالم و فاضل موجود ہیں اور ان کی بھی جیسی کچھ علمیت تھی وہ سوامی جی نے خوب عمدہ طور پر معلوم کر لینے کے بعد یہ سمجھ لیا کہ جہالت ملک پر چھائی ہوئی ہے اور ویدوں کے دقیق مسئلوں کو سمجھنے والے اب موجود نہیں ہیں پس یہی چال بہت مناسب ہے کہ جو کچھ چاہیں ویدوں کے گلے منڈھ دیویں اور چونکہ ویدوں کی عبارت کو سمجھنے والوں کا گھاٹا ہے پس وہ سب چل جاویگا۔ ان خیالات نے ہی سوامی جی کو چند ایسی باتیں

گھڑنے پر مجبور کر دیا جن کا نام و نشان بھی ہندوؤں کے پرانی سے پرانی کتابوں اور تواریخوں مین موجود نہین۔

جس طرح کسی پہاڑی چشمہ کی تیز دھار مین ادھر ادھر سے پانی کے بکثرت سوتے ملتے چلے جاتے ہین اور وہ رفتہ رفتہ ایک بڑا دریا بن جاتا ہے اسی طرح ونڈی جی کی سکیم کی اشاعت کرتے ہوئے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج جب تعلیم یافتہ خانہ دار ہندوؤں کے درمیان کام کرنے لگے تو کئی طرح کے خیالات بھی اُن کو پسند آگئے اور اس طور پر رفتہ رفتہ ایک چھوٹی سکیم اپنے ساتھ ایسی باتوں کو شامل کرتے کرتے ایک پورے مذہب کی بنیاد ثابت ہو گئی۔

ونڈی جی کی سکیم تو یہ تھی کہ سنسکرت ویاکرن کی پڑھائی کا موجودہ طریقہ غلط ہے بس سارسوت، چندرکا، لگھو اور سدّھانت کومدی، منورما، شیکھر وغیرہ کتابوں کا رواج توڑ کر اشٹادھیائی اور مہابھاشیہ کا رواج ڈالا جاوے اور مورتی پوجا (بت پرستی) کو جڑ پیڑ سے ہی اکھاڑ کر پھینک دیا جاوے۔ پس سوامی جی متھرا سے تو اس بات کا بیڑا اُٹھا کر چلے تھے لیکن پھر انہین اس سلسلہ مین اور بھی بہتیری باتین سوجھ گئیں اور اُن مین سے کچھ ایسی بھی ہین جنکا ہندوؤں کی قدیم پستکوں مین کہین نشان و گمان بھی نہین۔

مثلاً سوامی جی نے دیکھا کہ اہل یورپ مین یہ رواج بہت عمدہ ہے کہ عورت مرد کی آپس مین رضامندی سے شادی ہوتی ہے اور ایک مرد ایک سے زیادہ بیوی کرنے کا ہرگز بھی مجاز نہین رکھتا تو انہوں نے مشہور کیا کہ یہ باتین ہمارے ویدوں مین موجود ہین اور انہین کی نقل اہل یورپ مین ہو رہی ہے۔ یا کسی شخص کے مرجانے پر جو ہندو لوگ شرادھ وغیرہ کیا کرتے ہین اسکو بھی غیر ملکوں کی دیکھا دیکھی دور کرنا مناسب خیال کیا۔ اس طرح یورپ والوں کو نیچا دکھلانے کے لئے یہاں تک کوشش کی کہ ویدوں سے ہی ریل تار ثابت کرنا چاہا وغیرہ وغیرہ۔

آریہ صاحبان سوامی جی کی جتنی عزت کریں وہ تھوڑی ہے لیکن اس مین شک نہین کہ سمجھدار ہندو صاحبان بھی سوامی جی کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین مگر وہ سوامی جی کو ایک بڑا نیتگیہ GREAT POLITITION (یعنے بڑا بھاری پالیٹیشن[۱]) سمجھتے ہین جو کہ وقتی

[۱] ملکی و قیمتی مسلوں کی تہ تک پہونچنے والا اور ملکی و قومی سدھار کا خواہان۔ ۱۲

ان کے کامون سے ہی معلوم ہوتا ہی۔

آریہ صاحبان اکثر یہ کہا کرتے ہین کہ سوامی جی کو کسی قسم کی دنیاوی لالچ شہرت یا اور کوئی خواہش نہ تھی اور ایسے ہی انسانون سے سچائی کی اُمید کی جاسکتی ہی اسوجہ سے ہمین تسلیم کرنا پڑتا ہی کہ سوامی دیانند کی تمام باتین سچی ہونگی۔

پس اگرچہ یہ صحیح ہی کہ سوامی جی کو کسی قسم کی دنیاوی خواہش نے نہین للچایا اور کچھ اُنہون نے ملک و قوم کے لئے مناسب سمجھا وہ نصیحت کر دیا کہ ان پر عمل کر کے ہم اپنی ترقی کر سکین۔ لیکن اِس سے انکار نہین ہوسکتا کہ سوامی جی نے چند خیالات سے لئے تو ہین مسلمانون و عیسائیون یا دیگر قومون سے مگر نہ تو وہ یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہین کہ یہ باتین فلان فلان مذہبون یا قومون سے نقل کی گئی ہین اور نہ وہ ہندوٗن کی آرش گرنتھون (معتبر کتابون) سے ان باتون کو ثابت کر سکے ہین بلکہ چند کتابون کو پرکشپت (ناجائز) کہکر اور چند حوالجات کو غلط پیرایہ مین ظاہر کر کے یا کسی وید منتر کے معنی و مطلب کچھ کا کچھ بیان کر کے عوام پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ وہ تمام باتین جنکو اُنہون نے غیر قومون سے نقل کی ہین ویدون کے مطابق ہین۔ اور سنسکرت سے ناواقف ہندو قوم کے لیڈرون و ریفارمرون نے جب یہ سُنا کہ جن غیر قومون کی خوبیون پر وہ لٹو ہو رہے تھے وہ سب کی سب سوامی جی نے ویدون کے موافق ثابت کر دی ہین تو وہ سوامی جی کے چیلے بننے کے لئے صدق دل سے تیار ہو گئے اور اسطور پر ایک جماعت بڑی ذی رتبہ اور تعلیم یافتہ اہل ہنود کی بن گئی جسکا نام آریہ سماج ہی۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ہندوٗن کے پُرانون وغیرہ کا بالکل کھنڈن (تردید) کر کے اُن کو سوتے سے جگا دیا اور اب وہ ہاتھ پانون مارنے لگے۔ گذشتہ بیس ۲۰ پچیس ۲۵ سالون کی کوشش سے وہ اسقدر ضرور کامیاب ہو سکے کہ چاہے وہ تعصب یا خود غرضی سے سوامی جی کی معقول باتون کو بھی ماننے کے لئے تیار نہین ہوتے مگر اس مین شک نہین ہی کہ اُنہون نے سوامی جی کی نامناسب تحریرات کی پول خوب اچھی طرح پر کھول دی ہی یعنے جن باتون کا وید شاسترون و دیگر ہندوٗن کی کتابون مین بالکل پتہ نہین ہی مگر سوامی جی نے من گھڑت چلادی ہین اُن سب کو عوام پر ظاہر کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا گیا۔ اور میرا خیال ہی کہ سوامی جی

اگر اب تک زندہ رہتے تو ضرور اپنی بہتیری باتون کو تبدیل کر دیتے لیکن اب جبکہ وہ موجود نہین ہین تو آریہ سماج کے منصف مزاج سوچنے سمجھنے والون کو لازم ہی کہ وہ اپنے معترضون کی باتون کو بہت غور سے سُنین اور بجائے اسکے کہ اُن کو کچھ بُرا بھلا کہین وہنیں اُنکا مشکور ہونا لازم ہی۔ اور جو اعتراضات ذرا اصل ایسے ہین کہ جنکی تردید آریہ صاحبان سوامی جی کی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے نہین کر سکتے اُن کو تسلیم کر لیوین اور سوامی جی کی ایسی باتین چھوڑ دیوین جن کے باعث اُن کو معترضون کے سامنے منہہ چھپانا یا کانشنس کے خلاف باتین بنانی پڑا کرتی ہین۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے چاہے کیسی ہی پالسی (ٹیڑھی چال) سے کام لیا ہو لیکن پھر بھی وہ سچّے ضرور تھے یعنے جس بات کو اُنہون نے جسوقت قوم کے لئے مفید سمجھا اسکی ہدایت کی اور جب کچھ عرصہ بعد تحقیقات اور معلومات سے یہ یقین ہوا کہ اُن کی وہ رائے غلط ہی تو اُسے ترک کرتے بھی دیر نہ لگتی تھی۔ اور اُنہون نے یہی قاعدہ آئندہ جاری رکھنے کے لئے یہ نیم (قاعدہ یا اصول) بنا دیا ہی کہ ستیہ کا گرہن کرنا سچائی کو قبول کرنا اور استیہ کا تیاگ کرنا غلطی کو ترک کرنا اس سماج کا خاص مدعا ہی۔

پس کوئی وجہ نہین نظر آتی کہ سوامی جی کی تحریرات مین باوجود بے شمار غلطیان بتلائی جانے کے ابھی تک ایک حرف کی بھی تبدیلی کیون نہین کی گئی۔ کیا یہ آریہ صاحبان کا زبردست ثبوت (تعصب) نہین ہی۔؟

سوامی جی کی تعلیم کو بغور دیکھنے پر یہ معلوم ہوتا ہی کہ اُنہون نے کچھ باتون مین بُدّہ مہاراج کی نقل کی ہی اور کچھ باتون مین شنکر اچاریہ مہاراج کے نقش قدم پر چل رہے ہین۔ یعنے جس طرح شنکر اچاریہ جی نے اُس زمانہ کے تمام مت متانترون (فرقون) کو رد کر کے ایک اپنا مت چلایا تھا اُسی طرح سوامی دیانند مہاراج نے بھی اس وقت کے تمام مذہبون کا کھنڈن کر کے اپنا مت چلانا چاہا لیکن ان کو ناکامیابی ہونے کی وجہ یہ ہی کہ جہان سوامی شنکر اچاریہ جی نے تمام دُنیا کے مذہبون کو غلط بتلا کر ایک ویدانت فلاسفی پر سب کو متوجہ کر دیا اور اُنہون نے عقلی دلائل سے خود سب کو قائل کر کے اپنا مُرید بنا لیا وہان سوامی دیانند سرسوتی مہاراج تمام مذہبون کو غلط بتلا کر اپنی پوزیشن - POSITION

کو خود صاف نہ کر سکے۔ یعنے سوامی جی کا یہ قول ہی کہ ہمارا کوئی اپنا نیا مت نہیں ہی بلکہ ویدون کا ہی نہایت قدیم مذہب ہم سرسبز کرنا چاہتے ہین اور جو ہماری بات ویدون کے خلاف ہو وہ ترک کردو وغیرہ۔

پس جبکہ ویدون کے مضامین کا لوگون کو پتہ نہیں۔ اور دیانند کی تفسیر جو کہ وہ بھی چارون ویدون پر نہ کی جا سکی بھی اہل ہنود کی نظرون مین سائن وغیرہ کی تفسیرون سے زیادہ وقعت نہیں رکہتی (بلکہ بالکل ردّی سمجھی جاتی ہین) تو اس حالت مین کب ممکن تھا کہ سوامی جی کو کامیابی ہو سکتی۔ اور اسطرح بدھ مہاراج کی تعلیم کو سوامی جی نے پھیلانا چاہا لیکن اگر سوامی جی نے بھی بدھ مہاراج کی مانند ویدون وغیرہ سے صاف انکار کر دیا ہوتا اور ایک آزاد مذہب کی بنیاد ڈالتے تو ممکن تھا کہ بدھ مہاراج کی مانند وہ ضرور کامیاب ہو جاتے۔ لیکن جبکہ سوامی جی سب کچھ کہ کر آخر مین یہ فرما دیتے ہین کہ ہم کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ تمام باتین ویدون مین موجود ہین تو یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ پھر ویدون ہی کو دیکھنا چاہئے اور جب یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ ویدون مین وہ باتین موجود نہیں ہین جو دیانند کا قول ہی بلکہ ویدون کے الفاظ کو کھینچ کھانچ کر کے سوامی جی اپنا مطلب سدھ (ثابت) کر رہے ہین تو پھر سوامی جی پر اعتبار ہی نہیں رہتا۔ الغرض سوامی جی اپنے منشا مین ہرگز ہرگز بھی کامیاب نہیں ہو سکے۔

مثلاً بدھ مہاراج نے اپنے زمانہ مین اہل ہنود کو پرمیشور سے طرح طرح کی دعائین مانگتے دیکھکر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ لوگ ان دعاؤن کے بھروسہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہین اور خود محنت وغیرہ نہیں کرتے یہ ہدایت کی کہ اپنی محنت پر بھروسہ کرو اور جب بدھ مہاراج نے دیکھا کہ اگر لوگون کو یہ خیال رہیگا کہ ایک پرمیشور ہمارا پیدا کرنے والا ہے جو کہ رحیم و کریم وغیرہ ہی تو وہ اسی پرمیشور کے رحم کے بھروسہ پر خود کوئی ہمت و محنت وغیرہ نہ کرین گے پس یہ اصول چلا دیا کہ پرمیشور وغیرہ کوئی نہیں ہی (یعنی خدا کی ہستی سے ہی انکار کر دیا) اور جو شخص جیسا فعل کریگا اس کو ویسا ہی نتیجہ ملے گا۔ وغیرہ۔

اسی طرح سوامی دیانند نے بھی یہ ہدایت کی کہ پرمیشور کی جو پرارتھنا کی جاتی ہی کہ اے پرمیشور ہمیں دولت دیجئے۔ اولاد دیجئے۔ بادشاہت دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ فضول ہی یعنے ان کا یہ نتیجہ

نہین ہو سکتا کہ وہ اشیا جو مانگی جاوین وہ پرمیشور ہمکو دیدیویگا۔ لیکن پھر نہ تو سوامی جی یہ بتلاتے
ہین کہ ان کی یہ ہدایت ویدون مین یا منو کے دھرم شاستر مین خواہ اور کسی آرش معتبر
کتاب مین کہان مندرج ہی اور نہ اس اعتراض کا کچھ جواب دیتے ہین کہ پھر وید (جسکو کلام
الٰہی) کہا جاتا ہی ایسی پرارتھنا مین (مناجات) کرنے کی ہدایت کیون کرتا ہی (اسپر آگے پوری
بحث کی جاویگی) وغیرہ وغیرہ۔

سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۸۵ سطر ۱۸ پر فرماتے ہین کہ "جو جیو برہم کی
ایکتا جگت متھیا شنکر اچاریہ کا نج مت تھا تو وہ اچھا مت نہین اور جو جینیون کے کھنڈن
کے لئے اس مت کو قبول کیا ہو تو کچھ اچھا ہی" اور پھر صفحہ ۳۹۳ سطر ۳ پر یون فرماتے ہین
"اغلب ہی کہ شنکر اچاریہ وغیرہ نے تو جینیون کے مت کی تردید کرنے ہی کے لئے یہ
اعتقاد اختیار کیا ہو کیونکہ ملک اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق اپنے دعوے کو ثابت کرنے کیلئے
بہت سے خود غرض عالم اپنی آتما کے علم کے خلاف بھی کر لیتے ہین" جس کا مطلب یہ ہی کہ اگرچہ
جیو برہم کا ایک ہونا ویدون کے اصولون کے خلاف ہی لیکن شنکر اچاریہ جی نے ایسا
جان کر بھی اگر جینیون کا مت کھنڈن کرنے کے لئے اس مت کو قبول کر لیا ہو تو گویا انہون نے
سوامی جی کی رائے مین کچھ اچھا کیا۔ پس مین سمجھتا ہون کہ سوامی شنکر اچاریہ مہاراج نے
تو معلوم نہین ایسا کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن کیا یہ ممکن نہین ہی کہ اسی طرح پر خود سوامی دیانند
مہاراج نے کسی بات کو ویدون مین نہ رہتے پر بھی اس کے مخالف کسی مت کا کھنڈن کرنے
کے لئے یہ ظاہر کر دیا ہو کہ ویدون مین ایسا ایسا لکھا ہی وغیرہ۔ اور بہت لوگون کا ایسا قول
بھی ہی کہ ریل تار و دیگر سائنس کی ایجادون کا تذکرہ جو سوامی جی نے ویدون مین ہونا بتلایا ہی
یہ انکی نج گھڑنت ہی۔ اور مجھے خود بھی ایسا ہی نظر آتا ہی جیسا کہ آگے چلکر ظاہر کرونگا۔

ناظرین! جبکہ سوامی جی کی اوپر کی تحریر سے اُن کے دل کا عندیہ معلوم ہو رہا ہے
کہ وہ شنکر اچاریہ کو پالسی سے کام لینے پر اچھا سمجھتے تھے تو کیا اب اس سے بڑھکر اور
کوئی ثبوت چاہئے اور اب سچّے اور معقول پسند صاحبان کو اس بات سے ہرگز بھی انکار
نہوگا کہ سوامی جی نے کچھ ایسی باتین بھی چلادی ہین جنکو وہ خود دل مین جانتے رہے ہون گے

کہ وہ دراصل ویدون اور دیگر مستند کتابون سے خلاف ہین۔ لیکن چونکہ ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہین کیاجاسکتا کہ سوامی جی سچے مہاتما ضرور تھے پس اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو ضرور اپنی باتون مین بہت کچھ ردّ و بدل کر دیتے۔ کیونکہ انہون نے اپنی زندگی مین بھی کئی باتین تبدیل کی تہین۔

چنانچہ اول مرتبہ کی ستیارتھ پرکاش لکھتے وقت سوامی جی کے کچھ اور خیالات تھے (یعنے یہ عام طور پر کہاجاتا ہے کہ اس مین سوامی جی نے گوشت اور مچھلیون کا کہانا اور مُردون کا شرادّھ وغیرہ جائز مانا تھا اور ان کے لئے عقلی دلائل پیش کی تھین) جنکے تبدیل ہو جانے پر دوسری مرتبہ کی ستیارتھ پرکاش مین مناسب سنشودھن (درستگی) کر دی گئی اور اُسے منسوخ کر دیا جیساکہ وہ خود دوسری مرتبہ کی ستیارتھ پرکاش کے دیباچہ مین صاف طور پر اقرار کرتے ہین ”........ ہان جو اول چھپنے مین کہین کہین بھول رہی تھی وہ نکال شودھ کر ٹہیک ٹہیک کر دی گئی ہین“ دیکھو دیباچہ ستیارتھ پرکاش ہندی بار پنجم صفحہ اول سطر ۸۔۹) اور بھی کئی باتین ایسی پائی جاتی ہین جن سے یہی نتیجہ نکلتا ہے پس اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اگر وہ اب تک زندہ رہتے تو نہ معلوم کیاکیا تبدیلیان موجودہ اصولون مین ہو جاتین۔ اور میرا خیال ہے کہ ضرور سوامی جی جیسا سچا مہاتما ۲۱ سالون (۱۸۸۳ء سے ۱۹۰۴ء تک) کی معلومات اور تحقیقات کا نتیجہ ہم لوگون پر ظاہر کئے بغیر نہ رہتا۔ اور جب وہ چارون ویدون کا بھاشیہ (تفسیر) ختم کر کے براہمن گرنتھون منوسمرتی اور اوپنشدون کو ہاتھ مین لیتے تو ان کے ان منتویون (اعتقادون) مین بھی بہت کچھ کمی زیادتی ہو جاتی اور بلاشک موجودہ ستیارتھ پرکاش کو بھی منسوخ کر کے وہ اس مین سے کاٹ چھانٹ کرنے کے بعد اسے پھر شایع کراتے۔ اس بات سے کسی منصف مزاج سمجھدار انسان کو انکار نہین ہو سکتا۔ اس بارہ مین آریہ سماج کی ایک پارٹی (جس کا نام کلچرڈ CULTURED ہے) کے مشہور و معروف لیکچرار و معزز لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب وکیل لاہور اپنی کتاب مہاپُرشون کا جیون نمبر ۱ ہندی کے صفحہ ۱۳۶ پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہین جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ بہ نسبت مہاتما پارٹی والون کے وہ لوگ جن کو مانس پرچارک (گوشت خوری کا رواج ڈالنے والے) کہکر بدنام

کیا جاتا ہی زیادہ نرپکش (غیر متعصب) اور منصف مزاج ہین۔ اُن کی وہ عبارت حسب ذیل ہی۔
"......... اِس کے علاوہ ہمکو خوب اچھی طرح معلوم ہی کہ سوامی دیانند سرسوتی نے اپنے
جیون مین کئی مرتبہ اپنی رائین تبدیل کی ہین۔ ایک وقت تھا کہ وہ شیومت کو پرتی پادن (قائم و
جاری) کرتے تھے اور رودراکش و کنٹھی مالا رکھتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ اِس کا کھنڈن کرنے
لگے۔ ایک وقت تھا کہ وہ موکش (نجات) کی میعاد مانتے تھے (دیکھو مباحثہ چاندا پور) اور
اُن کو یقین تھا کہ مکت ہوئی آتما (نجات شدہ) پھر جسم نہین حاصل کرتی۔ پھر ایک وقت آیا
کہ انھون نے اپنی رائے تبدیل کر دی وغیرہ وغیرہ۔ کسکو معلوم ہی کہ اگر وہ زندہ رہتے تو اپنی
زندگی مین اور کیا کیا رائین تبدیل کرتے۔ جتنی عمر بڑھتی تھی اوتنا ہی ودیا اور گیان (علم و عقل)
اُن کا بڑھتا جاتا تھا ...."

ناظرین! آریہ سماج کی ایک پارٹی کی رائے سوامی جی کے بارہ مین اوپر لکھی گئی اور اگر دوسری پارٹی
بھی اِس رائے کو مان لیتی تو یہ ممکن تھا کہ دونون ملکر ایک ایسی سبھا بناتین جسکے ذریعہ اُن
تمام امور کا فیصلہ کئے جانے کی کوشش کی جاتی جن کے طے ہو جانے پر یا تو آریہ سماج ہندوؤن
کے دیگر مت متانترون کی مانند ایک مت بن جاتا یا وہ سوامی جی کی ایسی باتین ترک کرکے جو
انھون نے سراسر زبردستی سے لکھ دی ہین (یعنے جو قدیم تواریخون سے بھی و منوسمرتی
و دیگر مستند کتابون سے بھی خلاف ہین) واقعی دھرم اور سچائی کا دُنیا مین پرچار کرنے والا
اپنے تئین ثابت کرتا۔ لیکن افسوس کہ مہاتما پارٹی جو دوسرے کو سخت نفرت کی نگاہ سے
دیکھتی ہی ایسے ضروری مضامین کا فیصلہ نہین ہونے دیتی بلکہ وہ سوامی دیانند کو بھی ہندوون
کے اوتارون وغیرہ کی مانند نربھرانت (غلطیون سے پاک) تک ماننے کے لئے پریشان
نظر آتی ہی حالانکہ اِس سے جو نقصانات ہوئے ہین اور آئندہ ہونے والے ہین اُن کو بھی
وہ محسوس کر رہی ہی چنانچہ اِس پارٹی کے معزز لیڈر مہاتما منشی رام جی ایڈیٹر ستیہ دھرم
پرچارک جالندھر اپنے اخبار مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۴ء جلد ۶ نمبر ۱۸ کے صفحہ ۱۳ کالم ۲
سطر ۱ پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہین۔

"......... افسوس کہ اس کے بعد لالہ ہنسراج (پرنسپل دیانند اینگلو ویدک

کالج لاہور جو کہ کلچرڈ پارٹی کے ایک بڑے لیڈر ہین) سے ملنا بند ہو گیا لیکن جب پنڈت
لیکھرام جی کے قتل پر صلح ہو گئی تھی تب پھر اس معاملہ کو لالہ ہنسراج نے خود بخود
چھیڑا تھا اور اُن کا خیال تھا کہ آریہ سماج کی شخصیت کو قائم رکھنے کے لئے کچھ نہ کچھ عقائد
علاوہ دس نیموں کے قائم کرنے چاہئین ...... زمانہ کی گردش اور ہمارے
دُشمنون (بدقسمتی) نے وہ صلح قائم نہ رہنے دی ورنہ ممکن تھا کہ مدبران سماج کی مدد سے کچھ
نہ کچھ نتیجہ نیک اسوقت برآمد ہوتا ......"

پس سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی مشن سے سچا پریم (محبت) رکھنے والون کی
خدمت مین مین یہ اپیل کرتا ہون کہ آپ صاحبان کو سوامی جی کی مانند ہی سچائی کا متلاشی ہونا
چاہیئے اور پکشپات کی وجہ سے بلا سوچے سمجھے یہ قطعی فیصلہ نہین کر لینا چاہئے کہ ہمارا مذہب
سب سے افضل ہی بلکہ ذرہ آنکھین کھول کر دیکھنا لازم ہی کہ آیا دوسرون کے پاس بھی کچھ
معقول وجوہات ہین یا نہین اور یہ کہ ویدون مین دراصل وہ سب صفتین موجود بھی ہین یا
نہین جن کے لئے آپ صاحبان بڑے پُرزور الفاظ مین دعوٰی کرتے ہین۔ کیا یہ نیک نیتی
اور سچائی ہو سکتی ہی۔ اگر ویدون مین وہ علوم فنون نیک نصیحتین اور اعلٰی تعلیم نہ موجود ہون جن کی
بدولت انہین تمام دنیا کے مذہبون کی کتابون پر ترجیح دیجاتی ہی تو ہم کیون زبردستی دوسرون
کی آنکھون مین دھول ڈالکر ایسا ثابت کرنے کی کوشش کرین۔ اور پھر یہ دہوکے کی ٹٹی آخر کے
دن قائم رہ سکے گی صرف اُسوقت تک کہ جب تک غیر قوم کے ممبران سنسکرت نہین
پڑھتے۔ جہان اُنہون نے سنسکرت پڑھنے مین پانچ سات برس صرف کئے کہ بس
آریہ سماج کے مصنوعی قلعہ کو گرتے دیر نہ لگے گی۔

(نمبر ۶) سوامی دیانند نربھرانت (غلطیون سے پاک) تھے یا نہین

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے بارہ مین آج کل کے آریون مین مختلف خیالات موجود ہین۔ جہان مجھ جیسون کو کسی قسم کی شنکا اٹھانے پر ڈانٹ تبلائی جاتی ہی کہ اول تم اس لائق بن لو کہ دیانند کی غلطی نکالنے کے مستحق سمجھے جاسکو تب ایسی بات منہہ پر لاؤ وغیرہ۔ وہان ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہین جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو نربھرانت یعنے غلطیون سے پاک سمجھتے ہین اور جو ایسا نہین مانتے وہ بھی صرف اعتراضون سے بچنے کی خاطر یہ کہدیا کرتے ہین کہ ہم سوامی جی کو نربھرانت نہین مانتے ورنہ عملاً وہ بھی ایسا ہی مان رہے ہین۔

لاہور مین جو دیانند اینگلو ویدک کالج ہی اس کے کارکنان کو دیگر آریون نے اپنی جماعت سے علیحدہ کردیا ہی اور اب اُن کی ایک اچھی جماعت ہی اور وہ آریہ سماج کی ایک علیحدہ پارٹی (شاخ) سمجھی جاتی ہی۔ پس اس پارٹی مین جسکا کلچرڈ CKLTKRED (تعلیم یافتہ) نام ہی ذرہ کسی قدر آزادی کا دخل ہی چنانچہ وہ شروع سے ہی دوسری جماعت یعنی مہاتما پارٹی سے منجملہ دیگر چند باتون کے اس بارہ مین بھی اختلاف رکھتی ہی اور ان کا فیصلہ یہ ہے کہ سوامی دیانند نربھرانت ہرگز نہ تھے اور نہ ہی کوئی انسان سوائے پرمیشور پرماتما کے غلطیون سے خالی ہو سکتا ہی۔ لیکن مہاتما بننے کا دم بھرنے والون کو نہ جانے کیا سوجھی ہی کہ باوجود خود سوامی جی کے اختلاف کردینے کے بھی وہ ایسی لچر اور پوچ باتون کو ماننے کے لئے تیار ہو رہے ہین۔

مین نے ایک مرتبہ ایک آریہ صاحب سے اس مضمون پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سوامی جی کی سوانح عمری مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے سوامی جی سے کہا کہ آپ تو رشی ہین تو جواب دیا کہ ہان چونکہ اب اس زمانہ مین تم نے رشی منیون کو نہین دیکھا ہے پس مجھ کو رشی کہہ رہے ہو ورنہ اگر ویاس جیمنی وغیرہ کا زمانہ ہوتا تو میرے برابر کی لیاقت

والےکو معمولی پنڈت بھی مشکل سے سمجھا جا.پس جبکہ سوامی جی خود ایسا فرمارہے ہین اور ستیارتھ پرکاش مین یہ بھی بیان کیا ہو کہ سوا پرمیشور کے اور کوئی نربھرانت ہو نہین ہو سکتا - تو آریون کو کیا استحقاق حاصل ہو کہ وہ سوامی جی کو نربھرانت سمجھین - اس کا جواب مجھے یہ ملا کہ سوامی جی نے ایسا جواب دیا یہ اُن کی شائستگی اور بزرگی کو ظاہر کرتا ہو کیونکہ اگر وہ یہ جواب نہ دیتے تو کیا اوچھڈون کی مانند کہہ دیتے کہ ہان ہم رشی سے بھی بڑھ کر ہین پس سوامی جی کے ایسے ہی جوابون سے تو ہمین اُن کی بزرگی کا اور بھی قائل ہو کر اُن کو مہرشی ماننا پڑتا ہو - اور اگرچہ سوامی جی کا یہ کہنا صحیح ہو کہ پرماتما کے سوا اور کوئی نربھرانت نہین ہو سکتا پس اس طرح کا نربھرانت ہم لوگ سوامی جی کو نہین مانتے لیکن چونکہ وہ یوگی تھے اور یوگیون مین یہ خاص طاقت ہوا کرتی ہو کہ وہ پرمیشور کا ساکشات کار (ظہور) کر لیتے ہین پس اُن کے اہم سوالات بذریعہ دھیان (مراقبہ) حل ہو جاتے ہین چنانچہ اُن کے کامون مین غلطی نہین رہ سکتی اور اس طور پر ہم دیانند کی تحریرات مین غلطیان ہونے کا محض خیال تک بھی نہین کر سکتے وغیرہ -

اس پر مین خاموش ہو رہا لیکن بہت غور و خوض کرنے پر بھی میری سمجھ مین یہ بات نہین آئی کہ اس آریون کی عجیب و غریب منطق کی کوئی بنیاد بھی ہو جو لوگ پرمیشور کا اوتار مانتے ہین اُن کی بات خواہ کیسی ہی بے بنیاد ہو مگر از کم یہ ممکن ہو کہ خاص خاص لوگون مین معجزات و کرامات یا غیر معمولی طاقت دیکھ کر انہون نے اُن لوگون کو پرمیشور ہی سمجھ لیا ہو - یا جن مین معجزات و کرامات کی طاقتین دیکھی جاتی ہین یہ بھی پرمیشور کی دی ہوئی طاقت سمجھی جاتی ہین جو کہ خلاف از عقل نہین ہو - لیکن آریہ سماج جو کہ اوتارون کی قائل نہ معجزات و کرامات وغیرہ کو ماننے کے لئے تیار - مگر سوامی دیانند مین انسانی طاقت سے کچھ زیادتی ثابت کرنے کے لئے آریہ صاحبان اب ایسے حیران و پریشان ہین کہ اب اُن کو الٹی سیدھی کچھ نہ کچھ منطق لڑانی ہی پڑتی ہو - لیکن ایسی باتین کسی جہالت کے زمانہ مین تو چل جاتین مگر اب روشنی کا زمانہ ہو چنانچہ یہ باتین جہالت ظاہر کرنے کے سوا اور کچھ فائدہ نہین دے سکتین - پس وہ سوسائٹی جو تمام سنسار کے مذہبون کو گمراہ بتلاتی ہو خود ایسی فضول اور عقل سے خلاف باتون کو مانتی ہوئی کس منہ

سے عوام مین اپنے کو سر خرو سمجھتی ہی؟ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے بارہ مین کہا جاتا ہے کہ وہ یوگی بال برھم چاری رشی اور مہرشی بھی تھے لیکن اس بات کی کوئی بھی سند نہین ہی کہ یہ خطابات اُن کو جائز طور پر کیونکر مل سکتے ہین

سوامی جی کی خود بیان کردہ سوانح عمری سے ظاہر ہی کہ وہ ۲۲ سال کی عمر مین مکان سے باہر نکلے تھے اور ۳۶ یا ۳۸ سال کی عمر مین متھرا جا کر سوامی ورجانند جی سے ویاکرن پڑہنا شروع کیا تھا جس کے بعد وہ پرچار کے کامون اور آریہ سماج کی بنیاد قائم کرنے و کتابین تصنیف کرنے وغیرہ مین مشغول ہو گئے تھے۔ الغرض صرف ۲۲ سے ۳۶ تک چودہ سال کا زمانہ رہتا ہی جسمین انہون نے یوگ کے طریقون کو سیکھا ہوگا۔ کیونکہ سوامی جی کا خود اقرار ہی کہ وہ ۲۲ سال کی عمر تک ایسی باتین نہین جانتے تھے سوا اس کے کہ مکان سے کچھ فاصلہ پر ایک پنڈت صاحب تھے جن سے کچھ پڑہنا شروع کیا تھا۔ اور اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ جب سوامی جی دنیاداروں مین کام کرنے لگے تھے اور اسقدر عظیم کامون ویدبھاشیہ وغیرہ کو شروع کر دیے تھے تو یہ ممکن نہ تھا کہ وہ یوگ کا بھی پورا ابھاس (مشاقی) رکھ سکتے سوا اس کے کہ جو صبح شام ہو سکتا پس ذرہ کوئی یوگ کی ماہیت کو جاننے والے صاحب حساب تو لگا وین کہ کیا کوئی شخص صرف چودہ سال کی مشاقی مین اسقدر درجہ یوگ کا حاصل کر سکتا ہی کہ وہ پرمیشور کا ساکشات ظہور حاصل کر سکے؟ جہان تک یوگ کی کتابون سے اور موجودہ یوگ جاننے والون سے سُنا جاتا ہی یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے اور اگر بالفرض سوامی جی یوگی اور پورے یوگی بھی رہے ہون اور بال برہم چاری بھی رہے ہون تاہم بھی یہ بالکل پوچ بات ہی کہ اُن سے کوئی غلطی واقع نہ ہوئی ہو زمانہ سابق مین بڑے بڑے یوگی گذر گئے ہین جنہون نے سیکڑون برس یوگ مین گذار دیئے مگر یہ دعوے کسی کے بارہ مین نہین کیا گیا کہ وہ غلطی سے پاک تھے۔

اور بھلا رشی نہین نہین بلکہ مہرشی کا خطاب سوامی دیانند مہاراج کو کسنے دے دیا۔ رائے بہادر اور ستارہ ہند کا خطاب بھی کسی کو بلا منظوری گورنمنٹ نہین ملا کرتا لیکن رشی مہرشی کا خطاب ان دنون آسان ہی۔ اگر بالفرض آریہ صاحبان کا یہی ارادہ تھا کہ وہ

سوامی جی کو رشی مہرشی کا خطاب یوں تو لازم تھا کہ ایک عام جلسہ سنسکرت کے عالم
فاضلوں کا کرتے اور ان سب سے بیوستھا (فیصلہ) مانگتے - اس طرح من مانی جو جی میں آوے
کہہ لیا کریں اس سے کیا ہوتا ہی -

ناظرین! آپ یہ سنکر تعجب کیجئے گا کہ سوامی جی کو مہرشی کا خطاب ایسے بھلے آدمیوں نے
عطا فرمایا ہی جو سنسکرت نہ جاننے کے باعث یہ بھی نہیں جان سکتے کہ رشی لفظ کے کیا معنی
ہیں اور مہرشی کنہیں کہا جاتا ہی - یعنے آریہ مسافر پنڈت لیکھرام صاحب کی تصنیف کردہ
سوانح عمری کا آخری حصہ ترتیب دیتے وقت ماسٹر آتمارام صاحب امرت سری مشہور
لیکچرار اپدیشک و مناظر پنجاب پرتی ندھی سبھا نے ہی یہ فیصلہ کیا ہی کہ سوامی جی کو مہرشی
کہا جاوے اور مجھے سخت تعجب یہ ہے کہ بھلا سوامی جی کو مہرشی (مہارشی) کہکر ان کے
گرو سوامی ورجانند مہاراج کو صرف رشی کا خطاب کیوں دیا گیا - اس معمہ کا بھی مطلب
نہیں سمجھ میں آتا کہ ڈنڈی جی کو سوامی جی سے گھٹانے کے کیا معنے ہیں - سمجھ میں نہیں آتا کہ
جسکی خود سوامی جی حد سے زیادہ عزت کریں جس کے بارہ میں سوامی جی کا یہ قول ہو
کہ تمام ہندوستان میں ہمکو صرف تین شخص لائق ملے ہیں جن میں سے ایک یہ ڈنڈی جی
ہیں - جن کے مرنے کی خبر سنکر سوامی جی نے نہایت مغموم ہوکر یہ الفاظ کہے تھے کہ آج
ویاکرن کا آفتاب غروب ہوگیا جنکی علمی لیاقت اسقدر زبردست کہ سوامی جی کو
رخصتی کے وقت یہی کہتے رہے کہ ابھی ایک سال اور رہو تو ویاکرن خوب پختہ ہو جاوے
اور جنکا دماغ ایسا زبردست تھا کہ وہ ایک مرتبہ جس کتاب کو سن لیتے تھے وہ انہیں
کی ہو جاتی تھی (جو صفت سوامی جی میں نہ تھی) اور جنکی عزت سوامی جی کے دل میں اسقدر
زیادہ تھی کہ وہ مرتے دم تک اپنی ہر ایک تصنیف پر اپنے نام سے قبل **سوامی ورجانند
مہاراج کا شاگرد** یہ درج کیا کرتے تھے ان کو اب سوامی جی کے بعد آریہ صاحبان
سوامی جی کے درجہ سے بھی گرانا چاہتے ہیں کیسے تعجب کی بات ہی! اگر سوامی جی کے وقت
کوئی آریہ سماجی یہ کہتا کہ آپ کو مہرشی کا خطاب دیا جائیگا اور آپکے گرو ڈنڈی جی کو صرف
رشی مانا جائیگا - تو میرا خیال ہی کہ سوامی جی اس شخص کو وہ پھٹکار بتلاتے کہ وہ بھی یاد کرتا

لیکن اب کوئی نہین پوچھتا کہ ای آریہ سماجیو! یہ سب تم لوگ کیا کر رہے ہو۔

کیسے افسوس کا مقام ہے کہ جس کے بارہ مین سوامی جی یہی فرماتے ہین کہ اگر وہ ہوتا تو وید کی دہرم تا بش (نیست و نابود) ہوچکا تھا ایسے فخر قوم مہاتما شنکر کو تو صرف اچاریہ کی پدوی (درجہ) دی گئی لیکن دیانند اپنے گرو کے رشی بنتے بر لیو دمہرشی بھی بن گئے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوامی شنکر اچاریہ جی کو بھی کیون نہ رشی یا مہرشی کا درجہ مل گیا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ان کو ایک باقاعدہ عالمون فاضلون کی کمیٹی نے فیصلہ کرکے یہ خطاب عطا کیا اور چنانچہ کثرت رائے سے وہ آچاریہ (استاد زمانہ) کہلائے جانے کے ہی مستحق سمجھے گئے۔ اسی طرح اگر اب کوئی باقاعدہ خطاب دیئے جانے کا جلسہ ہوتا تو کم ازکم یہ اندھیر کھاتہ تو ہرگز بھی دیکھنے مین آتا کہ سوامی جی کے معتبر گرو ان سے نیچے درجے مین سمجھے جاتے۔ اور تب اگر سوامی جی کو یوگی یا رشی کا خطاب مل سکتا تو یہ بات قابل وقعت ہوسکتی تھی۔

علاوہ ازین رشی یا مہرشی کا درجہ بہت اعلےٰ ہے اور ویاس جی کے زمانہ کے بعد سے آج تک کسی کو بھی یہ خطاب حاصل کرنے کی جرات نہین ہوئی اور سوامی جی خود بھی ایسی جھوٹی خوشامد کو پسند نہین کرتے تھے۔ اور اسی خیال سے کہ میرے بعد کہین ہندوستان کے باشندگان اپنی معمولی عادت کے مطابق میری گدی نہ پوجنے لگ جاوین سوامی جی نے اسقدر احتیاط کی کہ نہ تو کبھی اپنے وطن کا پتہ دیا اور نہ کسی کو اپنا ویساشاگرد بنایا جیسا کہ اہل ہنود مین قاعدہ ہے یعنے کان مین منتر دے کر چیلہ کرتا اور نہ ہی ایسی کوئی اور بات کی اس کے علاوہ اپنی زندگی مین ہی ایک وصیت نامہ کے ذریعہ اپنی تمام دھن دولت کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی بنادی جو ان کے پاس چندہ وغیرہ سے اشاعت وید کے لئے اکٹھی ہوئی تھی۔ لیکن تاہم یہی ہم دیکھتے ہین کہ رفتہ رفتہ آریہ سماج دیانندی پنتھ بنتا چلا جاتا ہے۔

سوامی دیانند مہاراج کے انتقال کرتے ہی ان کی یادگار کا سوال چھڑا گیا چنانچہ ویلدانند اینگلو وید کالج لاہور اور بھی کئی انسٹی ٹیوشن سوامی جی کے نام کی یادگاری مین ملک کے مختلف مقامات مین قائم ہوگئے۔ سوامی جی اجمیر مین مرے تھے وہان ایک آشرم

(مکان) اِن کے وہان پر فوت ہونے کی یادگار کے طور پر بنائے جانے کی تجویز ۱۸۹۶ء کے اخبارات مین چھڑ رہی تھی پھر معلوم نہین وہ آشرم بن گیا یا نہین - ویدک پریس پریاگ (الہ آباد) مین تھا اسکو اجمیر تبدیل کیا گیا شاید اس وجہ سے کہ یہ اُن کی جانشین ان کی موت کی جگہ پر رکھی جانی لازم سمجھی گئی ہو سوامی جی کی سوانح عمری بنانے کے لئے برسون پنڈت لیکھ رام صاحب تمام ہندوستان مین چکر لگاتے رہے اور اُن کا خود اقرار ہی کہ سوامی جی کا وطن اور اُن کے رشتہ داران کو معلوم کرنے کے لئے اُنہون نے دل و جان سے کوشش کی تھی (معلوم نہین کس مطلب سے - کیا سوامی جی کے اسقدر اپنا وطن پوشیدہ رکھنے پر بھی اس بات کی کوئی خاص ضرورت تھی) اور اب سوامی جی کی سوانح عمری کی نقل در نقل ہوتی چلی جارہی ہی سوامی جی کا فوٹو نت نئے رنگ لاتا ہی - آج بمبئی مین چھپتا ہی تو کل لندن سے کچھ ردوبدل ہوکر آرہا ہی اور رادہا سوامی مت والون کی مانند آریہ صاحبان کا بھی یہ حال ہورہا ہی کہ وہ اپنی نشست گاہ کو بغیر سوامی جی کی تصویر کے نامکمل سمجھتے ہین - کاشکہ اسقدر اشتیاق سوامی جی کی ہدایتون پر عمل کرنے مین ہوتا تو آج قوم کا اُدّھار ہوگیا ہوتا -

الغرض سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی شخصیت نے اسقدر زیادہ اثر کردیا ہے کہ جس بات کا خوف تھا وہ بھی سامنے آگیا یعنے اب یہ آخری سوال ہی کہ سوامی جی نربھرانت تھے یا نہین - اگرچہ اس بارہ مین کثرت رائے اثبات مین ہی لیکن ابھی تک قطعی فیصلہ نہین ہوا اور اگر بالفرض یہ فیصلہ ہوجاوے کہ ہان سوامی جی نربھرانت تھے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سماج کو پھر دیانندی پنتھ مانا جائیگا اور اُن کو یا تو اپنے دس نیمون مین سے ایک نیم کہ ستیہ کا گرہن کرو اور استیہ کا تیاگ کرو (یعنے سچائی کو قبول کرو اور غلطی کو ترک کرو) منسوخ کرنا پڑیگا یا اسکی خاص تشریح کرکے کام چلانا پڑے گا - کیونکہ پھر یہ تو کسی کو حوصلہ ہی نہین رہ سکے گا کہ سوامی دیانند مین غلطی ہونے کا تصور بھی کرسکے اور پھر استیہ کا تیاگ کیا خاک کرے گا -

شاید مجھ پر یہ الزام لگایا جاوے کہ مین آریون کی اس مت بھید (اختلاف رائے) کا اظہار کرنے مین جھوٹا ہون اس لئے ذیل مین تحریری ثبوت بھی اس بات کے پیش

کیئے جاتے ہین جس سے ناظرین کو جہان یہ یقین ہو جائیگا کہ مین جھوٹا نہین ہون وہان یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ تمام دنیا کے مذاہب کے بزرگون کو سیکڑون صلواتین سنانے والے آریہ صاحبان سوامی دیانند کو کسقدر اونچا درجہ دینا چاہتے ہین اور ساتوین آسمان پر چڑھانا مناسب سمجھتے ہین۔

پنجاب کے آریون مین مشہور لیڈر اور لیکچرار ماسٹر آتمارام صاحب امرتسری کی رائے سوامی جی کی شخصیت کے بارہ مین اب گزشتہ سات آٹھ سالون کی بہ نسبت کچھ تبدیل ہو گئی ہے اسپر ان کو تمام ہندوستان کے آریہ سماجون مین مشہور اور بڑے معزز مہاتما شریمان لالہ منشی رام جی مہاتما گورو کل اور ایڈیٹر اخبار ستیہ دھرم پرچارک جالندہر اپنے اخبار نمبر ۸ جلد ۱۷ بابت مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۴ء مین خوب صلواتین سنا رہے ہین اس مضمون کا ہیڈنگ ہی آریہ سماج کی حالت واقعی نازک ہے۔ یہ اس اخبار کے صفحہ ۷ کالم اول سے شروع ہوتا ہی اور ۳ کالم یا عنقریب تیرہ صفحون کا مضمون ہے پورا نقل کرنا طوالت سمجھ کر مین صرف اسقدر عبارت یہان درج کرتا ہون جسکا اس مضمون سے تعلق ہے۔ وہو ہذا:— (بریکیٹ میرے ہیں)

"......مین مطمئن تھا کہ موجودہ آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کچھ تدبیرین ہو رہی ہونگی...... لیکن ۲۹ جولائی کے ستکاری (جو کہ ماسٹر آتمارام صاحب کا اخبار ہے) کے دیکھنے سے میری یہ جملہ امیدین یاس سے تبدیل ہو گئین۔...... لیکن محض اس امید پر ستکاری کی تحریرون کو بغیر نوٹس کے پھیلنے دینا مناسب نہین سمجھتا ہون۔ مین مدت سے دیکھ رہا ہون کہ ماسٹر آتمارام جی کے خیالات مین بڑی بھاری تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ جو خیالات آریہ سماج کے اصولون اور شری سوامی دیانند مہاراج کی شخصیت کی نسبت ان کے پہلے تھے وہ اب نہین ہین۔ مین نے اس بڑی بھاری تبدیلی کا اب تک نوٹس نہین لیا تھا...... اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ماسٹر جی کو ان کی غلطی سے خبردار کر دیا جاوے...... کیا ماسٹر جی یہ دعوے کر سکتے ہین کہ جو ویدون کے معنے مطلب وہ اپنے لیکچرون مین ظاہر کیا کرتے ہین وہ محض وید منترون کو دیکھنے سے ہی انپر افشا ہو گئے تھے وید انگ مع ل معنی متن تو شاید ماسٹر جی سمجھ ہی نہین سکتے۔ رشی دیانند کی محض سنسکرت تفسیر بھی اگر ان کے سامنے رکھی جاوے

تب بھی شاید سمجھ نہ سکین گے۔ جب تک کہ پنڈتون کا کیا ہوا آریہ بھاشا ہندی کا ترجمہ پڑھتے اور اس پر غور و خوض کرنے کی ان کو اجازت نہ دی جاوے ...... اس عقل کی درستی اور ترقی کے لئیے ویدون کے مطلب کو سچے رشیون کے ذریعہ سننے کی ضرورت ہی۔ اور ایسے سچے رشیون ہی کو آچاریہ کا درجہ ہمیشہ سے دیا جاتا رہا ہی۔ مجھے اس بارہ مین خود زیادہ لکھنے کی ضرورت نہین۔ ان خیالات کی تردید خود ماسٹر آتمارام جی کی تحریر سے ہو جائیگی۔ جو انھون نے رشی دیانند کی سوانحعمری لکھتے ہوئے ان کی تصانیف کی پڑتال مین لکھی تھی۔ ماسٹر آتمارام جی سوانح عمری مین وید بھاشیہ پر ایک نظر ڈالتے ہوئے صفحہ ۳۰۹ پر تحریر فرماتے ہین۔

ساری علوم کی جڑ کا دکھلانے والا رِگ وید۔ نگھنٹو۔ نِرکت۔ شت پتھ وغیرہ رشیون کی مصنفہ کتابون کے مطلب کی اشاعت کرنے والا۔ پیدائش عالم کے نہ تبدیل ہونے والے قانون مین ویدون کے معنی کو ظاہر کرنے والا مہرشی کا وید بھاشیہ تفسیر جو کہ ایک عجیب گرنتھ ہی آج تاریکی سے گمراہ شدہ دنیا کو نربھر انت (غلطیون سے پاک) نش کلنک (بے عیب) وید بہ مثال سورج کے درشنون کی خوشخبری دے رہا ہی۔ اندھیرے مین اگر لوگ راستہ نہین دیکھ سکتے۔ تو چراغ راستہ دکھلاتا ہی۔ لیکن جو روشنی مین راستہ دیکھتا ہوا بھی راستہ مین چلنے کی کوشش نہین کرتا۔ اس سے بڑھکر بدقسمت کون ہو سکتا ہی۔ پھر لکھا ہی کہ "مہرشی دیانند کی تفسیر وید کے ہونے پر بھی لوگ اگر تکلیف مین ہین تو سورج کی مانند تفسیر وید کا قصور نہین ہی" یہان الفاظ سورج کی مانند تفسیر وید ناظرین کی خاص توجہ کا محتاج ہی۔ آریہ سماج کے سب ممبر وید کو سورج کی مانند بذات خود روشن مانتے ہین۔ لیکن سوامی جی کی مصنفہ تفسیر وید کو سورج کسی نے آج تک نہین مانا یہ ماسٹر جی کا ہی حصہ ہی کہ رشی دیانند کی تفسیر وید کو محض آنکھون کے ذریعہ سے آفتاب تک پہونچا کر اب اوسے زمین پر گرا رہے ہین پھر ...... جن الفاظ کو مین نے موٹا کر دیا ہی وہ خاص قابل غور ہین۔ یہ اشارہ کلچرڈ آریہ سماج کی دوسری پارٹی والے) صاحبان کیطرف ہی جو اوس وقت یہ ظاہر کیا کرتے تھے کہ سوامی دیانند بھی آدمی تھا اس نے ویدون کی تفسیر مین ضرور غلطی کی ہوگی (نوٹ اس سے ہی ظاہر ہی کہ آریہ سماج کی اول پارٹی سوامی دیانند کو غلطیون سے پاک سمجھتی ہی جس کے ایک معزز لیڈر کی یہ تحریر ہی) اور اس جگہ تھوڑی دیر کیلئے وید بھاشہ کے مضمون کو ملتوی کر کے مین ماسٹر آتمارام جی کی ایک اور تحریر کا اقتباس اسی جیون چرتر (سوانح عمری) سے پیش کرون گا جس سے معلوم ہوگا کہ اُن کا خیال رشی

دیانند کی شخصیت کی نسبت بھی اب بہت کچھ تبدیل ہو گیا ہی صفحہ ۲۰۰ پر ماسٹر جی تحریر فرماتے ہین۔
"گنگا کے کنارے سوامی جی کا مگر مچھ کے پاس بیخوف بیٹھے رہنا بتلا رہا ہی کہ انہون نے اہنسا (دوسرون کو نہ خوف دینا اور نہ انسے خوف رکھنا) سدھ کر لی تھی۔ انکی سوانحعمری مین کافی ثبوت اسبات کے موجود ہین کہ وہ پورن یوگی تھے۔ موت کے خوف کو یوگ کی طاقت سے کاٹنے کی نظیر اپنی موت سے دینا۔ پورن یوگی ہونے پر یوگ کے تماشہ کرنے سے گریز کرنا ستیارتھ پرکاش کے ساتوین سملاس مین ایشور کو پرتیکش پرمان سے دیکھنے کی وِدھی (ترکیب) ظاہر کرنا[ع۱] وغیرہ وغیرہ سب باتین ان کے پرم یوگی ہونے کا ثبوت دے رہی ہین پورن برہم چاری اور پورن یوگی ہونے کے باعث ہی وہ جملہ علوم مین پورے ماہر تھے (یہ فقرہ قابل غور ہی) بھرانتی نوارن (نامی کتاب) مین ان کے یہ الفاظ کہ مین اپنے یقین اور آزمائش کے مطابق رگوید سے لیکر پورب میمانسا (نامی کتاب) تک اندازاً تین ہزار گرنتھون کو **مانتا** ہون بتلا رہے ہین کہ ان کا مطالعہ کہان تک وسیع تھا جب وہ تین ہزار کے قریب مستند گرنتھ مانتے ہین تو تعجب نہین کہ انہون نے اس سے دو چند گرنتھ پڑھے ہون۔ یہی نہین کہ وہ ویاکرن کے پنڈت تھے بلکہ جوتش (نجوم) گنت (حساب کتاب) شاعری۔ پدارتھ وِدیا (سائنس) ڈاکٹری وغیرہ سب علوم کے اعلی اصولون کو جانتے اور ان علوم کی اعلی سے اعلی سنسکرت پرمانک (معتبر) کتابین پڑھے ہوئے تھے۔ کوئی شخص ٹھیک طور پر پورا عالم و فاضل ہوئے بغیر ویدون کی تفسیر کرنے کے لائق نہین ہوسکتا۔[ع۲] **اور جب انہون نے رشیون کی طرز پر ویدون کا بھاشیہ (تفسیر) کیا تو بلا شبہ وہ زمین سے لیکر ایشور تک سب علمون کے مول (اصلی) سدھانتون** (اصولون) کو یوگ کی طاقت سے **نربھرانت** (غلطیون سے پاک) جانتے تھے۔ اگر مسٹر ہربرٹ سپنسر فلاسفر ہی تو کیا وہ موجودہ سائنس کے اصولون سے بے بہرہ ہی۔ اگر انسانی جماعت کے ایک فلاسفر کے لئے جملہ علوم کے اصولون کا جاننا ضروری ہی تو کیا کامل برہم چاری اور کامل یوگی کیلئے سب علمون کا **نربھرانت** (بلا غلطی) جاننا مشکل ہی؟ ہم ان کو گیان کرم اور اوپاسنا (افعال پرستش

ع۱ واہ یہ خبری بھاری تعریف ہی۔ ناظرین! سوامی جی نے جیسا پرتیکش پرمان یعنے علم عین الیقین سے پرمیشور کا علم ہونا ظاہر کیا ہی اسکی پول آپ مضمون "پرمیشور تری کال درشی (ہر سہ زمانہ کا جاننے والا) ہی" مین پائینگے۔

ع۲ ناظرین! ویدون کی تفسیر کیلئے کسقدر لیاقت درکار ہی اس بات کو آپ آگے مضمون وید منترون پر لال بجھکڑی مین پائین گے

اور معرفت کے کمال بست و اعلی ہمالہ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا پاتے ہین دنیا ان کے وجود مین رشی لفظ کی تعریف پڑھ رہی ہی۔
پورن ہاوت آتما (روحانی ترقی مین مکمل) پورن اوت شریر (جسمانی ترقی مین مکمل) ہوکر اسکے ذریعہ سے
پروپکار (دوسرون کی بھلائی) کرتا ہوا ان کی مثال سے نظر پڑ رہا ہی۔ انکی نہایت اونچی حالت کو دیکھتے ہوئے
سوال ہوتا ہی۔ کہ وہ کن کوششون سے ایسے اعلی درجہ کو پہونچ سکے؟ تو ان کے حالات زندگی جواب
دیتے ہین۔ کہ کامل برہمچریہ اور کامل یوگ"

...... پیارے ناظرین! یہ تھے خیالات ماسٹر آتمارام جی کے رشی دیانند کے بارہ مین۔ سنہ ۱۸۹۷ع کے
درمیان اور اب جو ان کے خیالات ہین ان سے آریہ اخبارات کے پڑھنے والے بخوبی واقف ہین......

پھر بھی صفحہ ۹۳۸ پر ماسٹر جی لکھتے ہین "وید مین سورج کے درشن کرانیکا آیا ہی۔ نہ کہ خود سورج ہی وید روپی
سورج کی عظمت اور فضیلت دکھلانے کیلئے مہرشی کی تفسیر ایک نہایت اعلی دوربین ہی...... (از صفحہ ۹۳۹)

...... مہرشی کے وید بھاشیہ (تفسیر) شایع کرنے کے اعلی احسان کو آئندہ نسلین دنیا بھر مین عزت کی نگاہ سے
دیکھتی ہوئی اسکے فضیلت کو محسوس کرینگی۔ تاریکی سے مصیبت زدہ بنی نوع انسان کو پانچ ہزار سالون کے بعد
ایسا افضل اور مہان (اعلی درجہ کا) وید بھاشیہ یعنی ذریعہ ویدون کے مطلب جاننے کا مہرشی کے احسان سے
ملا ہی۔ مصر کے مینار آج لوگون کو حیرت مین ڈالتے ہوئے کاریگرون کی بزرگی و فضیلت کا یقین دلا رہے
ہین اسیطرح مہرشی کی تفسیر عقلمندون کی نظرون مین تعجب کی شی معلوم ہوتی ہوئی مہرشی کے مکمل یوگ کا
جس سے انہون نے ویدون کے سب علوم کو ساکشات یعنی یقینی طور پر معلوم کی تھین یقین کرلیگا"
سات برس گذرے کہ ماسٹر جی کی یہ رائے تھی اور اب دیانندی تفسیر کا نام لیتے ہی ویدون کا بذات خود روشن
ہونا بھی رفوچکر ہو جاتا ہی کیسا انقلاب ہی!

مف...... ہمارا قول تو صرف یہ ہی کہ سوامی دیانند رشی تھے اور ہم سب معمولی آدمی ہین
ویدانگون کے موافق ہی آو اس سے فیصلہ مانگین۔ آپ خود مان چکے ہین کہ پانچ ہزار برسون کے بعد ویدون
کے مطلب کو ظاہر کرنیوالا ایک رشی دیانند پیدا ہوا ہی۔ ویدون کا وہ آچاریہ تھا...... اگر یہ ماننے کے
باعث کہ مین ویدون کے گرنتھ کے متعلق اپنی اور دیگر موجودہ آریون کی عقل پر رشی دیانند کی تفسیر وید اور ان کے
دیگر تصانیف کو ترجیح دونگا۔ مجھے کوئی بے سمجھ آدمی دیانندی کہدے تو مین کچھ پرواہ نہین کرتا۔ اگر دیانند کو آچاریہ
ماننے سے ای آریہ صاحبان! آپ کو دیانندی کا خطاب دیا جاتا ہی تو جواب دو کہ ہم منشی رامی آتمارامی رلارامی

وغیرہ کہلانے کی نسبت دیانندی کہلانا باعث فخر سمجھتے ہین مین ماسٹر صاحب سے ہی پوچھتا ہون کہ وہ

کب سے دیانندازم سے چڑھنے لگ گئے۔ انہین کب سے دیانندی کہلانے سے

نفرت ہوئی ۱۸۹۹ء کے جلسہ کرنال آریہ سماج پر ایک مسلمان سے میری بحث ہو رہی تھی اسنے دوران

بحث مین بار بار آریہ سماجیون کو دیانندی نام سے ظاہر کیا مین نے دو ایک مرتبہ نرمی سے اُسے سمجھا دیا

کہ ہم ویدک دھرمی آریہ سماجی ہین دیانندی نہین .... رلیے صاحب درائے ٹھاکر دت جی اکسٹرا اسسٹنٹ

کمشنر نے جواب مین خندہ پیشانی سے کہا بھائی! مجھے سو مرتبہ دیانندی کہو مین چڑھتا نہیں شکر ہے کہ ہم دیانندی

ہین محمدی نہیں۔ تم تو یہ الفاظ بطور نوچین کے استعمال کرتے ہو لیکن مین **دیانندی** کہلانا فخر سمجھتا ہون

کیونکہ رشیون کے پیچھے چلنا بڑے افضل انسانون کو نصیب ہوتا ہی۔ یہ تو رلیے صاحب کے خیالات ہین لیکن ایک

برس پہلے تک آپ کے بھی تو کچھ ایسے ہی خیالات تھے زبانی باتون کو جانے دیجئے سوانحعمری مین آپ نے کیا

لکھا تھا دوسری مرتبہ پھر بغور پڑھیے۔ صفحہ ۱۰۶ پر آپنے لکھا تھا۔ پانچ ہزار برس سے پہلے آریہ دھرم سبھا ئین

یا آریہ سماجین زمین پر سب جگہ تھین رکیا آفریقہ کے وحشی قومون کے بزرگ بھی ان سماجون سے فائدہ اٹھایا کرتے

تھے) کیونکہ ویدون مین آریہ دھرم سبھا قائم کرنے کی ہدایت ہی۔ واہ دلیل بڑی زبردست ہی کسی تواریخی ثبوت

کے بغیر کون مان سکتا ہی لیکن زمانہ آیا جبکہ لوگ آریہ نام کیساتھ سماج کو بھول گئے آج کیسی عمدہ ساعت ہی

کہ مہرشی دیانند کے احسان سے انسان اپنے آریہ نام کو پا تا ہو آریہ سماج کا وجود دیکھتا ہی مسلمان عیسائی۔ ناستک

جینی۔ پورانک وغیرہ کسی شخص کے سامنے بھی آپ آریہ سماج کا نام کہو وہ سنتے ہی فوراً آپ کو دیانند کا نام

سُنا دیگا۔ اگر کوئی امریکہ سے کولمبس کے نام کو جدا نہین کرسکتا تو کیا کوئی آریہ سماج سے اُسکے بانی دیانند کے

نام کو جدا کرسکتا ہی اگر آریہ سماج کا نام لیتے ہی سوامی دیانند سرسوتی کا خیال ہو جاتا ہی تو واقعی آریہ سماج

سے بڑھکر کوئی سوامی جی کی یادگار نہین ہو سکتی امریکہ جیسے دور دراز ملکون مین چلے جاؤ وہان بھی آریہ

سماج کیساتھ سوامی دیانند اور سوامی دیانند کے ساتھ آریہ سماج کا نام وابستہ پاؤگے امریکہ کے فاضل فریوس

اپنی تحریر مین سوامی دیانند سے آریہ سماج کو جدا نہین کرسکتے جہان وہ سوامی جی جلانیوالی پاک آگ کا خطاب دیتے

ہین اسکے ساتھ ہی وہ آریہ سماج کو اُس آگ کی بھٹی بتلاتے ہین۔ .... میکس میولر اپنی کتاب مین

خود یہ سوال اٹھاتا ہی کہ دیانند سرسوتی کون تھا اور پھر خود ہی جواب دیتا ہی کہ دیانند سرسوتی آریہ سماج کا بانی اور

لیڈر تھا۔ .... ۱۸۹۷ء مین ماسٹر جی کے یہ خیالات تھے۔ اب کیون تبدیل ہو گئے؟ اسکا جواب

ماسٹر جی کے سوا اور کون دے سکتا ہے؟ ...... آپ تو ویدون کے ایک فقرہ کے معنے بھی خود بخود
نہین کر سکتے اور اسی طرح ہم سب کی حالت ہے ایک دیانند معنے کرنیوالا پیدا ہوا تھا۔ آریون کو چھوڑ
دیجئے میری بات نہ سنئے ...... غیر ملک والون سے پوچھئے۔ سوامی جی کی سوانح عمری کے صفحہ
۴۲ اپر جسے آپ نے ہی ترتیب دی تھی ایک انگریز بلا تعصب پادری کا مضمون چھپا ہے جو سوامی
جی کے خلاف تھا۔ وہ لکھتا ہے گیارہ سال کی عمر سے سنئے یعنے سوامی دیانند نے اپنے آپ کو ہمہ تن
ویدون کے مطالعہ مین لگا رکھا۔ پس وہ ویدون سے عملاً بنارس کے کل نہین تو اکثر بڑے بڑے
پنڈتون سے زیادہ ماہر ہے جو ویدون کو صرف دوسری کتابون کی مدد سے ہی جانتے ہین۔
بلکہ اس سے بھی کم یعنے براہ راست ویدون کو نہین پڑھتے بہر حال عجیب بات اس مین موجود
کہ یہ ویدون کا بغیر کسی کتاب کی مدد کے INDEPENDENT آزادانہ مطالعہ کرتا ہے اور
یہی بڑا بھاری فرق اس مین اور دیگر پنڈتون مین ہے ...... پس کیون نہ اس رشی کی شرن
لے کر وید کے معنے مطلب سمجھنے کی ہم سب ہمت کرین آگے صفحہ ۹۲۵ پر آپ لکھتے ہین کہ ستیارتھ
پرکاش اس آدمی کی طرح ہے جو ایک ہاتھ مین دوائی کی بوتل اور دوسرے ہاتھ مین مریض کیلئے صحت
بخش خوراک لئے کھڑا ہو" لیکن صفحہ ۹۳ پر تو آپ نے غضب ہی کر دیا ہے آپ لکھتے ہین جیسے سادھن
کا سادھیہ سے سمبندھ ہے یعنے فاعل کا فعل سے تعلق ہے جیسے سیڑھی مکان کی چھت پر پہونچانیوالی ہے
ویسے ہی ستیارتھ پرکاش اگر راستہ ہے تو وید بجا شبہ منزل مقصود ہے" لیکن افسوس کہ اب
آپ راستہ سے لوگون کو گمراہ کرنے کے لئے مضامین لکھتے ہین ...... ایشور کیواسطے اسقدر
غرور نہ کیجئے! کیا آپ کا دعویٰ ہے کہ سب مہاتما (اول پارٹی والے) پاک اور سب کلچرڈ (دوسری پارٹی
والے) ناپاک ہین ...... اور کلچرڈ لوگ اسوقت یہ دعویٰ کب کرتے ہین کہ گوشت کھانا ثواب ہے ......
کیا ماسٹر جی پر وہی مثل صادق نہین آتی کہ **خود را فضیحت دیگران را نصیحت**
...... یا صاف اقبال کیجئے کہ اسوقت آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کسی خاص مصلحت سے
نہ کیا ...... معاف کیجئے! دیانند ازم سے ہٹا کر کیون ہم کو آتمارام ازم کا غلام بنانا چاہتے ہین۔
سچے رشی کا پلہ ہم سے چھڑا کر نہ معلوم کن گڑھون کے اندر ہمین گرانا چاہتے ہین! وغیرہ وغیرہ۔
ناظرین شاید اب آپ کو کافی تسلی ہو گئی ہوگی اور آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ آریہ سماج کے

دو معزز لیڈران کے درمیان سوامی دیانند کو نربھرانت مانی نہ ماننے کے بارہ میں کسقدر جوت
پیزار ہو رہی ہے۔ اگر بالفرض ماسٹر آتما رام صاحب امرتسری کی رائے سات آٹھ سال کی تجربہ
سے تبدیل بھی ہو گئی تھی تو کیا ہرج تھا انسان کو دنیا میں تجربے ہوتے رہتے ہیں اور اگر کسی شخص کو یہ
معلوم ہو جاوے کہ میری فلاں تحریر غلط تھی تو یہ نہایت نیک نیتی کی بات ہے کہ وہ
صدق دلی سے تسلیم کر لیوے لیکن یہاں حالت دِگرگوں ہے۔ جہاں مہاتما منشی رام جی نے
ماسٹر جی کو اوپر کے مضمون میں آج سے آٹھ سال قبل سوامی جی کو نربھرانت مانی والا ظاہر کر کے یہ دکھلایا
ہے کہ وہ اب اپنی رائے سے خلاف ہو گئے ہیں وہاں انکے جواب میں وہ اپنی تمام باتوں کی عجیب وغریب
معنی و مطلب نکال کر یہ فرماتے ہیں کہ ان کی سات سال قبل کی تحریرات کا مطلب لوگوں نے نہیں
سمجھا اور بس انکی رائے پہلے سے کوئی تبدیل نہیں ہوئی ہے وغیرہ۔

غرضکہ آریہ سماج کے لیڈران سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو اگر نربھرانت نہیں تو کم ازکم
ایسا بنانا ضرور چاہتے ہیں کہ انکی تحریرات کو مستند مان لیویں۔ لیکن افسوس مجھے اسبات کا
ہے کہ ایسی تمام بحث وغیرہ صرف ان آریہ لیڈروں میں محدود ہیں جو علم سنسکرت سے اگر بالکل
کورے نہیں تو محض برائے نام واقف ہیں (جسپر خود انکا اتفاق ہے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے)
کیسے تعجب کی بات ہے کہ ویدوں اور سنسکرت کتابوں کی پڑتال کا تو سوال ہو اور مضمون زیر بحث
یہ ہو کہ کیا سوامی دیانند کی سنسکرت تصنیفات میں غلطی کا ہونا ممکن ہے یا نہیں مگر اس کا فیصلہ وہ
اصحاب کرنے بیٹھیں جو سنسکرت کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں۔

ناظرین! آپ یقین جانئے کہ جب سنسکرت کی لیاقت حاصل کر کے کچھ اصحاب سوامی
دیانند سرسوتی مہاراج کے وید بھاشیہ کی پڑتال شروع کرینگے تو وہاں بالکل ڈھول کی
پول نکلیگی اگر آپ یہ کہیں کہ کیا سنسکرت دانوں کی اس ملک میں کمی ہے اور وہ لوگ
اسکی چھان بین کیوں نہیں کرتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ سنسکرت داں صاحبان
کی کمی تو نہیں ہے لیکن وہ غالباً سب کے سب سناتنی ہندو ہیں جنکی کمبھ کرنی نیند مشہور ہے۔

ناظرین! سچ جانئے کہ جو سنسکرت دان صاحبان آریہ سماج کے اندر موجود ہیں اور چھان بین
کا شوق رکھتے ہیں انکو خوب معلوم ہے کہ سوامی جی کا بھاشیہ اصل سے بے تعلق۔ من مانی۔

گھڑنت اور سراسر دھینگا دھینگی ہے لیکن وہ یا تو تنخواہ دار ملازم ہونیکے باعث یہ سوچتے ہیں کہ ہم اگر ایسی باتیں کہیں گے تو نوکری سے ہاتھ دھونا پڑیگا یا کچھ لوگوں میں قومی ہمدردی کا خیال موجود ہے اور وہ اپنے اس خبط میں پڑے ہیں کہ آریہ سماج باوجود اسقدر خرابیوں کے بھی ملک و قوم کیلئے ایک مفید سوسائٹی ہے۔

لیکن میرا خیال ہے کہ اِس بات کی کافی کوشش کیجانی چاہیئے کہ آیا سوامی دیانند کی تعلیم خود انکی تسلیم کردہ مستند اور ذمہ دار پاک کتابوں اور خاصکر ویدوں کے اصولوں کے موافق ہیں بھی یا کہ محض سنسکرت سے ناواقفوں کو ہی مغالطہ میں ڈالا جا رہا ہے۔

پس میں دنیا کے تمام مذاہب (ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ) سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اگر مذہبی چھان بین اور سچے مذہب کی تحقیقات کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ خود سنسکرت علم کو حاصل کریں اور چند پرجوش مذہبی نوجوانوں کو سنسکرت کی اعلیٰ لیاقت حاصل کرنیکے لیے کافی مدد دیویں۔ بلکہ سنسکرت کے ایسے سکول جاری کریں جن میں مسلمان عیسائی وغیرہ طالب علمان کو وظیفہ دیکر علم سنسکرت اور ویدوں کی تعلیم دی جا سکے۔

اور تب وہ سوامی دیانند کے وید بھاشیہ کو دیگران سے ملاکر حقیقت حال سے خود واقف ہونے کے بعد دیگران کو بھی مطلع کر سکیں گے۔ اور تب سوامی جی کو نربھرانت ماننے یا ایسی پوچ خیالات رکھنے والوں کا بھانڈا پھوٹ جاویگا۔

نہ صرف یہ بلکہ آریہ سماج کے موجودہ اصولوں میں سے اکثر بالکل بے بنیاد ثابت ہونگے۔

نمبر ۲ آریہ سماج کی ناکامیابی

اوپر کا ہیڈنگ دیکھکر ہمارے آریہ سماجی بھائی ایکبارگی بول اُٹھینگے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آریہ سماج کو ناکامیاب کہا جاوے - یہ ایک سوسائٹی ہے جس نے تمام ہندوستان میں تہلکہ مچا دیا ہے جس کے پُر جوش ممبران نے تمام عیسائی مسلمانوں اور ہندوؤں کے دلوں کو ہلا دیا ہے جاہل سے جاہل لوگوں سے اس کا نام سُن کر ملک کا بچہ بچہ اس سے واقف ہو گیا ہے کوئی مذہبی جلسہ ہندوستان کے اندر نہ ہو گا جسکو بغیر اسکے اظہار مکمل سمجھا جا سکے کوئی مذہبی لائبریری مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اُسمیں آریہ سماج کی کتابیں شامل نہ کی جاویں. ہندوؤں کے کوئی انسٹی ٹیوشن باقاعدہ نہیں چل سکتے جب تک کہ اسمیں کچھہ آریہ خیالات کے لوگ شامل نہ ہوں خواہ وہ سماج کے ممبر معین یا نہ ہوں وغیرہ وغیرہ. پھر کیسی تعجب کی بات ہے کہ آریہ سماج کے نام کے ساتھ لفظ ناکامیابی لایا جاتا ہے. کیا ایسا ہیڈنگ لکھنے والا کچھہ خبط الحواس تو نہیں ہو گیا - وغیرہ -

ہاں یہ سب صحیح ہے بیشک آریہ سماج کو جو فخر اسوقت حاصل ہے اُسکی لیئے میں اسے مبارک کہتا ہوں لیکن پھر بھی میرا یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ آریہ سماج نے نہ تو کامیابی حاصل کی ہے اور نہ آیندہ کامیاب ہو سکے گی بشرطیکہ وہ اپنا پیترہ بدل لیوے -

آریہ سماج کی کامیابی سے یہ مطلب نہیں ہے کہ اسمیں بہت کثرت سے سکول کالج یتیم خانہ جات وغیرہ موجود ہو گئے ہیں یا آیندہ ہوتے چلے جا رہے ہیں. ہاں ایسے کاموں سے ضرور آریوں کو یہ فائدہ ہوا کہ اہل ہنود کی توجہ کو وہ اپنی جانب کشش کر سکے لیکن سوال تو یہ ہے کہ آریہ سماج کی جو بُنیاد ہے وہ سوامی جی کے وقت سے ابتک کے زمانہ میں کچھہ اور مضبوط ہو گئی ہے یا کہ دن بدن کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے ؟ - اور اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ دراصل وہ کھوکھلی ہوتی چلی جاتی ہے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ کسی دن (اور شاید بہت جلد) اسکا خاتمہ ہی ہو جائیگا -

آریہ سماج کا بنیادی پتھر اسکے دس اصولوں پر رکھا گیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ ستیہ کا گرہن کرنا اور استیہ کا تیاگ کرنا اس سماج کا اصلی مدعا ہے اور سوامی جی نے یہ دعویٰ کیا کہ کلام الٰہی وید ہیں اور ویدوں میں اون کے خیالات کے مطابق جو کچھ تعلیم ہے یا ویدک زمانہ میں یعنی قدیم آریوں میں جو کچھ رسم و رواج ویدوں کے موافق ہوتے تھے وہ باتیں (سوامی جی کے قول کے مطابق) اہل ہنود میں اب رائج نہیں ہیں بلکہ اُن کے خلاف بہت سی باتیں چل گئی ہیں ان سبکو سوامی جی نے اپنی تصنیفات میں قلمبند کر دیا۔ اس ابتدائی کارروائی کے بعد جب وہ وقت آیا کہ سناتنی پنڈت صاحبان نے ویدوں و دیگر قدیم پاک کتابوں کو اصلی بغور پڑھنا شروع کیا کہ دیکھیں تو سہی کہ کیا سچ مچ سوامی دیانند کی باتیں ٹھیک ہیں یا کیا بات ہے اور جب اونکو معلوم ہوا کہ چاہے کسی کسی بات کو سوامی جی نے صحیح طور پر بیان کیا ہو مگر زیادہ حصہ انکی تصنیفات کا ایسا ہے کہ جو ویدوں کی تعلیم و قدیم آریوں کی رسم و رواجوں سے بالکل برعکس ہے تو آریہ سماج کی خلاف کتابیں شائع ہونی شروع ہوئیں۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا ادھر سوامی جی بھی انتقال کر گئے اور اب آریہ سماج کے عالم فاضلوں پر ہی یہ بوجھ آپڑا کہ وہ ان تمام اعتراضات کی تردید نیک نیتی سے کریں یعنی ہر حالت میں وہ سچائی کو قبول کرنے اور غلطیونکو ترک کرنیکے لئے سچے دل سے تیار ہو کر اُن معترضوں کی کتابوں کو پڑھیں اور جو باتیں اُنکی ایسی ہوں جسے مان لینا ضروری ہے اوسے قبول کر لیویں و دیگر فضول باتوں کو رد کر دیویں۔

لیکن افسوس کہ واقعات اسکے بالکل برخلاف نظر آتے ہیں یعنی جب آریہ سماج کے لیڈران نے دیکھا کہ وہ مخالفین کے گروہ سے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر ستیہ کو قبول کرنے کے لئے کمر ہمت باندھتے ہیں اور سوامی جی کے اصولوں اور تحریرات میں سے جو جو غلط ثابت ہوتی جائینگی اُنکو ترک کرنے لگیں گے تو ہندوستان میں اسوقت ہم لوگوں سے زیادہ عالم فاضل و سنسکرت داں صاحبان موجود ہیں وہ ہمکو ہر بات میں زیر کر کے اسبات پر مجبور کر دیویں گے کہ رفتہ رفتہ تمام باتیں سوامی جی کی ہم سے ترک کرا دی جائیگی اور پھر ہم اونہیں ہندؤں کی مانند ہو جائینگے جو کہ ہمیں ہرگز بھی پسند نہیں ہے اسلئے اُن لوگوں نے یہ مصلحت مناسب سمجھی کہ زبان سے تو یہی کہتے رہیں کہ ہاں ہم استیہ کو ترک کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں لیکن جب

کوئی سوامی دیانند کی غلطی نکالنے آویگا تو اوسے یا تو یہ ڈانٹ بتلائینگے کہ تم جیسے کم علم کو دیانند جیسے فاضل اجل کی غلطی نکالتے شرم آنی چاہئے چھوٹے منہ سے بڑی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی - وغیرہ یا پرانے فیشن کے ویاکرنی پنڈتوں کو لفظی جھگڑوں ہی میں ڈال کر وقت گذار دیوینگے اور چونکہ وہ لوگ خود اسقدر عقل بھی نہیں رکھتے کہ موجودہ شائستگی کی مطابق باقاعدہ بحث مباحثہ کر سکیں بلکہ وہ خود بھی اور اوروں کو لفظی بحث کی جال میں ڈالکر آپ علحدہ نکل جانیکی عادی رہا کرتے ہیں اسلئے وہ آریوں کے سامنے واقعی نہیں ٹھہر سکے غرضکہ آریہ سماج کا دعوی تو یہ تھا کہ تمام دنیا کی مذہبوں کی چھان بین کریں اور اگر ویدوں کو سب پر فوقیت ہو تو ان سب دیگر مذاہب والوں نے بھی سفارش کریں کہ وہ انہیں کو قبول کرلیویں جس کے یہ معنی بھی صاف طور پر ہو جاتی ہیں کہ اگر بالفرض تحقیقات اور چھان بین سے یہ ثابت ہو جاوے کہ ویدوں کے بارہ میں جو دعوی کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہے تو چاہے خود تعصب یا پیدائشی محبت رکھنے کے باعث ان سے انکاری نہ بھی ہوں لیکن کم از کم اسقدر تو ضرور ہی کرنا پڑتا کہ عیسائیوں و مسلمانوں وغیرہ کو یہ دعوت نہ دی جاتی کہ وہ اپنی پاک کتابوں کو ردی (جس کی ثبوت میں آریوں نے بڑی بڑی کتابیں شائع کی ہیں) سمجھ کر ترک کر دیویں اور ان ویدوں کو منظور کریں لیکن افسوس کہ اس دعوی کی تکمیل کی ذرہ بھی کوشش نہ کی گئی اور اب جہاں تک میں نظر پھیلا کر دیکھتا ہوں آریہ سماج کی جڑ کھوکھلی ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور اسیوجہ سے میں کہتا ہوں کہ آریہ سماج نے کامیابی حاصل نہیں کی -

آریہ صاحبان کہیں گے کہ سیکڑوں شاستر ارتھ (مناظرے) آریہ سماج نے کر ڈالے - اور ہر وقت ہر مذہب کے فاضلوں سے مقابلہ کرنے کو ہم تیار رہتے ہیں لیکن پھر بھی یہ کسطرح کہا جاتا ہے کہ آریہ سماج ناکامیاب رہا لیکن میں اون سے صرف اسقدر کہتا ہوں کہ وہ ذرہ اُن لوگوں سے تو جا کر پوچھ دیکھیں جنکے بھروسے ایسی سیکڑوں شاستر ارتھ ہو چکے ہیں یا آیندہ ہونگے اور اگر وہ اپنے دل کا بھید دیویں تو پھر پتہ لگ جائیگا کہ میں کہاں تک سچا ہوں - آریہ سماج کے شاستر ارتھ (مناظرہ) کرنے والوں کا کچا چٹھا اگر عوام پر روشن ہو جاوے تو آریہ سماج کی ڈھول میں پول کے اور کچھ نظر ہی نہ آویگا -

ناظرین معلوم ہو کہ مسلمانوں سے شاستر ارتھ کرنے کے لئے تمام ہندوستان یا کم از کم پنجاب کے آریہ سماجوں میں جو سب سے بڑھ کر مناظر مقرر ہیں اُن کا نام شریمان ماسٹر آتما رام صاحب

امرت سری اوپدیشک پنجاب پرتی ندهی سبها لیکن کیا مسلمانوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ جن عربی
کے عالم فاضلوں اور قرآن شریف کے معنی و مطلب کو خوب عمدہ طور پر سمجھنے و سمجھا سکنے کی لیاقت
رکھنے والے مولوی صاحبان کو آریہ سماج والوں سے شاستراتھ کرنے کے لیئے پیش کیا جایا کرتا
ہے ان کے مقابلہ میں آریوں کیطرف سے جو اصحاب سامنے آتے ہیں وہ اپنے مذہب کے کس درجہ کے
عالم ہیں اسکا نمونہ اسی سے ملجائیگا کہ ماسٹر آتمارام صاحب امرتسری (جن سے بڑھ کر شاید کوئی
عالم آریوں میں نہیں ہے جو مسلمانوں عیسائیوں سے مقابلہ کرنیکے لیئے تیار ہو) کی مذہبی لیاقت
کی پڑتال کرلی جاوے۔ اخبار ستیہ دھرم پرچارک جالندھر مورخہ ۱۲- اگست ۱۹۰۴ء
سے چند فقرہ جات میں مضمون سوامی دیانند زبھرانت تھے یا نہیں میں پیش کرچکا ہوں جن سے
ثابت ہورہا ہے کہ ماسٹر صاحب ویدوں کو تو کیا سمجھتے سوامی جی کی سنسکرت کو بھی نہیں سمجھ سکتے
اور صرف وہ یہ کرسکتے ہیں کہ ہندی میں جو ترجمہ موجود ہے اوسکو پڑھلیویں یعنی وہ سنسکرت
بالکل نہیں جانتے پھر بھلا جو شخص سنسکرت کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا وہ ویدوں اور شاستروں
کے معنی و مطلب کو کیا خاک سمجھ سکتا ہے اور کیا شاستراتھ اسیطرح ہوا کرتے ہیں۔ میری خیال
میں ایکطرف عربی کا عالم اور قرآن شریف کے معنی و مطلب کو خوب جاننے والا ہو و دوسری
طرف وہ شخص ہو جس نے علم سنسکرت کی پوری لیاقت حاصل کرنیکے بعد ویدوں کے معنی مطلب
کو عمدہ طور پر سمجھ لیا ہوا سکے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمان مولوی صاحب ویدوں کے
اصولوں و تعلیم سے اور آریہ پنڈت صاحب قرآن شریف کے اصولوں سے واقف ہوں اور
تب شاستراتھ باقاعدہ طور پر ہونا ممکن ہے کہ نتیجہ بھی کچھ پیدا ہو۔

لیکن برخلاف اسکے جہاں ایک طرف اپنے مذہبی کتاب کے عالم و فاضل کھڑے ہوں و دوسری
طرف ایسے اصحاب ہوں جن کو خود پتہ نہیں کہ ہماری مذہبی کتابوں میں کیا کچھ لکھا پڑا ہوا ہے
تو کیا ایسے مذہب کو کامیاب سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر ماسٹر جی سے کسی مناظرہ میں کوئی مولوی
صاحب رگوید کے دسویں منڈل کے کسی منتر پر کوئی اعتراض پیش کردیویں (جہاں پر سوامی جی کی تفسیر
نہیں ہے) یا اتھروید کا کوئی حوالہ پیش کیا جاوے تو پھر ماسٹر صاحب کیا کرینگے۔

وہ خود تو وید منتر چھوڑ معمولی سنسکرت بھی نہیں جانتے۔ اور سوامی جی کی تفسیر موجود نہیں۔

تب آریہ سماج کی کامیابی کا پتہ آریہ صاحبان کو معلوم ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ آریوں کی خوش قسمتی ہے کہ مسلمان صاحبان سنسکرت سے ناواقف ہیں ورنہ اگر وہ کچھ تھوڑی بھی سنسکرت جانتے ہوتے تو پھر بہار دیکھنے میں آتی۔ اور اسیوجہ سے میں کہتا ہوں کہ خیریت اسیوقت تک سمجھو کہ جب تک آریہ سماج کے مخالفین سنسکرت سے ناواقف ہیں مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل اسلام نے اس جانب توجہ کی ہے چنانچہ سنسکرت دانوں کی ٹانگیں بھر بار ہونے لگی ہے۔ مبارک ہو۔

میں نے اخبار ہتنکاری امرتسر مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۲ سطر ۳ پر ایک خبر دیکھی تھی جو ذیل میں نقل کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ اس میں کسی مولوی صاحب کے ساتھ ماسٹر آتمارام جی کے مباحثہ کا ذکر ہے: ۔ وہو ہذا (بریکٹ میرے اپنے ہیں)

...... مولوی صاحب نے پھر سوال کیا کہ اگر ایک لڑکی کی شادی ۱۳۔ برس کی عمر میں ہو جاوے۔ اور اسکا خاوند مر جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ آریہ سماج کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ۱۶۔ سال سے پیشتر کی شادی کا حکم ہمارے شاستروں میں نہیں ہے اسلئے جو شادی ۱۶۔ سال سے پہلے ہو گی وہ ناجائز ہے اور اسکی دوبارہ شادی ہو سکتی ہے (اب اگر مولوی صاحب سنسکرت جانتے ہوتے تو وہ فوراً ماسٹر جی کی اس بات کو رد کر دیتے اور فرماتے کہ منو مہاراج نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ ۱۶ سال سے کم والی لڑکی کا بیاہ نہ کرو اور سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے جو شلوک منو ۹ ۔ ۹۰ ستیارتھ پرکاش اُدّ صفحہ ۷۔ ایڈیشن کیا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ حیض شدہ لڑکی ۳ سال تک انتظاری کرے اور اگر اس عرصہ میں بھی اُسکے والدین وغیرہ اسکی شادی نہ کر دیویں تو وہ خود اپنے لئے خاوند تلاش کر لے چنانچہ سوامی جی نے یہ معنی نکال کر کہ غالباً ۱۳ سال کی عمر میں حیض کا آغاز ہوتا ہے اور ۳ سال انتظار کا زمانہ جوڑ کر ۱۶ سال سے کم عمر میں شادی کرنیکی اجازت دی ہے حالانکہ یہ منو کے خلاف منشا ہے اور عورت کی دوبارہ شادی کرنیکی بھی اجازت منو سمرتی میں نہیں ملتی۔ کسی شلوک کا غلط ترجمہ پیش کر دینا یا آگے پیچھے کی عبارت کا لحاظ نہ کر کے اپنا مطلب سدھ کر لینا سوامی جی کی معمولی بات ہے لیکن یہ باتیں سنسکرت داں لوگوں کے سامنے نہیں چل سکتیں۔ اسپر آگے بحث ہو گی)

مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر سولہ سال کی عمر میں شادی ہو اور چھ مہینے کے بعد خاوند مر جاوے تو پھر کیا کیا جاوے۔ ماسٹر جی نے جواب دیا کہ اگر اسکا اپنے خاوند سے تعلق نہیں ہوا یعنی رسومات ہی

ہی ادا ہوئی ہیں تو اسکا نکاح ثانی ہو سکتا ہے اور اگر تعلق ہو چکا ہے خواہ اولاد بھی ہو تو اسکے لئے نیوگ
کی ہدایت ہے ۔۔۔۔۔ (یہ دونوں باتیں بھی منو مہاراج کے سراسر خلاف ہیں کیا ماسٹر جی اب دوسری
سمرتی اپنی بنائینگے خاص کر اولاد موجود ہونے پر بیوہ کا نیوگ کرنا منو مہاراج نے بالکل منع کر دیا ہے
پس یہ آریوں کی سراسر زیادتی ہے آگے اسپر مضمون نیوگ میں بحث موجود ہے)

ناظرین! آپنے دیکھا کہ کسطرح غیر مذہب والوں کی ناواقفیت کا فائدہ حاصل کرتے ہوئے
ان کو آریہ صاحبان لاجواب کر کے اپنے تئیں کامیاب سمجھ رہے ہیں۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اگر غیر مذہب کے علماء آریہ سماج کے اصولوں کی تحقیقات میں کمی کرتے ہیں اور اسوجہ
سے ان کو انکے سامنے خاموش ہونا پڑتا ہے تو اسمیں آریوں کا کیا قصور ہے۔ لیکن ہمیں دیکھنا تو یہ ہے
کہ آریہ صاحبان اپنے دعووں کو حقیقت پسند صاحبان کے روبرو ثابت کرنے میں کہاں تک کامیاب
ہو رہے ہیں۔ جن شاستر ارتھ کرنے والوں کو خود بھی نہ پتہ ہو کہ سوامی دیانند نے جن حوالہ جات کے
بھروسہ پر یہ آریہ سماج کا قلعہ تیار کیا ہے وہ دراصل کچھ اور ہی معنی مطلب رکھتے ہیں اور سوامی دیانند
نے اپنی چالاکی سے عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنی چاہی ہے یا وہ اپنے دل میں سب کچھ حقیقت
حال سے واقف ہو کر اور جان بوجھ کر بھی سوامی جی کی ان باتوں کو نظر انداز کر جاتے ہوں اور اپنے
آزادانہ خیالات یا سوامی جی کی شخصی رائے کو ہی ویدوں کا اصول سمجھ بیٹھے ہوں تو بھلا وہ کہاں تک آریہ سماج
کی جڑ کو پختہ کر سکتے ہیں۔

میرے خیال میں اوپر کے سوال کو ہی لے کر ماسٹر جی کو لازم تھا کہ اسکی پوری پڑتال کر ڈالتے اور
ہمیشہ کے لئے اس مسئلہ کو صاف کر دیتے تاکہ کم از کم آریہ سماجیوں کے دلوں میں ایسی شنکائیں نہ ہو
سکتیں لیکن یہ تو تب ہوتا کہ جب دل میں سچائی ہوتی۔ انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ کتابوں میں چاہے
کچھ ہی لکھا رہے مگر جو بات زمانہ کے لحاظ سے مناسب سمجھو وہ عمل کرتے چلے جاؤ یہی سارا دھرم کرم
ہے اور جب مخالفین کوئی اعتراض کرینگے تو الٹا سیدھا کچھ نہ کچھ جواب تو دے ہی دیا جایا کریگا

اب ایک سنسکرت داں آریہ اوپدیشک صاحب کا حال سنئے۔ پنڈت پورنانند صاحب
پنجاب پرتی ندھی سبھا کے مشہور و معروف اوپدیشک ہیں۔ آپکے بارہ میں گوروکل سماچار سکندر آباد
نمبر ۶ جلد ۳ بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۶ سطر ۹ پر یوں درج ہے:-

پنڈت پورنانند اپدیشک پنجاب آریہ پرتی ندھی سبھا نے بجواب ایک اعتراض فرمایا کہ یہ بات کہ منوسمرتی ۱۵ کروڑ برس سے بنی ہوئی ہے بالکل غلط ہے اس سے پیشتر کی بہت سی پستکیں بنی ہوئی ہیں مثلاً شت پتھ براہمن...... اور چونکہ اس پر جلیت (جو جاری ہے) منوسمرتی میں جین بدھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے اسلئے یہ کتاب جین مت سے پیچھے کی تصنیف شدہ ہے جسکو **تقریباً پندرہ سو برس گذرے ہونگے**"

اب ناظرین ذرہ غور کریں کہ کیا منوسمرتی کو صرف پندرہ سو برس کی تصنیف شدہ کہہ دینا پنڈت پورنانند صاحب کا محض اس موقع کو ٹال دینے کے سوا اور کچھ معنی رکھتا ہے ؟ اور اگر دراصل سچ مچ پنڈت پورنانند صاحب اپدیشک کا یہی یقین ہے کہ منوسمرتی صرف پندرہ سو سالوں کی تصنیف شدہ ہے تو انکو لازم تھا کہ وہ اس بات کا عام اعلان کرنے سے قبل پنڈت تلسی رام صاحب ساکن میرٹھ (یکے از معزز پنڈت صاحبان) سے اس بارہ میں مشورہ کر لیتے کیونکہ انہوں نے تو دنیا کے آغاز سے ہی اس کتاب کا وجود مانا ہے اور چونکہ آریہ سماج کے حساب میں اسوقت ایک ارب ستانوے کروڑ سالوں سے زیادہ زمانہ اس موجودہ خلقت کی پیدائش کو گذر چکا ہے پس منوسمرتی حسب قول پنڈت تلسی رام صاحب کے اسقدر زمانہ کی پرانی کتاب ہے اسکے سوا مرحوم پنڈت لیکھرام صاحب آریہ مسافر یہ لکھ گئے ہیں کہ اس منوسمرتی کا مصنف بیوسوت نامی منو ہوا ہے چنانچہ اس حساب سے بارہ کروڑ پانچ لاکھ تئیس ہزار ...۱۲۰۵۲۳ سال ابتک اس کتاب کی تصنیف کو ہوئے ہیں پس میرے خیال میں پنڈت پورنانند جی کا بوجہ ہونے اپدیشک آریہ سماج یہ فرض تھا کہ اس اختلاف رائے کو دور کرنیکی کوشش کرتے - اگر پنڈت لیکھرام صاحب مرحوم کی غلطی سمجھی جاتی تو انکی تحریر کی تردید کر دی جاتی - اگر پنڈت تلسی رام صاحب میرٹھ مترجم منوسمرتی کی غلطی ثابت ہو جاتی تو ان سے وعدہ لیا جاتا کہ وہ دوبارہ جب اُسے شائع کریں تب اس غلطی کو نکال دیویں یا اگر خود پنڈت پورنانند صاحب کی غلطی ہو تو وہ اُسے تسلیم کر کے جو بات سچ ہو اُس کا اپدیش کریں - اور ممکن ہے کہ اس چھان بین میں کوئی چوتھی بات نکل آوے لیکن وہ اسقدر مغز زنی کیوں کرنے لگے جس غرض سے وہ عوام کو سخت مغالطہ میں ڈالتے چلے جاتے ہیں وہ تو بلا کسی قسم کی سردردی کے ہی حاصل ہے یعنی معقول تنخواہ بھی مل جاتی ہے

اور عزت بھی خوب کافی طور پر ہوتی ہے۔ پھر انکی بلا سے منوسمرتی خواہ پندرہ سو برس کی کتاب ہو یا پندرہ ارب سالونکی۔ یہ فکر تو ہم (حقیقت پسند لوگوں) کو پڑی ہے کہ ہر ایک بات کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاوے۔

اب ناظرین خود غور کر سکتے ہیں کہ کیا اسی کا نام آریہ سماج کی کامیابی ہے کہ ایک ایسی ادنی سی بات پر بھی کہ آیا موجودہ منوسمرتی کا مصنف کون ہے اور وہ کس زمانہ میں پیدا ہوا آریہ پنڈتوں کا آپس میں اسقدر اختلاف ہے۔ پھر بھلا وہ معترضوں کو کیا جواب دیویں گے اور اب مجھے سخت تعجب ہے کہ وہ کس منہ سے تمام دنیا کے مذہبوں کو جھوٹا کہنے کے لیے مستعد رہا کرتے ہیں کیا انکو اپنے ایسی بے حیائی پر شرم نہیں آنی چاہیے

اور بھی سنئے۔ کالج پارٹی کے لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب وکیل لاہور سوانح عمری سوامی دیانند کتاب نمبر ۴ ہندی کے صفحہ ۱۳۰ پر حسب تحریر فرماتی ہیں۔

(۱) . . . پنڈت لیکھرام نباتات میں جیو نہیں مانتے تھے حالانکہ سوامی جی نے ان میں جیو درج مانا ہے (اور مجھے معلوم ہوا کہ سوامی درشنانند صاحب سابق پنڈت کرپارام شرما جگراؤنی مشہور لیکچرار و مناظر آریہ سماج بھی نباتات میں روح نہیں مانتے)

(۲) مہاتما پارٹی کے ایک لیڈنگ (یکے از رہنومایان) معزز اوپدیشک موکش یعنی نجات سے واپس آنیکے مسئلہ کو نہیں مانتے (جہاں تک میرا خیال ہے یہ اشارہ شریمان پنڈت دولت رام صاحب اوپدیشک کی جانب ہے۔ واقعی یہ مہاشے پنجاب کے آریوں میں سب سے زیادہ سنسکرت دان سمجھے جاتے ہیں اور آپنے یہ تحریری اقرار کیا ہے کہ ہم سوامی دیانند کے ساتھ کسی قدیم زمانہ کے کے رشی مہرشی کی رائے جو آتما کے مکتی سے واپس آنیکے بارہ میں متفق نہیں پاتے پس اس مسئلہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں)

(۳) ہر فرقہ تعلیم نسواں کے بارہ میں سوامی جی کی ہدایتوں کو آجکل کے لئے برتاؤ میں لانے کے لایق نہیں سمجھتا۔

(۴) کئی شخصوں کو بدھوا اواہ (شادی بیوگان) اور نیوگ کے بارہ میں سوامی جی کی رائے سے اتفاق نہیں ہے (سچ تو یہ ہے کہ اس بارہ میں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی ہاں میں

ہاں ملانیوالے صاحبان اُلٹے منہ نیچے گر رہے ہیں)۔

(۵) سوامی جی نے جیو آتما کو انو (ایک مقامی) مانا ہے حالانکہ کئی آریہ سماجی مہرشی کپل اور کناد کی تعلیم کے مطابق آتما کو وبھو (بسیط) ملنتے ہیں

(۶) مہاتما پارٹی میں بھی کئی اشخاص گوشت خوری کو پاپ (گناہ) نہیں مانتے "

ناظرین! کیا اب بھی آریہ سماج کی ناکامیابی میں کچھ شک ہے؟ جس مذہب کے لیڈران کا یہ حال ہو رہا ہے کہ جتنے منہ اوتنی باتیں سن لیجیئے اوسکو اگر کامیاب کہا جاوے تو پھر ہمیں نہیں جانتا کہ ناکامیاب کن کو کہا جا سکتا ہے اور اسپر طرہ یہ کہ باوجود اِن خرابیوں کے جاننے کے بھی کبھی اِن بھلے آدمیوں کے دل میں یہ حوصلہ ہی نہیں ہوتا کہ وہ اِن معاملات کو طے کرنیکی کوشش کریں کہا یہ ایسی باتیں ہیں جنکا فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا؟ اور وہ بھی ایک ایسی جماعت کے لئے جسنے ستیہ کو گرہن کرنے اور استیہ کو ترک کرنیکا ہی بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ لیکن اِن بیچاروں (آریہ اُپدیشکوں و لیڈروں) کو تمام دنیا کو راہ راست بتلانیسے فرصت ہی نہیں ملتی کہ اپنے گھریلو جھگڑوں کو مٹانے میں کچھ وقت لگاویں کسی کو یہ فکر لگی ہے کہ عیسائیوں کو شدھ کرو اور کوئی اس دھن میں لگا ہے کہ مسلمانوں اور وہ بھی پیدائشی مسلمانوں کو شدھ کرو۔ کوئی گورو کل چلانیکے لیئے تمام ملک میں چندہ مانگتے مانگتے اسقدر تھک رہے ہیں کہ پھر وہ دوسرا کام ہی ہاتھ میں نہیں لے سکتے اور کوئی جینیوں کے خلاف کتابیں شایع کرنے سے ہی فرصت نہیں پاتے کہ اور کوئی کام کر سکیں پھر بھلا اِن اصولی تفرقوں کو کون سلجھا دے لیکن تعجب کی بات ہے کہ اِن عقلمندوں کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ جو کام اول کرنے کا تھا اُسے آخر میں ڈال دیا ہے (کہ کبھی ہو جائیگا یا شاید قیامت تک نہ ہو) اور جو کام غیر ضروری یا کم ضروری تھے اُن کو لے بیٹھے ہیں پس ظاہر ہے کہ اولٹا کام کرنیوالونکو پھل بھی اولٹا ہی ملا کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اصولوں کی چھان بین کر کے ہمیشہ کے لئے طے نہ کر لیئے اور آریہ سماج کے آغاز سے ہی اسقدر اختلاف رائے ہونے سے نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شدھ کئے ہوئے عیسائی مسلمان صاحبان پھر بھی اشدھ ہو جائینگے بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی گھسیٹ لے جائینگے پس کئی حضرات آریہ سماج کے دایرہ سے واپس جا چکے ہیں اور باقی بھی جلد جانیوالے ہیں چنانچہ ایک صاحب شاید

جنکا نام دیوپال کہا گیا تھا حال میں پھر واپس چلے گئے ہیں جنکے بارہ میں نوشہرہ پشاور کے ایک آریہ بابو منگل سین صاحب نے اخبار شنکاری میں یہ شایع کرایا تھا کہ اگر یہ وہی صاحب ہیں جنہوں نے فلاں مضموں لکھا تھا تو ایسے شخص کے آریہ سماج سے واپس جانیکے یہ معنی ہیں کہ آریہ سماج کا ہاضمہ اب درست نہیں رہا اور مجھے یاد ہے کہ بمقام سکندرآباد ضلع بلندشہر میں مہاشئی دہرم ویر سنگھ صاحب سابق پیدایشی مسلمان ساکن میرٹھ نے مجھسے اثنا رگفتگو میں کہا تہا کہ ہم سال دو سال اور سماجوں کی رنگت دیکھتے ہیں بعدہٗ اگر یہی حال رہا تو واپس چلے جاوینگے وغیرہ۔

اسیطرح گورو کل کو جاری کرنے اور چلانیکے لئے لاکھوں روپیہ کا چندہ تمام ملک میں ہو رہا ہے اوسکا حال بھی ایسا ہی سمجھئے۔ کہاں تو یہ ڈینگ ماری جاتی ہے کہ اسمیں اٹھارہ سال پڑھ کر جو طالب علم عالم فاضل بن کر نکلیں گے وہ دیانند بلکہ ویاس اور کپل وغیرہ مہرشیوں کی مانند ہونگے اور کہاں ابھی سے یہ نکما ہو رہا ہے کہ وہاں کے طلبا سوامی دیانند کی غلطیاں نکال رہے ہیں دیکھو اخبار شنکاری پھر بھلا اون طلبا سے یہ کب اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ اٹھارہ سال میں سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے حقیقت حال سے پوری واقف ہو کر آریہ سماج کے اِن اصولوں پر پابند رہینگے غرضکہ اسیطرح جینیوں یا دیگر مذہبوں کے بزرگوں کی توہین کرنیوالوں کی جو بُری درگت ہونی مناسب تھی وہ ہو رہی ہے چنانچہ سُنا گیا کہ دہلی کی عدالت سے جینیوں کی خلاف کتاب شایع کرنے اور اسمیں انکے دیوتاؤں کی شان میں کچھ نامناسب کلمے استعمال کرنیکی وجہ سے ایک آریہ صاحب پر پانچ سو اور دوسرے پر ڈہائی سو روپیہ جرمانہ ہوا۔ اسیطرح آگرہ میں ایک نہایت ناشایستہ اور بدتہذیب الفاظ سے پُر اشتہار اہل اسلام کے خلاف شایع کرنے پر آریوں کو جیلخانہ کی سیر بھی کرنی پڑی اور مقدمہ کی اپیل ہائیکورٹ الہ آباد تک سے بھی خارج ہو گئی۔

ناظرین! کیا یہی نشانات آریہ سماج کی کامیابی کے ہیں؟ لیکن نہایت افسوس اور تعجب تو مجھے اس بات پر ہے کہ ممبرانکو باوجود اسقدر ذلت اُٹھانے کی بھی تنبیہ نہیں ہوتی ایک طرف انکو عدالت سے سزائیں ہوتی جاتی ہیں دوسری طرف وہ بجائے اسکے کہ اپنے کیے پر پچھتاویں اوُلٹا بے شرمی کا برقع پہن کر گذشتہ کی نسبت زیادہ مضبوطی کے ساتھ خم ٹھوک کر میدان میں آڈٹتے ہیں چنانچہ آریہ سماج کے معزز لیڈر مہاتما منشی رام صاحب نے اپنے اخبار ستیہ دھرم

پرچارک میں بمقام ایجی آریونبر عدالتی چارہ جوئی کا ذکر کرتے ہوئے یہ اپیل کی ہے کہ اب وقت آگیا ہے
کہ ایک آرین ڈیفینس فنڈ قایم کیا جاوے اور وہ اس مطلب کے لئے ہو کہ جو آریہ سماجی دوسروں
کے لئے کنوان کھودتے ہوئے خود اسمیں گر پڑیں اونکی ہمدردی وغیرہ کی جایا کرے جسکے صاف یہ معنی ہیں
کہ جینیوں مسلمانوں عیسائیوں اور سناتنی ہندوؤں کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ عدالت سے سزا
دلا کر آریوں کو اس بات سے ہرگز ہی نہیں روک سکتے کہ وہ تمام سنسار کے مذہبوں کو راہ راست
دکھلانیکا اپنا فرض جو انکی زندگی کا عین مدعا ہے چھوڑ دیویں نہیں بلکہ جسطرح اکثر دیکھا جاتا ہے کہ
جیلخانوں میں جو دوبارہ قیدی ہوا کرتے ہیں (یعنی کئی کئی مرتبہ سزا بھگت چکے ہیں) وہ ایسے
بے شرم اور قیدخانہ میں رہنے کے عادی ہوجاتی ہیں کہ پھر کسیطرح کا جرم کرتے ہوئے اون کو ہچکچاہٹ
ہی نہیں ہوا کرتی اسیطرح اب آریہ سماج کے لیڈران اپنے پچھلگو ں کو اوپدیش کر رہے ہیں کہ وہ سزا
پانے سے خوف نہ کریں اور آیندہ کے لئے اور بھی مضبوطی سے عدالتی مقابلہ وغیرہ کرنیکے لئے تیار رہیں
اور اسیطرح پر آریہ لیڈران نے اپنے بھائیوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کو راہ راست
بتلاتے ہوئے اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کیا کریں اور اگر بالفرض کبھی کوئی غیر مذہب والا اُن میں
سے کسی کو قتل کر ڈالیگا تو جہاں وہ خود سچے دھرم پر بلی دان (قربان) ہوجانے کا فخر حاصل
کرینگے وہاں اُونکے بال بچوں و دیگر متعلقین کے گذران و پرورش کرلئے آریہ سماج کے فنڈوں
سے کافی طور پر امداد دی جائیگی۔ الغرض اسطور پر لیڈران آریہ سماج پُرجوش آریوں کی وقتاً فوقتاً
پیٹھ ٹھونکا کرتے ہیں اور اونکو یقین دلاتے ہیں کہ وہ اس بات کی بھی پرواہ نہ کریں کہ اگر وہ دھرم
پر قربان ہوجائینگے تو اُن کے گھر والوں کا گذارہ مشکل ہوگا چنانچہ گذشتہ سال ستمبر ۱۹۰۷ء
میں پنجاب کی کسی ریاست میں ایک آریہ پنڈت تلسی رام صاحب ہیڈ ماسٹر کو کسی جینی نے قتل کر ڈالا
تھا تو اُن دنوں آرین اخبارات میں ایسے ہی پُرجوش مضامین میں دیکھتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ انہیں
دنوں ملک برہما میں میں آریہ سماج کا اوپدیشک ہو کر گیا تھا اور چونکہ میں اپنی عادت کے مطابق
اپنے لیکچروں میں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کو کچھ سخت سست نہیں سناتا تھا لیس وہاں
کے آریوں نے میرے بارہ میں یہ فتوٰی دیدیا تھا کہ یہ شخص بزدل ہے اور پنڈت تلسی رام کے قتل
ہونے کا حال انہیں دنوں اخبارات میں دیکھ کر غیر مذاہب سے خوف کھا گیا ہے۔ وغیرہ۔

ناظرین! اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ آریہ سماج کو کس قسم کی کامیابی ہوئی ہے یا آئندہ وہ کیسی ترقی کرتی جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاید اس بات کو تو اب آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ آریہ سماج کے لیڈران نے سوامی دیانند کی من گھڑت اصولوں کی پڑتال اور چھان بین کرنے پر ذرا بھی توجہ نہ کی جس کے باعث ہم (حقیقت کی مناسب چھان بین کرنے اور غلطی کو ترک کر کے سچائی کو قبول کرنیوالے) نہ صرف اسقدر پریشان ہی ہوئے بلکہ ہمیں گمراہ ہو کر اپنی زندگی بھی بالکل تباہ و برباد کرنی پڑی (میں یہ سچ کہتا ہوں اور جسطرح میں تباہ ہوا اسیطرح میرا خیال ہے کہ جنکا دل و دماغ میری مانند ہوگا وہ آریہ سماج کی تعلیم کو اپنے دماغ میں جذب کرنیکے باعث برباد ضرور ہوئے ہونگے یہ ذاتی تجربہ کا لب لباب میں عرض کرتا ہوں کچھ صرف زبانی جمع خرچ کی باتیں ہیں بلکہ عملی زندگی کا یہ نتیجہ ہے)

اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جن کاموں پر آریوں کی ساری توجہ صرف ہوئی اور جنکو ہی وہ ملک و قوم کا سُدھار اور سوامی دیانند کی منشا کے عین موافق سمجھتے ہیں انکی کیا حالت ہے۔ اور انمیں وہ کسقدر کامیاب ہو رہے ہیں۔

میرا اشارہ اُن انسٹی ٹیوشنوں پر ہے جو اسوقت آریوں کے انتظامات سے جاری ہیں مثلاً کئی گورو کل کالج۔ سکول لڑکیوں کے بیسیوں پاٹھ شالائیں درس گاہیں، یتیم خانہ جات وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سب سے بڑھکر وہ ہے جسکا نام ہی دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور اور یہ بھی سب سے پرانا کیونکہ سوامی دیانند کی موت کے یادگاری میں یہ کھولا گیا تھا۔

اس کالج کو چلانیکے لیے عوام سے یعنی تمام ہندوستان کے دولتمند ہندو سیٹھ ساہوکاروں و راجہ مہاراجوں وغیرہ سے چندہ حاصل کرنیکے لیے جو اپیل شایع کی گئی تھی اوسکی کچھ عبارت سننے کے لایق ہے اور میں ذیل میں اسے نقل کر کے بعد میں اسکا ترجمہ اردو میں پیش کرونگا۔

یہ عبارت گورو کل سکیم مصنفہ لالہ رلّا رام صاحب پریزیڈنٹ آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب لاہور سنہ ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۷ پر ایک نوٹ کی شکل میں مندرج ہے پس میں اس حاشیہ کو بلا کم و کاست ذیل میں نقل کئے دیتا ہوں جس سے جہاں یہ پتہ لگ جائیگا کہ دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کے منتظمان نے کسطرح عوام پر اپنا اعتبار جما کر چندہ حاصل کیا تھا مگر بعد میں انہوں نے کسی قول و قرار کا مطلق خیال نہ رکھا کہ جن کاموں کے لئے انہوں نے عوام سے اپیل کر کے روپیہ لیا ہے انکو بھی جاری

کرنا لازم ہے وہاں یہ بھی عقلمند تاڑنیوالوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اب گورو کل سرداروں کے لئے اپیل کرینگی یہ کیسی انوکھی چال چلی گئی ہے کہ عوام کی توجہ کو شش کرتے دیر نہ لگے۔

"........ But the foreign education has produced a schism in the society, which is truly deplorable. An educated class has been created — a class which moves by itself, feels by itself, thinks by itself, a class which is incapable of materially influencing, or of being influenced by the uneducated class, and a class so far without precedent in any country on the face of the earth" Draft scheme for the proposed Dayanand Anglo Vedic College — The Dayananda Anglo Vedic College at Lahore was established "for obviating the schemistic and severing tendency, inherent in the existing system of education." Ibid. These were the dominant ideas in 1885 when money was wanted. In 1899, however, the dominant idea, occupying the minds that work the college, is the very evil it was to remedy. As grim irony of fate

would have it, the college, which was to remove the schism in the society, instead of that, has ended in splitting up the agency - the Arya Samaj - which had brought it into existence! As regards the improvements which it has made in the current educational system during the decade and half of its existence, the less said the better. The writer whom we have quoted, unfortunately belonged to a class which lacked in the courage of their convictions, or, it may be, that this idea of "foreign education" was a stray idea, jumbled together with others to produce some effect, rather than a part of a well-connected thought entertained & logically worked out to a given end by a capacious and thinking mind —

اسکا مختصر ترجمہ یوں ہے۔

"...... لیکن غیر ملکی تعلیم نے قوم میں ایک خرابی ڈال دی ہے جو کہ ناقابل رفع ہی۔ ایک تعلیم یافتہ اصحاب کا گروہ ملک میں پیدا ہو گیا ہے۔ وہ گروہ جو کہ اپنی آپس ہی میں رہتا سہتا ہی خیالات کا تبادلہ بھی آپس ہی میں محدود رکھتا ہے مخسوسات بھی اسکے اپنی ہی میں ہوتی ہیں اور یہ وہ گروہ ہے جو نہ تو اپنا اثر دوسرے غیر تعلیم یافتہ جماعت پر ڈالتا ہی اور نہ خود آنکی صحبت سے متاثر ہوتا ہے۔ غرضکہ یہ ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جسکی نظیر صفحہ ہستی پر نظر نہیں آتی" از ڈرافٹ سکیم واسطے مجوزہ دیانند انگلو ویدک کالج لاہور۔ دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کی بنیاد اس لئے ڈالی گئی تھی کہ "اس اوپر کی موجودہ خرابی کو جو سخت مضر ہو رہی ہے ملک سے رفع کرے" ایضاً۔ یہ خیالات تھے ۱۸۸۵ء میں کارکنان کالج کمیٹی کے جبکہ روپیہ کی ضرورت تھی لیکن اب ۱۸۹۰ء میں کالج کمیٹی کے کارکنان کے خیالات و عمل وہی خرابیاں پیدا کرنیکی باعث ثابت ہو رہی ہیں جنکی علاج کے لیئے یہ کالج قایم ہوا تھا۔ اسی بجائے اسکی کہ جن خرابیوں کی انسداد کے لیئے وہ قایم کیا گیا تھا ان کو دور کرنیکی کوشش کرتا اٹھا اپنے پیدا کرنیوالے آریہ سماج کو ہی نیست و نابود کرنا چاہا۔ اور تعلیمی لحاظ سے جو کچھہ ترقی انہوں موجودہ تعلیمی خرابیوں کو دور کرنیمیں کی ہے اُسکا تو ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ مضمون نگار صاحب جنکی عبارت کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے بدقسمتی سے ایک ایسے گروہ سے تعلق رکھنے والوں میں سے ہیں جو ہمت و استقلال کے ساتھ کسی کام کو انجام دینا مناسب نہیں سمجھتے یا شاید غیر ملکی تعلیم کی خرابیوں کے انسداد کا خیال اُنکے دماغ میں محض سیکڑوں معمولی خیالات کی مانند آگیا ہوگا جیسے اونہوں نے عوام پر ظاہر کر دیا مگر یہ اسلیئے نہ تھا کہ اُسپر عمل کیا گیا ہوتا۔"

ناظرین! اوپر کے اقتباس سے آپ نے سمجھہ لیا ہو گا کہ آریہ سماج کے سب سے بڑے انسٹی ٹیوشن میں کیسی پول ہے۔ اور کیا یہ دہوکہ دہی نہیں ہے کہ چندہ تو اسلیئے مانگا گیا تھا کہ ایک ایسی نئی طرز کی تعلیم ایجاد کیجائیگی کہ نوجوانان قوم نہ صرف خود موجودہ خرابیوں سے بچیں گے بلکہ قوم کی کایا کو پلٹا دینگے مگر جب گہری قسم چندہ کی ہاتھ لگ گئی تو جو جی میں آیا کر گذرے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک غور طلب سوال ہے کہ اب گورو کل جسکے سکیم میں کالج کی ناکامیابی کا مذکورہ بالا ذکر ہوا ہے کیونکر اپنی پوری کامیابی کا یقین رکھتا ہے۔

کیا جسطرح کالج کے کارکنان پندرہ سال بعد دعوے کے باز ثابت ہوئے ہیں اسیطرح گورو کل کے کارکن بھی اٹھارہ سال بعد ایسے ہی نہ ثابت ہونگے آخر انہیں کے بھائی ہیں یا کوئی دوسرے۔ بلکہ تجربہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کالج والوں میں تو ذرہ کسی قدر استقلال اور زمانہ کے رنگ ڈھنگ کا تجربہ بھی ہے لیکن گوروکل جن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے وہ تو محض لڑکوں کے کھیل جیسا تماشہ کیا کرتے ہیں چنانچہ سب سے بڑے گوروکل کی کرتا دھرتا عزیز لیڈر مہاتما منشی رام صاحب کا حال یہ ہے کہ وہ کبھی تو ایسے غصہ میں آجاتے ہیں کہ آریہ سماج کی ممبری تک سے بھی استعفا دیدیتے ہیں اور کبھی پھر بدستور سابق پرتی ندھی سبھا کے پریزیڈنٹ بنائے جانے پر وہ استعفا واپس لیتے ہیں مگر دو چار ہی مہینے نہیں گذرتے کہ پھر پریزیڈنٹی سے بھی استعفا تیار کبھی ان پر چودہ ہزار روپیہ سبھا و گوروکل کا غبن کر لینے کی صدا کانوں تک پہونچتی ہے اور کبھی یہ سُنا جاتا ہے کہ اگر حساب کتاب کی جانچ پڑتال کرنے اور اس معاملہ کی پوری تحقیقات کیلئے کمیشن (پنچایتی مجلس) مقرر کی جائیگی تو وہ زہر کھا لیونگے وغیرہ وغیرہ پھر بھلا ہمیں کسطرح یقین ہو کہ گوروکل ہردوار جسکے نفع نقصان کا حال اٹھارہ سال بعد یا آج سے ۱۴ سال سے قبل ہرگز نہیں معلوم ہو سکتا اوسوقت کامیاب بھی جاسکے گی یا نہیں سچ تو یہ ہے کہ کالج والوں کی پول تو کم از کم ۱۵ سالوں بعد عوام کے کانوں تک پہونچ سکی لیکن گوروکل والوں کا تو ابھی سے ہی بُرا حال ہو گیا۔ حالانکہ ابھی اسکی قائمی کو جمعہ جمعہ آٹھہ دن بھی نہیں گذرے چنانچہ منجملہ دیگر خرابیوں کے اسکے متعلق ایک حوالہ ہم اخبار پرچارک مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱ کالم ۳ سے ناظرین کی واقفیت کیلئے ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔ وہو ہذا۔

پنڈت گنگادت جی جو گوروکل کا نگری آجکل دوم سنسکرت ماسٹر ہیں وہ ..... دراصل گوروکل کے بگڑتا ہو گئے اور اسوقت تک ہیں ..... لیکن نہ معلوم کہ پنڈت گنگادت نے کیا منتر یا جادو ڈال رکھا ہے کہ لالہ منشی رام انکے آگے آجتک کسی معاملہ میں چون تک نہیں کر سکتا ..... لالہ منشی رام پنڈت گنگادت کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی مانند ہیں کوئی بھی ادھیاپک (گوروکل کا ماسٹر) خواہ کتنا ہی بڑا آریہ یا لائق کیوں نہ ہو ہرگز ہرگز گوروکل میں ٹھہر نہیں سکتا جب تک کہ وہ پنڈت گنگادت کی ہاں میں ہاں نہ ملادے۔ گذشتہ سالانہ جلسہ گوروکل کا احوال لکھتے ہوئے لالہ منشی رام جی نے کس زور اور فخر کے ساتھ چار نئی قربانیوں کا ذکر کیا تھا لیکن اسوقت کوئی

پوچھئے کہ وہ قربانیاں کدہر ہیں تو جواب ملیگا کہ مہاراج گنگادت جی نے بھگا دیں۔
پنڈت دنیا پک رام جی۔ بی۔ اے۔ تو چند ماہ بعد ہی گورو کل چھوڑ کر چلے آئے تھے ان کو جانے دیجئے
لیکن تین اصحاب یعنی ڈاکٹر چرنجیو جی۔ لالہ رام دیو جی۔ بی۔ اے۔ اور ماسٹر ساٹھے بی اے کئی ماہ تک
کام کرتے رہے انکو بھی پنڈت گنگادت نے ایسا ناک میں دم کیا کہ وہ بیچارے استعفا دینے پر
مجبور ہوئے اور آخر مستعفی ہو کر گورو کل کو الوداع کہہ آئے ہیں ماسٹر چرنجیو و لالہ رام دیو وغیرہ چونکہ
ست بھگی بنکر نہیں رہے اسلئے پنڈت گنگادت جی نے انہیں رہنے نہیں دیا ..... نہ صرف یہی بلکہ
پنڈت میلا رام جی شاستری بھی مستعفی ہو کر چلے آئے سُنا گیا ہے کہ لالہ خوشی رام جی جیسے تجربہ کار اور
دور اندیش مکھیہ ادھشٹھاتا (خاص مہتمم) نے بھی استعفا دیدیا ہے اور انکے لئے بھی گورو کل میں رہنا محال ہو رہا
ہے۔ پنڈت گنگادت نے لالہ منشی رام جی کے لئے سڑک صاف کر دی اور اغلب ہے کہ ان کی پرانی
کٹھ پتلی لالہ منشی رام جی ہی دوبارہ مکھیہ ادھشٹھاتا بنکر جلد گوروکل میں جاویں۔
اور اگر نہ گئے تو پنڈت گنگادت اور رہے سہے پنڈت بھاگ نکلیں گے کیونکہ وہ ہرگز کسی لائق اور انتظام
پسند ادھشٹھاتا کو آریہ کا گوروکل میں رہنے دینا منظور نہیں کرتے سوا اُسکے جو انکی کٹھ پتلی بنکر رہے
..... لالہ منشی رام کو بھی صرف پنڈت گنگادت کی خوشنودی مزاج درکار ہے چاہو سارا اسٹاف
استعفا دیکر بھاگ جائے "

ناظرین کیا ان باتوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آریوں کا کالج یا گوروکل وغیرہ کھولنے کا محض ایک
بہانہ ہے کہ جسکی اپیل پُرجوش الفاظ میں کی جاکر قوم سے چندہ لیا جاوے اور اس طور پر کوئی معقول
رقم یار لوگوں کے ہاتھوں میں آجاوے کہ وہ من مانی کھیل کھیلیں۔ چنانچہ گورو کل کے نام سے جو ڈیڑھ
دو لاکھ روپیہ چندہ لالہ منشی رام صاحب و دیگر چند آریہ صاحبان کے قبضہ میں آگیا ہے اوسپر کیا کیا
گل کھل رہے ہیں یہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہے۔

اب شاید ہمارے کالج پارٹی کیطرف دار آریہ صاحبان میری اوپر کی تحریر پر یہ کہیں کہ گورو کل والوں
نے اپنا کام چلانے کیلئے ہماری بدنامی کرنی چاہی تاکہ عوام کی توجہ کو کالج کیطرف سے ہٹا کر گوروکل
کیطرف مبذول کریں ورنہ دراصل کالج میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اسلئے میں انکی اسباب غور کرنے اور
ناظرین کے روبرو انکی کافی پول کھولنے کیلئے ذیل میں ایک مضمون خود انہیں کے اخبار کی

نقل کرتا ہوں جسمیں وہ بیچارے خود اقرار کر رہے ہیں کہ دیانند کے نام سے جو کالج قایم ہوا ہی اسمیں تعلیم پاکر
جو لوگ نکلتے ہیں وہ دیانند کے مخالف اور وید دین سے بیزار اور مذاق اوڑانیوالے ثابت ہوتے ہیں مگر اس بات
کو جانکر بھی کارکنان کالج کمیٹی اس لاعلاج مرض کو دور نہیں کر سکتے ۔

دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کا اردو اخبار ہفتہ وار آریہ گزٹ شایع ہوتا ہی جسکے پرچہ مورخہ
۶ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون منجانب مہتا رادھا کرشن جی ڈیلوا ازلیڈران و کارکنان کالج چھپا ہے
جسکے ذیل میں نقل کرتا ہوں (یہاں بریکٹ میرے اپنے ہیں) ۔

دیانند اینگلو ویدک کالج میں سنسکرت کی تعلیم اور اسکا طلبا پر اثر ۔ اس جگہہ پر پہونچ کر دیانند
کالج کے لئے ایک کڑے امتحان کا (موقع) آجاتا ہے ۔

یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرنیکے لیئے دیانند کالج اسبات پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ اپنے طالبعلموں
کو اونیشد اوسی ڈھنگ پر پڑہا دے جسطرح سے کہ شنکر اچاریہ نے انکو سمجھا ہے (یعنی دیانند کے بالکل
خلاف) اپنے طالب علموں کے دلوں میں اسبات کو جھٹلادے کہ اونیشدوں کی تعلیم نوین ویدانت
(یعنی دیانندی ویدک اصول کی سخت مخالف یعنی شنکر فلاسفی) کے موافق ہے ۔ رگ وید کے چنے
ہوئے حصوں کو ساین آچاریہ کے بھاشیہ کے مطابق پڑہا دے اور اس تعلیم سے طلبا کو بتلادے کہ ویدوں
میں سچ مچ ان مضامین کا بیان ہے کہ جنکی تعلیم ان کو دی جاتی ہے (مثلاً یہ کہ گھوڑے کا عورت سے
صحبت کرنا یا برہماجی کا اپنی لڑکی سے زنا کرنیکے لیئے پیچھا کرنا اور اسکا ہرنی ہو کر بھاگنا مگر اُن کا ہرن بن کر
اُسکو پکڑنی کی کوشش کرنا وغیرہ) اگرچہ آریہ سماج اپنی ساری طاقت سے یہ ڈنکا بجا رہا ہے کہ ساین آچاریہ
اور مہیدھر کی تفسیریں ٹھیک نہیں ہیں تو بھی دیانند کالج کو **مجبوری سے ان تفسیروں کو سچے**
اور ٹھیک ہونیکی تعلیم دینی پڑتی ہے (شاباش! اپنے مذہب کے بڑے بڑے پابند اور دوسروں
کو راہ بتلانیوالے ہوں تو ایسے ہوں) اور یہ تعلیم اسطرح کی ہی کہ جس سے طالب علم اپنی زندگی کے بقیہ حصہ
میں آریہ گرنتھوں (مستند کتابوں) کو اُس ڈھنگ پر پڑھنے کے لائق ثابت ہوتے ہیں اور
ویدک دھرم کے پیرو کار ہونیکے بجائے وہ دیانند کالج میں تعلیم پاکر ویدوں
کے خلاف ہو جاتے ہیں (کیوں نہ ہوں! آپ جیسے مہاتما صاحب تمام سنسار
کو گمراہ سمجھکر قوم کی رشد ہار ہنے نہیں بلکہ تمام دنیا کو راہ راست پر پہونچانیکا ٹھیکا لے چکے ہیں تو

اور کیا ہونا تھا) خواہ یہ کہ ویدوں کو یورپ کے علماء کی مانند ایک ڈگی سمجھتے ہیں (تو اُن کالج کی تعلیم یافتہ
نوجوانان کو میں یہ صلاح دیتا ہوں کہ بے اصول زندگی بسر کرتے ہوئے اپنی زندگی نہ خراب کریں اور
جبکہ ویدوں کی حقیقت اُنکو معلوم ہو چکی تو اب وہ کسی دوسرے مذہب کی شرن لیویں چنانچہ اسلام
کا دروازہ اُنکے لئے ہر وقت کھلا ہوا ہے" از دیباچہ ہندی سوانح عمری سوامی دیانند مصنفہ

لالہ رام بلاس صاحب شاردا اجمیر صفحہ ۱۲۰ سطر ۲۰۔

ناظرین! اب تو آپنے یقین کر لیا ہو گا کہ آریہ سماج کی دونوں پارٹیاں کامیابی سے کوسوں
دور رہ گئیں کیا اور کے صفحوں سے بڑھ کر بے شرمی کا اظہار کبھی کسی سوسائٹی قوم یا مذہب کے لیڈران
کی جانب سے دیکھا سنا گیا ہے۔ جو آریہ لیکچرار صاحبان منبر پر ہاتھ پٹک پٹک کر حاضرین کو یوں مخاطب کیا
کرتے ہیں کہ "اے آریہ قوم اور رشی سنتان (نسل) کے ہونہار نوجوانو! تم کس غفلت کی نیند
سو رہے ہو دیکھو عیسائی مسلمان وغیرہ قومیں دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی چلی جاتی ہیں یہ
بالعموم کروڑ مسلمانان اہل ہند کون ہیں! صاحبان! یہ آپکے ہی بھائی ہیں آپکے ہی اندر سے وقتاً
فوقتاً نکل کر اُنمیں ملتے چلے گئے ہیں چاہے وہ تلوار کے خوف سے گئے ہوں چاہے حکومت کے رعب سے
اور چاہے روپیہ کے لالچ یا کسی خوبصورت معشوقہ پر فریفتہ ہونیکے باعث گئے ہوں لیکن ہر حالت
میں وہ دھرم یا مذہب کے باعث ویدوں سے انکاری نہیں ہوئے ہیں پس اگر آپ لوگ انتظام کریں
تو اُنکو پھر اپنے پرانے دھرم میں واپس لے سکتے ہیں۔ وہ بیچارے دھرم کے پیاسے آپکی مہربانیوں
کے منتظر ہیں آپکا فرض ہے بلکہ آپکو سب کام چھوڑ کر یہ کام ہاتھ میں لینا چاہیے۔
اسیطرح دیکھیے انکے علاوہ آج ہم ملک میں ساٹھ لاکھ تعداد ہندوستانی عیسائیوں کی دیکھ رہے
ہیں۔ یہ کون ہیں مہاشیو! یہ بھی آپکے ہی بھائی بند ہیں وغیرہ وغیرہ"
ان قومی سدھار کا دم بھرنیوالے لیکچراروں سے میں عرض کرتا ہوں کہ انکو یہ اوپر کا الہام تلط ہو
ہے انہیں اپنی ساری طاقت اول اپنی اندرونی خرابیوں کے دور کرنے میں صرف کرنی چاہیے
بعدہ جب وہ اس لائق ہو جاویں کہ باہر والوں کو دعوت دے سکیں تو اسوقت البتہ دوسروں
کو بھی راہ راست بتلانے کی کوشش کر سکتے ہیں کیا انہیں ویدوں کے بھروسے عیسائیوں اور مسلمانوں
کو کہا جاتا ہے کہ "تم گمراہ ہو اور تمہاری پاک کتابیں انسانی کتب ہیں۔ یہاں آؤ۔"

یہ دیکھو کلام الٰہی وید میں ان سے فائدہ اُٹھاؤ اور زندگی بیکار نہ گذارو وغیرہ۔

جن ویدوں کی تعلیم کا ذکر اوپر کے مضمون میں دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کا ایک لیڈر کر رہا ہے پس ایسے ویدوں کو پڑھ کر بے اصول زندگی گذارنی انہیں کو مبارک ہے ہمیں ایسی ویدوں کا (کام) نہیں ہیں ہم آپکے خیال میں گہرے خندق (اسلام وغیرہ) میں گر رہے ہیں تو آپکی بلا سے آپ کیوں اس فکر میں غلطان و پیچان ہو رہے ہیں آپنے ملک میں ایسی ایسی جوشیلی باتوں سے کیوں نفاق رکھتا ہے۔ کیا آپکے پاس اور کچھ کام نہیں رہ گیا۔

ایک آریہ سماجی نیا اخبار پرکاش لاہور نمبر ۲۴ جلد ۸ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۷ کالم ۲ سطر ۲۷ پر یوں لکھتا ہے:-

"آریہ سماج کا دھرم ستیہ کی چٹان پر کھڑا ہے اور اسلئے اسکو کوئی بادِ مخالف خواہ وہ کیسی ہی تند کیوں نہ ہو اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتی۔ آریہ سماج کو اپنے عقاید کی مضبوطی اور راستی پر یقین ہے اسلئے اسکو اس امر کی ضرورت نہیں کہ اپنے دھرم کی کمزوری کو چھپانیکے لئے قانون کی امداد طلب کرے"

ناظرین! اب میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ کونسی ستیہ (سچائی) کی چٹان ہے جسپر کھڑی ہو کر ہمارے آریہ نوجوان جوشیلے گرجوپٹ صاحب (ایڈیٹر پرکاش) یہ اذان دے رہے ہیں۔ کیا یہ وہی چٹان ہے۔ دستیارتھ پرکاش وغیرہ کتابوں کی تعلیم جسکی پڑتال آگے کے صفحوں میں ناظرین پائینگے یا یہ وہ چٹان ہے جسکی پول آریہ گزٹ اخبار کے مذکورہ بالا مضمون سے کھل گئی ہے "کیا یہ وہ چٹان ہے جہاں ویدوں کی تعلیم پوری کرنیکے بعد ہندو یا آریہ قوم کے نوجوانان ویدوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ یا یہ یقین کرنے لگتے ہیں کہ سائن مہدھر کا بھاشیہ صحیح ہے یعنی ویدوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ عورت کو گھوڑے سے صحبت کر لغیر الشویمیدہ یگیہ پورا ہی نہیں ہوا کرتا یا جہاں کی تعلیم کا نتیجہ ہوا کرتا ہے کہ اوپنشدوں کی تعلیم کو نوین ویدانت کے موافق ماننے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے یعنی نوجوان آریہ قوم کے دلوں میں یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہم خود ہی خدا ہیں (جیو اور برہم دو نہیں بلکہ ایک ہیں جو کہ برہم ہی ہے) چنانچہ جب وہ اپنے تئیں خدا کا بندہ ہی نہیں سمجھتے تو پھر بندگی و عبادت کیا خاک کرینگے یا کیا جہاں کی تعلیم کو عبور کرنے والے اصحاب یورپ والوں کی مانند ہی ویدوں پر دل لگی اُڑایا کرتے ہیں۔ یا کیا یہ وہ چٹان ہے جو ہردوار کے نزدیک گنگا کے کنارے برلب تو تعمیر ہوا ہے

اور جہان سے ایسی صدائیں ابھی سے تھوڑی بہت آنی لگی ہیں کہ وہاں کے طلباء جو ابھی سب سے اول درجہ والے بھی ۱۵ سال سے زائد عمر کے نہیں ہیں استیارتھ پرکاش میں غلطیاں نکال رہے ہیں (دیکھو اخبار تبنکاری)۔

ناظرین! کیا ایسے بے شرموں کا کوئی اور بھی گروہ آپ نے کبھی دیکھا ہے جو اپنی زبان اور قلم سے اسطرح کا اقرار کر رہے ہوں جیسا کہ آریہ کالج کا لیڈر اداریہ کے مضمون میں کر رہا ہے جس کالج کا نام دیانند کالج ہو اوسکے کارکن یہ اعلان کرتے ہوئے نہ ہچکیں کہ یہاں سے جو تعلیم پاکر نکلتے ہیں وہ دیانند کی تعلیم کے خلاف ہو جاتے ہیں جس کالج کا نام دیانند ویدک (وید کی تعلیم دیانند کی تفسیروں کے مطابق دینے والا) ہو اوسکے لیڈر یہ اظہار کرتے ہوئے پس و پیش نہ کریں کہ یہاں سے جو طلباء بی۔ اے پاس کر کے نکلتے ہیں وہ دیانند کی مخالف تفسیروں کو سچا (اور سوامی جی کی تفسیروں کو غلط ورد) سمجھتے ہوئے وہ ویدک دھرم کے پیروکار ہونے کی بجائے۔۔۔۔
ویدوں کے خلاف ہو جاتی ہیں۔ مگر باوجود ان باتوں کی جانچ اور ماننے کے بھی کارکنان دیانند کالج کے پاس کوئی علاج نہیں ہے ہم پوچھتے ہیں کیوں؟ کالج والونکو ایسی کیا مجبوری پڑی ہے وہ کونسا لاعلاج مرض پیدا ہو گیا ہے جس کام کیلئے قوم سے چندہ مانگا گیا تھا وہ کیوں نہیں پورا کرتے اگر یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرانیکے لئے انکو اسقدر اپنے خیالات اور اصولونکے خلاف چلنا اور کانشنس کا خون کرنا پڑتا ہے تو کیا وہ یونیورسٹی کی ڈگریوں کو بالائے طاق نہیں رکھ سکتے؟ ہندوستان میں سیکڑوں کالج سکول ایسے پڑے ہیں جو باشندگان ہند کو یونیورسٹی کی اعلی سے اعلی امتحان (ایم اے وغیرہ) پاس کرا رہے ہیں پھر اگر ایک دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور اس کام کو اپنے ہاتھ سے باہر کر دیتا تو کیا حرج تھا ایسا کرنے سے جہان اوسے الزاموں سے بچ کر اد کا جھکنا جھکنے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑتا وہاں ہمیں گذشتہ بیس سالوں (۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۵ء تک) کی تجربہ کا نتیجہ آج دیکھنے کو مل جاتا اور پھر معلوم ہو جاتا کہ اگر ابھی سائن وغیرہ کی تفاسیر وید پڑھ کر نوجوان تعلیم یافتہ اہل ہند ویدوں کے خلاف ہو جاتے ہیں تو دیانند کی منشا کے مطابق تعلیم دی جانے پر اور ان ہی کی تفسیر کے پڑھائی جانے پر کہ سنسکرت دان طلباء کسقدر ویدوں کے موافق بن سکتے۔

ناظرین! کیا دیانند کالج لاہور والوں کے لئے ایسا کرنا مشکل تھا۔ کیا ہمیں دنیا کی تواریخ میں
نظیریں نہیں ملتیں کہ جنہوں نے جس بات کو مذہب کے موافق اور سچا دھرم سمجھ لیا (چاہے وہ دراصل سچا رہا
ہو یا نہیں) وہ اس بات کو ترک کرنیکے لئے ہرگز تیار نہ تھے چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جاوے۔ خود آریہ
لیکچراروں کو پرزور الفاظ میں یہ کہتے میں نے سنا ہے کہ ہزاروں کشتری عورتیں اپنے خاوندوں
کے جنگ میں قتل ہونے سے قبل آگ میں کود پڑیں اسلئے کہ کہیں اُن کو کانشنس کے خلاف
برتاؤ کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے ہزاروں نے اپنے معصوم بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا
اسلئے کہ وہ انکے دھرم کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہ ہوں کتنے ہندو اور مسلمانوں نے فاقہ
کشی یا اور طرح کی مصیبتوں سے جان دے دیا لیکن جس بات کو اونہوں نے اپنا دھرم سمجھا اُسکو
ترک نہ کیا پر نہ کیا مگر اب آپ کے سامنے ایک ایسی جماعت بھی موجود ہے جسکے ممبر اپنے تئیں آریہ (افضل)
فرض کرتے ہوئے باقی تمام سنسار کی قوموں اور مذہبوں کو تو گمراہ سمجھتے ہیں لیکن جسکے عمل و فعل ایسے ہیں
کہ قوم سے اپیل تو یہ کرتے ہیں کہ دیانند (جسکا نام اوسکی علمی لیاقت اور مذہبی کاموں وغیرہ کے باعث
ہندوؤں میں مشہور ہو گیا تھا) کی موت کی یادگار میں ایک کالج قایم کیا جاویگا جس میں ویدوں کا سبق
پڑھایا جاویگا۔ وغیرہ۔

اور جبکہ چار پانچ لاکھ روپیہ ہاتھ میں آگیا اور کچھ لوگوں نے دیکھ بھال شروع کی اور پیچھے پڑے کہ وہ
ویدوں کے پڑھے ہوئے طلباء کو قوم کے روبرو پیش کرو کہ دیکھیں تو سہی کہ ہندو قوم کا استقدر
سرمایہ صرف ہو کر کیا پھل لایا ہے تو لگے باتیں بنانے کہ وہ سب طالب علمان تو وید کے مخالف
ہو گئے ہیں اور ہم (کارکنان کالج) پورا یقین رکھتے ہیں کہ ہم ویدوں کے مخالف پیدا کرنے (شنکر فلاسفی
(کہ جیو اور برہم دونوں ایک ہیں بندہ اور خدا دو نہیں پس ہم خود ہی خدا ہیں) کی تعلیم دینے
اور باوجود آریہ سماج کے اپنی ساری طاقت سے یہ ڈنکا بجانیکے کہ ساین اور مہیدھر کی تفسیریں
ٹھیک نہیں ہیں اونہیں کو طلباء کے دماغ میں جذب کرانے وغیرہ میں اپنے دھرم (جسکو ہم نے
دھرم مانا ہوا ہے) کے خلاف کر رہے ہیں اور ہمارا عمل اپنے کانشنس کے بالکل خلاف ہے وغیرہ
ناظرین! کیا اب بھی اِن آریہ (افضل انسان) لفظ کو بدنام کرنیوالوں کو دھرم آتما
(مذہبی) سمجھیں گے۔ کیا ایسی مجبوری بیان کرنیکے بجائے کالج کے لیڈران کو اگر دراصل کوئی ایسی مجبوری

ہوتی تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا نہیں چاہئے تھا؟ وہ کس منہ سے یہ کہنے کیلئے تیار ہوتے ہیں کہ جن ویدوں کی فضیلت کے بھروسے ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنا مذہب ترک کر کے ہمارے شاگرد بن جاویں اونکی تعلیم اگرچہ ہمارے اپنے انتظاموں کے مطابق دیجاتی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذرہ بھی دخل نہیں (کیونکہ دیانند کالج لاہور امدادی بھی نہیں بلکہ بالکل پرائیویٹ کالج ہونیکا فخر رکھتا ہے) لیکن تاہم بھی اس ٹکسال سے ویدوں کے مخالف ہی ڈھالے جاتے ہیں اور بھلا وہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو بلا کر کیا کرینگے۔

کیا ایکطرف انجیل اور قرآن شریف سے منکر بنا کر دوسری طرف انہیں ویدوں (خواہ وہ کیسے ہی ہوں مگر ہندوؤں کے خیال میں یہ ہیں تو آسمانی کتابیں جنپر ایمان رکھتے ہو کم از کم انکا کانشنس خدا کی ہستی سے منکر تو نہیں ہوتا) کا مخالف بنانیکی ہی صلاح ٹھہرالی ہے۔

ناظرین! اب آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ نہ تو آریہ سماج اپنے اصولوں اور تعلیموں کی خرابی اور کمزوری و منت بھید (مختلف لوگوں کے مختلف خیالات) کو ہی دور کر سکا اور نہ ہی اسکی انسٹی ٹیوشنوں سے اسکو کچھ فائدہ ہوا بلکہ اسکے لیڈران کا خود قول ہے کہ نقصان ہوا (یعنی ویدوں کے مخالفوں کی تعداد بڑھنے لگی) پس کیا اب بھی آپکو اسبات میں کچھ شک ہے کہ آریہ سماج ناکامیاب ثابت ہو رہا ہے۔

اور اب آخر میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ایسی حالت کیوں ہے۔ اوپر میں بیان کر چکا ہوں کہ اصولوں کی کمزوری کو دور کرنے میں لیڈران آریہ سماج نے شروع سے ہی توجہ نہیں کی اسکی وجہ یہ کہ انکو نئے نئے سکول کالج وغیرہ جاری کرنے اور انکو چلانے میں اپنا سارا وقت لگانا پڑا اور اب جبکہ وہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ کالج کی ٹکسال سے ویدوں کے مخالفین کی تعداد بڑھ رہی ہے تو بھی نہ تو توڑ تاڑ برابر کرتے ہیں اور نہ وہ خرابی (یونیورسٹی کی ڈگریاں حاصل کرانے کا خبط) رفع کرتے ہیں جسکے باعث ویدوں کے مخالف بڑھ رہے ہیں۔ پس اب اسکی وجہ کو ناظرین غور کریں اور وہ یہ ہے۔

آریہ سماج کی دونوں پارٹیاں اور تمام ہندوستان کے آریہ لیڈران کی ساری طاقت اس بات پر لگی ہوئی ہے کہ ہندو قوم کے ممبران اسکے دایرہ سے باہر نہ نکلنے پاویں (یعنی عیسائی مسلمان نہ ہونے پاویں) اور جو ہو گئے ہیں انکو ان مذہبوں کا کھنڈن سنایا جا کر واپس چلے آئنگے

کوشش کیجاوی اتنا ہی نہیں بلکہ پیدایشی مسلمان اور عیسائی بھی اگر ویدون کی شرن لینا چاہیں تو انکے لیے بھی دروازہ کھول دیا جاوی چنانچہ اب بہت عرصہ کے غور وخوض کے بعد یہ آخری دروازہ بھی کھول دیا گیا ہی اور چند شہرت پسند اصحاب اسمیں داخل بھی ہوئے ہیں۔

اس مطلب کیلئے اس بات کی بہت ضرورت تھی کہ کچھہ سکول کالج آریوں کے زیر انتظام میں آجاویں تاکہ وہ ہندو لڑکوں کے دماغوں میں بچپن سے ہی یہ بات ٹھونس دیویں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذاہب تو خاص خاص انسانوں کے ایجاد کردہ ہیں مگر وید کلام الہی ہیں۔ یا اور سب مذہبوں کی کتابیں دو تین ہزار سالوں سے ادہر کی ہیں جبکہ وید قریباً دو ارب سالوں کی پرانی ہیں۔ اور پس انکو خوب پختہ کر دیا جاوے کہ چاہے کچھہ ہو مگر وہ کبھی یہ خیال تو بھول کر بھی نہ کریں کہ دوسرے مذہبوں میں بھی کچھہ سچائی ہے۔ اور اسطور پر جہاں وہ خود ہندو دہرم کے دایرہ سے باہر نہ جاویں وہاں وہ جوان ہو کر زندگی میں داخل ہونے پر اس بات کیلئے بھی ہاتھہ پاؤں مارتے رہیں کہ عیسائیوں مسلمانوں کو اپنا ساتھی بنا سکیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے بھی کہ دیانند کالج لاہور کے طلبا ویدونکا وہ مطلب سمجھنے کا موقع نہیں پاتے جو دیانند کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے نہ تو اس کالج کو توڑا گیا اور نہ یونیورسٹی سے منہ موڑا گیا کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ چاہے وہ ویدوں کے کتنے ہی مخالف ہو جاویں مگر عیسائی مسلمان وغیرہ غیر مذاہب سے انکے دلوں میں اسقدر نفرت دلا دی جایا کرتی ہی کہ وہ اُسطرف جاتے تو مخاطب ہی نہ ہونگے اسکے علاوہ ہزاروں طالب علموں میں سے صرف چند ایسے ہونگے جو ویدوں کی حقیقت سے پورے واقف ہو کر مخالف بن سکتے ہیں یعنی صرف وہ طلبا جو ایف۔ اے۔ اور بی۔ اے میں دوسری زبان سنسکرت رکھتے ہوں ایسوں کی تعداد خواہ مخواہ بہت کم ہوتی تھی کیونکہ پنجاب میں سنسکرت پڑہنے والوں کی بہت کمی ہے اور غالباً طلبا سے بھی زیادہ فارسی ہی کو دوسری زبان رکھتے ہیں۔

چنانچہ اس میں شک نہیں ہے کہ اس کوشش میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے اور آریوں کے لڑکے یا دیگر ہندو لڑکے جنہوں نے آریوں کے سکول کالجوں میں تعلیم پائی ہے چاہے سنسکرت کا ایک حرف بھی نہ جانتے ہوں اور انہیں خاک بھی پتہ نہ ہو کہ ویدوں میں کیا

چونکہ پڑھا لکھا ہوا ہی مگر ہر حالت میں وہ عیسائیوں اور خاصکر مسلمانوں کو صلواتیں سنانا تو خوب سیکھ لیتے ہیں
چنانچہ ایک نئے اخبار کی نئی ایڈیٹر اور اپنی جماعت کی بڑے ہونہار نوجوان تعلیم یافتہ بابو صاحب
کی عبارت ذیل میں بطور نمونہ اخبار پرکاش مذکور کے اچھی مضمون کے سلسلہ سے نقل کرتا ہوں
(دیکھو پرکاش لاہور مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۰۵ء)

"...... لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی کو اپنے عقاید کا بوداپن ظاہر
ہوگیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ وہ ذرہ سی بات پر بھی جھٹ نہ صرف نالشکی دھمکی ہی دیدیتے ہیں بلکہ اسکو
عمل میں بھی لے آتی ہیں لیکن ہم اپنے بھائیوں کی خدمت میں عرض کر دیویں کہ عدالت سے رجوع
لانا ان کے حق میں مفید ثابت نہیں ہوگا"

اے آریہ سماج کے ہونہار نوجوانو! اگر آپ خوش قسمتی سے اس کتاب کو پڑھ سکیں تو میں اسوجہ سے
کہ آپکا ایک سچا خیر اندیش ہوں آپکو یہ نیک صلاح دیتا ہوں کہ آپ مسلمانوں کے عقاید کے بوداپن کی فکر میں
غلطاں و پیچاں کیوں ہو رہے ہیں۔ اسبارہ میں اس قوم کے علما خود ہی سوچتے سمجھتے رہینگے۔
آپ یہ تو بتلائے کہ آپکو کچھ اپنے گھر کی بھی خبر ہے۔ آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپکے پاک رشی نہیں ہیں بلکہ مہرشی کی عزت
دن بدن محقق لوگوں کی نظروں میں کسقدر گھٹتی یا بڑھتی جاتی ہے جن لوگوں نے سوامی دیانند سرسوتی
مہاراج کی تصانیف کے اوراق اولٹنے میں برسوں صرف کئے ہیں اُن سے جاکر ذرہ پوچھ دیکھیے
کہ وہ سوامی جی کو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آریہ سماج کو آپکے قول کے مطابق ستیہ کے
چٹان پر کھڑا ہوا سمجھتے ہیں یا کافی وجوہات و معقول حوالہ جات (مثلاً سکھ پرمانوں) وغیرہ کے
ذریعہ یہ یقین کرنے کو مجبور ہیں کہ وہ بالو کی بھیت پر کھڑا ہے جسکے گرنے میں صرف اسقدر دیری
ہے کہ سنسکرت تعلیم کی اسکے ممبروں میں کمی ہے۔
آپ دوسروں کی فکر میں کیوں اپنا وقت خراب کر رہے ہیں۔ کیا آپکے پاس اور کچھ کام نہیں رہ گیا
کیا آپکو اپنے اندرونی جھگڑے نپٹانے میں سارا وقت اور طاقت صرف کرنا ضروری نہیں۔ کیا آپکو
سوامی دیانند کے من مانے اصولوں کو اپنے قدیم (آرش) معتبر و مستند کتابوں سے جانچ پڑتال کرنے
اور استیہ کو تیاگ کرکے ستیہ کو قبول کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ان سب امور کو جو کہ آپ کی سماج
کے لئے ضروری اور نہایت اشد ضروری ہیں چھوڑ کر عیسائیوں مسلمانوں کو راہ راست بتلانیکی فکر میں

پریشان ہوتے ہوئے جیلخانوں کی سیر کر رہے ہیں۔

اچھا! اگر آپکے پاس اور کچھہ کام نہیں ہے تو لیجیے میں آپکے حضور میں چند اوراق پیش کیے دیتا ہوں آپ انکو اولٹیے انکو مجھہ جیسے ایک ادنیٰ انسان کے قلم سے نکلا ہوا خیال کرکے ردی مت سمجھیے بلکہ اسلیے انکو بغور پڑھیے کہ ایک شخص آپکی سماج میں سولہ سال رہ کر اسکا پورا تجربہ حاصل کرنیکے بعد اپنے آتما (کانشنس) کی شانتی اوس میں نہ پاکر آپسے جدا ہوتا ہوا آپکے مہرشی کی تصانیف پر ایسے اعتراضات کی بھرمار کرتا ہے جسکو وہ نیک نیتی سے سمجھتا ہے کہ آپ مہاشیوں کے پاس انکی تردید کا مصالحہ تیار نہیں ہے پس اگر آپکو اور کچھہ کام نہیں ہے تب تو ضرور ہی اس جانب متوجہ ہوجیے لیکن اگر آپکو اور ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہے تاہم بھی کچھہ وقت نکالیے اور اپنے سچے ہتیشی یعنی خیر اندیش (مجھہ خاکسار) کی آواز کو نقارخانہ میں طوطی کی صدا مت بنائیے اور جو اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں انپر غور وخوض کیجیے۔ جن کتابوں کو پڑھنے سے انکی تردید کی جاسکتی ہوں اونکو منگوائیے اور مطالعہ فرمائیے اور اگر آپ سنسکرت نہیں جانتے تو اول کسیقدر سنسکرت ہی پڑھ ڈالیے جو کہ ہرگز بھی مشکل نہیں ہے بشرطیکہ آپ پرانے فیشن کے کھوسٹ پنڈتوں سے اسے پڑھنا نہ شروع کریں بلکہ سکولوں میں جس طریقے پر پڑھایا جاتا ہے اوسی طریقہ پر پڑھنا شروع کر دیجیے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے سے صرف ایک سال میں آپکو اسقدر لیاقت ہوجاویگی کہ آپ سوامی دیانند کی غلطیوں کو تو ضرور سمجھنے کے لایق ہوجاوینگے۔

اور نہ سہی تو آپکو اسلیے بھی سنسکرت پڑھنا ضروری ہے کہ سوامی جی کی یہ خاص ہدایت ہے لیکن اگر آپ کسیطرح پر بھی سنسکرت علم کو خود حاصل نہیں کر سکتے تو معقولیت اور منصف مزاجی کی یہ بات ہے کہ اس کتاب میں جو اعتراضات پیش کیے جاتے ہیں انکی پڑتال کرنیکے لیے سنسکرت حوالہ جات کے لفظی معنی کسی سنسکرت داں صاحب سے ضرور دریافت کیجیے۔ خیر آپکے فائدہ کی بات ہم آپکو بتلاتے ہیں اگر آپ منظور کریں تو آپکی عین مہربانی ہو ورنہ آپکی مرضی عرض کر دینا ہمارا کام تھا۔ اوم شانتہ

خاکسار

عبد العزیز

المعروف جگدمبا پرشاد۔ ورما سابق آریہ اپدیشک ملک برہما ولد منشی سورج پرشاد صاحب مرحوم ساکن محلہ [illegible] الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آریہ سماج کی پول

پرمیشور سرب شکتی مان (قادر مطلق) ہے

لفظ سرب شکتی مان کے معنی ہین "وہ سب طرح کی طاقتون والا" یا قادر مطلق۔ ہر مذہب جو خدا کی ہستی کا قایل ہے اس بات پر اتفاق رکھتا ہے کہ وہ پاک پروردگار قادر مطلق ہے۔ ہماری طاقتین عقل اور ہر ایک باتین محدود ہین لیکن اوس پرمیشور کی طاقتون مین کوئی حد نہین لگائی جاسکتی جہانتک میری واقفیت ہے سوائے ناستکون (منکر خدا) کے دوسرے کوئی ایسے مذاہب یا قوم صفحہ ہستی پر نہین دیکھی جاتین جنہون نے خدا کی خدائی مین بھی کچھ شک کیا ہو اور اُس قادر مطلق کی طاقتون کو محدود کرنیکی کوشش کرتے ہوئے گنہگار بنے ہون لیکن ناظرین یہ سنکر تعجب نہ کرین کہ اب ایسے ایسے لوگ بھی پیدا ہونے لگے ہین جو ملک و قوم کے ریفارمر لیڈر نہین بلکہ مہرشی تو سمجھے جاتے ہین مگر وہ ایسے خیالات پھیلا جاتے ہین جو آیندہ نسلون کو دوزخ مین لے جانیکے لئے نئی بنائی سیڑھی کا کام دیوین۔

لیجئے ناظرین سنئے! آریہ سماج کے مہرشی یعنی سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ہی شاید دنیا مین سب سے پہلے یہ ہمت کی ہے کہ اتھاہ سمندر کی تھاہ لیوین۔ نا معلوم آسمان (آکاش) کو اپنی اڑان سے ناپ لیوین بے پایان میدان کا آخری سرا دریافت کرلیوین۔ چنانچہ اُنہون

نے کوشش کی انوکھی یوگ[۱] کے ذریعہ اس انوکھی معلومات کو حاصل کرکے اس کا لب لباب ہم لوگوں کے فائدے کیلئے بخش گئے ہیں۔ جو کہ حسب ذیل ہے۔

اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸۱ سطر ۲۱ پر یوں لکھا ہے

"۱۴۔ سوال۔ جب پرمیشور قادر مطلق ہے تو وہ علت اور جیو کو بھی پیدا کر سکتا ہے اور اگر نہیں کر سکتا تو قادر مطلق بھی نہیں ہو سکتا۔

جواب۔ قادر مطلق لفظ کے معنی پہلے لکھ آئے ہیں۔ مگر کیا قادر مطلق وہ کہلاتا ہے جو ناممکن بات کو کر سکے۔ اگر کسی ناممکن بات یعنی علت کے بدون معلول کو کر سکتا ہے تو کیا بغیر علت دوسرا پرمیشور بھی پیدا کر سکتا خود مر سکتا اور غیر ذی شعور۔ دکھی۔ غیر منصف۔ ناپاک اور بدکار وغیرہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو قدرتی اصول ہیں مثلاً۔ آگ۔ گرم پانی۔ ٹھنڈا۔ اور مٹی وغیرہ تمام غیر ذی شعور ہیں انکی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہیں پلٹ سکتا اور پرمیشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں اسلئے اُن میں تبدیلی نہیں کر سکتا پس سرب شکتی مان (قادر مطلق) کے معنی صرف اسی قدر ہیں کہ پرمیشور کسی کی مدد کے بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے"۔

پھر اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۵ پر (ساتواں سملاس) دیکھئے

"۱۶۔ سوال۔ ایشور سرب شکتی مان (قادر مطلق) ہے یا نہیں۔ جواب۔ ہے لیکن جسطرح تم لفظ سرب شکتی مان کے معنی سمجھے ہوئے ہو اُسطرح پر نہیں لفظ سرب شکتی مان کے معنی محض یہی ہیں کہ ایشور اپنے کام یعنی پیدائش پرورش فنا وغیرہ کرنے اور تمام جیوں کے پُن پاپ کے متعلق اُن کو واجب طور پر چلانے میں کسیکی ذرہ بھی امداد نہیں لیتا یعنی اپنی طاقت غیر متناہی سے اپنے کل کام کو انجام دیتا ہے۔

"۱۷۔ سوال۔ ہم تو ایسا مانتے ہیں کہ ایشور جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ اسکے اوپر دوسرا کوئی نہیں ہے۔ (جواب) وہ کیا چاہتا ہے۔ اگر تم کہو کہ وہ سب کچھ چاہتا ہے اور کر سکتا ہے تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا پرمیشور اپنے آپکو مار سکتا ہے بہت سے ایشور بنا سکتا ہے خود بے علم ہو سکتا ہے چوری بدکاری وغیرہ پاپ کے کام کر سکتا ہے اور دکھی بھی ہو سکتا ہے۔ یہ کام اگر ایشور کے صفات فعل اور عادات کے خلاف ہیں تو تمہارا یہ قول کہ وہ

سب کچھ کر سکتا ہے کبھی صحیح نہین ہو سکتا اس صورت مین لفظ سرب شکتی مان کے معنی جو ہم نے
بیان کئے ہین وہی ٹھیک ہین ؟؟

ناظرین! یہ ہے عبارت آریہ سماج کے مہرشی کی۔ اور اب آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ آریونکا خدا کیسا
محدود طاقت والا ہے۔ میرے خیال مین سوامی جی کو آریہ سماجکے دس نیمون (قاعدون)
مین سے دوسرے نیم مین پرمیشور کی صفتون کے زمرہ مین لفظ سرب شکتی مان کے بجاے
"پرمت شکتی مان" (محدود طاقتون والا) استعمال کرنا چاہیے تہا۔ سوامی جی اپنے اس نیم مین
تو پرمیشور کو سرب شکتی مان کہہ دیتے ہین لیکن پھر گول مول تشریح کر کے چاہتے ہین کہ لفظ سرب
کے جو کچھ معنی ہین وہ قایم نہ رہنے پاوین لیکن اُن کو شاید یہ یاد نہ تہا کہ وہ کسی زبان کے لغت
مین کوئی تبدیلی کرنیکا استحقاق ہرگز نہین رکھہ سکتے اور نہ وہ ایسی فضول کوشش مین کامیاب
ہو سکتے۔ ہمین کیا ضرورت ہے کہ کسی لفظ کے معنی دریافت کرتے ہوئے ہم کسی خاص تشریح
کے پابند ہوں ہر ایک زبان کے الفاظ کے معنی سمجھنے کا یہی قاعدہ کلیہ ہے کہ اُس زبان کی
لغت سے اُس لفظ کے معنی سمجھے جاوین پس لفظ سرب شکتی مان کے معنی ہم لغتون مین یہی پاتے ہین
کہ سب طاقتون والا۔ پس فیصلہ شد۔ ایک گنوار سے گنوار اور جاہل سے جاہل اہل ہند
کو یہ ہندی فقرہ۔ سب طاقتون والا۔ یا سب شکتیون والا۔ سنا دیا جاوے اور اُس سے
پوچھا جاوے کہ اس فقرہ سے وہ کیا سمجھتا ہے تو میرا خیال ہے کہ بلا پس و پیش اُسکے منہ سے
یہی نکلے گا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو سب شکتی یا طاقت والا ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے
اُسنے ہر ایک طرح کا پورا اختیار حاصل ہے وہ دوسرے کا محتاج نہین ہے۔ وغیرہ۔
پس ہمین اسی معنی کو منظور و قبول کرنا لازم ہے اب آریہ صاحبان بتلاوین کہ جاہل اور گنوارون کی
بھی اچھی شہادت نے دوڑے۔ اگر وہ ہمین سے متنازعہ فیہ معاملات طے کرانے ہین تو عالم
فاضلون سے استعفا لے لو اور تمام لایبریریون کو جلا ڈالو۔ وغیرہ۔

پس انکی خدمت مین یہ عرض ہے کہ یہی تو ہمین بھی افسوس رہ گیا کہ آپکے مہرشی کے پاس نہ
معلوم کیسا نادان معترض ہر وقت بیٹھا رہا کرتا تہا کہ جن سوالات کا سوامی جی جس ڈھنگ
پر جواب دینا چاہتے تھے وہ ایسے ہی اعتراض تو کر دیتا تہا اور جب سوامی جی لاجواب ہونے

لگتے تھے تو وہ خود ہی خاموش ہو جایا کرتا تھا چنانچہ اوپر کا سوال جب اُس نے کیا کہ "وہ ہم تو ایسا مانتے ہین کہ ایشور جو چاہے سو کرے" اور سوامی جی نے من مانا جواب دیدیا تو اب وہ حضرت خاموش بس آگے کوئی سوال ہی نہین سوجھتا در اصل وہان کوئی معترض تو تہا ہی نہین۔ اگر کوئی تہا تو وہ سوامی جی کے دل کے اندر ہی تہا) اگر وہ معترض مجھسے صلاح لیتا تو مین اُس سے یہ کہتا کہ بھلے آدمی! اب سوامی جی سے یہ سوال کرو کہ "اے مہرشی مہاراج! یہ جو کچھہ آپ فرماتے ہین اسکا الہام خاص آپ ہی پر ہوا ہے یا کہین کسی وید شاستر مین بھی ایسا لکھا ہوا ہے۔ اور پھر دیکھتے کہ سوامی جی اپنی رائے کی تائید مین کہان سے پرمان نکال کر پیش کرتے۔

اب آریہ صاحبان سے ہی اوپر کا سوال مین کرتا ہون۔ کہ کیا سوامی دیانند کے کہنے سے ہی ہم تسلیم کرلیوین کہ یہ ان کا قول ویدون کے موافق ہے یا کہین کسی معتبر و مستند کتاب مین ایسا لکھا بھی ہے۔

اے آریہ سماج کے لیڈران سنسکرت دان پنڈتان اوپدیشکان و دیگر منصف مزاج معقول پسند سوچنے سمجھنے والے صاحبان! آپکی خدمت مین مین عاجزی کے ساتھہ یہ عرض کرتا ہون کہ آپکو اس مسئلہ کی پوری چھان بین کرنی لازم ہے۔ میرا صدق دل سے یہ خیال ہے (جس کے لئے کافی وجوہات ہین) کہ پرمیشور پر برہم پرماتما کی صفتون کو جسطرح دیانند نے پائمال کیا ہے اونہین کو ہمین اپنے دماغ مین جذب کرنے سے بیشک بڑا بھاری پاپ (اگر پاپ کوئی شے ہے تو) ہوگا۔ اس بارہ مین دیانند کی تعلیم کسی مستند کتاب یعنی آرش گرنتھون کے موافق نہین ہے اور سوامی جی نے بھی کہین سے کوئی حوالہ اپنے موافق نہین پیش کیا۔ لیکن تسپر بھی اگر آپکو ہوش نہ ہو اور ستیہ کا گرہن کرنیکی منو ہیم (وغیرہ) اصول کو صرف زبانی جمع خرچ تک محدود رکھنا چاہتے ہون تو آپکی مرضی۔

ناظرین! مین آریہ سماج کے جملہ اصحاب کو چیلنج کرتا ہون کہ شرتی (چار وید) سمرتی (منوسمرتی) اپنشد (دس مستند کتابین جنکو سوامی جی نے مانا ہے) یا درشن (ویدانت وغیرہ چھہ شاستر جنکو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے مستند مانا ہے) سے حسب ذیل عبارت کے مترادف

فقرے نکال کر دکھلاوین ۔

(۱) "پرمیشور ناممکن بات کو نہین کر سکتا" (۲) "علت کے بدون معلول (کارن بغیر کاریہ) کو
نہین پیدا کر سکتا" (۳) "جو قدرتی اصول ہین مثلاً آگ گرم پانی ٹھنڈا انکی طبعی صفت کو پرمیشور
بہی نہین پلٹ سکتا" (۴) "پرمیشور کے اصول سچے اور مکمل ہین اسلیے اُنمین تبدیلی نہین
کر سکتا" (۵) "سرب شکتی مان کے صرف اسقدر معنی ہین کہ پرمیشور کسی کی مدد بغیر اپنے سب
کام پورے کر سکتا ہے ۔

ان اوپر کے پانچ فقرون کے لیے **ایک ہزار روپیہ انعام** مقرر کیا جاتا ہے جس کا
مستحق وہ پنڈت ہوگا جو ان پانچون فقرون کے معنی کو تبلانیوالے سنسکرت منتر یا شلوک
وغیرہ صرف اوپر کی مستند گرنتھون مین سے نکال کر پیش کرے ایسی کوشش کرنیوالون کو
یاد رکہنا چاہیے کہ جو حوالہ جات وہ پیش کرینگے اُنکی کسی تفسیر وغیرہ سے کوئی تعلق نہ رکھ کر اگر صرف
اصل منتر یا شلوک کے الفاظ سے اوپر کی عبارت (جو کہ سوامی جی کے الفاظ مین ہے) نکل
اویگی تو صرف اوس حالت مین ہی وہ انعام کے مستحق سمجھے جائینگے ورنہ نہین اور جب
ایسی کوئی درخواست آجاویگی تو یہ رقم بینک مین جمع کر کے اُنکو مطلع کر دیا جاویگا تاکہ اُنکو
تسلی ہو جاوے اور اس بات کے فیصلے کے لیے کہ آیا انکے تلاش کیے ہوئے حوالہ جات کے الفاظ سے
وہ ہی معنی نکلتے ہین یا نہین وہ صاحبان انگریز عالمان سنسکرت پنچ مقرر کیے جاوینگے جنکو
دونون فریق باہم منظور کرینگے ۔

ناظرین ! ہمین نے گذشتہ سالون مین کئی آریہ اوپدیشکون سے یہ دریافت کیا کہ لفظ سرب
شکتی مان کے معنی و مطلب اور انکی تشریح جسطرح کی کہ سوامی دیانند نے کی ہے اسکی بنیاد
کسی مستند کتاب مین بھی ہے ؟ کہان ایسا لکھا ہے تو اس کا کچھہ جواب نہ ملا سوا اسکے کہ وہ عقلی
دلایل کی بھرمار کرنے لگے ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر ویدون کی یہ تعلیم ہوتی جو سوامی جی کے اوپر کی عبارت سے ظاہر ہو رہی ہے
تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ منو مہاراج نے یا دیگر رشی مہرشیون نے اپنی کتابون مین اسکا ذکر نہ کیا
ہو ؟ خیر اگر بالفرض حسب قول آریہ صاحبان ویدون مین اننت (بے شمار) علوم و

مضامین بھرے پڑے ہین اور سوکتون پر جن رشیون کے نام درج ہین (جنکو یوروپ کے سنسکرت
دان صاحبان ان منترون کے مصنف قرار دیتے ہین) اونہون نے جسقدر علوم کو سمجھہ
پایا وہ ظاہر کیا مگر ابھی بھی حسب قول آریہ صاحبان بے شمار علوم ایسے پڑے ہین جنکو آیندہ
کے عالم فاضل رشی لوگ ہی کوشش کرکے حاصل کرسکین گے چنانچہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج
نے یہ علم ویدون سے ایسا نیا حاصل کرکے ہم لوگون پر ظاہر کیا جس کا گذشتہ کسی
رشی مہرشی کو پتہ نہ تھا تو بیشک ہمین ان کا مشکور ہونا چاہیے لیکن سب سے پہلے ہمین یہ یقین تو
دلادیا جاوے کہ سوامی جی نے دراصل ویدون مین سے ہی اوپر کے گمراہ کرنیوالی تعلیم کو نکالا ہے
یا یہ انکے بج دماغ کی گڑھنت ہے۔

جہانتک میرا خیال ہے ویدون مین سوامی جی نے یہ بات ہرگز نہین پائی جسکے وجوہات
یہ ہین کہ اگر بالفرض قدیم زمانہ کے رشی مہرشیون کو یہ الہام نہ بھی ہوا ہوتا اور اس عجیب و غریب
تعلیم کا ملہم بنانیکے لیے پرمیشور نے سوامی دیانند ہی کو چن رکھا ہوتا، تاہم بھی کم از کم یہہ
تو ممکن نہ تھا کہ وہ رشی مہرشی لوگ اس بات کے خلاف تحریر کرجاتے۔ اجی۔ موافق نہ لکھتے
تو خلاف تو نہ فرماتے۔ لیکن وہان تو معاملہ ہی برعکس ہے۔ تمام اوپنشدین سوامی جی کی
اس تعلیم سے خلاف بھری پڑی ہین۔

مین ذیل مین چند حوالہ جات اوپنشدون وغیرہ سے نقل کرتا ہون جو سوامی جی کی اس تشریح کو
رد اور بالکل رد کردیتی ہین جو انہون نے سرب شکتی مان کو پرمت (محدود) شکتی مان بنانے
کی کوشش مین کی ہے کہ

اوپر کے پانچ نقرون مین سے اول یہ ہے وہ (۱) پرمیشور ناممکن بات کو نہین کرسکتا اب اسکی پڑتال کی جاتی ہے۔

न तद्भासयते सूर्यो न शशाङ्को न पावकः ॥ भ. गी. अ. १५ श्लो. ६ ॥

ارتھ: اُس (پرمیشور) کو سورج اپنی روشنی نہین پہونچا سکتا نہ چاند اور نہ آگ (پہونچا سکتی ہین)
اب کیا ناممکن سے ممکن اور ممکن سے ناممکن ہونے مین کچھہ شک باقی رہ گیا۔ اوپر کا قول گیتا
مین شری کرشن جی کا ہے جنکو آریہ صاحبان یوگیون کا سرتاج مانتے ہین چنانچہ وہ فرما رہے
ہین کہ اگرچہ سورج کا کام روشنی اور گرمی دینے کا ہے لیکن وہ تمام دنیادارون کو ہی اپنی روشنی

پہونچا سکتا ہے مگر پرمیشور کے دربار مین روشنی پہونچانیکی کوشش مین اُسکی طاقت زایل ہو جاتی ہے پس کیا سورج کا روشنی پہونچانا جو کہ ممکنات سے تھا پرمیشور کے دربار مین ناممکن نہین ہو گیا اسی طرح چاند اور آگ کی بھی ممکن طاقتین وہان ناممکن ہو جاتی ہین - آگے پھر کرشن جی فرماتے ہین

यदादित्य गतं तेजोजगत् भासयते ऽखिलम्।

यच्चन्द्रमसि यच्चाग्नौ तेजो विद्धि मामकम्॥ भ० गी० ०१५।१२"

جو روشنی سورج مین رہتی ہوئی تمام خلقت کو روشن کرتی ہے اور جو چاند یا آگ مین ہے وہ میری (پرمیشور کی) ہی ہے ایسا جانو -

اب بتلائے کہ جو روشنی سورج چاند وغیرہ کو پرمیشور نے دی ہے اُسے کیا وہ چاہے تو واپس نہین لے سکتا یہ تو نئی فلاسفی اور نئی ہی منطق سُنی جاتی ہے کہ کوئی مالک اپنے نوکر کی سپرداری کوئی شئے کر دیوے تو وہ اُس سے کبھی واپس ہی نہ لے سکے - واہ! پھر وہ مالک کاہے کا ؟ یہ کہو کہ وہ نوکر ہی خود مالک بن بیٹھا اور جب دنیاوی نوکر چاکر بھی ایسے گستاخ نہین ہوتے اور اگر ہون بھی تو اِن کی چل کب سکتی ہے تو بھلا کون عقلمند ہوگا جو یہ تسلیم کرنے کیلئے تیار ہو کہ سرب شکتی مان پرمیشور کے نوکر چاکر (یہ) سورج چاند وغیرہ ایسے بے سمجھ اور گستاخ ہونگے کہ وہ پرمیشور سے ہی مقابلہ کرنیکو مستعد ہو جاوین کہ جاؤ! تمہارا اختیار نہین کہ ہماری روشنی کو واپس لے سکو نہین دیانند نے سرٹیفکٹ دے دیا ہے کہ "وہ **اسلئے اُن مین تبدیلی نہین کر سکتا**" پس اوسی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۸ کو شہد لگا کر چاٹ کر د اب ہمین معلوم ہو گیا ہے کہ سرب شکتی مان کے وہ معنی مطلب نہین جو ہم سمجھا کرتے تھے اور اب ہم ہرگز دہوکا نہین کھائینگے - وغیرہ -

اتنا ہی نہین ناظرین! بلکہ سوامی جی نے تو اِن سورج چاند وغیرہ (پرمیشور کے نوکر دن) کو امانت مین خیانت کرنیکے لئے بھی سبق پڑھا دیا ہے کیونکہ اوپر کے شلوک سے جیسا کہ ظاہر ہے کہ سورج چاند وغیرہ کی روشنی پرمیشور کی امانت ہے جیسے اُسنے اِنکے سپرد کر رکھا ہے (جسطرح ہر ضلع مین گورنمنٹ نے حاکم خزانہ کی سپردگی مین اپنی تمام ملکی دولت دے رکھی ہے پس اگر کبھی وہ مالک پرمیشور اپنی ملکیت (روشنی) کو جو کہ سورج وغیرہ کے پاس امانت ہی واپس

لینا چاہے تو وہ اب فوراً انکار کر دیوین گے اور امانت مین خیانت کرتے ہوئے اُس سرب شکتی مان پرمیشور کو ٹکا سا جواب دے دیوین گے کہ آپ گھر کی راہ لیجئے۔ آپکا کام صرف یہ تھا کہ اپنی ملکیت ہمارے حوالہ کر دیوین بس اب ہم واپس نہین دیتے کیونکہ آریہ سماج کا مہرشی لکھ گیا ہی کہ آپکو سرب شکتی مان صرف برای نام کہا جاتا ہے دراصل آپکو کسی ممکن بات مین کچھ تبدیلی کرنے کا استحقاق حاصل ہی نہین ہے۔

ناظرین! یہ عجیب بات ہی کہ ایک مالک اپنی ملکیت کو اپنے نوکرون سے جب چاہے واپس ہی نہ لے سکے کیا ہم دیکھ نہین رہے ہین کہ لارڈ کرزن بہادر جیسے مُدبر اور لایق وایسرائے جنکو انگلینڈ کے حکام و شہنشاہ نے دوبارہ حکومت کرنیکا مستحق سمجھا اور پھر وایسرائے بنا کر ہندوستان کو بھیجا مگر کیا ایک ذرہ سی بات پر اُن کو نہایت مایوسی کے ساتھ اپنے عہدہ سے علیحدہ نہین ہونا پڑا؟ کیون؟ اسلئے کہ آخر وہ نوکر ہی تو تھے شہنشاہ کا ملک ہی اُس نے اُنکو جو طاقت دی تھی وہ جب مرضی ہوئی چھین لی (چاہے مجبور ہو کر استعفا ہی کیون نہ پیش کرنا پڑا ہو) اور ہم ویراگ (معرفت) کی نظر سے اس بات کو محسوس کر رہے ہین کہ جو شخص کل تینتیس۳۳ کروڑ بندگان خدا کا حاکم تھا وہ آج ایک گمنام معمولی انسان رہ جاتا ہے پھر جب محدود طاقت والے انسانون یعنی مالک و بادشاہون کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نوکرون سے جب چاہین اپنی امانت (ملک کی حکومت کے عہدہ وغیرہ) چھین لیوین تو کیا وہ پرمیشور کم از کم انسانون کی مانند بھی نہین ہو سکتا کہ جسطرح ہم اپنے نوکرون کو جب چاہین کان پکڑ کر باہر نکال دیوین اور اپنی ملکیت سے اُنکو بےدخل کر دیوین اسی طرح وہ بھی اپنے نوکر چاکر دن سورج چاند آگ وغیرہ کو جب تک چاہے اُن کامون مین مشغول رکھے اور جب چاہے ان سے وہ روشنی گرمی و حرارت وغیرہ ملکیت جو اُسنے انکی سپرد کی ہے واپس لے لیوے؟ نہین نہین وہ اس سے بھی زیادہ کر سکتا ہے کیونکہ اگر اسی قدر کر سکتا تب تو اُسکا درجہ ہمارے ہی برابر ہوتا کہ جسطرح ہم اپنی ملکیت کے پورے مالک ہین اسی طرح وہ بھی اپنی ملکیت کا پورا مالک ہے پھر ہم مین اور اُسمین فرق ہی کیا ہوا پس ہر ایک مذہب نے اُسے انسان سے یہی فوقیت دی ہے کہ ہم الپ شکتی مان (کم یا محدود طاقت والے) ہین مگر وہ سرب شکتی مان ہی چنانچہ وہ نہ صرف سورج چاند وغیرہ سے وہ روشنی و حرارت جو

انہین دے رکہی ہے واپس لے سکتا ہے بلکہ وہ ان سب کو ایک سکنڈ کے اندر نیست و نابود کر کے پھر پیدا کر سکتا ہے اتنا ہی نہین بلکہ ایسے ایسے چندی ہزار سورج اور چاند وغیرہ کو پل کے پل مین بنا اور بگاڑ سکتا ہے یعنی ہین سرب شکتی مان کے اور شاید کوئی آریہ صاحب یہ کہین کہ اوپر کے دونون شلوک بہگوت گیتا کے ہین جسکو آریہ سماج مستند نہین مانتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو دیانند کالج لاہور کے پروفیسر سنسکرت فلاسفی شریمان پنڈت آریہ منی صاحب نے اب گیتا کی آرین تفسیر شایع کر دی ہے اور صرف ایک شلوک کو ناجایز مانا ہے باقی سبکو صحیح مان لیا ہے لیکن پھر بھی کوئی آریہ صاحب نہ مانین تو اسی مطلب کے منتر ہین اوپنشد سے بھی آگے اسی مضمون مین درج کرونگا انکو دیکھ کر تسلی کر سکتے ہین۔

۲- دوسرا فقرہ اوپر کا یہ ہے کہ "پرمیشور علت کے بدون معلول کو نہین پیدا کر سکتا"
اسکی پوری بحث تو پیدایش عالم کے مضمون مین ملیگی لیکن مختصراً یہ کہ اگر پرمیشور ایسا نہین کر سکتا تو ہم مین اور اوسمین فرق ہی کیا رہ گیا۔ مٹی پانی چاک ڈورا وغیرہ ہونے پر تو ہمارے کمہار بھائی بھی نہ صرف گھڑا ہانڈی وغیرہ بنا لیتے ہین بلکہ ایسے ایسے خوبصورت انسانون اور جانورون کی بھی تصویرین گھڑ کر رکھ دیتے ہین کہ ہم اصل و نقل مین تمیز نہین کر سکتے اور اگر پرمیشور بھی ایسا ہی اور صرف اسیقدر کر سکتا ہے کہ جب اوسکے سامنے مٹی کی جگہہ پرجو آتما ہین۔ پانی کی جگہہ پر پرکرتی۔ اور ڈورا و چاک وغیرہ کے مانند زمانہ موجود ہون تو کمہار کی مٹی کو پانی مین گوندہ کر چاک پر رکھنے وغیرہ ترکیبون کی مانند صرف جوڑ توڑ ہی کیا کرتا ہے اسکے سوا اور کچھ کر ہی نہین سکتا تو ہم اوسے خدا کیونکر کہہ سکتے ہین۔

ہان ہماری طاقت سے کسیقدر زیادہ سمجھو۔ یا کم از کم یون سمجھ لو کہ وہ اس خلقت کی پیدایش کا محض ایک ترکیب دہندہ ہے۔ اور تب بلاشک وہ سرب شکتی مان نہ رہ جاویگا لیکن پھر سوامی جی پر یہ اعتراض ہوگا کہ وہ ایک محدود طاقت والے کو لامحدود طاقت والا ظاہر کر کے عوام کو مغالطہ مین ڈال رہے ہین اور یہ اسلیے کہ آریہ سماج کے دس نیم (اصول یا قواعد) جو کہ ہر ایک شخص کو اول ہی اول سمجھائے جاتے ہین انکو ایسے ڈہانچے مین ڈہالنا مقصود تھا

(اور ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۳ سطر ۱۹ جہان سوامی جی پیدایش عالم کی علتون مین پانچ اشیا مان رہے ہین)

کہ جو سرب پریہ ہو یعنی جوہر ایک انسان کے دل کو کشش کریسوی چنانچہ اپنی تو انہوں نے سرب شکتی مان لفظ پرمیشور کی صفتوں میں رکھ دیا کہ لوگ آریہ سماج میں داخل ہونے سے نہ ہچکیں اور بعدہ اپنے من گھڑت اصولوں کی پرمیشور کے سرب شکتی مان ماننے سے تردید ہوتی دیکھ کر گول مول تشریح کر کے کام چلانا چاہا مگر یہ کاٹھ کی ہانڈی کب تک رہ سکتی تھی غرضکہ آخر کار یہ پول بھی کھل گیا اور اب میں آریہ صاحبان کی خدمت میں نہایت عاجزی وانکساری سے عرض کرتا ہوں کہ یا تو وہ سوامی جی کی اس بات کو کسی وید شاستر وغیرہ کے حوالہ جات سے ثابت کریں ورنہ ستیارتھ پرکاش کے اندر سے اوپر کا فقرہ نکال ڈالیں۔ اب میں اپنشدوں کو دیکھنا شروع کرتا ہوں کہ کہیں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے خلاف تحریر تو موجود نہیں ہے۔

ناظرین! لیجئے میں خوشی سے آپکو مطلع کرتا ہوں کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے تسلیم کردہ دس اوپنشدوں کے مصنف صاحبان ہی انکے خلاف ہیں سنئے کہ وہ مہرشی صاحبان کیا فرما رہے ہیں۔ منڈک اوپنشد (جو نہایت ہی قدیم کتابوں میں سے ہے) اکا مصنف کیا کہہ رہا ہے۔

तदेतत सत्यं यथा सुदीप्तात पावकाद्विस्फुलिङ्गाः सहस्रशः प्रभवन्ते सरूपाः। तथाक्षराद्विविधाः सोम्य भावाः प्रजायन्ते तत्र चै-
-वापियन्ति ॥ मु॰ उ॰ मु॰ २ खं॰ १ मं॰ १॥

तत[1] एतत सत्यं[2] यथा[3] सुदीप्तात[4] पावकात[5] विस्फुलिङ्गाः[6] सहस्र-
-शः[7] प्रभवन्ते[9] सरूपाः[8]। तथा[10] अक्षरात[12] विविधाः[13] सोम्य[11]
भावाः[14] प्रजायन्ते[15] तत्र च एव[16] अपियन्ति[17] ॥

لفظی ترجمہ۔ (۱) پس یہ بات (۲) سچ ہے کہ (۳) جسطرح (۴) خوب سلگائی ہوئی (۵) آگ سے (۶) ہزاروں (۷) ہم شکل (۸) چنگاریاں (۹) پیدا ہوتی ہیں (۱۰) اوسی طرح (۱۱) اے پیارے لڑکے (۱۲) اکشر یعنی نہ فنا ہونے والے (پرمیشور) سے (۱۳) مختلف قسم کی (۱۴) اشیاء (یا وجود والی) (۱۵) پیدا ہو جاتی ہیں (۱۶) اور پھر بھی اسی میں (۱۷) واپس چلی جاتی ہیں۔

ناظرین! کیا اوپر کے الفاظ سے بھی اور صاف گوئی کچھہ ہوسکتی ہے۔ مہرشی مصنف منڈک اوپنشد کیسی عمدہ تمثیل بھی دیکر سمجھا رہے ہین کہ جسطرح آگ کے ذخیرہ سے چنگاریان نکلا کرتی ہین اور پھر وہ جسقدر طاقت اوس ذخیرہ سے لیکر گئی ہوتی ہین اُس طاقت کے صرف ہوجانی پر وہ بجھ جاتی ہین یعنی اُسمین واپس چلی جاتی ہین اسیطرح اُس پرمیشور سرب شکتی مان۔ (ذخیرہ آگ کی مانند) سے بھی یہ تمام غیر ذی روح وذی روح غرضکہ ہر طرح کی خلقت (چنگاریون کی مانند) پیدا ہوگئی ہے جنکو جسقدر طاقت ملگئی ہے وہ اُسیقدر اپنا جلوہ دنیا مین دکھلا رہے ہین لیکن جب وہ طاقت زائل ہوجاتی ہے تو پھر چنگاریکے بجھ جانے کی مانند وہ ہوجاتے ہین وہی مثال لارڈ کرزن کی موزون ہوتی ہے کہ انمین جو طاقت بھر دیگئی تھی وہ جب تک بالکل خرچ نہ ہوگئی تب تک کسی مین یہ ہمت نہ تھی کہ انکو حکومت سے علٰحدہ کرسکتا یہانتک کہ پانچ سال کا زمانہ بھی گذر گیا اور خلاف قواعد گورنمنٹ خاص کر دوبارہ حکومت کرنیکو انہیں روانہ کرنیکے لئے وزراء سلطنت کو مجبور ہونا پڑا مگر جب وہ طاقت زائل ہوگئی تو اب کوئی بات ہی نہین پوچھتا لیکن ناظرین! کیا آپ سمجھتے ہین کہ آریہ سماج کے پنڈت صاحبان اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑکر اب اپنے نہایت قدیم بزرگون نہیں نہیں بلکہ رشی اور مہرشیون کے قول مذکورہ بالا کو تسلیم کرتے ہوئے اُس قادر مطلق پاک پروردگار برہم پرمیشور کو سرب شکتی مان (اس لفظ کے معنی کا پورا لحاظ رکھکر) یقین کرتے ہوئے اپنی اس گمراہی اور پاپ کیلئے اُسکی دربار مین صدق دلی سے سر تسلیم خم کرینگے؟ نہیں ناظرین ہرگز نہیں۔ مجھے تو ایسی اُمید نہین ہے بلکہ وہ اور کوئی بات بنتی نہ دیکھکر یہ فکر کرنے لگینگے کہ لفظ اکشر سندھی کے اندر سے ایک بکری کی ٹانگ پکڑکر دسر گھسیٹین* چنانچہ وہ کہین گے کہ اکشر لفظ سے ہم پرکرتی (علت اولی) کا ارتھ لیتے ہین مگر انسے آپ کہئے کہ بھائی! یہ کوئی زبردستی تو نہین ہے کہ تم جو چاہو من مانا ارتھ لے لوگے۔ جبکہ صریحاً اکشر لفظ کے لفظی معنی نہ فنا ہونیوالا ہوتے ہین تو تم اس لفظ کے اندر سے پرکرتی کو کیسے گھسیٹ لائے۔ اور اگر وہ یہ فرمادین کہ ہم پرکرتی کو بھی تو نہ فنا ہونیولی مانتے ہین تو آپ انکو اوہی اوپنشد کا حسب ذیل حوالہ سنا دیجئے جو اس اوپر والے منتر سے پہلا

* (دیکھو مضمون پیدایش عالم)

ہے۔ اور اسمین بھی لفظ اکشر آیا ہوا ہے پس اب آریہ پنڈت مہاراج بتلادین کہ لفظ اکشر سے وہ اب کیا معنی لینے کو تیار ہونگے۔ وہو ہذا۔

तस्मै स विद्वानुपसंनाय सम्यक् प्रशान्त चित्ताय शमान्वि-
-ताय येनाक्षरम् पुरुषं वेद सत्यं प्रोवाच तां तत्वतो ब्रह्म वि-
-द्याम् ॥ मुं० १।२।१३ ॥

तस्मै[3] सः[5] विद्वान्[6] उपसंनाय[4] सम्यक् प्रशान्त चित्ताय शमान्वितताय[2] येन[11] अक्षरम्[13] पुरुषं[14] वेद[15] सत्यं[12] प्रोवाच[10] तां[8] तत्वतः[9] ब्रह्म विद्याम् ॥

اب اسکا لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

نوٹ یہان ذکر یہ ہے کہ جو انسان علم الٰہی کا شایق ہو تو اوسے لازم ہے کہ کسی عالم باعمل کی خدمت مین حاضر ہو کر اُس سے علم الٰہی اودیدیش کرنیکی التجا کرے۔ آگے مہرشی اس منتر مین یہ فرماتے ہین کہ جب ایسا جگیاسو (شایق علم الٰہی) عالم باعمل کے پاس پہونچے تو اُس عالم باعمل کو کیا کرنا لازم ہے:۔

ارتھ:۔ (۱) جسکا چت (قوت حافظہ) متفکر نہ ہونیکے باعث (ہمہ تن متوجہ) ہے (۲) اور جو سادہ مزاج ہے (۳) ایسے (۴) مستحق کے آنے پر اوسے (۵) وہ (۶) بدوان (عالم باعمل) (۷) اُس (۸) برہم بدیا (علم الٰہی) کا (۹) ٹھیک طور پر (یعنی جیسا کچھ وہ خود جانتا ہے ویسا ہی) (۱۰) اوپدیش کرے (۱۱) جس سے (۱۲) ستیہ (ہمیشہ یکسان رہنے والے) (۱۳) **اکشر (نہ فنا ہونیوالے)** (۱۴) **پُرش** (برہم) کو (۱۵) جانا جاسکتا ہے۔

ناظرین! **اکشر** کے ساتھ لفظ **پرش** آنے سے اور آخر الذکر کے موصوف ہونیکے باعث وہ چال تو آریونکی بالکل کافور ہو جاتی ہے کہ لفظ اکشر سے پرکرتی لے دوڑین۔ ہان وہ شاید اُس پرش لفظ سے ہی پرکرتی ثابت کرنا چاہتے لیکن مجبور اسلیے ہین کہ یہ لفظ مذکر ہے اور لفظ پرکرتی مونث ہے۔

اسلیئے سوامی جی کی یہ بات کہ علت کے بغیر معلول کو پرتیو نہین بتاتا اوپنشدون سے بالکل

رد ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اوپنشدون مین ایسے بیسون منتر موجود ہین لیکن بوجہ طوالت مین صرف اوپر کے ایک منتر پر ہی قناعت کرتا ہون۔

نمبر ۳۔ آگے تیسرا فقرہ سوامی جی کا یہ ہے کہ "جو قدرتی اصول ہین مثلاً آگ گرم پانی ٹھنڈا ان کی طبعی صفت کو پرمیشور بھی نہین پلٹ سکتا"۔ اب اس پر وچار کیا جاتا ہے۔

اس بات کا بھی سوامی جی نے کوئی ثبوت کسی شاستر سے نہین بتلایا کہ ایسا کہین لکھا بھی ہے یا نہین۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے کہ ممبران آریہ سماج ایسے معترض کو محض یہ کہہ کر ٹال جاینگے کہ یہ تو پانچ سال کا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے اس مین شاستر وغیرہ کی کیا ضرورت ہے کیا تم کو اسقدر بھی عقل نہین ہے اور صریحاً دیکھتے نہین ہو کہ آگ کسی حالت مین سرد نہین ہو سکتی اور اگر تمکو یقین نہین ہوتا اور اپنی بات پر بہت ضد ہے تو چلو تمھارا ہاتھ آگ مین ڈالتے ہین دیکھین تمھارا پرمیشور کیسے اسے جلنے سے روک سکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن باوجود ان تمام فضول حجتون کی ہمین ہرگز بھی تسلی نہین ہو سکتی جب تک کہ سوامی جی یا اُن کے چیلے صاحبان اپنی بات کی تائید خود اپنی تسلیم کردہ کتابون مین سے نکال کر نہ پیش کرین اتنا ہی نہین بلکہ ہم ذیل مین سوامی جی کی اس رائے کے خلاف چند حوالہ جات اُن کے تسلیم کردہ کتابون سے نقل کرتا ہون ان کی تردید کافی طور پر نہ کر دین۔

واضح ہو کہ کسی منتر کے معنی کھینچ تان کر کے کام چلا لینا معقول پسند لوگون کا کام نہین ہے بلکہ الفاظ کے جو لفظی معنی نکل سکتے ہون اُن کو ہی قایم رکھ کر جو مطلب منترون سے نکلتا ہو وہ ہی ماننا لازم ہے۔

ناظرین! آریہ سماج کا مہرشی تو یہ فرماتا ہے کہ آگ پانی وغیرہ کی قدرتی خاصیت کو پرمیشور بھی نہین پلٹ سکتا لیکن اس مہرشی کے بھی بڑے بوڑھے بزرگ صاحب جو کچھ فرما گئے ہین وہ ملاحظہ کیجیے۔

تلوکار یا کین اوپنشد سوامی جی کی تسلیم کردہ دس اوپنشدون مین سے نمبر ۲ پر ہے یعنی اسکے معتبر ہونے مین کسی آریہ سماجی کو ذرہ بھی کلام نہین ہو سکتا۔ ذیل مین اس اوپنشد کا تیسرے کھنڈ (باب) سے اول دس منترون کو نقل کیا جاتا ہے جس سے

سوامی جیکی اس گمراہ کرنیوالی تعلیم کی خوب قلعی کھل جائیگی - وہو ہذا۔

ब्रह्म ह देवेभ्यो विजिग्ये तस्य ह ब्रह्मणो विजये देवा-
अमहीयन्त त ऐक्षन्तास्माकमेवायं विजयोऽस्माकमेवायं महिम-
-मेति ॥ १ ॥ ब्रह्म ह देवेभ्यः विजिग्ये तस्य ह ब्रह्मणः विजये
देवाः अमहीयन्त ते ऐक्षन्त अस्माकं एव अयं विजयः अस्माकं महिमा

ارتھ۔ (۱) برہم نے (۲) یقیناً دیوتاؤں سے (۳) فتح حاصل کرلی (۵) پس اس (۶) برہم
کے (۷) فتح کی (۸) دیوتاؤں نے (۹) حقارت کی (۱۰) اور اُن (دیوتاؤں) نے (۱۱)
مشہور کردیا کہ (۱۲) یہ (۱۳) فتح (۱۴) ہماری ہی ہے (۱۵-۱۶) اور یہ مہما (بزرگی یا فضیلت)
(۱۷) بھی ہماری ہی ہے۔

तद्धैषां विजज्ञौ तेभ्यो ह प्रादुर्बभूव । तन्न व्यजानन्त कि-
-मिदं यक्षमिति ॥ २ ॥

तत् ह एषां विजज्ञौ तेभ्यो ह प्रादुर्बभूव । तत् न व्य-
जानन्त किं इदं यक्षम् इति ॥

ارتھ:۔ (۱) وہ (برہم) (۲) ان (دیوتاؤں) کو (۳) سمجھانے (یعنی گوشمالی کرنے) کے لئے
(۴) اِن کے درمیان (۵) یقیناً موجود ہوگیا (۶) پس اُس کو (۷) کسی نے نہ جان پایا (۸) کہ یہ
(۹) یکش (عجیب و غریب شکل والا) (۱۰) کیا ہے (۱۱) فقط۔

نوٹ مطلب یہ ہے کہ اُن دیوتاؤں کے درمیان نراکار (بلا جسم) پرمیشور نے اپنے
سرب شکتی مان پن (قادر مطلق کے ظہور) سے ایک ایسی عجیب و غریب کوئی صورت پیدا کردی
کہ جسکو دیکھکر وہ سب دیوتا صاحبان حیران و پریشان رہ گئے - سناتنی ہندو صاحبان اس سے
اپنا اوتار ثابت کرنا چاہتے ہیں جنکی پول تو آریہ سماج نے خوب کھول دی ہے کہ دراصل اوتار
کے لئے یہاں کوئی لفظ موجود نہیں ہے البتہ اس منتر یا اس تمام کھنڈ سے پرمیشور کا سرب شکتی مان
ہونا بلا شک ثابت ہو رہا ہے چنانچہ اب معقول پسند آریوں کو بھی اپنی غلطی تسلیم کرنی
پڑے گی۔

तेऽग्निमब्रुवन् जातवेद एतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति त-
-थेति ॥ ३॥ ते अग्निम् अब्रुवन् जातवेद एतत् विजा-
-नीहि किम् एतत् यक्षम् इति तथा इति ॥

ارتھ:- (۱) اُن دیوتاؤں نے (۲) آگ کو (۳) کہا (۴) کہ اے جات ویدیعنی روشنی دینے والی (۵) (تو) اسکو (۶) پہچان کہ (۷) یہ (۸) یکش (۹) کیا (بلا) ہے (۱۰) فقط (۱۱) اُسنے جواب دیا کہ بہت اچھا (۱۲) فقط۔

तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत् कोऽसीत्यग्निर्वा अहमस्मीत्यब्र-
वीज्जातवेदा वा अहमस्मीति ॥ ४॥

तत् अभ्यद्रवत् तम् अभ्यवदत् कः असि इति अग्निः वै अहम् अस्मि इति अब्रवीत् जातवेदाः वै अस्मि इति

ارتھ:- (۱) وہ (۲) آگ (۲) اُس یکش کے (۳) پاس گئی (۴) تو اس نے دریافت کیا (۶-۵) کہ تو کون ہے ۹. (۷) پس آگ نے جواب دیا کہ (۸) میں (۹) یقیناً آگ (۱۰) ہوں (۱۱) اور یقیناً (۱۲) میں (۱۳) جات ویدیعنی روشنی دینے کی طاقت والی (۱۴) ہوں (۱۵) فقط۔

तस्मिंस्त्वयि किं वीर्यमित्यपीदं सर्वं दहेयं यदिदं पृथिव्या-
-मिति ॥ ५॥ तस्मिन् त्वयि किं वीर्यम् इति अपि इदं सर्वं द-
-हेयं यत् इदं पृथिव्याम् इति ॥

(۲) (۱) اُس یکش نے کہا کہ (ایسا جو تو ہے) پس تجھ میں (۳) کیا (۴) طاقت ہے (۵) یہ تبلا پس اگنی نے جواب دیا کہ (۸-۷-۶) ان سب کو بھی (۱۱-۱۰-۹) جو اس زمین میں ہے (۱۲) جلا کر خاک کر سکتی ہوں (۱۳) فقط۔

तस्मै तृणं निदधावेतद्दहेति तदुपप्रेयाय सर्वजवेन तन्न श-
-शाक दग्धुं स तत एव निववृते नैतदशकं विज्ञातुं
यदेतद्यक्षमिति ॥ ६॥

तस्मै तृणं निदधौ एतत् दह: इति तत् उपप्रेयाय सर्वज-
-वेन तत् न शशाक दग्धुं सः ततः एव निववृते न ए-
-तत् अशकं विज्ञातुं यत् एतत् यक्षम् इति ॥

ارتھ:۔ (۱) اُس یکش نے (۲) اُس کے لیئے (۳) ایک تنکا (۴) ڈال دیا اور کہا کہ تو اُسکو (۵)
جلاکر خاک کردے (۶) پس (۷) وہ آگ اپنی ساری طاقتوں کے ساتھ (۸)
کوشش کرکے تھک گئی (۹) لیکن اُس تنکے کو (۱۰-۱۱-۱۲) جلاکر خاک
نہ کر سکی (۱۳) پس وہ آگ (۱۴) اُس سے (۱۵) علیحدہ ہوگئی (۱۶) اور اپنی رپورٹ
دیوتاؤں کو دے دی کہ اسکو (۱۷-۱۸-۱۹) میں نہیں پہچان سکتی (۲۰) کہ (۲۱) یہ (۲۲) یکش
کیا بلا ہے (۲۳) فقط۔

अथ वायुमब्रुवन् वायवेतद्विजानीहि किमेतद्यक्षमिति तथेति ॥ ७ ॥

अथ वायुम् अब्रुवन् वायो एतत् विजानीहि किम्
एतत् यक्षम् इति तथा इति ॥

ارتھ:۔ (۱) بعد اسکے (۲) اِن دیوتاؤں نے (۳) ہوا سے (۴) کہا کہ اے ہوا! (۵) تو
اُسکو (۶) پہچان (۷) کہ یہ (۸) یکش (۹) کیا بلا ہے (۱۰) پس اُس نے کہا کہ بہت اچھا
فقط

तदभ्यद्रवत्तमभ्यवदत्कोऽसीति वायुर्वा अहमस्मीत्यब्रवीन्मा-
-तरिश्वा वा अहमस्मीति ॥ ८ ॥

तत् अभ्यद्रवत् तम् अभ्यवदत् कः असि इति वायुः वै
अहम् अस्मि इति अब्रवीत् मातरिश्वा वै अहम् अस्मि इति

ارتھ:۔ (۱) وہ ہوا (۲) اُس یکش کے پاس گئی (۳) پس اُس یکش نے اُس سے
(۴) دریافت کیا (۵-۶) کہ تو کون ہے (۷) پس اُس نے جواب دیا کہ (۸) میں (۹)
یقیناً ہوا (۱۰) ہوں (۱۱) اور میں (۱۲) ماترشوا یعنی تمام اکاش (خلا) کو بھر دینے کی طاقت
والی (۱۳) بھی ہوں (۱۴) فقط۔

तस्मिंस्त्वयि किं वीर्य्यमित्यपीदं सर्वमाददीयम् यदिदं पृ-थिव्यामिति ॥ ९ ॥

तस्मिन् त्वयि किं वीर्य्यम् इति अपि इदं सर्वम् आददी-यम् यत् इदं पृथिव्याम् इति ॥

(۲-۱) (اوس یکش نے کہا کہ) ایسا جو تو ہے پس تجھ مین (۳) کیا (۴) طاقت ہے (یہ بتلا) (۷-۶-۵)
(پس اُس نے جواب دیا کہ) اس سب کو بھی (۸) جو کہ (۹) یہ (۱۰) زمین پر ہے (۱۱) اوڑا لیجا سکتی
ہون (۱۲) فقط۔

तस्मै तृणं निदधावेतदादत्स्वेति तदुपप्रेयाय सर्वजवेन तन्न श-शाकादातुं स तत एव निववृते नैतदशकं विज्ञातुं यदे-तद्यक्षमिति ॥ १० ॥

तस्मै तृणं निदधौ एतत् आदत्स्व इति तत् उपप्रेयाय सर्व-जवेन तत् न शशाक आदातुं सः ततः एव निववृते न ए-तत् अशकं विज्ञातुं यत् एतत् यक्षम् इति ॥

ارتھ:- (۱) اُس یکش نے اُس (ہوا) کے لئے (۲) ایک تنکا (۳) ڈال دیا (اور کہا کہ) (۴)
اسکو (۵) اوڑا لیجا (۶) پس وہ (ہوا) (۷) اپنی ساری طاقتون کے ساتھ (۸) کوشش
کر کے (تھک گئی) (۹) لیکن اُس (تنکے) کو (۱۲-۱۱-۱۰) اوڑا نہ لیجا سکی (۱۳)
پس وہ (ہوا) (۱۴) اُس سے (۱۵) علحدہ ہو گئی (۱۶) (اور اپنی رپورٹ دیوتاؤن کو دے دی کہ)
اسکو (۱۹-۱۸-۱۷) مین نہین پہچان سکتی (۲۰) کہ (۲۱) یہ (۲۲) یکش (کیا بلا) ہے (۲۳) فقط۔

ناظرین! اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ آگ اپنی تمام طاقتون کو صرف کر کے بھی پرمیشور کے خلاف مرضی ایک ادنی تنکے کو بھی نہ جلا سکی اور نہ ہوا اوڑا سکی پس کیا سوامی جی کی یہ بات رد نہین ہو گئی کہ پرمیشور آگ وغیرہ کی قدرتی تاثیرون کو نہین تبدیل کر سکتا۔ اجی تبدیل کرنا کیسا وہ پربرہم پرمیشور جو کہ سرب شکتی مان (قادر مطلق) ہے ان کے پرزے پرزے اوڑا سکتا اور اوڑاتا ہی ہے۔ بھلا ان بیچارون کی ہستی ہی کیا ہے۔

اب شاید آریہ صاحبان یہ اعتراض کرینگے کہ ہم اس بات کو نہین مانتے کہ آگ اور ہوا نے گفتگو کی ہو جیساکہ اوپر کے منترون مین ذکر آیا ہے بھلا کہین بے جان اشیا بھی بولا کرتی ہین اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ اپنے مہرشی کی ہی تصنیف کردہ سنسکار بدھی کے اوراق اولٹین اور دیکھین کہین حجام کے اُسترے کو مخاطب کیا جارہا ہے اور کہین شہد کو مخاطب کرکے اسکی تعریف کے پل باندھے جارہے ہین بعدہٗ آریہ سماج کی ڈوبتی نیا کو بچانیوالے شریمان پنڈت تلسی رام صاحب سوامی مصنف سام وید بھاشیہ کی تفسیر سام وید مین ملاحظہ کرین جہان وہ اس بات کا ہمیشہ کیلئے فیصلہ کیئے دیتے ہین کہ ویدون اور ویدک زمانہ کی کتابوں میں ایسی عبارتین عام طور پر ملتی ہیں بلا لحاظ اسکے کہ مخاطب جاندار ہے یا بے جان اسکے علاوہ یہ بات ہے کہ چاہے اوپر کے منترون کا ہیر پھیر کرکے کیسا ہی ارتھ کرلیویں لیکن اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ اوپنشد کے مصنف کی منشا صاف طور پر یہ ظاہر کرنیکی ہے کہ دنیاوی تمام اشیا آگ پانی ہوا وغیرہ مین جو طاقت پرمیشور نے امانت رکھ دی ہے وہ جب چاہے واپس لے کر ان کو اُن سے بے دخل کرسکتا ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ آگ پانی وغیرہ کی قدرتی تاثیرون کو تبدیل کرسکتا ہے۔

اب اتنے پر بھی جو آریہ صاحبان نہ مانیں تو سوا ہٹ دھرمی و تعصب کے اور کیا سمجھا جاسکتا ہے پس انکو لازم ہے کہ یا تو خود قایل ہوں یا معقول دلایل وغیرہ سے اوپر کی باتوں کو رد کریں جن میں سب سے پہلے یہ بات ہوگی کہ وہ اس تلوکار کین اوپنشد سے بالکل صاف انکار کر جاویں اور بالفرض وہ ایسا کرنیکے لئے تیار بھی ہوں تو سب سے پہلے انہیں ستیارتھ پرکاش اور رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا کے اس فقرہ پر ہڑتال لگانا چاہیئے جس میں منجملہ دس اوپنشدون کے اس تلوکار کین اوپنشد کو عزت کے ساتھ مستند کتابوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(نمبر ۴) اب چوتھا فقرہ یہ ہے کہ پرمیشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں اسلئے اُن میں تبدیلی نہیں کرسکتا اسکی جانچ پڑتال شروع کیجاتی ہے۔

اس فقرہ کے دو حصے ہیں اول یہ کہ پرمیشور کے اصول سچے اور ممکن ہیں دوم یہ کہ اسلیئے

ان میں تبدیلی نہیں کرسکتا پس واضح ہو کہ اول بات سے تو کسی مذہب کو سوا منکر خدا کے انکار نہیں ہے سب ہندو مسلمان اور عیسائی اس بات کو بلا پس و پیش مان لیوینگے کہ پرمیشور کے اصول سچے اور مکمل ہیں اور جو دوسرا فقرہ ہے کہ اسلئے ان میں تبدیلی نہیں کرسکتا اسکی تردید اوپر نمبر ۳۰ میں شاستری حوالہ جات سے ہو چکی ہے پس اگرچہ اس زمرہ میں کسی قسم کی چھان بین کی ضرورت نہیں رہگئی لیکن تاہم بھی ناظرین کی واقفیت کیلئے میں اوپنشدوں کے چند اُن حوالہ جات کو ذیل میں پیش کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہوگا کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے بزرگوں اور نہایت معزز رشی مہرشیوں نے اس تعلیم کے خلاف پرمیشور پربرہم پرماتما کی نسبتی کچھ مہما (فضیلت و بزرگی) کے راگ گائے ہیں:-

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वाग्गच्छति नो मनो न विद्मो न विजानी-मो यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो अविदितादधि। इति शु-श्रुम पूर्वेषां ये नस्तद्व्याचचक्षिरे॥ केन उ० खं० १ मं० ३॥

न तत्र चक्षुः गच्छति न वाक् गच्छति न मनः न विद्मः न विजानीमः यथा एतत् अनुशिष्यात् अन्यत् एव तत् विदितात् अथः अविदितात् अधि इति शुश्रुम पूर्वेषां ये नः तत् व्याचचक्षिरे॥

ارتھ:- (۱) وہاں (یعنی پرمیشور تک) (۲) آنکھیں (۳) نہیں (۴) پہونچ سکتیں (۵) آواز (۶) نہیں (۷) پہونچ سکتی (۹-۸) مین (غور و خوض کی طاقت والا یعنی دل و دماغ) نہیں پہونچ سکتا (۱۱-۱۰) ہم اوسکو نہیں جانتے (۱۳-۱۲) اور نہ جان سکتے ہیں (یعنی جب خود نہیں جانتے تو دوسرون کو کیونکر بتا سکتے ہیں) (۱۴) کہ کسطرح (۱۵) اُسکے بارہ میں (۱۶) اوپدیش کریں (یعنی ہم یہ نہیں جانتے کہ اوسکا صحیح صحیح حال دوسروں کو کن لفظوں میں بتلاویں) (۱۷) کیونکہ وہ (پرمیشور) (۱۸) ظاہر اشیاء سے (۲۰-۱۹) یقیناً علیحدہ ہے (۲۱) اور (۲۲) باطن (جو ظاہر نہیں ہیں) سے بھی (۲۳) علیحدہ ہے (۲۴) اس بات کو (۲۵) اُن پہلے بزرگوں سے (۲۶) ہمنے سنا ہے (۲۷) جو لوگ (۲۸) ہمیں (۲۹) اُس (پرمیشور پربرہم) بارہ میں (۳۰) اوپدیش کرتے ہیں۔

ناظرین! اوپنشد تو کہتا ہے کہ لا محدود طاقت کل قادر مطلق خالق پروردگار سرب شکتی مان

پرمیشور کے بارہ میں کوئی انسان رشی مہرشی دیوتا وغیرہ مطلقاً نہیں جان سکتے کہ اوسکی کیا مہما ہے اور اسکی وجہ بھی وہ صاف اور سیدھے سادھے الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں کہ جسکو آنکھ نہیں دیکھ سکتی کان جسکے آواز نہیں سن سکتے ناک جسکی بو نہیں سونگھ سکتی زبان جسکا ذائقہ نہیں معلوم کرسکتی یا وہ اپنی آواز جسکے پاس تک نہیں پہونچا سکتی (اس سے یہ نہ کوئی سمجھ لیوے کہ پھر پرمیشور ہماری دعا کو وغیرہ کیونکر سُن سکیگا نہیں بلکہ وہ دل کے اندر ہی موجود ہے اواز زبان پر نہیں پہونچتی کہ وہ جان لیتا ہے کہ ہم کیا بولنے والے ہیں پس اسکا مطلب یہ ہے کہ قوت گویائی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ بہت زور سے چلاکر اُسکے نزدیک تک پہونچ جاوے کیونکہ آواز زیادہ سے زیادہ جسقدر فاصلہ تک جاسکتی ہے وہان سے ہزارہا اور لاکھوں کروڑن کوس آگے پرمیشور ہے) یہاں تک کہ دل و دماغ جسکے بارہ میں غور خوص کرنے میں بھی قاصر ہیں اسکی مہما کو کیسے بتلایا جاسکے کہ اسقدر ہے یا یہ ہی ہے وغیرہ۔ لیکن آپکو خوشی منانا چاہئے کہ اُس پرمیشور کا ٹھیک پتہ اب آپ کو معلوم ہونیکا آسان نسخہ ہاتھ لگ گیا ہے پس آپ سیدھے آریہ سماج میں چلے جائیے ممبروں کے رجسٹر میں نام درج کرالیجئے اور دیانند پر ایمان لائے پس آپکو یقین ہوجائیگا کہ اوپنشدوں کے مصنف صاحبان جاہل تھے اُنکو پرمیشور کی حقیقت کا خاک بھی پتہ نہ تھا جب ہی تو وہ اپنی کمزوری کا خود اپنے منہ سے اوپر کے منتر میں اقرار کررہے ہیں اور ٹھیک پرمیشور کی حقیقت تو ایک مہرشی نے اپنی یوگ وغیرہ کے ذریعہ خود پرمیشور کا ساکشات کار (ظہور دل کے اندر) کرکے معلوم کرلیا ہے اور ہم لوگوں کے فائدہ کے لئے اپنی تصنیف کردہ ستیارتھ پرکاش میں لکھ گیا ہے چنانچہ منجملہ اور باتوں کے اُسنے یہ بتلادیا ہی کہ پرمیشور سے مراد اوس عجیب و غریب وجود سے ہی جو اگرچہ کسی بات میں تل بھر بھی رد و بدل تو نہیں کرسکتا لیکن نام اوسکا وہی سرب شکتی مان چلا جاتا ہے جو کسی پرانے زمانہ کی دقیانوسی بے سمجھ جاہلوں نے رکھ دیا تھا۔

واہ! جسطرح اندھے کا نام کوئی نہین سکھ رکھ دیوے یہی حال سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے پرمیشور کے ساتھ کیا ہے۔

ناظرین! آپ غور کرسکتے ہیں کہ جس پرمیشور کی چھان بین اور عبادت میں زندگی کی زندگی صرف کردینے والے مہرشی صاحبان اپنے مصنفہ اوپنشدون میں غرور کو ترک کرکے یہ فرمارہے ہیں کہ ہم

کن الفاظ میں اوسکی مہما (فضیلت) کو بیان کریں کیونکہ وہ تو ظاہر اشیار سے بھی علحدہ ہے۔ وغیرہ
اُس اتھاہ سمندر کی تھاہ اب سوامی دیانند مہاراج کو مل گئی اور وہ بڑے پُرزور الفاظ میں ایک
ہی مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ (ساتویں اور آٹھویں سملاس میں بھی) یہ فرما رہے ہیں کہ وہ پرمیشور دنیا کی
اشیار (آگ پانی وغیرہ) کی خاصیتوں کو تبدیل نہیں کرسکتا اور ممکن کو ناممکن نہیں کرسکتا۔ وغیرہ۔
اور بھی دیکھیے اوپنشد کیا کہتا ہے۔

भीषाऽस्माद्वातः पवते । भीषोदेति सूर्यः । भीषाऽस्मादग्नि-
श्चेन्द्रश्च । मृत्युर्धावति पञ्चमः " इति " तै० ब्र० व० ८
भीषा[1] अस्मात्[2] वातः[3] पवते[4] । भीषा[5] उदेति[7] सूर्यः[6] । भीषा[9] अस्मा-
-त्[8] अग्निः[10] च इन्द्रः[11] च[12] मृत्युः[14] धावति[15] पञ्चमः[13] इति "

ارتھ:۔ (۱) اوس (پرمیشور) کے (۲) خوف سے (۳) ہوا (۴) چلتی ہے (۵) اُسکے خوف سے
(۶) سورج (۷) طلوع ہوتا ہے (۸) اُس کے (۹) خوف سے (۱۰) آگ و (۱۱) اندر (بجلی) (۱۲)
بھی (اپنا اپنا کام کرتے ہیں) (۱۳) اور پانچویں (۱۴) موت (۱۵) بھی اُس کے خوف سے (اپنے کام میں)
مشغول ہوتی ہے۔

ناظرین! یہ شرتی اوپنشد کا قول ہی اب آپ آریہ صاحبان سے دریافت کیجیے کہ کیوں بھائی
جسکے خوف سے یہ سب سورج وغیرہ طلوع ہونے وغیرہ کاموں کو کر رہے ہیں وہ کیا اُنکو ان کاموں سے
روک نہیں سکتا؟ اس منتر سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اُس پرمیشور کا خوف نہ ہوتا تو ان سورج وغیرہ کو
کیا پڑی تھی کہ وہ اسقدر جان فشانی اُٹھاتے کہ صبح سے شام تک ایک طرف و شام سے صبح تک دوسری طرف کی
پیمایش کرنے میں مصروف رہا کرتے واہ! یوں کہو کہ یہ تو بیگار بھوگ رہے ہیں اور وہ تو ہزار دل سے آریہ صاحبان
وانکے مہرشی کے مشکور ہونگے کہ انکو کسقدر آزادی کا موقع دلا دیویں۔

ناظرین! کیا جسکے خوف سے آگ گرم ہو رہی ہے اُسکے خوف اور اسکے ہی حکم سے سرد نہیں
ہو سکتی۔ اچھا اور بھی دیکھیے۔

न तत्र सूर्यो भाति न चन्द्रतारकं नेमा विद्युतो भान्ति कु-
-तोऽयमग्निः । तमेव भान्तमनुभाति सर्वं तस्य भासा. -

सर्वमिदं विभाति ॥ मु० ३।२।१०॥ न तत्र सूर्य्यः भाति न च-
-न्द्र तारकं न इमाः विद्युतः भान्ति कुतः अयं अग्निः तं एव भां*

ارتھ:۔(۱) وہاں (پرمیشور کے نزدیک) (۲) سورج (۳-۴) نہیں چمک سکتا (۵) چاند اور تارے (۶) نہیں (چمک سکتے) (۷) اور یہ (۸) بجلی (۹) نہیں (۱۰) اگر سکتی (۱۱-۱۲-۱۳) تو پھر اس معمولی آگ کا بھلا کیونکر (وہاں گزر ہو سکتا) (۱۴-۱۵) (کیونکہ یقیناً اوس ہی (پرمیشور) کے (۱۶) روشن ہونیکے باعث (۱۷) یہ سب (۱۸) روشن ہیں (۱۹) (اور) اوس کی (۲۰) روشنی سے (۲۱) ان (۲۲) سب کو (۲۳) روشنی حاصل ہوتی ہے۔

یہ منڈک اوپنشد کے اول منڈک دوسرے کھنڈ کا دسواں منتر ہے اور یہ منتر کٹھ اوپنشد اور سوتیا اوپنشد میں بھی دوہرایا گیا ہے۔ اسکے معنی بہت صاف ہیں کیا اب بھی سوامی جی کی یہ بات رد نہ سمجھی جائیگی کہ پرمیشور آگ وغیرہ کی ممکن طاقت کو ناممکن کر دیتا ہے۔

غرضکہ ایسے بےشمار منتر اوپنشدوں میں موجود ہیں جنکو سوامی جی مستند تو مان چکے مگر وہ زندہ نرہے کہ ان کتابوں کی تفسیریں بنانیکی باری آتی کیونکہ جب وہ ان کتابوں کو ہاتھ میں لیتے تو دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ وہ انکو مستند کے زمرہ سے نکال باہر پھینک دیتے (مگر ایسا کرنا مشکل تھا کیونکہ ان اوپنشدوں نیز ویاس جی کی تصنیف کردہ ویدانت فلاسفی کا دارومدار ہے) یا اپنی رائے کو تبدیل کر کے وہ پھر اس ستیارتھ پرکاش کو منسوخ کر کے تیسری شایع کراتے اور میرا خیال ہے کہ وہ ضرور ایسا کرتے کیونکہ وہ ان موجودہ آریہ صاحبوں کی مانند ایک بارگی ہٹ دھرمی نہ تھے بلکہ کسی حد تک ستیہ کو گرہن کرنیکے اصول کی عملی طور پر پابند بھی تھے۔

نمبر ۵ پانچواں اور آخری فقرہ یہ ہے کہ "سرب شکتی مان کے صرف اسقدر معنی ہیں کہ پرمیشور کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے" اسکی پڑتال کیجاتی ہے۔

اسبارہ میں بھی سوامی جی نے کسی شاستر کا حوالہ پیش نہیں کیا جو یہ ظاہر کرتا کہ سرب شکتی مان کی اور کچھ معنی نہیں بلکہ صرف یہی ہیں جو سوامی جی فرما رہے ہیں اور سوامی جی کو یہ فقرہ لکھتے وقت یہ بھی یاد نہ رہ گیا تھا کہ وہ کہیں اپنی اگلی پچھلی تحریر سے خلاف تو نہیں لکھ رہے ہیں "پرمیشور کسی کی مدد بغیر" یہ کہتے ہوئے سوامی جی کو یاد کرنا چاہیئے تھا کہ وہ بڑے زور شور سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ

پرمیشور کو پیدائش عالم کیلئے جیو اور پرکرتی کی مدد کی (یعنی انکے موجود رہنے کی) ضرورت ہے اور
یہ بھی کہا گیا ہے کہ جسطرح ایک کمہار بلا مدد مٹی و پانی وغیرہ کے گھڑا نہیں بنا سکتا۔ یا ایک جولاہا
بلا مدد سوت نلی وغیرہ کے کپڑا نہیں بن سکتا اوسی طرح اور بالکل اوسیطرح پرمیشور بھی بغیر مدد
جیو پرکرتی وغیرہ کے اس خلقت کو نہیں بنا سکتا۔ پھر اب سوامی جی کس منہ سے یہ کہہ رہے ہیں
کہ سرب شکتی مان کے یہ معنی ہیں کہ پرمیشور کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کر سکتا ہے۔ ظاہر
ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج تو ایسا کہنے کے ہرگز بھی مجاز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود
پرمیشور کی طاقت کو محدود مانتے ہوئے اوسے پرکرتی وغیرہ کی مدد کا محتاج لکھ چکے ہیں البتہ
اگر دوسرے لوگ یعنی سوامی جی کے مخالفین یہ بات کہتے کہ پرمیشور بلا مدد غیرے (یعنی پرکرتی وغیرہ
کے بغیر ہی) پیدائش خلقت کرتا ہے یا اپنا سب کام کر لیتا ہے تو ممکن بھی تھا۔ پس وہ لوگ تو اتنا ہی نہیں
بلکہ اور بھی جسقدر گویائی میں طاقت ہے پرمیشور کی حمد و ثنا کرتے ہی ہیں اور جب وہ تھک جاتی ہیں
تو صاف طور پر اس گھٹ گھٹ دیاپک پرمیشور سے التجا کر لیتے ہیں کہ ہماری گویائی آپ تک نہیں
پہونچ سکتی جیسا کہ خود اپنشد کہتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جسطور پر سوامی جی پرمیشور کو اپنا سب کام بلا کسی کی مدد پورا کرنیوالا مانتے ہیں
اوسیطرح پر تو انسان بلکہ حیوان بھی اپنے سب کام پورے کر رہے ہیں ہمارے سامنے قلم دوات اور
کاغذ رکھے ہیں پس ہم بلا کسی غیر کی مدد کے قلم اوٹھاتے ہیں کاغذ پر جو دل میں آتا ہے لکھنے لگتے ہیں
کوئی ہمیں نہیں روکتا پس کیا ہم بھی کسی کی مدد بغیر اپنے سب کام پورے کرتے ہوئے حسب قول
سوامی جی کے سرب شکتی مان نہیں ثابت ہو رہے ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ ہم کاغذ قلم اور سیاہی
کے محتاج ہیں تو آریہ سماج کا خدا بھی جیو پرکرتی کا نہیں نہیں بلکہ آکاش (خلا) اور زمانہ کا بھی محتاج ہے
اسیطرح ہم اپنے بہتیرے ہی کام بلا کسی غیر کی مدد کے کر رہے ہیں ہم ملازمت کرتے ہیں چھ آٹھ یا دس
گھنٹہ روزمرہ خود یعنی بلا مدد غیر کے محنت مزدوری کر رہے ہیں اور جو اُجرت اس کے عیوض میں
حاصل کرتے ہیں وہ بھی اپنی مرضی کے مطابق صرف کرتے ہیں ہم زراعت و تجارت کے کام بھی خود
کر لیتے ہیں اور نفع نقصان بھی خود ہی بھگت لیتے ہیں پس کیوں نہ ہم سب کو بھی آریہ سماجی پرمیشور
کے مانند سرب شکتی مان مان لیا جاوے۔ اور اگر آریہ صاحبان کہیں کہ ہم ملازمت میں افسر دن

تجارت میں خریداران اور زراعت میں حاکمان ضلع وغیرہ کے محتاج رہتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ سوامی جی کا پرمیشور بھی تو پرکرتی وغیرہ کا محتاج ہے پھر فرق کیا رہ گیا۔

خیر یہ تو عقلی دلایل کا سلسلہ ہی جتنا ہی وسیع کرتے چلے جاویں بڑھ سکتا ہے لیکن اس ڈیوٹی کو دوسرے صاحبان نے پورا کیا ہے یا آیندہ کرینگے میرا مدعا تو صرف یہ ہے کہ عوام پر یہ روشن کر دوں کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تعلیم خود انکے تسلیم کردہ کتابوں کی تحریرات سے خلاف ہے چنانچہ مجھی کافی طور پر تسلی و تشفی ہو جاتی اگر سوامی جی نے اپنی اس عجیب غریب نو ایجاد مسئلہ کی تائید میں صرف ایک منتر یا شلوک بھی کسی مستند کتاب سے نکال کر پیش کر دیا ہوتا خیر اگر سوامی جی کو اسقدر فرصت نہ ملسکی کہ وہ ایسا کوئی پرمان تلاش کر کے یہاں درج کر سکتے تو اب بھی غنیمت ہو کہ آریہ سماج کی نیّا کو پار لگانیوالے آریہ پنڈت صاحبان اس کمی کو پورا کر دیویں اور ایک ہزار روپیہ بھی نقد کھنا کھن گنا لیویں۔ ورنہ وہ یقین رکھیں کہ اس نیّا کا بیڑہ غرق ہونیمیں ذرہ بھی دیر نہیں ہے۔ جو دوسروں کیلئے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی گرتا ہے چنانچہ آریہ سماج نے تمام سنسار کی قوموں و مذہبوں کے لیے جو گڈھے کھود کر تیار کر رکھے ہیں انمیں اب وہ خود گریگی۔ اب اسکے دن پورے ہو چکے ہیں۔

ناظرین! اس پانچویں فقرہ کی بھی حقیقت کو آپنے دیکھ لیا اب میں آپکی دلچسپی کیلئے چند اُن منتروں کو ذیل میں معہ لفظی ترجمہ درج کرتا ہوں جن سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ہندوؤں یا آریوں کے قدیم سے قدیم بزرگ اور رشی مہرشی صاحبان بھی وحدہ لاشریک پاک پروردگار کی مہما (فضیلت) کے راگ انہیں الفاظ میں گایا کرتے تھے جن میں اہل اسلام اپنے معبود کو قادر مطلق اور سب خلقتوں کا بلا مدد غیرے پیدا کرنیوالا، پرورش اور فنا کرنیوالا بیان کرتے ہیں۔

कालः पचति भूतानि सर्वाण्येव महात्मनि । यस्मिंस्तु पच्यते
कालो यस्तं वेद स वेद वित् ॥ मै० उ० प्र० ६ । मं० १५ ॥

ارتھ زمانہ تمام مخلوقات کو پچاتا (ہضم کرتا) ہے پس جس مہاتما (بزرگ) کے اندر زمانہ بھی ہضم ہو جاتا ہے اُس ہی کو جو شخص جانتا ہے وہ (حقیقت کا) جاننے والا ہے۔

यदाऽतमस्तन्न दिवा न रात्रिन्नै सन्नचासच्छिव एव केव-
-लः । तदक्षरं तत् सवितुर्वरेण्यं प्रज्ञाच तस्मात् प्रसृता पुराणी ॥

॥ श्वेताश्वतर उप० ४/१८ ॥
यत् अतमः तत् न दिवा न रात्रिः न सत् न च असत्
शिवः एव केवलः । तत् अक्षरं तत् सवितुः वरेण्यं प्र-
-ज्ञा च तस्मात् प्रसृता पुराणी ॥

ارتھ:- (۱) جو (۲) تاریکی سے علحدہ ہے (۳) وہ (۴) نہ تو (۵) دن ہی (۶) اور نہ (۷) رات ہے (۸) نہ (۹) ست (ہستی) ہے (۱۰) اور (۱۱) نہ (۱۲) است (نیستی) ہی ہے (۱۳) بلکہ (۱۴) وہ صرف اکیلا (تن تنہا) (۱۵) شو یعنی کلیاں دینے والا (راحت بخش) ہے (۱۶) وہ (۱۷) اکشیر یعنی کبھی نہ فنا ہونیوالا ہے (۱۸) اس (۱۹) سوتا (محافظ کل) کو (۲۰) قبول کیا جانا چاہئے (یعنی اُس معبود کی بندگی کرنی فرض ہے) (۲۱) کیونکہ اوس سے (۲۲) قدیم (۲۳) پرجنیا یعنی عقل (۲۴) نکل کر پھیلی ہے۔

نوٹ:- لفظ پرجنیا کے لفظی معنی تو عقل ہی کے ہیں لیکن کوئی متعصب اس سے پرکرتی وغیرہ معنی نکالنے کی کوشش کریں تو اُن کو اس منتر کا لفظ نمبر (۱۴) ملاحظہ کرنا چاہیے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس پیدائش سے قبل صرف اکیلا پرمیشور تن تنہا موجود تھا اوسکے سوا اور کسی شے کا وجود نہ تھا۔

ناظرین! یہ ہے اوپنشد کی تعلیم جسکے خلاف سوامی دیانند مہاراج نے ہمیں گمراہ کرنا چاہا ہے اوپر کے منتر سے جہاں یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جیو پرکرتی وغیرہ کا وجود نہ تھا پس وہ پربرہم پرمیشور بلا مدد غیرے تمام خلقت کو رچتا ہے وہاں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ پیدائش عالم سے قبل نہ تو ہستی تھی اور نہ نیستی تھی۔ اب مقام غور ہے کہ انسانی عقل تو یہی طے کئے ہوئے ہے کہ ان دو کے سوا کوئی تیسری شے ہو ہی نہیں سکتی لیکن رشی کی منشا یہ ہے کہ اسی لئے تو وہ خالق مطلق سرب شکتی مان ہے کہ اوسکی مہما ہمارے محدود عقل میں نہیں آسکتی بیشک ہستی اور نیستی سے علحدہ کوئی حالت تھی جسکا پتہ ہم انسانوں کو نہیں لگ سکتا۔ خدا کی قدرت خدا ہی جانے ہمیں کیا تمیز ہے کہ اوسکی خدائی میں مین میکھ نکال سکیں۔ ہاں آریہ سماج کے مہرشی کو یہ جرات تھی کہ اس اتھاہ سمندر کی تھاہ لے لیویں سو جیسا کچھ انہوں نے تھاہ پایا وہ اوپر کی بحث سے خوب روشن ہو رہا ہے کیسی تعجب کی بات ہے کہ قدیم مہرشی صاحبان تو پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہیں کہ اوس سرب شکتی مان کی مہما کو ہم نہیں جان سکتے ہماری محدود عقل میں اوسکی کوئی بات نہیں سما سکتی لیکن سوامی جی ہیں کہ کہیں پرمیشور پرمت شکتی مان (محدود طاقت والا) ثابت کر رہے ہیں

کہیں جیو اور پرکرتی کا ہی محتاج بنا رہے ہیں اور کہیں اتنے پر بھی قناعت نہ کرکے اکاش اور کال-
(خلاو زمانہ) کی مدد کا ہی پابند کر رہے ہیں۔ آگے دیکھئے۔

यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जीवन्ति य-
त् प्रयन्त्यभिसंविशन्ति तद्विजिज्ञासस्व । तद्ब्रह्म ॥ तै० भृ० व० १

यतः[1] वै[2] इमानि[3] भूतानि[4] जायन्ते[5] येन[6] जातानि[7] जीवन्ति[8] यत्[9]
प्रयन्ति अभिसंविशन्ति[11] तत्[12] विजिज्ञासस्व[13] । तत्[14] ब्रह्म[15]

ارتھ:- (۱) جس سے (۲) یقیناً (۳) یہ (۴) خلقتیں (۵) پیدا ہوتی ہیں (۶) اور وہ پیدا شدہ (۷)
جس سے (۸) پرورش پاتی ہیں (۹) اور فنا ہو کر (۱۰) جسمیں (۱۱) واپس جاتی ہیں (۱۲) اُس ہی کو
(۱۳) جانو یعنی اُس کے متعلق علم حاصل کرو (۱۴) وہی (۱۵) برہم ہے۔

کیا اب بھی آریہ صاحبان یہی کہیں گے کہ پرمیشور جیو پرکرتی کا محتاج ہے۔ آگے اور بھی دیکھئے۔

ओमित्येतदक्षरमिदं सर्वं तस्योपव्याख्यानं भूतं भवद्भ-
-विष्यदिति सर्वमोङ्कार एव । यच्चान्यत्त्रिकालातीतं तदप्यो-
-ङ्कार एव ॥ माण्डूक्य उप० मं० १ ॥

ओम् इति एतत्[1] अक्षरम्[2] इदं[4] सर्वं[5] तस्य[6] उपव्याख्यानं[7]
भूतं[8] भवत्[9] भविष्यत्[10] इति[12] सर्वम्[11] ओङ्कारः[12] एव[13] । यत्[14] च[15]
अन्यत्[17] त्रिकालातीतं[18] तत्[19] अपि[20] ओङ्कारः[21] एव[22] ॥

(۱) یہ (۲) اکشر (غیر فنا ہونیوالا) (۳) اوم کہلاتا ہے (۴) اور یہ (۵) سب تمام خلقتیں (۶)
اسکی (۷) تشریحوں کے مانند ہیں (۸) ماضی (۹) حال (۱۰) اور مستقبل والے (۱۱) سب (۱۲-۱۳-۱۴)
یقیناً اوم سے مخاطب ہونیوالا ہی ہے (۱۵) اور (۱۶) جو (۱۷) دوسرا (۱۸) یعنی اِن تینوں-
زمانوں سے علحدہ ہے (۱۹) وہ (۲۰) بھی (۲۱) اوم سے مخاطب ہونیوالا (۲۲) ہی ہے اور بھی دیکھئے

यतो वाचो निवर्तन्ते अप्राप्य मनसा सह । आनन्दं ब्रह्म-
-णो विद्वान् न बिभेति कदाचन ॥ तै० ब्रह्म० व० अनु० ४ ॥

यतः[5] वाचः[1] निवर्तन्ते[6] अप्राप्य[4] मनसा[2] सह[3] । आनन्दं[8]

ब्रह्मणः विद्वान् न बिभेति कदाचन ॥

ارتھ:۔ (۱) آواز (۲-۳) معہ دل کے (۴) نہ پہونچ سکنے کے باعث (۵) جہاں سے (۶) واپس آجاتی ہے (یعنی ہم ساری طاقت سے اپنی طاقت گویائی اور غور وخوض کو اوس جانب متوجہ کرتی ہیں مگر وہ وہاں نہیں پہونچ سکتی) (۷) اُس برہم (۸) سے حاصل ہونیوالے آنند (راحت حقیقی) کو (۹) جاننے والا عالم (۱۰) کبھی بھی (۱۱-۱۲) کسی سے خوف نہیں کھتا۔

ناظرین! یہ مہما ہے اُس قادر مطلق پرمیشور کی۔ بھلا جب ہماری آواز اور ہمارا دل و دماغ وہاں پہونچ ہی نہیں سکتے تو یہ فیصلہ دیدینا کہ وہ پرمیشور ایسا محدود طاقت والا ہے کہ ایک تل بھر بھی کمی زیادتی کسی بات میں نہیں کر سکتا کن عقلمندوں کا کام ہو سکتا ہے۔

ان پانچ فقروں کی بحث ختم ہوئی۔ اب جو کہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ اگر وہ سب کچھ کر سکتا ہے تو کیا وہ دوسرا پرمیشور بنا سکتا ہے خود مر سکتا ہے غیر ذی شعور دکھی غیر منصف ناپاک اور بدکار وغیرہ ہو سکتا ہے" اسپر وچار کیا جاتا ہے۔

مقام غور ہے کہ ہمیشہ ہر ایک علم میں ہر ایک شے کی تعریف یعنی ڈیفی نیشن (پربھاشا) مقرر رہا کرتی ہے پرمیشور کے متعلق جو علم الٰہی ہے جسکو ویدانت فلاسفی کہا جاتا ہے اُس مضمون کی مستند کتابیں سوامی جی ویاس کے شاریرک سوتروں کے علاوہ اپنشدوں کو بھی مانتے ہیں اور بھی بکثرت کتابیں اس مضمون پر زبان سنسکرت میں پائی جاتی ہیں جن میں نہ صرف دعویٰ قایم کرکے اسکے موافق دلیلیں بھی دی گئی ہیں بلکہ مخالفین اور معترضین کے سوالات قایم کرکے ان کو خوب عمدہ طور پر رد بھی کیا گیا ہے بس ہمیں انہیں کتابوں میں پرمیشور قادر مطلق کی تعریف (ڈیفی نیشن) بھی تلاش کرنی چاہیے اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ معترضوں کے کیا اعتراضات تھے اور انکی تردید میں کیا کچھ دلایل پیش کئے گئے ہیں۔

اس قسم کی چھان بین کرنیوالوں کو سخت تعجب سے دیکھنا پڑیگا کہ یہ سوامی جی کے اعتراضات جو اوپر درج ہیں ان بڑے بڑے کٹر ناستک معترضین کو بھی نہیں سوجھے تھے۔ اب پریشانی سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اسکی وجہ کیا ہے کیا ایسے معقول اعتراض کو بھی وہ قدیم فاضلان علم الٰہی مہرشی صاحبان نظرانداز کر جاتے؟ نہیں ناظرین یہ بات نہیں ہے دراصل بات یہ ہے کہ اعتراض بھی تو موقع محل اور

اور مضمون کے ہی موافق ہوا کرتے ہیں اور بالکل بلا تعلق اعتراض کرنیوالوں کو دنیا میں خارج از عقل ہی سمجھا جایا کرتا ہے مثلاً آپ کہیں کہ پہاڑ میں آگ ہے ثبوت یہ ہے کہ اوپر دھواں نظر آتا ہے بس معترض یہ تو البتہ کہہ سکتا ہے کہ یہ دھواں نہیں ہے بلکہ کہرا وغیرہ ہے اور فاصلہ کی باعث آپکو ٹھیک نظر نہیں آیا اور یہ ایک معقول اعتراض مانا جاسکتا ہے لیکن اگر وہ آپسے یہ کہتا کہ "آپکی بات اصلی غلط ہے کہ پہاڑ پر گائیں گھاس چر رہی ہیں۔ تو یہ کوئی اعتراض ہی نہ ہوا اور نہ اسکا مضمون زیر بحث سے کچھ واسطہ وسروکار ہے اگر پہاڑ پر گائیں گھاس چرتی ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہاں آگ نہیں ہے غرضکہ اسی طرح دیکھنا چاہیے کہ سوامی جی کے اعتراضات مذکورہ بالا مضمون زیر بحث کے موافق اعتراض ہیں یا نہیں۔

پرمیشور کی صفتوں میں جب یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ اجنما (کبھی پیدا نہ ہونیوالا) اننت (کبھی خاتمہ جسکا نہ ہو یا جسکی کوئی حد مقرر نہ ہو) اجر (کبھی بوڑھا نہ ہونیوالا) اور امر (کبھی نہ مرنیوالا) ہے تو معترض کو یہ موقع ہی نہیں رہ جاتا کہ وہ ایسا بے تعلق اعتراض پیش کرے جبکہ پرمیشور کی صفتوں میں کہہ دیا گیا کہ وہ امر ہے یعنی کبھی نہیں مرتا تو یہ کہنا کہ کیا وہ اپنے کو مار سکتا ہے غلط ہو گیا کیونکہ جو اپنے کو مار سکے وہ پرمیشور ہی نہ ہوگا۔ اسیطرح جو اننت اور ایک ادویتہ (اکیلا لاثانی) ہے یعنی اوسکی برابر کا کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا تو پھر یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کیا وہ دوسرا پرمیشور بنا سکتا ہے جسکے بارہ میں پہلے ہو چکا ہے کہ وہ اپاپ ودھم अपापविद्धम् پاپ یعنی گناہ کی زنجیر سے نہیں بندھ سکتا اور وہ آنند سروپ आनन्द स्वरूप یعنی راحت مجسم ہے تو پھر یہ کہنا کہ کیا وہ دکھی ہو سکتا ہے غلط ہے جب یہ کہدیا گیا کہ وہ پوتر (پاک) اور شدھ (صاف) ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ کیا وہ ناپاک ہو سکتا ہے جب اُسکی تعریف یہ بتلا دی گئی کہ وہ چیتن (ذی شعور) ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ کیا وہ غیر ذی شعور بھی بن سکتا ہے جب یہ سمجھا دیا گیا کہ وہ نیائے کاری (منصف) ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ غیر منصف ہو سکتا ہے غرضکہ سوامی جی نے ایسے فضول اعتراضوں کی یہانپر بھرمار کی ہے جسکو کوئی عالم ہرگز بھی اعتراض نہیں مان سکتا اور یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے اعتراضوں کا ذکر قدیم کتابوں میں نہیں پایا جاتا حالانکہ اپنشدوں اور درشنوں میں بڑے بڑے کٹر سے کٹر ناستکوں (منکران خدا) کے فرضی اعتراضات قایم کرکے انکی خوب تردید کر دی گئی ہے۔

ناظرین! کیا کبھی آپ نے کسی شے کی ڈیفی نیشن پر بھی کوئی اعتراض سنا ہے ہمیشہ اعتراضات کسی
دعوے کے خلاف تو ہوا کرتے ہیں لیکن تعریف یعنی ڈیفی نیشن کے خلاف تو اعتراض ہو ہی نہیں سکتے
اور اگر ہوں بھی تو وہ کسی اور قسم کے ہونگے یعنی یہ تو ہر شخص اعتراض کر سکتا ہے ایک ہی پرمیشور کو منصف
بھی مانا جاتا ہے اور رحیم بھی مانا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں صفتیں ایک دوسرے سے خلاف ہیں
اور چونکہ ایک شے میں دو صفتیں ایک دوسرے کے خلاف نہیں رہ سکتیں پس یا تو پرمیشور کو منصف ہی
مان لو یا رحیم و کریم ہی مان لو۔ یہ اعتراض البتہ ایک جائز اعتراض ہے اور اسکا جواب دیا جانا لازمی
ہے (یہ مضمون بھی آگے آئیگا) لیکن علم منطق کے جاننے والے صاحبان ذرہ غور کریں کہ کیا یہ بھی کوئی
اعتراض ہو سکتا ہے کہ پرمیشور کو چونکہ سرب شکتی مان کہا گیا ہے پس کیا وہ خودکشی بھی کر سکتا ہے
ہم پوچھتے ہیں کہ کیا سرب شکتی مان لفظ اپنے تمام ان معنوں کے لحاظ سے جو لغتوں میں بیان کئے گئے
ہیں، پرمیشور کی تعریفوں (ڈیفی نیشن) کے دیگر الفاظ میں سے کسی کی متضاد ہوتا ہے یا کوئی اختلاف
پڑ جاتا ہے؟ اگر ہے تو بتلادیں اگر نہیں تو اپنا اعتراض ہی رد کر دیویں بالفرض ہم روپیہ کی یہ تعریف
(ڈیفی نیشن) کر دیویں کہ روپیہ اسکو کہتے ہیں کہ جو ہماری ہر طرح کی ضروریات کو رفع کر دیتا ہے پس اس
بات کو سنکر اگر کوئی اعتراض کھڑا دیوے کہ ہمیں پاخانہ کی حاجت ہے روپیہ سے کہو کہ وہ اسکو رفع
کر دیوے تو کیا کوئی عقلمند آدمی اُس شخص کے اس اعتراض کو معقول اعتراض سمجھ سکتا ہے اور کیا ایسے
فضول اعتراضوں سے وہ تعریف رد ہو سکتی ہے۔

یا مثلاً کسی بادشاہ کے بارہ میں یہ کہا جاوے کہ وہ ملکی خزانہ کا مالک ہے اُس تمام دولت کو
جو شاہی خزانہ میں ہے۔ جو چاہے کر سکتا ہے پس اگر کوئی شخص اسپر یہ اعتراض کر دیوے کہ کیا وہ بادشاہ
اس دولت یعنی سونا چاندی کو تانبا اور رانگہ بنا سکتا ہے یا مٹی و راکھ بنا سکتا ہے خواہ یہ کہ کیا وہ
اُس چاندی کو جو اسکے خزانہ میں ہے سونا بنا سکتا ہے یا یہ کہ کیا وہ اپنے خزانہ کے موتیوں کو جواہرات
کی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے یا یہ کہ وہ جواہرات کو کانچ بنا سکتا ہے تو کیا ناظرین آپ ایسے معترض کو
عقلمند کہیں گے؟ بادشاہ کی اس تعریف کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ ان لاکھوں کروڑوں روپیوں کو یا تمام
سونا چاندی ہیرا جواہرات کو بھی چاہے تو ایک دن میں صرف کر ڈالے یا انعام وغیرہ میں
جسقدر جسکو چاہے بخش دیوے کوئی اُسکو ایسا کرنے سے روک نہیں سکتا۔ مگر اس بات کو نظرانداز

کر کے معترض نے الفاظ کی غلط تاویل کرنیکی کوشش کی جسکو سنسکرت محاورہ میں واک چھل یعنی گفتگو میں دغابازی یا مغالطہ دہی کرنا کہا جاتا ہے۔

اب ناظرین خود سمجھ لیویں کہ لفظ سرب شکتی مان پر سوامی جی کی مذکورہ بالا تحریر کہاں تک جایز اعتراض سمجھے جاسکتے ہیں۔ اور جب اعتراض ہی جایز نہیں ہے تو اسکا جواب دینا یا اسکی تردید کرنا سمجھدار معقول پسند لوگونکا کام نہیں ہے۔ ہاں ترکی بہ ترکی جواب بیزوالوں نے ویسے ہی فقرہ بجائے بطور الزامی جواب بنا کر آریونکو لاجواب کیا ہے جنکو دوہرانا میں نامناسب سمجھتا ہوں۔

ناظرین! ابتو آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ سوامی جی کسطرح عوام کو گمراہ کرنیکے لیئے واک چھل سے کام لے رہے ہیں کیا اب بھی آریہ صاحبان ہوش نہیں سنبھالیں گے اور اپنا یہ وہم نہیں ترک کرینگے کہ سوامی جی جو کچھہ فرماگئی ہیں وہی تمام وید شاستروں کالب لباب ہے۔ ہاں سوامی جی نے بیشک قوم کی بھلائی کیلیئے جو کوششیں کی ہیں انکے لیئے ان کی عزت کرنا لازم ہے لیکن اسکے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اگر انہوں نے سہواً یا عمداً کوئی بات ایسی تحریر کی ہو جو دراصل ویدوں اور ویدک کتابونکے اصولوں سے خلاف ہو تو اسکو ستیہ کا گرہن کرنے اور استیہ کا تیاگ کرنیکا ڈنکا بجانیوالے صاحبان ترک ہی نہ کریں کیا اسی لکیر پیٹنا ہی نہیں کہا جاتا کہ چاہے غلط ہو یا صحیح ہو مگر اسکو چلاتی ہی جاینگے لفظ سرب شکتی مان کے تو جو کچھہ معنی مطلب تھے وہ اوپر اوپنشدوں کے حوالہ جات میں آچکے ہیں اور یہ کوئی نیا لفظ نہ تھا کہ بیچارے سوامی جی کو اسکے معنی نو ایجاد کرنیکی فکر پڑگئی اونہوں نے تو ناحق ہی اسقدر سر دردی کی اور گول مول تشریح کا نتیجہ یہ ہوا کہ اونہوں نے سرب شکتی مان (قادر مطلق) کو پرست شکتی مان (محدود طاقت والا) بنا دیا اور اپنے پیروکاران کو سخت گنہگار بنایا سوامی جی کو لازم تھا کہ اوپنشدوں یا ویدوں وغیرہ سے نکال کر جو کچھہ معنی اس لفظ کی ہوتی ہیں وہ عوام پر ظاہر کر دیتے مگر ایسا کرنے سے تو انکا بنا بنایا قلعہ بھی چکنا چور ہوتا تھا آخر کرتے کیا بیچارے کسطرح اوسے قایم رکھنے کی تدبیر تو کرنی ہی لازم تھی۔

آخر میں پھر آریہ صاحبان اور دیگر سنسکرت کے عالمان کو یہ خوش خبری سنائی جاتی ہے کہ اگر وہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی رائے سے اتفاق رکھتے ہیں تو نہ صرف اُن کو اسوقت یہ موقع حاصل ہے کہ ایک ہزار روپیہ انعام کا حاصل کر لیویں۔

بلکہ جہاں وہ سوامی جی کی ایک تحریر کے موافق حوالہ جات ویدوں وغیرہ سے تلاش کر کے آریہ
صاحبان سے شکریہ کے مستحق ہونگے وہاں مذہبی دنیا کے ممبران کو یہ واقفیت حاصل کرنیکا موقع
دے سکیں گے کہ آیا ویدوں میں سرب شکتی مان کی وہ ہی تعریف درج ہے جو سوامی دیانند سرسوتی
مہاراج نے تحریر فرمائی ہے۔

اے آریہ مہاشیو ! ہم آپ کی سیوا میں عاجزی کے ساتھ نویدن کرتے ہیں کہ آپنے پربرہم
پرمیشور کے اوصاف کو اسقدر پامال کر کے گناہ عظیم کمایا ہے خیر اب بھی اگر آپ یہ سمجھ کر کہ
گذشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط راہ راست پر آجاویں یعنی پرمیشور کو سرب شکتی مان
اس لفظ کے پورے معنی مطلب کو مدنظر رکھ کر تسلیم کرتے ہوئے اُس مہان دیالو کرپالو کے
شرن میں جاکر سر تسلیم خم کریں اور اپنے اس گمراہی کی معافی مانگیں تو یقیناً وہ اب
بھی آپ کو معاف کر دیگا آپ سچ جانیئے کہ اس بارہ میں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی
تعلیم سراسر ویدوں شاستروں و تمام سنسکرت گرنتھوں کے خلاف ہے اور اگر آپ کو ہماری بات پر
اعتبار نہیں ہے تو بیشک آپ خود چھان بین کر لیویں ہم نے تو اس گمراہی سے نکلنے کے بعد
آپ پر اپنی تحقیقات کا لب لباب ظاہر کر دینا مناسب سمجھا آگے آپ کی مرضی۔

ناظرین! گمراہوں کو بھٹکنے دیجیئے آیئے ہم آپ ملکر اوس قادر مطلق پربرہم پرمیشور
کو سجدہ کریں۔

यं ब्रह्मा वरुणेन्द्र रुद्र मरुतस्तुन्वन्ति दिव्यैस्तवैर्वेदैः
सांग पदक्रमोपनिषदैर्गायन्ति यं सामगाः। ध्याना व-
-स्थित तद्गतेन मनसा पश्यन्ति यं योगिनो, यस्यान्तं न
विदुः सुरासुर गणाः देवाय तस्मै नमः॥ १॥

ارتھ:- برہما ورن اندر، رودر مرت وغیرہ دیوتا (یا فرشتہ جات) صاحبان
دویہ ستوتیوں (خاص قسم کی پاکیزہ حمد و ثنا) سے جسکی حمد و ثنا کرتے ہیں۔
سام کے گانے والے لوگ ویدوں کے عروض کے ذریعہ اور

اُپنشدوں کے ذریعہ سے جسکی تعریف کیا کرتے ہیں جس میں دلکو متوجہ کرکے دھیان (مراقبہ) میں مشغول ہوکر یوگی لوگ اوسکو دیکھتے ہیں (یعنی اوسکی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں)

اور جسکے انت (حدود یا جسکی لامحدود اور بے پایان طاقت) کو سُر اور اسُر (دیوتا اور راکشس لوگ بھی نہیں جانتے (پھر بھلا انسان کی کیا طاقت کہ جان سکے) اوس ہی دیوتا (قادر مطلق پر برہم پرماتما) کو نمہ (سجدہ) ہو۔ اوم شانتہ۔

پرمیشور نیائے کاری و دیالو (منصف رحیم) ہے

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۲ سطر ۱۷ پر حسب ذیل تحریر فرماتی ہین۔

"۱۳۔ (سوال) پرمیشور رحیم اور انصاف کرنے والا ہے یا نہین (جواب) ہے۔ سوال یہ دونون صفتین آپس مین متضاد ہین۔ اگر انصاف کرے تو رحم مین اور رحم کرے تو انصاف مین فرق آتا ہے کیونکہ انصاف اُس کو کہتے ہین کہ اعمال کے مطابق جو نہ زیادہ ہو اور نہ کم سُکھ دُکھ پہونچایا جاوے اور رحم اُس کو کہتے ہین کہ قصوروار کو بلا سزا دینے کے چھوڑ دیا جاوے۔ جواب۔ انصاف اور رحم مین محض براے نام فرق ہے کیونکہ جو مطلب انصاف سے پورا ہوتا ہے وہی رحم سے"

ناظرین! ذرہ غور فرمائے گا کہ سوامی جی معترض کے اعتراض کا کیا جواب دیتے ہین۔ انصاف اور رحم مین محض براے نام فرق ہے یہ عجیب منطق ہے۔ ہم پوچھتے ہین کہ براے نام کیسے؟ جبکہ اوپر معترض کے سوال مین صاف کہ دیا گیا ہے کہ انصاف یہ ہے کہ اعمال کے مطابق سزا جزا دی جاوے مگر رحم یہ ہے کہ اُن اعمال کے مطابق جسقدر سزا اُس کے فاعل کو ملنی واجب تھی اُس مین کمی کر دی جاوے یا وہ بالکل سزا سے بری کر دیا جاوے۔ کہیے ناظرین! کیا یہ محض براے نام فرق ہے۔ واہ! دیانندی فلاسفی اس زمانہ مین نہ جانے کیا کیا گُل کھلائے گی۔

فرض کیجیے کہ کسی شخص نے اپنے نوکر پر کسی قصور کے عیوض مین ایک ماہ کی تنخواہ جرمانہ کر دی مگر کچھ دنون بعد غصہ دور ہو جانے کے باعث رحم کھا کر وہ جرمانہ معاف کر دیا تو سوامی جی کے فیصلہ کے مطابق ان دونون باتون مین کچھ بھی فرق نہین ہے۔ یا محض براے نام فرق ہے۔ واہ! وہ بیچارا جرمانہ نہ معاف ہونے کی حالت مین کسقدر مصیبت بوجہ تنخواہ نہ پانے کے حاصل کرتا اور اب جرمانہ کے معافی کا حکم ملنے سے اُس سخت پریشانی کے رفع ہو جانے کے خیال سے اپنے مالک کو ہزار دل سے دعائین دینے لگا لیکن سوامی جی کے نزدیک ان دونون باتون مین کوئی فرق ہی نہین نظر آتا۔ یا کسی کو سزاے پھانسی کا حکم انصاف کو مد نظر رکھکر حاکم عدالت نے دیا ہو اور بعدہ

اگر بالفرض جناب نواب لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر رحم کر کے اس کی سزا معاف کر دیوین تو جہان ایک انسان کے زندگی موت کا سوال تہا یعنے انصاف کے نتیجہ مین تو اس کی زندگی ختم ہو چکی تھی مگر رحم کے نتیجہ مین وہ موت کے مُنہ سے نکل آیا وہان سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے نزدیک کوئی زیادہ فرق نہین۔ ناظرین! کیا آپ بھی کسی انسان کی زندگی و موت مین کچھ فرق نہین سمجھتے۔ ذرہ اس پر عقلمند صاحبان غور فرماوین۔

آگے سوامی جی تحریر فرماتے ہین:—

"سزا دینے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ بذریعہ خطا سے باز آنے کے دُکھ نہ پاوین۔ وہی مطلب رحم کا ہے کہ دوسرون کے دُکھون کو اُس کے ذریعہ سے دور کیا جاوے اور جس طرح پر کہ تم نے رحم اور انصاف کے معنے کئے ہین وہ ٹھیک نہین۔ کیونکہ جس نے جیسا اور جتنا بُرا کام کیا ہو اُس کو ویسی اور اوتنی سزا دینی چاہئے۔ اسی کا نام انصاف ہے۔ اور اگر قصوروار کو سزا نہ دی جاوے تو رحم صفحہ ہستی سے مٹ جاوے گا۔ کیونکہ ایک مُجرم ڈاکو کو چھوڑ دینا گویا ہزارون دہرماتما لوگون کو دُکھ دینا ہے۔ جب ایک کے چھوڑنے سے ہزارون آدمیون کو دُکھ پہونچتا ہے تو وہ رحم کس طرح ہو سکتا ہے۔ رحم یہی ہے کہ اُس ڈاکو کو قیدخانہ مین رکھ کر پاپ کرنے سے بچایا جاوے۔ اس قسم کا عمل درآمد اُس پر رحم ہے اور اُس کو مار ڈالنے سے دوسرے ہزارون لوگون پر رحم ظاہر ہوگا۔"

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ عبارت کو بغور دیکھین۔ اور سوامی جی کی عجیب و غریب تاویل کرنے کے ڈھنگ کو ملاحظہ کرین کہ وہ انصاف اور رحم کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے کے لئے کیسی پیچیدہ تشریحون سے کام چلا رہے ہین۔ سوامی جی فرماتے ہین کہ دوسرون کے دکھون کو اُس کے ذریعہ سے دور کیا جاوے یہ رحم ہے۔ لیکن مقام غور ہے کہ کیا ایک شخص کو سزا دیکر دوسرون کے تکالیف کو بچا لینا اس شخص کے حق مین رحم کہا جا سکتا ہے۔ سوامی جی کی منشار یہ ہے کہ مثلاً ایک چور یا ڈاکو کو قید کرنے یا قتل کر دینے سے جس شہر مین وہ چوری یا ڈاکہ زنی کرتا اُس شہر کے باشندگان پر رحم کیا گیا کیونکہ ان سب کے مال کو چورا کر یا ڈاکہ زنی کے ذریعہ وہ ان سب کو تکلیف مین ڈالتا پس ایک چور یا ڈاکو کو سزا دینے سے تمام قصبہ کے باشندگان پر

رحم کیا گیا اور اسطور پر سوامی جی فرماتے ہین کہ انصاف سے (یعنے چور یا ڈاکو کو سزا دینے سے) وہ ہی مطلب حاصل ہوا جو رحم سے ہو سکتا۔ لیکن اس کے تو یہ معنے ہوتے ہین کہ دوسرون کے ذریعہ دوسرون پر رحم کیا جاوے۔ یعنے اُس چور کو جب سزا دے دیجاوے تو تب باشندگان شہر پر رحم ہونا سمجھا جاوے۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ کیا سوامی جی نے معترض کے اعتراض کا صحیح جواب دیا ہے ؟ اعتراض تو ناستک (منکر خدا) کا یہ ہے کہ پرمیشور مین انصاف اور رحم یہ دونون صفتین کیونکر رہ سکتی ہین۔ کیونکہ یہ دونون صفتین آپس مین متضاد ہین پس اگر پرمیشور منصف ہے تو وہ رحیم نہ ہوگا اور اگر رحیم ہے تو وہ عادل نہ ہوگا۔ یا یہی مثال انسانون مین گھٹائی جاوے کہ جو حاکم رحم کرتا ہوگا وہ خواہ مخواہ عدل کا خون کرے گا۔ مگر سوامی جی نے اعتراض کا معقول جواب نہ دے کر اس کے پہلو کو بدل دیا اور اپنے پیرو کاران کو بلا وجہ تمام مذاہب کے اصولون سے اختلاف کرنا سکھلا گئے۔

ہم پوچھتے ہین کہ سوامی جی یہ کیا جھگڑا لے بیٹھے ہین۔ سوال کا ٹھیک جواب کیون نہین دیتے۔ ایک چور یا ڈاکو کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہے اگر وہ انصاف کرنا چاہے تو اُسکو لازم ہے کہ اس کے قصور کے مطابق سزا (قید یا پھانسی وغیرہ جو مناسب ہو) اُس کو دے دیوے لیکن اگر بالفرض وہ حاکم (چاہے جس وجہ سے) رحم کرنا چاہتا ہو تو اُس کا رحم اس چور یا ڈاکو پر یہ ہوگا کہ وہ اسے سزا نہ دے کر بالکل بری الالزام کر دیوے یا یہ کہ کم سزا دیوے۔

ناظرین! چور پر رحم کرنا تو یہی ہے کہ اُس کو سزا نہ دیجاوے اور سوامی جی کا جو فیصلہ ہے اُسپر اعتراض ہی یہ ہے کہ دوسرون (یعنے قصبہ کے باشندگان) کی تکالیف بچانے کا سوال تو پیچھے دیکھا جاوے گا اول یہ تو بتلا دین کہ اُس چور یا ڈاکو پر کیا رحم کیا گیا۔ اور جو یہ کہتے ہین کہ اُس کو سزا دینے سے دوسرون کی تکالیف دور کی جاتی ہین یہ ہی رحم ہے تو پھر بھی وہ ہی سوال ہے کہ دوسرون کی تکالیف دور کرنے کی فکر تو پیچھے کی جاوے گی اول یہ تو فیصلہ کرین کہ اُسپر رحم کیا جانا کیا ہے اور اُس کے ساتھ انصاف کا کیا جانا کیا ہے۔

ناظرین! ذرہ سوامی جی کا فیصلہ سُنئے۔ ایک مجرم چور یا ڈاکو سوامی جی کے سامنے کھڑا ہے۔ سوامی جی اُس کو سزاے قتل کا حکم سُناتے ہین اور جب وہ رحم کی التجا کرتا ہے

اور کہتا ہے کہ مجھ سے قصور ہو گیا معاف کر دیجئے وغیرہ تو (اور کوئی حاکم اس کے جواب مین ممکن تھا کہ جھڑک کر کہہ دیتا کہ ہم قانون سے مجبور ہین انصاف پورا کیا گیا۔ رحم کرنے کا ہمین اختیار نہین مگر) سوامی جی اوسے یون جواب دیتے ہین کہ:۔ "تیرے اوپر ہم نے بہت رحم کر کے سزائے پھانسی کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ جب بذریعہ پھانسی اس جہان فانی سے تو رخصت ہو جاوے گا تو تیرے باقی ماندہ ساتھی لوگون (چورون اور ڈاکوؤن وغیرہ) کو یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ ہمارا ایک ساتھی چوری کرنے کے باعث اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکا ہے پس ہم کو اب اس کام سے دور رہنا چاہئے اور اسی طور پر دنیا سے چوری اور ڈاکہ زنی رفع ہو جائیگی وغیرہ"۔

پس کیا اُس مجرم چور کو سوامی جی کا یہ لیکچر تسلی دے سکتا ہے اور کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ چاہے دنیا کی جو حالت ہو مگر میرے اوپر یہ احسان کیون کیا جاتا ہے کہ تجھہ پر رحم کیا گیا ہان انصاف البتہ میرے ساتھ کیا گیا ہے"۔

ناظرین! دراصل بات یہ ہے کہ ایک مجرم پر رحم تو یہی ہو سکتا کہ اُس کو سزا نہ دی جاوے یا یہ کہ اُس کے قصور کے مقابلہ مین کم سزا دیجاوے لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ کیا پھر سوامی جی کی یہ بات درست نہین ہے کہ اگر چور ڈاکو وغیرہ کو سزا نہ دی جائیگی تو ملک مین چورون ڈاکوؤن وغیرہ کو اور بھی ازادی رہنے سے دن دونی رات چوگونی چوری ڈاکہ وغیرہ ہو کر لوگون کی تکالیف بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کون کہتا ہے کہ مجرمون کو سزا دئے جانے کا اصول توڑ دیا جاوے۔ پرمیشور کو منصف اور رحیم و کریم وغیرہ (دونون طرح کے متضاد) صفات سے موصوف ماننے والے مذاہب ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ ہزارہا سال سے دنیا مین شایستگی اور نیکی کے اصولون پر کاربند ہین۔ ان مین ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر عالم فاضل ہو گزرے ہین لیکن ان مین سے ایک بھی ایسا نہین پایا جاتا جس نے محض اس وہم سے کہ کہین کوئی یہ تصور نکر لیوے کہ پرمیشور مین دو متضاد صفتین کیونکر رہ سکینگی اور کہین اس کی صفتون مین کمی نہ کر دیوے (یعنے یا تو اُس کو رحیم ہی سمجھہ لیوے یا منصف ہی ہونے کا فتویٰ دے دیوے) ایسا کیا ہو کہ رحم و انصاف دونون الفاظ کے ایک ہی معنے و مطلب ثابت کرنے کے لیئے

ایسی عجیب و غریب تشریح بنائی ہو جیسی کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج گڑھ رہے ہین -

سوامی جی کی یہ پالسی ہے کہ وہ دنیا کے انتظام کا اصول یا مجرم کو سزا دیے جانے کی فلاسفی کو رحم کی تشریح مین لا پٹکتے ہین - معمولی سمجھہ والون یا متعصب ممبران آریہ سماج اسی رنگ مین رنگے جاکر کبھی خواب مین بھی نہین سوچتے کہ آیا سوامی جی کا یہ قول کہان تک صحیح ہو سکتا ہے - اونہون نے تو یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ سوامی دیانند جو کہین وہ بال بال صحیح ہے غلطی کا تو ان مین امکان ہی نہین غلطیان تو مسلمانون عیسائیون اور ہندؤن کے اعلیٰ سے اعلیٰ بزرگون رشیون مہرشیون اوتارون اور پیغمبرون وغیرہ کے ہی حصے مین آچکی ہین - سوامی دیانند کی تحریرات مین غلطی کی کیا مجال کہ وہ پھٹکنے بھی پاوے -

ناظرین! رحم اور انصاف کے جو معنے تمام دنیا مین مشہور ہین اُن کو ہی ٹھیک و صحیح ماننے والے صاحبان پر آریون یا سوامی جی کا یہ جھوٹا الزام ہے کہ وہ مجرمونکو سا سب سزا نہین دینا چاہتے - بھلا ان کو اتنا بھی نہ خیال آیا کہ ہر مذہب نے جو بہشت و دوزخ کی ہستی کو تسلیم کیا ہے (جس سے سوامی جی انکاری ہین) تو یہ آخر الذکر یعنے دوزخ کس مرض کا علاج ہے - کون نہین جانتا کہ ہر ایک مذہب کا یہ فیصلہ ہے کہ گنہگارون کو دوزخ مین جانا پڑے گا اور نیکی کرنے والے بہشت مین جائینگے جنکو سناتنی ہندؤن کے محاورہ مین نرک اور سورگ کہا جاتا ہے - چنانچہ سوامی جی کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہندو مسلمان عیسائی وغیرہ مذاہب کے پیرو کا یہ چاہتے ہون کہ ڈاکو کو آزاد کر دیا جاوے کہ وہ خانہ دار نیک لوگون کے مال اسباب لوٹا کرے یا دوسرے الفاظ مین یہ کہ پرمیشور اپنے ڈاکوؤن (گنہگارون - زناکارون - نیک لوگون کو تکلیف دینے والون وغیرہ) کو ان کے گناہون کی سزا نہ دیکر اپنے نیارکاری (منصف) ہونے کی صفت کو غلط ثابت کر دیوے گا -

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے ایسا تصور کرنے مین بیشک غلطی کی ہے اور اس غلطی کی بنیاد پر ان کا یہ قلعہ بنایا گیا ہے کہ نیارکاری (منصف) اور دیالو (رحیم و کریم) کے معنے ایک ہی ہین یا صرف برائے نام فرق ہے بیشک یہ بات بالکل غلط ہے انصاف اور رحم ہرگز ہرگز بھی ایک شے نہین ہو سکتین - اور جو متعصب اصحاب اس سچے اصول کو

توڑینگے اُن کو بیشک اوندھے مُنہ گرنا پڑے گا - لیکن اگر وہ سچائی کو قبول کرنے اور غلطی کو ترک کرنے کے لئے دراصل مستعد ہین تو اب اُن کے امتحان کا وقت ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ وہ کسقدر سچائی سے اس مضمون پر غور کرتے ہین -

اب اور آگے دیکھئے سوامی جی اس سلسلہ مین اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۴ سطر ۸ پر کیا فرماتے ہین :- "(سوال) - پھر رحم اور انصاف دو لفظ کیون ہین - کیونکہ اگر ان دونون کے ایک ہی معنے ہین تو دو لفظون کا ہونا فضول ہے اس سے تو ایک لفظ کا رہنا اچھا تھا پس ثابت ہوا کہ رحم اور انصاف کا مقصد ایک نہین - **جواب** - کیا ایک معنے کے بہت سے لفظ اور ایک لفظ کے بہت سے معنے نہین ہوتے - **سوال** - ہوتے ہین - **جواب** - تو پھر تم کو شک کیون ہوا - **سوال** - اس لئے کہ دنیا مین ایسا سُنا جاتا ہے - **جواب** - دنیا مین تو سچی اور جھوٹی دونون باتین سُننے مین آتی ہین - اِلّا ہمارا کام اُن کو غور سے تحقیق کرنا ہے -"

ناظرین کچھ سمجھے ! سوامی جی کیا فرما رہے ہین - یہ سوامی دیانند ہی کا کام تھا کہ وہ تمام دنیا کی زبانون کے لغتون کے مصنفون کو بیوقوف بناتے ہوئے خود مہرشی کا خطاب حاصل کر رہے ہین - سوامی جی کا معترض بھی ایسا گھونگھا بسنت ہے کہ جب سوامی جی اوسے خاموش کرنا چاہتے ہین تبھی بس اس کی نانی مرجاتی ہے اب کیا مجال کہ وہ آگے دم بھی مار سکے اور وہ سوامی جی کے جرح کرنے پر جواب بھی بالکل وہ ہی دیا کرتا ہے جو سوامی جی کے عین منشاء کے مطابق ہوتا ہے - ناظرین ! ذرہ سوامی جی کے اس فرضی معترض کے اس سوال و جواب پر غور کیجئے گا کہ :- تو پھر تم کو شک کیون ہوا - اس لئے کہ دنیا مین ایسا سُنا جاتا ہے - واہ ! کیا کرے بیچارہ کبھی سوامی دیانند مہاراج کے پاس سے تو اور کہین گیا ہی نہین پھر بھلا اُس کو دنیا کا تجربہ کہان سے ہوتا - اور خود اتنا دماغ نہ رکھتا تھا کہ خوب اچھی طرح سوامی جی سے بحث کر سکتا آخر چار ناچار یہ کہہ کر پیچھا چھوڑانا پڑا کہ دنیا مین ایسا سُنتے ہین اس لئے ہمین بھی شک ہو گیا تھا وغیرہ -

ناظرین ! اور تو سوامی جی جو چاہین تاویل و تشریح گڑھا کرین لیکن یہ تو بالکل ہی ناممکن بات ہے کہ وہ کسی زبان کی لغت مین جو الفاظ کی معنیٰ مطلب درج ہین اُن مین کمی زیادتی کر دیوین

کسی لغت مین جس لفظ کے جو معنے درج ہین اِن کو کوئی تبدیل نہین کرسکتا۔ ناظرین! یہ ویدون کے منتر نہین ہین کہ من مانی جو معنے چاہین نکالتے چلے جاوین۔

سنسکرت لفظ نیاۓ اور دیا کے ہرگز ہرگز بھی دیاکرن اور کوش (قواعد اور لغت) سے ایک ہی معنے نہین ثابت ہو سکتے۔ اسی طرح عربی زبان کے لغات مین انصاف اور رحم یہ دونون الفاظ بالکل ایک دوسرے سے مختلف مانے گئے ہین اور کوئی یہ نہین کہ سکتا کہ انصاف اور رحم ان دونون الفاظ کے معنے مطلب مین فرق نہین ہے۔ اسی طرح انگریزی زبان کی لغات مین الفاظ Justice (= انصاف) اور Mercy (رحم) بیشک آپس مین ایک دوسرے سے خلاف ہین۔ اور ہمارا خیال ہے کہ لاطینی یونانی عبرانی وغیرہ پُرانی زبانون یا فرانسیسی جرمنی۔ اور روسی وغیرہ موجودہ زبانون کی لغات مین بھی ہرگز ہرگز ان دونون الفاظ کے معنے مطلب بلا فرق نہین ظاہر کئے گئے ہون گے۔ اور سوامی جی کا معترض اگرچہ اس حقیقت حال سے ناواقف ہونے کے باعث سوامی جی کی اس بات کو سُنکر کافی تسلی حاصل کر لیتا ہے کہ۔: کیا ایک معنے کے بہت سے لفظ اور ایک لفظ کے بہت سے معنے نہین ہوتے۔ لیکن کم از کم ہمین تو اس معترض سے ہرگز بھی اتفاق نہین ہو سکتا اور رہم اس سید ہے سادے معترض کے جملہ اعتراضون کے سلسلہ مین حسبِ ذیل اعتراض ایزاد کرنا مناسب سمجھتے ہین۔

"سوال۔ جی ہان مہرشی جی مہاراج! آپ کا یہ کہنا تو سچ ہے کہ ایک معنے کے بہت لفظ اور ایک لفظ کے بہت معنے بھی ہوا کرتے ہین لیکن شریمان جی! نیار اور دیا (انصاف اور رحم) ان دونون لفظون کے معنے تو تمام دنیا کے زبان دانون نے لغات مین علحدہ علحدہ ہی بیان کئے ہین پس واقعی لفظی معنے کے لحاظ سے یہ دونون الفاظ ایک دوسرے سے متضاد ہین۔ اب آپ فرمائے کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ان دونون کے ایک ہی معنے ہین تو مین آپ کی اس رائے کی صداقت معلوم کرنے کے لئے دنیا کے کس زبان کی کون سی لغت کا کونسا صفحہ کھولون کیونکہ میرا تو یقین ہے کہ تمام دنیا کے لغات میرے موافق اور آپ کے خلاف ہین لیکن پھر بھی آپ آریہ سماج کے مہرشی ہین شاید اپنی یوگ

وغیرہ کی طاقت سے ایسا کوئی لغت ہی پیدا کرا دین تو کیا تعجب ہے۔"

اس سوال کا جواب دینے کے لئے افسوس کہ اب سوامی جی تو موجود نہین ہین اور انکے پیرو کاران شاید ایسی مفت کی سر دردی خریدنا اپنا قیمتی وقت خراب کرنا سمجھتے ہون اس لئے ناظرین! مین آپ سے درخواست کرتا ہون کہ آپ ان کو مطلع کر دیوین کہ اُن کو اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی تکلیف محض سر دردی ہی ثابت نہ ہوگی بلکہ اس مشقت کی معقول اُجرت مل جائیگی یعنے آپ اُنکو بتلا دیوین کہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے **مبلغ ایک سو روپیہ کا انعام مقرر کر دیا گیا ہے** جو اُس شخص کو دیا جاوے گا جو سنسکرت ویاکرن (گرامر یا قواعد) سے یا سنسکرت زبان کی کسی کوش कोष (لغات) سے سوامی جی کی اس رائے کو ثابت کر دیوے یعنے جو شخص سنسکرت الفاظ **نیائے** اور **دیا** کے معنے سنسکرت لغات اور قواعد سے بالکل ایک ثابت کر دیوے (یعنے وہ معنے ایک دوسرے کے متضاد نہ ہو بلکہ ایسا ہو کہ گویا ایک دوسرے مین کچھ فرق ہی نہ سمجھا جا سکے) تو وہ شخص اس انعام کا مستحق ہو سکتا ہے (بقیہ شرایط کے لئے دیکھو صفحہ ۳۷) اب شاید کوئی اُردو انگریزی دان صاحب یہ خیال کرین کہ اس انعام کے اعلان سے ہم کو کیا فائدہ تو اون کو بھی مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی صاحب فارسی زبان کے لغات مین الفاظ **انصاف** اور **رحم** کے ایک معنے اسطرح دکھلا سکین یا کوئی عربی دان صاحب عربی کی لغات مین الفاظ **عدل** اور **رحم** کے معنے اسی طرح بلا فرق دکھلا دیوین یا کوئی انگریزی دان صاحب انگریزی کے لغات مین الفاظ جسٹس **Justice** اور مرسی **Mercy** کے معنے اسی طرح مترادف دکھلا سکین تو وہ بھی اس انعام کے مستحق ہو سکتے ہین۔

ہمین نہایت خوشی ہوگی اگر اس انعام کو حاصل کرنے کی کوشش خاصکر ہمارے آریہ سماجی بھائی صاحبان کرین کیونکہ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو ہمیشہ کے لئے ایک مسئلہ حل ہو جاوے گا اور اگر وہ ناکامیاب ثابت ہوئے تو اُن کو خود انکا کانشنس بتلا دے گا کہ سوامی دیانند نے اگر غلطی کی ہے تو کیا یہ ضروری بات ہے کہ ہم اندھون کی لاٹھی ٹیکتے چلے جاوین اور کبھی اپنے پانون کھڑے ہونے کی ہمت نہ کرین۔

ناظرین! اگر ایسے انعامی وعدہ اور پختہ وعدہ کرنے پر بھی آریہ صاحبان کے کانون پر جون نہ رینگے اور وہ سوامی دیانند کو مہرشی یوگی اور بال برہم چاری وغیرہ مانتے ہوئے تمام دنیا کے مذاہب کے بزرگون کو صلواتین سُنانے کے سوا اور کسی معقولیت سے کام لینا نہین چاہتے تو لاچاری اور مجبوری ہے۔

آگے سوامی جی یہ ظاہر کر رہے ہین کہ وہ رحم سے کیا مراد لیتے ہین کیونکہ یہ تو سوامی جی بتلا ہی چکے کہ انصاف ہی کے اندر رحم بھی آجاتا ہے پس چونکہ یہان پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر پرمیشور رحیم ہے تو وہ رحم کسطور پر کرتا ہوگا اس لئے اب سوامی جی اپنے رحیم پرمیشور کا رحم یون ظاہر فرماتے ہین :-

"دیکھو! ایشور کی رحمت کاملہ تو یہ ہے کہ اُس نے تمام جیون کی حاجت براری کے لئے دنیا مین سب چیزین پیدا کر کے عطا کر رکھی ہین - پس دیگر برتر رحم اس سے ماسوا اور کونسا ہے۔"

واہ! اس رحم کو لیکر ہم اوڑہین یا بچھاوین پرمیشور اس خلقت کا خالق ہے اُسنے جن اشیار کو جسطرح پر پیدا کرنا مناسب سمجھا وہ کر دیا اور جو نہ مناسب سمجھا وہ نہ کیا - ہمین ہمارے اوپر رحم و بے رحمی کا کیا تذکرہ ہے - اگر پرمیشور نے دنیا مین سب چیزین پیدا کر دی ہین تو ہمین یہ کیون کہا جاتا ہے کہ تم پر پرمیشور نے یہ احسان کیا ہے - واہ! وہ خالق ہے اور یہ دنیا اُس کی خلقت ہے وہ فاعل ہے اور یہ مفعول ہے کون جانتا ہے کہ اوسنے کس شے کو کس لئے پیدا کیا ہے بیچ مین دال بھات مین موسل چند کے مانند ہم کیون جاکو دین کہ "اے پرمیشور! آپ کے رحیم ہونے کا یہی ثبوت ہمارے تسلی کے لئے کافی ہے کہ آپ نے ہم پر رحم کر کے ہمارے جسم مین کیسی ..... پُر حکمت صنعت کر رکھی ہے کہ جس کو عالم لوگ بھی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہین - اندر ہڈیون کا جوڑ - ناڑیون کا بند ہیچ - گوشت کی لپائی - کھال کا ڈھکنا ..... وغیرہ وغیرہ عجیب و غریب بناوٹ (کے ذریعہ آپ نے ہم پر رحم کیا ہے) یا ..... طرح طرح کے جواہرات اور دہاتون سے جڑی ہوئی زمین - قسم قسم کے درخت وغیرہ کے جیون مین نہایت

لطیف صنعت بیشمار سبز سفید پیلے کالے نقوش سے منقش پتے پھول پھل مول کی بناوٹ
میٹھے کھارے کڑوے کسیلے ۔ چرپرے کھٹے وغیرہ طرح طرح کے ضایقے خوشبو سے معطر
پتے پھول پھل ناج کند مول وغیرہ وغیرہ ...... (دیکھو ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۲۹۳ سطر ۱۳)
...... آپ نے ہمارے ہی لئے پیدا کر کے ہمین بخش دی ہین ۔ وغیرہ "
ناظرین ! اگر اُس رحیم کا یہ ہی رحم ہے اور اِس کے سوا اور کچھہ نہین تو ہمین ایسے
دیانندی رحیم وکریم کی شرن مین جانے کی کچھہ بھی ضرورت نہین ہے ۔ یہ تمام دنیاوی
اشیاء تو جس طرح پرمیشور کے بھگتون (عابدون وغیرہ) کو حاصل ہین اوسی طرح چورڈاکو
بدمعاش اور گنہگار۔ لوگون کا بھی ان پر برابر کا حق اور قبضہ حاصل ہے پس اگر دیانندی
رحیم کے رحم کا دایرہ ایسا محدود ہے جو اوپر کی فہرست سے ظاہر ہو رہا ہے تو ایسا دیانندی
رحیم پرمیشور ان کے پیروکاران کے لئے مبارک رہے ہمارا تو اُن کو دور ہی سے نمستے
عرض ہے ۔

ناظرین ! سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کا رحم و انصاف تو آپ نے بخوبی دیکھ لیا ۔
اب اگر کوئی صاحب یہ سوال کرین کہ اگر سوامی جی کی رائے سے اتفاق نہ کیا جاوے تو
یہ معمہ کسطرح حل ہو کہ رحم اور انصاف دو متضاد صفتین ایک ہی جگہہ یعنے پرمیشور مین
کیونکر رہ سکتی ہین یا یہ کہ انسان مین بھی جو رحم دل ہو وہ منصف کیونکر ہو سکتا ہے ۔
پس اس کا جواب دیا جاتا ہے ۔

اول رحم اور انصاف الفاظ کی تعریف یعنے ڈیفی نیشن Definition کو صاف
کر لینا لازم ہے ۔ سوامی جی کی پوزیشن تو اوپر واضع ہو چکی ہے کہ وہ ان دونون الفاظ
کے ایک ہی معنے بنانے کی کوشش مین ناحق اپنا وقت ضایع کرتے ہوئے گمراہی کا بیج
بو گئے ہین ۔ لیکن تمام ہندو مسلمان اور شاید عیسائی صاحبان بھی حسب ذیل ڈیفی
نیشن پر اتفاق کرینگے ۔

نیاو یعنے انصاف یا عدل جس کو انگریزی مین Justice کہتے ہین یہ تول
کے معنے ظاہر کرتا ہے یعنے جس طرح دوکاندار ترازو کے ایک پلڑہ پر اشیاء فروختنی

رکھتا ہے اور دوسرے پلڑہ پر وزن رکھکر تولتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ دونون پلڑے برابر ہوئے تو یہ سمجھہ لیتا ہے کہ جسقدر مال فروخت کرنا وہ چاہتا تھا یعنے جسقدر مال کی قیمت وہ خریدار سے حاصل کرتا ہے اوس قیمت کے عوض مین جسقدر مال دیا جانا واجب تھا وہ ٹھیک تول لیا گیا ہے اور تب وہ اُس مال کو قیمت اداکرنیوالے کے حوالہ کردیتا ہے - اسی اصول پر تمام عدالتین کاربند ہین - جہان ایک بنیا آٹا دال وغیرہ تولتا ہے یا سراف سونا چاندی وغیرہ تولاکرتا ہے وہان مجسٹریٹ یا جج صاحبان قصورداروںکی سزاؤن کی تول کیا کرتے ہین - اب یہان وزن کے بجائے قانون تعذیرات ہند وغیرہ ہین اور فروخت شدہ مال کے قیمت کے طور پر جیلخانہ کی سیر وغیرہ ہے - کسی مجسٹریٹ کے روبرو ایک چور کھڑا ہے جس نے سَو روپیہ کا مال چوری کیا ہے - اب اول تو مجسٹریٹ صاحب اس بات کی جانچ پڑتال کرتے ہین کہ دراصل اس نے چوری کی بھی ہے یا نہین پس جب وہ چوری کرنے کا مجرم ثابت ہوجاتا ہے تب دوسرا سوال مجسٹریٹ صاحب کے روبرو یہ موجود ہوتا ہے کہ اس مجرم کا قصور ترازو کے ایک پلڑے پر رکھا جاوے اور جو سزا جرم کی قانون مین مقرر ہے وہ مانند وزن کے دوسرے پلڑے پر رکھی جاوے چنانچہ اسطور پر وہ منصف تولنے والا یہ فیصلہ کردیتا ہے کہ اُس چور کو ۶ ماہ قید سخت کی سزا دیجاوے یا اور کم زاید سزا جرم کے مطابق طے پاتی ہے - یہ تو ہوا انصاف -

اب رحم یہ ہے کہ اس فعل (رحم) کا کرنے والا اپرپکار (احسان) کے خیال سے - محبت سے - شکر گزاری سے لحاظ مروت سے یا کانشنس کے جذبات رحمدلی سے متاثر ہوکر خاص خاص حالتون مین خاص خاص لوگون کے ساتھ خاص طور پر سلوک و رعایت کرنا چاہتا ہے - چاہے وہ خود ایسا کرنا چاہتا ہو یا کسی قسم کی محبت وغیرہ متذکرہ بالا باتین اُس کے کانشس کو اس بات کے لئے مجبور کرتی ہون کہ وہ چاہے اپنا نقصان کرے مگر قصوروار کا قصور معاف کرے یا اُس کو جسقدر سزا انصاف کے روسے دیجانی چاہیئے تھی اوس مین کچھہ کمی کردیوے یا یہ کہ اُس کے طاقت مین جسقدر نیکی بھلائی و ہمدردی وغیرہ اُس شخص کی ہوسکتی ہو (جسپر رحم کیا جانا مقصود ہے) وہ ضرور کردیوے -

یہ رحم کی تعریف یعنے ڈیفی نیشن Definition ہے۔ اب اُسی بقال کی دوکان پر چلئے آپ نے جاکر اوس سے کہا کہ دو روپیہ کا گندم تول دو۔ اور بازار مین نرخ ۱۶ اسیر فی روپیہ کا ہے۔ اب اگر وہ آپ سے دو روپیہ لے کر ۳۲ سیر گندم تول کر دے دیتا ہے تو اُس نے انصاف سے کام لیا لیکن اگر بالفرض آپ اُس کے کوئی خاص دوستون مین سے ہین اور آپ نے کہا کہ بھائی دیکھو کچھ رعایت کر دینا" اور اُس کے کانشنس نے بھی یہ منظور کر لیا کہ آپ کے ساتھ اوس سے رعایت کرنی لازم ہے تو وہ یہ کرے گا کہ آپ سے نفع نہ لیوے گا اور آپ کو وہ فی روپیہ ۱۷ اسیر یا ۱۸ اسیر کے حساب سے تول دیویگا اور اس صورت مین وہ آپ کے ساتھ اسقدر رحم کرنیوالا سمجھا جاوے گا۔ رحم کرنیوالے کا ہمیشہ اپنے گانٹھ کا کچھ نقصان ضرور ہوا کرتا ہے لیکن وہ اوس خیر یہ محبت یا احسان مندی دوستی وغیرہ کے اومنگ کے مقابلہ مین اس نقصان کی پرواہ نہین کیا کرتا۔

یا یون سمجھیے کہ بالفرض کوئی شخص اُس بنئے کے پاس جاکر کہتا ہے کہ مین اسوقت نہایت مفلس ہون بلکہ فاقہ تک کی نوبت پہونچ گئی ہے پس ایک روپیہ کا غلہ بلا قیمت تول دو اور وہ بنیا بعد کافی تحقیقات کر لیتا ہے کہ سائل کا بیان غلط نہین ہے اور اگر اس کا کانشنس اسے ہدایت کرتا ہے کہ ایسے مصیبت زدہ شخص کے ساتھ ہمدردی کرنی لازم ہے پس اسوقت اگر وہ اس سے قیمت لئے بغیر غلہ دیدیتا ہے تو وہ اُس کے ساتھ پورا رحم کرتا ہے۔

اب عدالت مین چلئے ایک مجرم کھڑا ہے جج صاحب نے اپنے ترازو کے دونون پلڑون کو برابر کرنے پر معلوم کیا کہ اُس مجرم کو تیس ضرب بید کی سزا دیجانی چاہیئے لیکن جج صاحب کے کانشنس نے بتلایا کہ وہ مجرم اسقدر ضعیف اور کمزور ہی کہ اگر اوسے تیس ضرب بید کی سزا دیجائیگی تو وہ مرجائے گا پس وہ فوراً باوجود دونون پلڑے برابر ہونے کے بھی اپنی اس رائے کو تبدیل کر دیوین گے اور کوئی ہلکی سزا تجویز کر کے تب فیصلہ سنا دین گے۔ یا یون سمجھیے کہ ایک مجرم جج صاحب کے روبرو کھڑا ہے جس کے قصورون کے لحاظ سے اوسے دو سال قید سخت کی سزا دیجانی چاہیئے مگر وہ مجرم تعلیم یافتہ معزز اور شریف خاندان کا ایک ممبر ہے۔ اب جج صاحب کا کانشنس ان کو یہ بتلاتا ہے کہ دو سال قید سخت کی سزا اسقدر قصورون پر

ہرخاص وعام کو دیجایا کرتی ہے لیکن یہ شخص اسقدر تکالیف کو نہین برداشت کرسکتا کیونکہ
دوسرون کی بہ نسبت وہ زیادہ آرام وآسائش کا عادی رہا ہے اس لئے اس کو کچھ کم سزا دینی
لازم ہے پس وہ اسے صرف ۶ ماہ قید سخت کی سزا دیوین گے ۔ اب ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے
جج صاحب نے جہان رحم کو مدنظر رکہا وہان انصاف مین ضرور کمی ہوگئی لیکن موقع محل کے لحاظ
سے وہ ایسا کرنا نیک نیتی کے ساتھ مناسب سمجھتے ہین ۔ یہ رحم ہے

یا یون سمجھئے کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے دربار مین کسی معزز عہدہ (دیوان وزیر یا حاکم ضلع
وغیرہ) پر مقرر ہے اور کبھی اوس سے کوئی ایسا قصور سرزد ہوگیا جس کے پاداش مین سزائے
قید بھوگنی پڑتی لیکن چونکہ اس شخص کی رسائی خاص بادشاہ کے دربار تک ہے پس اس لئے
بادشاہ کے حضور مین جاکر منت کی کہ ایک مرتبہ مجھے معاف کیا جاوے آیندہ ایسا قصور کبھی نہ ہوگا
تو بادشاہ کو رحم آگیا اور اوس نے یہ حکم سُنایا کہ دیکھو تمہارے اوپر خاص رعایت کرکے ہم معافی
دیتے ہین آیندہ ایسا قصور نہ ہونے پاوے" وغیرہ یہ بھی رحم کی مثال ہے ۔

یا مڈل انٹرنیس ایف اے وغیرہ کا امتحان ہوا ۔ طلبار کے جوابات ممتحن صاحبان کے
روبرو موجود ہین ان کو کسی سے کسی قسم کی رو رعایت نہین ہے ۔ وہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر
پورے انصاف سے پرچون کو دیکھکر سوالات کے مطابق نمبر دینے کے ارادے سے بیٹھے
ہین ایک ایک لڑکے کا پرچہ اوٹھاتے ہین ۔ اور سوالات پر جو نمبر مقرر کردئے گئے ہین ان
کو ایک پلڑہ پر رکھتے ہین اور طالب علم کے جوابات کو دوسرے پلڑے پر رکھ کر تول رہے
ہین اور جس طالب علم کے جوابون کا جسقدر وزن ہوجاتا ہے اوس کے مطابق نمبر دیتے چلے
جاتے ہین ۔ اب ایک پرچہ کے نمبرون کی میزان ۳۲ ہوگئی (اور سَو نمبرون کا پرچہ ہونے
کے باعث حسب قواعد محکمہ تعلیم ۳۳ نمبر پالنے والون کو پاس شدہ سمجھا جاتا ہے) تو اسوقت
ممتحن صاحب کے کانشنس نے ان کو ہدایت کی کہ دیکھو بیچارہ غریب صرف ایک نمبر کے کمی کی
باعث ناحق فیل ہوا جاتا ہے اور اس کے طرز تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس نے مضمون کو
سمجھ کر جواب لکھا ہے یعنے جس مضمون کا امتحان ہے اسے محنت سے حاصل کیا ہے اور
محض اتفاق سے ایک نمبر کی کمی رہ گئی ہے وغیرہ پس وہ ممتحن صاحب اپنے کانشنس کی

بات کو مان کر (سوا اول درجہ کے بے رحم لوگون کے بن کو شاید دیانندی تعلیم اثر کر گی ہو) اوس طالب علم کو ایک نمبر رعایتاً دیکر یعنے اُس کو ۳۳ نمبر دیکر اُسے فیل ہونے سے بچا دیتے ہین - یہ بھی رحم ہے -

ناظرین یہ رحم کی مثالین ہین - اسی طرح آپ چاہین تو ایسی بے شمار مثالین خود سوچ سکتے ہین لیکن اسی ساتھ مین آپ کو ایک بے رحمی کی مثال بھی سُنا دینا مناسب سمجھتا ہون -

پنڈت بھیم سین شرما صاحب سابق آریہ پنڈت ایڈیٹر براہمن سروسو مقام اٹاوہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے پاس اس کام پر نوکر تھے کہ اُن کی سنسکرت عبارت کا ہندی ترجمہ وغیرہ کیا کرین - اب آریہ سماجیون سے تنگ آکر وہ اس سے علحدہ ہو چکے ہین اور اپنے اخبار مذکورہ بالا کے جلد اول نمبر ۱ بابت ماہ فروری ۱۹۱۲ء عیسوی صفحہ ۲۰ سطر ۴ پر بہ عنوان مضمون "سوامی دیانند کے ساتھ ہمارا قیام" مین یون تحریر فرماتے ہین :-

"...... سمت ۱۹۳۳ مین وکٹوریہ یا مہارانی (قیصرِ ہند) کا دربار شاہی دہلی مین ہوا تھا - راستہ مین چلتے وقت ریل پر بھیڑ بھاڑ بہت ہونے کے باعث سوامی دیانند کے پھٹے پرانے کپڑون کی ایک گٹھری ریل مین کھو گئی - اُس کے عیوض مین چار آدمیون سے (جو اُن کے ملازم تھے) چار روپیہ (للعہ) سوامی جی نے کاٹ لئے - اگر وہ کپڑے فروخت یا نیلام کئے جاتے تو شاید عنگا دو روپیہ کی مالیت ہوتی - کئی آدمیون کے سمجھانے پر بھی سوامی دیانند نے کسی کی بات نہین مانی -"

ناظرین! کیا سچ مچ سوامی جی اپنے عملون سے یہ ثابت کر رہے ہین کہ اُن کا پرمیشور بھی ایسا ہی رحیم ہے جیسا کہ اوپر کی اقتباس سے ان کے بارہ مین ظاہر ہو رہا ہے - اگر پنڈت بھیم سین شرما صاحب سچے ہین (اور ان کے سچے ہونے کا ہمین تو یقین ہے کیونکہ جب وہ الہ آباد مین تھے تو ہمین ان کی صحبت کا فخر حاصل تھا واقعی وہ ست جگی آدمیون کے مانند نظر آتے ہین) تو کیسے تعجب کی بات ہے کہ دو روپیہ کا مال دہلی دربار جیسے موقع پر اگر کثرت بھیڑ بھاڑ وغیرہ مین کھو گیا تو سوامی جی کا انصاف اور رحم دیکھیئے کہ وہ دو کے بجای اپنے غریب نوکرون سے چار وصول کر رہے ہین -

اب تو ناظرین! آپ کو پورا یقین ہو گیا ہو گا کہ سوامی جی اپنے پیروکاران کو کس ڈھانچہ مین ڈہالنا چاہتے تھے۔

ناظرین! آپ نے اب انصاف اور رحم کی تعریف کو سمجھ لیا ہو گا اور یہ بہی معلوم کر لیا ہو گا کہ اگرچہ انصاف اور رحم آپس مین متضاد صفتین ہین لیکن وہ دونون ایک مقام مین رہ سکتی ہین یعنے انسان کے دماغ مین رحم بھی رہا کرتا ہے اور انصاف بھی موجود ہوتا ہے۔ آپ نے بقال جج بادشاہ اور ممتحن کی مثالون مین دیکھ لیا کہ وہ سب انصاف سے کام لیتے ہوئے رحم دلی کو پیشتر نہین دے دیتے بلکہ موقع محل کے مطابق جہان پر رحم کرنے کی ضرورت ہے وہان وہ ضرور رحم کر کے ان لوگونکی دعا حاصل کرتے ہین جن پر رحم کیا جاتا ہے اب رہا یہ سوال کہ یہ سب تو انسانون کی باتین ہوئین۔ ہم نے مانا کہ ہر ایک انسان جو منصف مزاج ہو وہ رحمدل بھی ہو سکتا ہے لیکن پرمیشور ہرگز بھی رحم کر کے کسی گنہگار کا قصور معاف نہین کرتا ہو گا کیونکہ جہان ہم انسانون کو رحم اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ ہم کو یہ تعلیم ملی ہے کہ مصیبت زدہ لوگون پر رحم کرنا خدا کی خوشنودی کے لئے درکار ہے یعنے ہم جتنا ہی زیادہ دنیاوی لوگون پر رحم کرین گے اوتنا ہی زیادہ پرمیشور ہم سے خوش ہو گا یا سناتنی ہندؤنکے خیال مین ہمین اگلے جنم مین اس کا معاوضہ مل جائے گا وغیرہ۔ لیکن پرمیشور کیون رحم کرنے لگا کیونکہ اوسے یہ تو ضرورت ہی نہین ہے کہ اوسے کسی اپنے سے بڑے کو خوش کرنا مقصود ہو یا یہ کہ ہمین تو اکثر دوستون و رشتہ دارون کی محبت وغیرہ کے جذبات ان کے ساتھ انصاف کے بجائے رحم کرنے کے لئے مجبور کرتے ہین لیکن پرمیشور کے نظرون مین تو تمام بندگان برابر ہین وہ چونکہ کسی کے ساتھ خصوصیت نہین رکھا پس یہ کیون کر ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے اوپر رحم کرے۔ اور اگر وہ ایسا کرے گا تو گیا ہم اوسے بے انصاف نہ کہینگے کہ وہ کسی کے ساتھ رعایت کرتا ہے اور کسی کے ساتھ نہین کرتا وغیرہ۔ اس لئے یا تو پرمیشور کے صفتون مین سے منصف خارج کر دیا جائے یا سوامی دیانند جس طرح کا اوسے رحیم مانتے ہین ویسا ہی تسلیم کیا جاوے وغیرہ۔ پس اب اس سوال کا جواب دیا جاتا ہے۔

ناظرین! سوامی جی نے پرمیشور کا عجیب طور پر رحیم و منصف ہونا ثابت کرنے

کے لئے انسانی مثالون سے ہی کام کیا ہے پس اگر ہم اوپر کے اعتراض کا صرف یہ ہی جواب دیدیوین کہ انسانی مثالون سے ہم نے یہی ثابت کردیا کہ انصاف اور رحم دونون صفتین ایک جگہ رہ سکتی ہین اور جب وہ انسان کے دماغ مین رہ سکتی ہین تو پرمیشور مین کیونکر نہ ہون گی۔ تو ہمارا یہ کہکر ٹال دینا بھی اگرچہ منطق کے خلاف تو نہین ہے لیکن تاہم ہم ایسا کرنا نہین چاہیئے۔ کیونکہ سوامی دیانند کے مانند گول مال اور پیچیدہ تشریحون وغیرہ کی دلدل مین ناظرین کو پھنسا کر دور کھڑے تماشہ دیکھنے والون مین ہمین شامل ہونا پسند نہین ہے غرضیکہ طوالت کی پرواہ نہ کرکے اب ہم ناظرین کو یہ بتلانا چاہتے ہین کہ پرمیشور دراصل منصف اور رحیم ہے اور اوس کے ان اوصاف کو ہمین بالکل ویسا ہی ماننا پڑے گا جیسا کہ ہمارے نہایت قدیم بزرگون نے تسلیم کیا ہے :-

پرمیشور منصف یعنے رحیم اور نیاز کاری ہے کیونکہ جو شخص جیسا فعل کرتا ہے اُس کو ویسا ہی نتیجہ وہ دیتا ہے نیک کام کرنے والون کو نتیجہ نیک (بہشت) اور بدکردارون کو نتیجہ بد (یا دوزخ) دیا جاتا ہے۔ اس بات پر تو سوامی جی کا اتفاق ہی ہے بلکہ وہ تو اسی پر زور دے رہے ہین۔ اب پرمیشور کا رحم سنئے۔

واضح ہو کہ جو لوگ ایسا سمجھتے ہون کہ چونکہ پرمیشور رحیم ہے پس وہ تمام گنہگارون کے گناہون کو معاف کردیویگا وہ سخت غلطی پر ہین اور واقعی بات یہی ہے کہ چونکہ چند خاص خاص فرقون کے بے سمجھہ ممبران سے سوامی جی کو گفتگو کا موقع ملا جنہون نے ایسے خیالات ظاہر کئے کہ پرمیشور کے صفتون کی فہرست مین لکھا ہے کہ وہ رحیم و کریم (دیالو اور دیاسندھو) وغیرہ ہے پس ہم لوگون کے گناہون کو وہ بخش دیویگا وغیرہ بلکہ موجودہ مذاہب مین سے ایک ایسا مذہب جس کے پیروکاران کی تعداد اسوقت دنیا کے بہت بڑے مذہبون کے مقابلہ مین بہت بڑھ چڑھ کر ہے ایسے ہی پوچ اصولون کے پرچار سے اپنی ترقی کر رہا ہے یعنے وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ ہمارے مذہب کے آچارج مہاراج نے اپنے تمام گزشتہ موجودہ اور آیندہ پیروکارون کے گناہون کے بدلے مین خود سولی پر چڑھ جانا قبول فرمالیا اور اب دنیا مین یہ خوش خبری سُنانے کے لئے ہم لوگ (پادری صاحبان) گھوم رہے

ہین کہ تمام گناہون کی معافی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان نسخہ نہین ہے کہ پربھو عیسے مسیح پر ایمان لایا جاوے پس بپتسمہ لینے کی دیر ہے کہ تمام گناہ ایسے کافور ہون گے جسطرح تار کی خبر تار کے کھٹکھٹاتے ہی رفو چکر ہو جاتی ہے۔ غرضکہ ایسی ایسی باتون کو سنکر سوامی جی نے سوچا کہ دنیا کے لوگ رحیم و کریم صفات کا ناجایز فایدہ حاصل کرنے کی فکر مین غلطان ہو رہے ہین اس لئے ان کو گناہون سے بچانے کے لئے یہی طریقہ ٹھیک ہے کہ الفاظ رحم و انصاف کی پیچیدہ تشریح بنا کر ان کو بھول بھولیان مین ڈال دیا جاوے۔ لیکن وہ یہ سمجھے کہ یہ کاٹھ کی ہانڈی زیادہ عرصہ تک آگ پر نہین رہ سکے گی۔ لوگون کی غلطیان باقاعدہ طور پر بتلانا ضروری تھا نہ کہ پالیسی کے ساتھ۔ خیر۔

پرمیشور کا رحم یہ ہے کہ بالفرض کسی شخص کو کم یا زیادہ گناہ کرنیکے بعد یہ معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر ہین۔ اور جن گناہون کی عادت ہمین ہو گئی ہے وہ دن بدن ہم کو تنزلی کے خندق مین گراتی چلی جاینگی وغیرہ لن خیالات سے اگر وہ شخص سچے دل سے یہ ارادہ کرلیوے کہ وہ گناہ سے آیندہ بچنے کی پوری کوشش کریگا اور رفتہ رفتہ وہ اپنی ایسی گناہ آلودہ عادتون کو ترک بھی کر دیوے۔ اور بعدہ اُسکے دل (انتہ کرن) مین جو یہ افسوس رہتا ہے کہ آیندہ تو گناہ کرنے سے مین بچا رہونگا لیکن جو اسقدر عرصہ دراز تک نہایت درجہ کے برے کام کئے ہین ان کی سزا بھوگنی کے لئے مجھے دوزخ مین جانا پڑے گا (یا ارین خیالات کے مطابق اس زندگی و آیندہ زندگی مین تکالیف برداشت کرنی پڑینگی) پس ناظرین کو معلوم ہو کہ اگر اس شخص کو ایسا یقیناً خیال ہے اور وہ سچے دل سے پرمیشور کی عبادت مین مشغول ہو جاوے اور گھٹ گھٹ دیاپی پرمیشور سے اپنے دل کے اندر ہی اندر یہ التجا (پرارتھنا) کرے کہ "اے دیا سندھو (رحم کے سمندر) پرمیشور! ہم پاپی گنہگار ہین ہم کو معاف کیجئے ہم آپ کی شرن مین آتے ہین وغیرہ" تو ایسی سچی دعا یعنے پرارتھنا کو پرمیشور منظور بھی کر لیتا ہے۔ اگر کوئی صاحب یہ سوال کرین کہ یہ بھی کی شرط کیسی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تمام دنیا کو تو فریب دے سکتے ہین لیکن وہ پرمیشور جو ہمارے دل دو باغ کے اندرونی سے اندرونی تہ کی راز خوب اچھی طرح پہ جانتا ہے پس یہ ناممکن

اور بالکل غیر ممکن بات ہے کہ ہم اُس گھٹ گھٹ ویاپی پرماتما کو دہوکا دے سکین - یعنے
اگر کوئی شخص محض اس خیال سے کہ ہم ابھی تو خوب گناہ کرتے چلے جاوین بعد مین پرمیشور
سے مذکورہ بالا دعا مانگ لیوینگے چنانچہ وہ ایسا ہی عمل بھی کرے کہ دس بیس برسون تک
خوب بے ایمانی دغابازی رشوت خوری یا زناکاری بدمعاشی بدکاری وغیرہ کو جان
بوجھ کر کرتا رہے اور بعد مین پرمیشور سے مزکورہ بالا دعا مانگنے بیٹھ جاوے تو بیشک ایسے
دغاباز کی دغابازی کو پرمیشور خوب جانتا ہے اور ایسون کے گناہ کبھی نہین معاف
کئے جا سکتے -

یا یون سمجھیے کہ ایک شخص ہر طرح کی برائیون اور گناہون سے بچنے کی پوری کوشش
کرتا ہے اور ہر ایک بات مین پھونک پھونک کر پانون رکھتا ہے لیکن خدانخواستہ کسی وقت
کوئی کام اُس سے ایسا سرزد ہوگیا جو گناہ یا بہت بڑا گناہ ہی اب ظاہر ہے کہ اگر وہ گناہ
کسی ایسے شخص سے ہوا ہوتا جو گناہون کی مالا پہن چکا ہے تو اس کو تو پرمیشور اپنے انصاف
سے اُس گناہ کے مطابق جسقدر سزا دیجانی لازم ہے اُس سے کم ہرگز نہ دیتا لیکن اوپر کا
شخص پرمیشور کے روبرو کسی قدر خصوصیت رکھتا ہے چنانچہ اگر وہ پرمیشور سے نیک نیتی
اور سچائی کے ساتھ یہ پرارتھنا (دعا) کرتا ہے کہ "اے سرواد ہار (سب کے سہارے)
پرمیشور! مجھہ سے یہ گناہ اتفاقیہ ہوگیا ہے - مین آیندہ ہرگز ہرگز بھی ایسے بُرے کامون
مین نہ پڑونگا اور توبہ کرتا ہون کہ کبھی آپ کے احکامون سے خلاف کوئی کام نہ کرونگا
وغیرہ "" - تو پرمیشور اُس شخص کا وہ گناہ رحم کر کے معاف کر دیتا ہے یعنے جس شخص نے
روپیہ مین ۱۵ آنہ ۹ پائی نیکی کی ہین اور صرف ایک پیسہ بھر بُرائی یعنے گناہ کیا ہے تو محض اسقدر
گناہ کے عیوض مین اُس کو دوزخ نہین بھیجا جاوے گا بشرطیکہ وہ صدق دلی سے توبہ کرے
اور رحیم و کریم پرمیشور سے معافی مانگے - (کیونکہ اُس کا اسطور پر دعا مانگنا اور عبادت
الٰہی مین اپنے تئین مشغول کر دینا وغیرہ جو افعال ہین ان کا جو کچھہ پھل ہوتا ہے اُس سے
اوسقدر گناہ کا عیوض معاوضہ ہو جانا سمجھو - اسپر پوری بحث مضمون پرارتھنا
(مناجات) سے پھل ملتا ہے مین اویگی - سوامی جی اور اُن کے پیرو کاران کا قول

یہ ہے کہ اُس شخص کو جس نے ۹۹ حصّہ نیکی اور صرف ایک حصّہ بدی (گناہ) کی ہین ہر حالت مین اسقدر گناہ کے عیوض مین بھی دوزخ کو جانا یا تکالیف حاصل کرنا پڑے گا یعنے وہ یہ مانتے ہین کہ گناہ کسی حالت مین کسی شرط پر بھی کسی طرح معاف نہین کیے جا سکتے لیکن یہ بات بالکل غلط اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔

پرمیشور رحیم و کریم ہے۔ اس کے صفات مین ایک لفظ دیاسندھو کہا گیا ہے یعنے وہ رحم کا سمندر ہے۔ پس جہان اُن لوگون کی سخت غلطی ہے جو انصاف کے قانون کو توڑنا چاہتے ہین یعنے یہ خیال رکھتے ہین کہ محض کسی خاص فرقہ یا مذہب کا پیرو کار بن جانے وغیرہ سے (مثلاً عیسائی ہوکر بپتسمہ لینے سے) تمام گناہ معاف کر دیے جائینگے اور اس وہم کے باعث وہ دنیا مین خوب دل کھول کر گناہ کرنے لگ جاتے ہین وہان سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی بھی سخت غلطی ہے جو اپنے عمل (بے رحمی کا ثبوت مذکورہ بالا) سے ظاہر کر رہے ہین کہ وہ پرمیشور کو بھی اپنے ہی مانند اول درجہ کا بے رحم سمجھے ہوئے ہین نہین ہرگز نہین۔ بلکہ سچ تو یون ہے کہ پرمیشور واقعی رحم کا سمندر ہے۔ اور وہ ہمارے تمام گناہ بھی معاف کر دیتا ہے لیکن اس کا مطلب نہ سمجھ کر لوگ گمراہ ہو رہے ہین۔

ناظرین! پرمیشور رحم کا سمندر اسطرح پر ہے کہ اگر بالفرض کسی شخص نے چوری دغا بازی زناکاری شراب خوری وغیرہ وغیرہ تمام دنیا کے عیبون کا مرتکب بہت عرصہ تک رہ کر خوب گناہ کمایا لیکن بعد مین اُس کو ہوش آگیا یہ سب جو کچھ مین کر رہا ہون یہ مجھے دوزخ مین لے جانے والے افعال ہین۔ خواہ کسی خدا پرست مذہبی انسان کی پاک صحبت نے اوس کے دل پر ایسا اثر ڈال دیا ہو یا جو ہو غرضیکہ اب اُس کے انتہ کرن (دل و دماغ) نے اوسے مجبور کیا کہ وہ سب طرح کی بُری عادتین ترک کر دیوے چنانچہ اُس نے اُن سب بُرائیون کو بھی ترک کر دیا اور گزشتہ افعال بد کی معافی کے لئے اُس پاک پروردگار پربرھم پرمیشور کی بندگی کرنی شروع کی اور اب دُنیا سے اوسکو نفرت ہوگئی پس وہ یا تو تارک الدنیا ہوکر یا خانہ داری مین ہی رہتا ہوا تمام وقت سوا پرمیشور کے

عبادت و بھجن کے اور کسی کام مین نہین صرف کرتا غرضیکہ اب وہ ایک اچھا خاصہ عابد ثابت ہو رہا ہے (دُنیا دارون کے نظرون مین نہین بلکہ ایشور پرماتما گھٹ گھٹ ویاپی کے نظرون مین) - تو کچھ عرصہ یا بہت عرصہ کے عبادت کرنے سے اوس بڑے بھاری گنہگار کے تمام ان گناہون کو پرمیشور اپنی رحم سے معاف کردیوے گا - یعنے اب اُس کو ان گناہون کے معاوضہ مین دوزخ کو نہ جانا پڑے گا (یا یون کہئے کہ تکالیف نہ برداشت کرنی پڑینگی) - اور یہ مثال ہے پرمیشور کے رحم کا سمندر ہونے کی -

ناظرین! اوپر کا خیال کوئی بناوٹی یا فرضی نہین ہے - ہمین تاریخی ثبوت بھی اس امر کی شاہد ملتے ہین - اگر ہم ہندوؤن کے پُرانون سے حسب منشا آریہ صاحبان صرف تاریخی واقعات کی چھان بین کرنے لگ جاوین تو ایسی ہزارون مثالین ہمین مل سکتی ہین - لیکن ہم ان کو نہ پیش کرکے ایک ایسی نظیر پیش کرین گے جس کو قبول کرنے سے ہمارے آریہ بھائیون کو بھی انکار نہ ہوگا -

آریہ سماج کے موجودہ لیڈران مین سے ایک بہت ہی اعلی درجہ کے معززان دلون لالہ منشی رام صاحب ایڈیٹر ستیہ دھرم پرچارک ہین - آپ کا اسوقت آریون مین وہ سکہ جما ہوا ہے کہ جس طرح مسٹر دادا بھائی نوروزجی صاحب ممبر پارلیامنٹ کے یہان ہندوستان مین آنے پر اہل کانگریس ان کو گاڑی مین بٹھلا کر گھوڑے کی جگہ پر خود اس گاڑی کو کھینچتے ہوئے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ قوم و ملک کی خدمت کرنے والے کی اہل ہند کسقدر عزت کرنیکو تیار ہین اُسی طرح ان لالہ صاحب کی بھی آریہ صاحبان اسی طرح عزت کرتے ہوئے یہ ظاہر کر رہے ہین کہ وہ اگر جسم ہین تو لالہ صاحب مذکور روح ہین - ایسے معزز مہاتما کا خطاب حاصل کرنیوالے صاحب کا خود یہ اقرار ہے کہ وہ آریہ سماج مین داخل ہونے سے قبل (آج سے بیس سال پیشتر) ایسے بدکردارون مین سے تھے کہ دُنیا کا کوئی عیب نہ ہوگا جو ان سے بچ رہا ہو اتنا ہی نہین بلکہ مہاتما جی موصوف یہ بھی ظاہر کرتے ہین کہ وہ اول درجہ کے ناستک (منکر خدا) لوگون مین سے تھے اور یہ قطعی فیصلہ کر چکے تھے کہ نہ تو اس خلقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ مرنے کے بعد کسی طرح کی سزا و جزا ملا کرتی ہے

پس Eat drink & be merry tommorrow + will die
یعنے کھاؤ پیو عیش کرو کل کو تو آخر مرجانا ہی ہے۔ اسی اصول پر کاربند تھے لیکن جب آریہ سماج مین داخل ہوئے اور خدا کی ہستی کے قایل ہو کر اپنے گناہون کی معافی کے لئے تمام وقت نیکی اور عبادت مین مشغول رہنے لگے (عبادت کے معنے کچھ یہ نہین ہین کہ محض مالا لیکر رام رام جپا کرے۔ نہین بلکہ پرمیشور کے احکام کی پابندی عین عبادت ہے) تو اُس کا نتیجہ یہ ہوا جو آج ظاہر ہے (دیکھو دیباچہ سوانح عمری سوامی دیانند مصنفہ پنڈت لیکھ رام صاحب مرحوم)

ناظرین! مہاتما منشی رام صاحب کی اب جسقدر عزت آریون کے نگاہ مین ہے اس کو مدنظر رکھکر کیا کوئی آریہ سماجی کبھی خواب مین بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ دوزخی انسانون مین سے ہین یعنے مرکر دوزخ کو جانیوالے ہین (یا آرین محاورہ مین یون کہ انسان کی زندگی بنا کر آیندہ جنم کتا گدھا وغیرہ کسی نہ کسی یونی مین جنم لینے والے ہون گے)۔ اور کیا وہ خود اپنے دل مین آریہ سماج کے اصولون اور سوامی دیانند کی عجیب وغریب تعلیم کو مدنظر رکھکر یہ یقین رکھتے ہون گے کہ جو شراب خوری وغیرہ بڑے بڑے عیبون کے وہ عرصہ تک عادی رہے ہین اور جو کہ عرصہ تک وہ منکر خدا بھی رہ چکے ہین پس کیا ان سب گناہون کے معاوضہ مین اب بھی (باوجود عرصہ سے عبادت الٰہی مین صدق دلی سے مصروف ہونے کے) دوزخ کو ہی جانا پڑیگا اور وہ پرمیشور سوامی دیانند کے ہی مانند ایسا بے رحم ثابت ہوگا کہ باوجود رحم کا سمندر کہلانے کے بھی وہ انپر کچھ رعایت نکرے گا اور چاہے وہ کتنی ہی نیکی وغیرہ کرتے رہین لیکن گزشتہ اعمال بد کے نتیجہ مین ان کو ایک مرتبہ بغیر دوزخ کی سیر کرائے ہوئے اُس کا انصاف پورا ہی نہ ہوسکیگا ہم تو دیکھتے ہین کہ اگر آریون کے اس قول کو ہم تھوڑی دیر کے لئے صحیح مان لیوین کہ نیکی اور بدی کا نتیجہ صرف اسی دنیا مین ملتا ہے (حالانکہ یہان اور وہان دونون جگہ ملا کرتا ہے) تو ہم یہ کہے بغیر نہین رہ سکتے کہ مہاتما منشی رام جی کے گذشتہ تمام گناہ پرمیشور نے معاف کردئے اور اب وہ اپنی عبادت اور نیکیون کا معاوضہ حاصل کر رہے ہین۔

ناظرین! جب ہم زندہ مثالین ایسی دیکھ رہے ہین تو پھر یہ کہنا کہ پرمیشور اپنا رحم وکرم

کرکے لوگون کے گناہون کو معاف نہین کیا کرتا کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جسطرح قانون قدرت کے قاعدون مین یہ ہے کہ آفتاب ہمیشہ مشرق سے ہی طلوع ہوتا ہے۔ گرمی کے بعد ہی برسات ہوتی ہے۔ مان باپ کے صحبت سے ہی اولاد پیدا ہوا کرتی ہے وغیرہ وغیرہ اوسی طرح یہ بھی قانون قدرت کا ہی نیم (قاعدہ) ہے کہ جہان گنہگار کو دوزخ مین جانا یا دنیاوی طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہین (جو کہ پرمیشور کے انصاف کا ظہور ہے) وہان ان گنہگارون کی معافی ہو جاتی ہے جو صدق دلی سے گزشتہ کے لئے توبہ کرکے آیندہ کے لئے پاپ کرم یعنے گناہ و بدفعلیون سے کوسون دور رہتے ہین۔ اگر بالفرض دیانندی فلاسفی کو مدنظر رکھکر یہ مان لیا جاوے کہ نہین ایسا نہین ہوتا۔ معافی نا نگنے والون توبہ کرنے والون اور آیندہ ہر طرح کی بُرایون سے بچنے کی کوشش کرنے والون کو بھی پرمیشور اسی لاٹھی سے ہانکتا ہے جس سے دوسرون کو تو جہان یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ پھر تو خدا کے گھر مین ایسا ہی اندھیر ہو گا کہ سب وہان بائیس پنسیری کے بھاؤ بکنے لگین گے وہان قدرت کا قانون بھی لوٹ جاوے گا:۔

یعنے یہ بات زبانی جمع خرچ کر لینے کی نہین ہے اور نہ یہ کوئی ایسا اصول ہے جس کے سمجھنے کے لئے ہمین صرف فرضی دلائل پر ہی قناعت کرنی پڑے۔ بلکہ یہ وہ اصول ہے جس کا ظہور پرمیشور کے اس اٹل نیم (نہ تبدیل ہونے والے قانون) کو روشن کر رہا ہے سُننے کہ یہ دعویٰ بلا دلیل نہین پیش کیا گیا ہے!۔

ایک بیمار انسان کی مثال لے لیجئے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بیماریان ہماری ہی بدپرہیزی وغیرہ سے پیدا ہوتی ہین۔ ایک شخص بیمار ہوا (= گناہ کی سزا پائی) اور اوسے معلوم ہوا کہ فلان طرح کی بدپرہیزی سے مین بیمار ہوا ہون۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ اُس بدپرہیزی کو اب بھی ترک نہین کرتا اور نہ بیماری کے دفع کرنے کا کوئی علاج کرتا ہے تو خواہ مخواہ اُس کا مرض دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا چلا جائیگا اور آخرکار ایک ادنی سی بیماری بھی اُس کے جسم کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی سامان پیدا کر دیوےگی اسی طرح جو لوگ گناہ کے عادی ہو چکے ہین اُن گناہون سے حاصل ہونے والے تکالیف کو اسی زندگی مین پاتے ہوئے بھی نہ تو ان بُری عادتون کو ترک

کرتے ہین اور نہ گذشتہ برائیون کی پاکیزگی کا انتظام (توبہ وغیرہ) کرتے ہین تو وہ پرمیشور کے انصاف کے قاعدون کے مطابق طرح طرح کی مصیبتون مین یہان بھی گرفتار ہوتے ہین اور وہان بھی دوزخ کو بھیجے جاتے ہین - لیکن اگر وہ بیمار شخص کسی حکیم کو یون مخاطب کرتا ہے کہ مجھے یہ خبر نہ تھی کہ ایسی ادنیٰ بد پرہیزی یا لاپروائی سے اسقدر بھاری تکلیف وہ بیماری پیدا ہو جاویگی - خیر - اب آپ مجھے جو علاج اور پرہیز گاری بتلاوینگے اُس پر عمل کرونگا اور ایسی مہربانی کر دیجئے کہ کیسطرح جلد مین اس بیماری کی تکالیف سے شفا پاؤن پھر انشاءاللہ تعالیٰ تمام زندگی ایسی بد پرہیزی نکرونگا جس کے نتیجہ مین کہ ایسے مرض کا شکار ہونا پڑا - چنانچہ حکیم صاحب اُس کو ایک نسخہ ان ادویہ جات کا دیدیتے ہین کہ جن سے وہ بیماری جلد دفع ہو جاتی ہے اور مناسب پرہیز بھی بتلا دیتے ہین جن پر وہ بیمار عمل کر کے صحت حاصل کر لیتا ہے اور پھر وہ پوری احتیاط رکھتا ہے کہ آیندہ کوئی ویسی بد پرہیزی نہ ہو جاوے اور نتیجہ بھی پھر یہ ہوتا ہے کہ وہ بیماری کا شکار نہین ہوتا - اسی طرح گنہگارون کی حالت سمجھئے - جب گناہون کے بُرے نتیجون یعنے تکالیف وغیرہ محسوس کرنے سے یا کانشنس کے سچی پکار سے خواہ کسی واعظ یا اوپدیشک وغیرہ کے صحبت کے اثر سے متاثر ہو کر وہ گنہگار اپنے کئے پر پچھتاتا ہے اور صدق دلی سے پرمیشور کے دربار مین پرارتھنا کرتا ہے کہ اے دیا سندہو (رحم کے سمندر) مجھہ پر رحم کیجئے مجھہ سے خطا ہوئی بھول ہوئی معاف کیجئے - اب آیندہ مین ایسا گناہ نہ کرونگا وغیرہ - اور در اصل وہ اپنے اس عہد پر قایم رہتا ہے تو یقیناً پرمیشور کے رحم کا ظہور اُس پر ہوتا ہے اور وہ گنہگار نہ رہ کر پھر ایشور کا بھگت بن جاتا ہے -

ناظرین! حکیم کے مانند یہان واعظ وغیرہ کو سمجھئے - بد پرہیز گاری سے بیماری پیدا ہوئی تھی - گناہون سے تکالیف یا دل (= آشتہ کرن) یعنے کانشنس کی گھبراہٹ پیدا ہوئی - واضح ہو کہ گناہ کرتے کرتے ان گنہگارون کا دماغ اسقدر پراگندہ ہو جایا کرتا ہے کہ واقعی زمین ان کے لئے بھاری ہو جاتی ہے - خونی لوگون کی ایسی حالتین دیکھی سُنی جاتی ہین کہ وہ خواب مین بھی یہی دیکھا کرتے ہین کہ کوئی ان کو پکڑنے کے لئے چلا آتا ہے وغیرہ) اور جسطرح بد پرہیز گاری کو ترک نہ کرنے سے بیماری دن بدن بڑھتی

چلی جاتی اوسی طرح گناہ سے توبہ نہ کرنے کی حالت مین یہ گھبراہٹ اور تکلیف اُس گنہگار کو دن بدن تنزل کرتے ہوئے دوزخ کے اندر جا پٹکتی لیکن جسطرح بیمار پرہیزگاری کا پختہ وعدہ کرنے اور اس پر قایم رہنے سے پھر بیماری کا شکار نہین ہوتا اوسی طرح گنہگار آیندہ گناہون سے پرہیز کرنے اس عہد پر سچے دل سے قایم رہنے کے باعث آیندہ تکالیف اور گھبراہٹ سے بچتا ہوا دوزخ کی مصیبتون سے بھی بچ سکتا ہے اور جسطرح بیمار حکیم کا نسخہ استعمال کرکے گزشتہ بدپرہیزگاریون سے پیداشدہ بیماری کو جلد رفع کردیتا ہے (یعنے جسطرح دوا نہ استعمال کرنے کی حالت مین وہ پیداشدہ مرض اپنی پوری طاقت ظاہر کرکے خود بخود اگر ۶ ماہ مین رفع ہو سکتا تو حکیم کی دوا نے اوسے ۶ دنون مین یا ۶ گھنٹون مین ہی رفع کردیا) اوسی طرح گنہگار کی گزشتہ گناہون کے بُرے نتایج (تکالیف یا دوزخ) کو دور کرنے کا علاج (حکیم کے نسخہ کے مانند) اُس گنہگار کے لئے یہ ہے کہ وہ صدق دل سے پرمیشور پربرہم پرماتما گھٹ گھٹ ویاپی (ہر ایک کے دل مین موجود) کے شرن مین جاوے اور اپنے گناہون کی معافی کا خواستگار ہو واضح ہو کہ ایسا کرنے کے لئے اوسے اس بات کی ضرورت نہین ہے کہ وہ دنیادارون کے روبرو ایسا کہتا پھرے یا کسی ملّان مولوی خواہ پنڈت صاحب سے معافی کا خواستگار ہونا چاہیے (یہ خود محتاج دوسرون کو کیا دے سکتے ہین) بلکہ اوسے لازم ہے کہ بالکل گوشۂ تنہائی مین خاموش بیٹھ کر پرمیشور سے جو دل و دماغ کے اندرونی سے اندرونی تہ کے بھی اندر موجود ہے دل ہی دل مین پرارتھنا (منت سماجت وغیرہ) کرے۔

یہ حکیم صاحب کے نسخہ کے مانند ہی اور اگر بیماری ادویہ جات سے رفع دفع ہوجاتی ہین تو کوئی وجہ نظر نہین آتی کہ گناہ توبہ و پرارتھنا وغیرہ کے ذریعہ کیون نہ معاف ہوجاوین گے۔

دیانندی فلاسفی ہمین بتلاتی ہے کہ کسی شرط پر بھی گناہ معاف نہین کئے جاوینگے اس کے ماننے والون کو یہ بتلانا لازم ہے کہ بیماری کیون ادویہ جات اور پرہیزگاری سے رفع ہو جاتی ہے۔ اسپر حسب ذیل سوال جواب درج کئے جاتے ہین:—

سوال ا۔ یہ بیماری ادویہ جات کے ذریعہ اسوجہ سے رفع ہوجاتی ہے کہ جسم مین بوجہ بیماری کے جو نقص آگیا ہے اُس کے رفع کرنیوالی اشیاء کی مرکبات جسم مین حکیم ڈاکٹر پہونچا کر

اُس نقص کو رفع کر دیتے ہین - لیکن جو لوگ گناہون کی معافی توبہ وغیرہ کے ذریعہ ہونا تسلیم کرتے ہین وہ محض زبانی جمع خرچ سے پرمیشور کو بہکانا چاہتے ہین - بھلا یہ کب ہو سکتا ہے کہ ہم چوری زناکاری وغیرہ کے ذریعہ جو دُنیا کا نقصان پہونچاتے ہین اس کی سزا ہمین نہ بھوگتنی پڑے - پھر تو بڑا مزہ ہو جائیگا عام اعلان کر دو کہ لوگ چوری وغیرہ دل کھول کر کیا کرین اور بعد مین چند منٹون کسی وقت ایک جگہ بیٹھ کر انٹ سنٹ باتین بنا دیا کرین یعنے پرمیشور کو خوشامد کی رشوت دے دیا کرین بس فیصلہ شُد - وہ معاف تو کر ہی دیویگا -

جواب - جسطرح ادویہ جات جسم کے نقص کو رفع کرنے مین کامیاب ثابت ہو رہے ہین اسیطرح توبہ دعا اور آیندہ گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ کرتے ہوئے **صدق دلی سے پرمیشور کے بھجن وعبادت مین مشغول ہونا** دل ودماغ یعنے کانشنس (= انتہ کرن) کے اُن نقصون کو جو چوری زناکاری وغیرہ سے گھرے ہوئے ہین دور کر دیتا ہے - نہین نہین بلکہ اُنکو نیست ونابود بھی کر دیتا ہے - اور چوری زناکاری وغیرہ کے ذریعہ دنیا کا جسقدر نقصان وہ گنہگار پہونچاتا ہے پس گناہون سے توبہ کر لینے اور صدق دلی سے پرمیشور کا بھگت بن جانے پر وہ واقعی اوس نقصان کے مقابلہ مین بدرجہا زیادہ فایدہ دُنیا کا پہونچانے والا ثابت ہو جاتا ہے (مثال وہ ہی لالہ منشی رام صاحب کی کافی ہے - کون آریہ سماجی انکار کریگا کہ اونہون نے شراب خوری وغیرہ سے جسقدر دنیا کا نقصان پہونچایا تھا اُس کی بہ نسبت گوروکل کی قایمی وغیرہ کے ذریعہ سنسار کا بہت زیادہ فایدہ پہونچا چکے ہین -) اور یہ تو بیوقوفون کی باتین ہین کہ چوری وغیرہ دل کھول کر کرو.... جبکہ ہم خود یہ پُرزور الفاظ ہین کہ رہے ہین کہ دنیاداردن کو دھوکا دیا جاسکتا ہے مگر اُس گھٹ گھٹ ویاپی پرمیشور کو کوئی کیا مغالطہ دیویگا - تو یہ یا ایسی باتین کہنا عوام کو مغالطہ دینے کے سوا اور کچھہ نہین ہین -

سوال آریہ - لیکن دوایان ہمارے جسم کے اندر داخل کی جاتی ہین تب ان کا اثر ہوتا ہے اگر کوئی شخص اُس دوائی کا محض نام لیا کرے تو جسطرح بیماری نہین رفع ہوتی اوسی طرح گنہگار کے کئے ہوئے گناہون کے عیوض مین سزا تو ملنی ہی ہے اس کا دفیعہ کرنے کے لئے دوائی کے مانند آپ کونسی شئے جسم مین داخل کراتے ہین - کیونکہ پرمیشور سے دعا مانگ لینا تو صرف زبانی جمع خرچ ہے - داہ

بلکہ ہی باتون ہی باتون مین کام چل سکتا ہے؟ مانا کہ صدق دلی سے ہی ایسا کیا جاوے مگر عقل اسکو قبول نہین کرتی کہ پرمیشور کے روبرو چند الفاظ کہنے یا گڑگڑانے اور رونے وغیرہ کا یہ نتیجہ ہو کہ وہ چوری زناکاری وغیرہ بہت بھاری گناہون کے مرتکب کو معاف کر دیوے۔ ایسا ہرگز نہین ہو سکتا۔

جواب۔ دوائی کے جسم مین داخل ہونے کے مانند ہم بتلاتے ہین کہ پرارتھنا وغیرہ سے جو عاجزی انکساری گناہ سے نفرت۔ پرمیشور کے طرف دل کا متوجہ ہونا اور بعد مین دنیا سے بھی نفرت ہوکر وراگ (دنیاداری سے علحدگی کا خیال) پیدا ہو جاتا ہے یہی دماغ کی غذا مین اُس کے اندر داخل کیجاتی ہین۔ جہان جسم مین مجسم اشیا (دوایان وغیرہ) داخل کی جاسکتی ہین وہان دماغ مین ہر ایک غیر مجسم اشیا (علم۔ علمی معلومات۔ نیکی کا خیال۔ بدی کا خیال۔ گناہ کا ارادہ۔ ثواب کا ارادہ وغیرہ) ہی ہمیشہ داخل ہوا کرتے ہین پس آپ کا یہ وہم ٹھیک نہین ہے کہ چونکہ ادویہ جات کے مانند کوئی مجسم شئے کو آپ ان آنکھون سے اندر داخل ہوتے ہوئے نہین دیکھتے اسوجہ سے پرارتھنا وتو بہ وغیرہ فواید سے انکاری بن رہے ہین۔ اور پرارتھنا وغیرہ سے کسطور پر پھل ملتا ہے یہ تو مضمون پرارتھنا سے پھل ملتا ہے مین بیان کیا جاویگا (وہان ہی دیکھیے) البتہ بیمار کے ادویہ جات سے صحت پانے کی مثال کے متعلق آپ اعتراض کر سکتے ہین۔

سوال آریہ اچھا۔ جو مثال مہاتما منشی رام صاحب کی آپ دیتے ہین یہ آپ کی غلطی ہے کیونکہ وہ اگر پرارتھنا کے اصول پر کاربند ہوتے تو محض پرمیشور کے سامنے زبانی گڑگڑا کر یا رو پیٹ کر سمجھہ لیتے کہ ان کے گناہ معاف ہو ہی جائینگے۔ مگر انہون نے تو آرین تعلیم کو مدنظر رکھکر دنیا کے آرام و آسایشون کو لات مار کر پرمیشور کے احکام کی پابندی مین تن من دھن (جسم دل اور دولت کو) نیوچھاور کر دیا۔ پس ایسا کرنے والون کو تو ہم بھی مبارک کہتے ہین۔ لیکن وہ زبانی جمع خرچ والون کے گناہ کب معاف ہو سکتے ہین۔

جواب بھائی صاحب! پرارتھنا کے اصول پر کاربند ہونے کے یہ معنے کسنے آپ کو بتلا دیا ہے کہ وہ دعا مانگنے والا شخص کاہل اور سست بن کر مکان مین سویا کرے یا آج کل کے برائے نام سنیاسیون کے مانند خود خدا بن جایا کرے۔ ہم تو خود کہہ رہے ہین کہ وہ نہ صرف اُن برائیون

اور گناہون کو ترک کردیوے جن کا اب تک عادی رہا ہے بلکہ صدق دلی سے پرمیشور کی حضوری مین حاضر ہو۔ اس کا مطلب ہی آپ نہ سمجھ کر مغالطہ مین پڑ رہے ہین .

اس لکیر شدہ فقرہ کا مطلب یہی ہے جو آپ مہاتما منشی رام جی کی مثال مین ہار رہے ہین۔ واقعی بات یہ ہے کہ جس کا دل سچ مچ پرمیشور مین لگ جاویگا وہ سنسار مین وہ کام کر دیکھاویگا جس کا حدو حساب نہین۔ اور یہ محض جہالت کی بات ہے کہ توبہ و دعا رکے یہ معنے سمجھ لئے جاوین کہ فرضی خوشامدی کے مانند عمل کرنے والا..... ہم تو بار بار بتلا رہے ہین کہ پرمیشور کو کون دہوکا دے سکتا ہے پس واضح ہو کہ توبہ کرنا کچھ آسان کام نہین ہے۔ تلوار کی دہار پر چلنا جسقدر مشکل کام ہے یہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ کون کہتا ہے کہ ہر ایک شخص عمداً اور سچا گناہ کرکے توبہ کر لیوے تو بخش دیا جائیگا۔ وہ تو اور بھی زیادہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا کہ اور لوگ تو دنیا کو ہی ٹھگتے تھے مگر وہ خدا کو بھی جھانسہ دینا چاہتا ہے۔ لیکن مضمون زیر بحث تو یہ ہے کہ آیا پرمیشور کے رحیم ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ گنہگارون کے گناہون کو بخش دیتا ہے پس ہم کہتے ہین کہ ہان بخشتا تو ہے مگر مذکورہ بالا شرایط پر۔ نہ یہ کہ ہر ایک گنہگار بلا لحاظ بخش دیا جاوے گا اور انصاف کا قانون ہی ٹوٹ جاویگا لیکن دیانندی فلاسفی کو مدنظر رکھ کر آپ اوپر کی مثال مین مہاتما جی کو یا ان جیسے لوگون کو ہرگز ہرگز بھی مبارک نہین کہہ سکتے بلکہ آپ کو مجبور ہو کر بھی ماننا پڑے گا کہ اونہون نے جسقدر گناہ کئے ہین انکی سزائین حاصل کرنے کے لئے ان کو دوزخی ضرور ہونا پڑے گا یا دوسرے الفاظ مین یون سمجھئے کہ جانورون کی یونیون مین چکر کاٹنا پڑے گا۔ پس جبکہ آریہ صاحبان بھی اپنے طریق عمل سے یہ ظاہر کر رہے ہین کہ وہ پرمیشور کے رحیم ہونے کے اصول پر کاربند تو ہین مگر پھر اس ہٹھ دہرمی کے کیا معنے کہ سوامی دیانند کی باتون کو رد نہ کرکے خود تسلیم کردہ ستیہ کا گرہن کرنا وغیرہ۔ (سچائی کو قبول کرنا) اصول توڑ رہے ہین۔

ناظرین! جسطرح بیماری کی مثال سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ بات قانون قدرت کے قاعدون کے موافق ہے کہ جو بدپرہیزی کو ترک کرکے ادویہ استعمال کرتا ہے اُس کی بیماری رفع ہو جاتی ہے اسیطرح اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ جو گناہون سے توبہ کرتا اور صدق دلی سے

پرمیشور کے حضور مین حاضر ہوکر معافی کا خواست گار ہوتا ہے اوسپر رحم کیا جاتا ہے غرضیکہ آپ دنیا مین ایسی اور بھی مثالین پاسکتے ہین - اب ایک سوال غور طلب اور رہ جاتا ہے کہ آریون کے مستند کتابون مین بھی کہین یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ پرمیشور رحیم ہے یعنے وہ گنہگارون کے گناہون کو معاف کردیتا ہے یا نہین - خاصکر یہ سوال اور بھی زیادہ مضبوط اسوجہ سے ہوجاتا ہے کہ اپنے زمانہ کے مشہور و معروف عالم فاضل سوامی دیانند مہاراج نے اس اصول کے اختلاف کیا ہے -

لیکن جہان سوامی جی نے کسی خاص پالسی کو مدنظر رکھ کر اس من مانی گڑھنت کے دلدل مین عوام کو پھنسادیا ہے وہان نہایت تعجب اس بات پر ہے کہ اپنی رائے کی تائید مین کوئی حوالہ کسی بھی کتاب سے نکال کر خواہ اولٹا سیدھا ہے ترجمہ کرکے بھی نہ پیش کر سکے خیر - اب ہم اسبات کی پڑتال شروع کرتے ہین کہ دیکھین کہین کسی آریون کے مستند کتابون مین اس مسئلہ (جسپر تمام ہندو اور مسلمان صاحبون کا اتفاق ہے) کے موافق حوالہ جات مل سکتے ہین یا نہین :-

لیجئے ناظرین ! ہم آپ کے روبرو نہایت ہی قابل عزت کتاب بھگوت گیتا کے حوالہ جات اپنی رائے کی تائید مین پیش کئے دیتے - لیکن قبل اس کے کہ ہم ایسا کرین ہمین یہ خیال ہوتا ہے کہ کہین ہمارے آریہ بھائی صاحبان یہ نہ کہہ پڑین کہ واہ ! ہم گیتا کو بھی تو دیگر واہی تباہی کتابون کے ہی مانند ایک گپوڑہ ہی مانتے ہین - ہمین قایل کرنے کے لئے ویدون سے پرمان تلاش کرکے دیکھلاؤ وغیرہ - اسلئے اول اسی سوال کا جواب دیا جاتا ہے :-

ویدون کے بارہ مین تو عرض یہ ہے کہ ہم کیا بڑے بڑون کی عقل حیران ہے اور وہان سے اگر کاشی کے تمام علماء سنسکرت یا آریہ سماج کے نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ پنڈت صاحبان بھی چاہین کہ کوئی کام کاج کی باتین نکال سکین تو یہ غیر ممکن بات ہے (اسبارہ مین مفصل بحث دیکھو مضمون وید منترون پرلال بجھکڑی) - اب بھگوت گیتا کے حوالہ جات آریون کے نظرون مین قابل وقعت ہوسکتے ہین یا نہین اسکا جواب یہ ہے کہ ہان آج سے چار سال قبل تو ہمین یہ ہمت نہ تھی کہ آریون سے یہ کہہ سکتے کہ بھگوت گیتا کی تعلیم ویدون کے

اصولون سے خلاف نہین ہے اسے ماننے سے انکار مت کرو وغیرہ لیکن اب ہمین خوشی ہے کہ ہمارے پاس ٹہری عمدہ سند موجود ہے اور ہم دعوے کے ساتھ کہینگے کہ آریہ صاحبان اب بھگوت گیتا کے حوالہ جات کو قبول کرنے سے انکار نہین کر سکتے۔

واضح ہو کہ آریہ سماج کے بڑے بھاری رکن۔ سنسکرت کے اول درجہ کے عالم فاضل شریمان پنڈت آریہ مُنی صاحب پروفیسر آف سنسکرت فلاسفی دیانند انگلو ویدک کالج لاہور نے (جو بہت عرصہ تک کاشی مین رہ کر علم ویدانت وغیرہ پڑھتے رہے ہین اور جو بہت بڑے بڑے مناظرون مین سب سے آگے رکھے جاتے ہین) گزشتہ سال مین اس بھگوت گیتا کی آرین تفسیر شایع کردی ہے جس مین اونہون نے اس کتاب کے منجملہ سات سَو شلوکون کے صرف ایک شلوک کو پرکشپت (ناجایز) قرار دیا ہے۔ باقی تمام شلوکون کو بالکل صحیح اور آرین یا ویدک اصولون کے عین موافق مان لیا ہے۔ پس بھگوت گیتا سے حوالہ جات نقل کرنے پر اگر کسی آریہ صاحب کو تسلی نہ ہو تو وہ اول اپنے گھر مین ہی فیصلہ کرلیوین اور پروفیسر صاحب موصوف سے جاکر دریافت کرین کہ اونہون نے ایسی معقول سند (اتھارٹی) ہمارے حوالہ کیون کردی ہے پھر جب وہ ایسے عالم فاضل کے دلایل کو رد کر کے بھگوت گیتا کے اس آرین تفسیر کی تردید شایع کراوینگے تو تب ہم بھی اس بات کی کوشش شروع کرینگے کہ بھگوت گیتا کو ردی خانہ مین پھینک کر کسی دوسری طرف رخ بدلین۔

ناظرین! پنڈت آریہ منی صاحب موصوف نے تو اس بھگوت گیتا کی وہ پوزیشن بنادی ہے کہ واقعی سناتنی ہندؤن نے اس کی جسقدر عزت مانی تھی اوس سے بدرجہا بڑھ کر اس کی وقعت کرنے کی وہ آریون کو ہدایت کر رہے ہین۔ یعنے سناتنی صاحبان تو صرف یہی سمجھتے تھے کہ یہ گیتا گویا تمام اوپنشدون کا لُب لباب ہے۔ لیکن اب پنڈت آریہ منی مہاراج نے ظاہر کیا کہ یہ نہ صرف اوپنشدون کی لب لباب ہے بلکہ تمام ویدون اور شاستَرون کا عطر اسے کہنا چاہیئے۔

سوال آریہ منی صاحب مصنف گیتا یوگ پردیپ (یعنے گیتا پر آرین تفسیر) کی عبارت زیر بحث ان کی کتاب ہذا کے صفحہ ۴ سطر ۱ سے نقل کی جاتی ہے۔

" اور اس تری کانڈ (تین قسم کی باتین ویدون مین ہین جنکے نام یہ ہین کرم اوپاسنا گیان یعنے افعال عبادت یا پرستش اور معرفت غرضیکہ ان تین باتون ـ) والے وید کا ویاکھیان (تشریح) ہونے سے ہی گیتا دنیا بھر کے (پاک کتابون) سے افضل مانی گئی ہے اور بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینون ویدک کانڈون کا جیسا آسان اور صاف بیان گیتا مین پایا جاتا ہے ویسا کسی دوسری کتاب مین نہین ملتا = اگرچہ گیان کانڈ (علم معرفت) مین اوپنشدون کا درجہ گیتا سے بڑھ چڑھ کر مانا گیا ہے لیکن جیسی پُر اثر کتاب گیتا ہی ویسی اوپنشدین نہین وجہ یہ کہ اول تو اوپنشدونکی عبارت گیتا کے مانند آسان نہین اور دوسری بات یہ ہے کہ اوپنشدین ایک ایک وید کے سہارے پر بنائی گئی ہین مگر گیتا چارون ویدون پر انحصار رکھتی ہے ..... (پھر صفحہ ۵ سطر ۱۲ پر) .... جسطرح گیتا مین ویدون کے تینون کانڈون (ہر سہ علوم) کا بیان پایا جاتا ہے اس طرح اوپنشدون مین تینون کانڈون کا بیان نہین ہے ـ اس لئے صرف اوپنشدون کو گیتا کی جڑ ماننا ٹھیک نہین وغیرہ ـ"

ناظرین !! اب شاید ہمارے آریہ بھائی صاحبان گیتا کے حوالہ جات کو کم از کم سُننے کے لئے تو ضرور تیار ہو گئے ہون گے ـ پس اب آپ کو گیتا کی سیر کرائی جاتی ہے ـ

सर्वे कर्माण्यपि सदा कुर्वाणो मद्व्यपाश्रयः । मत्प्रसादादवाप्नो-
-ति शाश्वतं पदमव्ययम् ॥ भ० गी० अ० १८ श्लो० ५६ ॥

सर्वे कर्माणि अपि सदा कुर्वाणः मत् व्यपाश्रयः । मत् प्रसादात्
अवाप्नोति शाश्वतं पदम् अव्ययम्

یہ بھگوت گیتا کے اٹھارہوین ادھار کا ۵۶ وان شلوک ہے ـ اس کا ترجمہ یون ہے ـ

(۱) ہمیشہ (۲) میرے (۳) سہارہ پر (۴) تمام (۵) کامون کو (۶) بھی (۷) کرتا ہوا (۸) میری (۹) مہربانی سے (۱۰) ہمیشگی والے (۱۱) اور کبھی تبدیل نہ ہونے والے (۱۲) درجہ کو (۱۳) حاصل کرتا ہے ـ

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص بلا لحاظ کسی امر کے (یعنے اپنے جسمانی آرام تکلیف

کی پرواہ نہ کرکے) پرمیشور ہی کے بھروسہ پر سب کام کرتا ہے اُسپر وہ رحیم و کریم پرماتما
مہربانی کرکے یعنے رحم کرکے اوس کو مکتی یعنے نجات کا درجہ عطا فرماتے ہین۔
سوال آریہ۔ بھلا اس سے یہ کہان برآمد ہوا کہ گنہگار کے گناہ معاف ہوجاینگے
جواب اس شلوک کے لفظ نمبر ۹ سے آپ کو یہ تو معلوم ہوگیا ہوگا کہ پرمیشور ہم لوگون پر
مہربانی یعنے رحم کیا کرتا ہے۔ لیکن سوامی دیانند مہاراج تو اپنے ہی مانند پرمیشور کو بھی
بے رحم ثابت کرنا چاہتے ہین۔
اب جبکہ پرمیشور کے خاص حالتون مین مہربان ہونے کا ثبوت آپ کو ملتا ہے تو گناہون
سے توبہ کا اصول تسلیم کرنے سے کیون انکار ہے۔ توبہ کرنے والا بھی جب اس شلوک
کے الفاظ نمبر ا سے ۸ تک کے مطابق صدق دلی سے اوس پاک پروردگار کے ہی سپرد
اپنے تئین کردیتا ہے تب ہی تو اوسکے گناہ معاف ہوتے ہین۔ اس کے خلاف کون
معافی کی امید دلاتا ہے۔ دیانندی فلاسفی تو کسی شرط پر بھی معافی دلانے کو تیار نہین
لگے دیکھیے۔

तमेव शरणं गच्छ सर्वभावेन भारत। तत्प्रसादात्परां
शान्तिं स्थानं प्राप्स्यसि शाश्वतम्॥ भ० गी० १८/६२॥
तम् एव शरणं गच्छ सर्व भावेन भारत। तत् प्रसादात
परां शान्तिं स्थानं प्राप्स्यसि शाश्वतम्॥

یہ اوسی ادھیایا کا ۶۲ وان شلوک ہی اس کا ارتھ یون ہے۔
(۱) اے بھرت خاندان والے (ارجن)! (۲) سب طرح پر (۳) اوس ہی کے
(۴-۵) شرن مین جا (۶) اوسی کے (۷) مہربانی سے (۸-۹) بڑی شانتی (یعنے پوری
تسلی اور کامل تسکین) کو اور (۱۰-۱۱) ہمیشگی والے مقام (یعنے مکتی یا نجات) کو
(۱۲) حاصل کریگا۔
اس کا مطلب صاف ہی ہے۔ الفاظ نمبر ۲ سے ۵ تک سے وہ ہی اصول ثابت
ہوجاتا ہے جو توبہ کرنے والون کو بتلایا گیا۔ واقعی اوسی قادر مطلق رحیم و کریم پرمیشور

کے شرن مین جانے (یعنے اوس کے حضوری مین حاضر ہونے) سے ہم کو شانتی حاصل ہو سکے گی اور چونکہ پوری شانتی اوس وقت تک نہین حاصل ہوا کرتی جب تک کہ گناہ سے ہم پاک نہ ہوجائین اس لئے ضروری بات ہی کہ وہ پرمیشور ہمارے صدق دلی سے توبہ کرنے پر اپنی مہربانی سے (لفظ نمبر ۶-۷) ہمارے گناہ معاف کرکے ہم کو شانتی دیتا ہوا نجات بھی بخش دیویگا بشرطیکہ ہم صدق دلی سے اوس کے شرن مین جائین تو سہی - یہ کام ہی بذات خود ایسا مشکل ہی کہ جس کا عمل کچھہ خالاجی کا گھر نہین ہے -

سوال آریہ :- اجی صاف صاف لفظون مین تو یہ کہا نہین گیا کہ گناہ معاف کردے جاوین گے -

جواب اچھا جناب گھبرائے نہین لیجئے اگلا شلوک پڑہیے -

सर्व धर्मान् परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज । अहं त्वा सर्व पा-
-पेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः ॥ गी० १८/६६॥

सर्व[1] धर्मान्[2] परित्यज्य[3] माम्[5] एकं[4] शरणं[6] व्रज[7] । अहं[8] त्वा[9] सर्व[10]
पाप[11]भ्यः मोक्षयिष्यामि[12] मा[13] शुचः[14] ॥

یہ بھی اوسی ادھیا کا ۶۶ وان شلوک ہے - اس کا ترجمہ یون ہے :-

(۱) سب (۲) دہرمون کو (۳) چھوڑکرکے (۴-۵) صرف میری ہی (۶) شرن مین (۷) آجا - (۸) مین (۹) تجھ کو (۱۰) سب (۱۱) **پاپون (گناہون)** سے (۱۲) **نجات دے دون گا** (یعنے گناہون سے پاک کردونگا) (۱۳) مت (۱۴) افسوس کر -

ناظرین! اب تو صاف الفاظ بھی مل گئے - کیا اس سے بھی زیادہ صاف الفاظ اور کچھہ ہوسکتے ہین - جن مین گناہون سے بخشش کا مژدہ سُنایا گیا ہو - اس شلوک مین تو بہت ہی صاف طور پر کہدیا گیا ہے کہ جو گنہگار (شخص اپنے گناہون سے گھبرا گیا ہو تو اوسے سب دہرمون کو چھوڑکر یعنے کسی بات کی پرواہ نہ کرکے صرف ایک رحیم و کریم قادر مطلق پرمیشور کی شرن مین (یعنے اوس کے حضوری مین) چلا جانا چاہیے (یعنے گناہون سے

توبہ کرکے بصدق دل سے پرمیشور کا عابد اور بھگت بن جانا چاہیئے) تو ایسا کرنے والے کے تمام گناہ اور خطائین پرمیشور معاف کردیگا۔

ناظرین! ایک بات اور بھی ہم آپ کو خوشی سے سُنانا چاہتے ہین یعنے اس شلوک کے تفسیر مین پنڈت آریہ منی صاحب اپنی گیتا کے صفحہ ۵۸۳ سطر ۴ پر حسب ذیل تحریر فرمارہے ہین۔

"مزکورہ بالا دونون شلوکون (نمبر ۶۵ اور ۶۶) مین ساری گیتا کے ارتھ (مطلب) کو ویاسجی نے ایکجا کردیا ہے۔۔۔۔۔"

واہ! یہ دیکھیئے آریہ صاحبان؟ آپ کے معزز پروفیسر صاحب کیا فرمارہے ہین آپ تو اس شلوک کو پرکشپت (= ناجایز) قرادینے کی فکر مین پریشان ہون گے لیکن وہ ویدانت علم کے فاضل پنڈت صاحب یہ بتلا رہے ہین کہ تمام گیتا کا لُب لباب اسی شلوک مین بھرا ہوا ہے اور یہ تو پہلے بیان ہوچکا ہے کہ پنڈت صاحب موصوف گیتا کو چارون ویدون کا لُب لباب سمجھتے ہین پس کیا اب یہ ثابت نہین ہوگیا کہ چارون ویدون کا عطر انہین دو شلوکون (نمبر ۶۵ و ۶۶) مین بھرا ہوا ہے۔

ناظرین! کیا اس سے بھی بڑھکر اور کوئی ثبوت کسی بات کی تائید کے لئے کسی کو کہین مل سکتا ہے ؟ - اب تو آریہ صاحبان کو ہٹھ دھرمی ترک کرکے لازم ہے کہ وہ سوامی دیانند کے گمراہ کرنے والی تعلیم سے مُنہ موڑین اور پربرہم پرمیشور کو رحیم وکریم یقین کرکے گنہگارون کے فہرست مین نہ شامل ہون۔

سوال آریہ - اجی اس شلوک کا مطلب آپ نے نہین سمجھا - کیونکہ الفاظ نمبر ۴-۵-۶-۷ کا ترجمہ پنڈت آریہ منی صاحب نے یون کہا ہے: "میری ایک ویدک دھرم روپی شرن کو پراپت ہو" پس اس مین تو ویدون کے موافق افعال کرنے والون کا ذکر ہے نہ کہ گنہگارون کا۔

جواب - اول تو الفاظ کے بالکل لفظی معنے اوپر درج کردیئے گئے ہین جنکو سنسکرت تو کیا معمولی ہندی جاننے والا بھی سمجھ سکتا ہے - لیجئے اردو ہی مین ان لفظون کو ہم

لکھے دیتے ہین تاکہ اردو دان آریہ صاحبان بھی سمجھہ سکین - (مام) میری (ایکم) اکیلی یا صرف (شرنم) شرن مین (برج) آجا - اب بتلائیے ویدک دہرم ان چار لفظون کے اندر سے کیونکر نکل پڑا - لیکن اگر بالفرض ہم آپ کے خاطر پنڈت آریہ منی صاحب کی تفسیر کو ہی تسلیم کر لیوین تو تاہم ہمارا اصول ہرگز بھی رد نہین ہوتا - ہر حالت مین **پاپون یعنے گناہون سے نجات دونگا** اس فقرہ کے معنے مطلب کو تو تبدیل نہین کیا گیا -

اب بھگوت گیتا کی آٹھوین ادہیار کا پانچوان شلوک دیکھیے :-

अन्तकाले च मामेव स्मरन् मुक्त्वा कलेवरम्। यः प्रयाति स
मद्भावं याति नास्त्यत्र संशयः॥ भ० गी० ८/५॥

अन्त[1] काले च माम्[2] एव[3] स्मरन्[4] मुक्त्वा[5] कलेवरम्[6]। यः[7] प्रया-
-ति[8] सः[9] मद्भावं[10] याति[11] न[14] अस्ति[15] अत्र[12] संशयः[13]॥

اسکا ترجمہ یون ہے :-

(۱) آخری وقت مین (۲-۳) مجھہ کو ہی (۴) یاد کرتا ہوا (۵) جسم کو (۶) چھوڑ کر (۷) جو شخص (۸) جاتا ہے (یعنے فوت ہو جاتا ہے) (۹) وہ (۱۰) میرے - (پرمیشور کے) **بھاو کو** (۱۱) حاصل کر لیتا ہے (۱۲) اس مین (۱۳) (ذرہ بھی) شک (۱۴-۱۵) نہین ہے -

بھاو کے معنے حالت کے ہین - مفسرین کا اس لفظ پر بڑا جھگڑا ہے مگر معمولی طور پر یہ معنے ہو جاتے ہین کہ یہان اس سے مکتی یعنے نجات کا مطلب ہے - خیر - اس بحث کو چھوڑ کر ہمارا اصول اس شلوک سے بھی ثابت ہے کہ محض یاد آلہی سے نجات مل جاتی ہے اور نجات سے قبل تمام گناہون کی معافی ضروری بات ہے - ہان یہ دوسری بات ہے کہ یاد آلہی اور وہ بھی عین موت کے وقت ایک امر دشوار ہے -

آگے نوین ادہیائے کے حسب ذیل شلوکون کو ملاحظہ کیجیے :-

अपि चेत् सुदुराचारो भजते मामनन्यभाक्। साधुरेव स-

मन्तव्यः सम्यग्व्यवसितो हि सः ॥ भ० गी० ९/३०॥

अपि चेत् सुदुराचारः भजते माम् अनन्यभाक्। साधुः

एव सः मन्तव्यः सम्यक् व्यवसितः हि सः॥

اسکا ترجمہ پنڈت آریہ منی صاحب نے حسب ذیل کیا ہے :-

(۱) اگر (۲) اتینت وُشٹاچاری (بڑا بدمعاش یا چلن وغیرہ)

(۳) بھی (۴) دوسرے کا بھجن (پرستش کرنیوالا نہ ہوکر (۵) مجھ کو (۶) بھجتا ہے (یعنے پرمیشور کی ہی عبادت کرتا ہے تو) - (۷) اوسے (۸ - ۹) سادھو (نیک انسان) ہی (۱۰) ماننا چاہیے (۱۱) یقیناً (۱۲) وہ (۱۳) ٹھیک نشچے (یقین) والا ہے -

۳۰ - آگے ۳۲ واں شلوک دیکھیے :-

मां हि पार्थ व्यपाश्रित्य ये ऽपि स्युः पाप योनयः। स्त्रियो वैश्यास्त-

-तथा शूद्रास्ते ऽपि यान्ति परां गतिं ॥ भ० गी० ९/३२॥

मां हि पार्थ व्यपाश्रित्य ये अपि स्युः पापयोनयः। स्त्रियः वैश्याः

तथा शूद्राः ते अपि यान्ति परां गतिं॥

اسکا ترجمہ یوں ہے :-

(۱) ای پارتھ (پرتھا کے لڑکے - پرتھا ارجن کے ماں کا نام تھا) (۲) مجھ پر (۳) ہی یقیناً (۴) دارمدار رکھنے والے (۵) جو لوگ ہین وے (چاہے) (۶) پاپ یونی والے (گنہگار پیدائش یعنے رذیل قومون وغیرہ سے تعلق رکھنے والے) (۷) بھی ہون (یعنے) (۸) جو عورتین (۹) ویشیہ (بقال یا تجارتی قومین) (۱۰) اور (۱۱) شودر (خدمت گار وغیرہ) (۱۲-۱۳) ہین وے بھی (۱۴) افضل (۱۵) درجہ (یعنے نجات) کو (۱۶) حاصل کر لیتے ہین -

ناظرین ! بھگوت گیتا مین ایسے شلوک بہتیرے ہین لیکن اسی قدر پر قناعت کیا جاتا ہے اب اوپنشدون کا پرمان (حوالہ) بھی دیکھیے -

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न मेधया न बहुना श्रुतेन। यमेवैष

वृणुते तेन लभ्यस्तस्यैष आत्मा वृणुते तनूं स्वाम् ॥ कठ उ० प२० न अयम् आत्मा प्रवचनेन लभ्यः न मेधया न बहुना २/२३॥
श्रुतेन यम् एव एषः वृणुते तेन लभ्यः तस्य एषः आत्मा वृणु-
-ते तनूं स्वाम् ॥

اس کا ارتھ پنڈت بھیم سین شرما صاحب سابق آریہ پنڈت یون کرتے ہین :-

(۱) یہ (۲) آتما (یعنے پرمیشور) بتلانے یا کہنے سے (۴-۵) نہین حاصل ہو سکتا۔ (۶-۷) نہ دماغ سے غور و خوض کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ (۸) اور نہ (۹-۱۰) بہت (شاسترون وغیرہ کو) سُننے ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (بلکہ) (۱۱-۱۲) **جس ہی کو** (۱۳-۱۴) **وہ قبول کرلیتا ہے** (۱۵) اوس سے ہی (۱۶) وہ حاصل کیا جا سکتا ہے (۱۷-۱۸) وہ آتما (برھم) (۱۹) اوس کے لئے (۲۰) اپنی (۲۱) ماہیت کو (۲۲) ظاہر کر دیتا ہے۔

ناظرین! کیا اب بھی پرمیشور کے رحیم ہونے اور رحم کے مزکورہ بالا سننے سے کوئی آریہ صاحب انکار کر سکتے ہین۔ سوامی دیانند مہاراج کی اگر چلتی تو وے ان اوپنشدون اور بھگوت گیتا کو بھی ردی خانہ مین ڈالنے کی کوشش کرتے۔

سوال آریہ۔ بھگوت گیتا یا اوپنشدین تو علم معرفت کی کتابین ہین۔ جن گرنتھون مین نیک و بد افعال کے متعلق ذکر موجود ہون اُن کے حوالہ جات کیون نہین پیش کرتے۔

جواب۔ اگرچہ اوپر کے اقتباس سے ثابت ہو رہا ہے کہ گیتا مین ہر سہ مضامین ویدون کے موجود ہین لیکن تاہم اگر آپ کو تسلی نہین ہے تو لیجئے۔ منوسمرتی کے حوالہ جات بھی سُن لیجئے۔ منو سے بڑھ کر تو کرم کانڈ (افعال دنیاوی) کا فیصلہ کرنے والی کوئی اور کتاب معتبر آپ کے نظرون مین سوا ویدون کے نہ ہوگی اور وہ بھی جبکہ ہم پنڈت تلسی رام صاحب کی کتاب سے ہی حسب ذیل شلوک معہ اون کے ترجمون کے پیش کئے دیتے ہین :-

अकामतः कृते पापे प्रायश्चित्तं विदुर्बुधाः। कामकारकृते प्याहु-

दैके श्रुति निदर्शनात ॥ १॥

अकामतः कृतं पापं वेदाभ्यासेन शुद्ध्यति । कामतस्तु कृतं मोहात्
प्रायश्चित्तैः पृथग्विधैः ॥ २॥ मनु० अ० ११ श्लो० ४५/४६ ॥

یہ منو گیارھوین ادہیاؤکے ۴۵ اور ۴۶ وین شلوک ہین انکا ترجمہ یون ہے -

عالم لوگ بلا ارادہ گناہ کرنے پر پرائشچت کرنا بتلاتے ہین - اور دوسرے آچاریہ - (بزرگ) ویدون کو جاننے والے کہتے ہین کہ ارادہ سے کئے ہوئے گناہ مین بھی (پرائشچت) ہونا چاہیے) -

بلا ارادہ جو گناہ کیا گیا ہو وہ وید ابھیاس (ویدون کو پڑھنے -) سے شدھ (صاف) ہو جاتا ہے -

اور ارادہ سے موہ بش یعنے عمداً وصریحاً کیا گیا ہوا گناہ مختلف قسمون کے پرائشچتون سے شدھ ہوتا ہے -

سوال آریہ - واہ! یہ تو پرائشچت کے متعلق پرمان ہے - اس سے ہم کب انکاری ہین اور پرائشچتون کی تکالیف کا اندازہ کرنے سے پتہ لگے گا کہ یہ بادشاہی سزائین قید یا پھانسی وغیرہ سے کم تکلیف دہ نہین بلکہ چند حالتون مین ان سے بھی زیادہ ہین -

جواب - مضمون زیر بحث تو یہ ہے کہ آیا گناہ بغیر سزا بھوگے ہوئے معاف ہوجاتے ہین اور چونکہ رحیم وکریم وغیرہ پرمیشور کی صفت ہے پس اس کا یہ ہی مطلب ہے یا نہین کہ وہ گنہگارون کے گناہون کو اس شرط پر معاف کردیتا ہے کہ وہ گناہ سے توبہ کرین آیندہ گناہون سے بچنے کا پختہ ارادہ کرین اور پرمیشور کے بھکت بن جاوین - پس آپ کا پرائشچت اگر ہمارے اصول کی تائید کرتا ہے تو ہم اسے پرمان مین کیون نہ پیش کرین - آپ کے سوامی جی نے تو پرائشچت کبھی نہین مانا - لیکن اگر آپ کو اس سے تسلی نہین ہے تو گھبرائیے نہین - آگے دیکھیے -

ख्यापनेनानुतापेन तपसाऽध्ययनेन च । पापकृन्मुच्यते पा-

-पात्तथा दानेन चापदि ॥२२७॥ यथा यथा नरोऽधर्मं
स्वयं कृत्वाऽनुभाषते । तथा तथा त्वचेवाहिस्तेनाऽध-
-र्मेणामुच्यते ॥ २२८॥

یہ منوسمرتی گیارہوین ادہیار کے ۲۲۷-۲۲۸ وین شلوک ہین - انکا ترجمہ حسب ذیل ہے
(دیکھو پنڈت تلسی رام صاحب کی منوسمرتی صفحہ ۴۱۲) - گناہ کرنوالا
گناہ کو ظاہر کرنے اور پشچاتاپ کرنے یعنے پچھتانے سے اور تپ (ریاضت)
وآدہین (وید پڑہنا) کرنے سے اور اگر ان مین اسمرتھ ہو (یعنے ان کامون کی طاقت
نہ رکھتا ہو) تو خیرات کرنے کے ذریعہ پاپ (گناہ) سے چھوٹ جاتا ہے ۲۲۷
انسان جتنا ہی اپنے ادہرمون (گناہون) کو بیان کرتا ہے (یعنے اپنے گناہون کا
اقرار عام لوگون اور جلسون مین بھی کرتا ہے) وتنا ہی ادہرم (گناہون) سے چھوٹتا ہے ۲۲۸

ناظرین! اب تو منوسمرتی سے بھی ایسے صاف الفاظ مین گناہ کی معافی کے حوالہ جات
مل رہے ہین - بلکہ اوپر کے شلوک مین تو یہان تک بھی کہہ دیا گیا کہ اگر وہ گنہگار اور کچھ
نہ کرسکتا ہو تو اپنی حیثیت کے مطابق خیرات ہی کر دینے سے گناہون سے پاک ہو سکتا
ہے - اب کہئے توبہ کا اصول اس کے سوا اور کیا ہے منو مہاراج بھی تو یہی کہہ رہے
ہین کہ گناہون سے پچھتانا اور ان کا اقرار صاف الفاظ مین (سچے دل سے) کرنا ہی انکی
معافی کا ذریعہ ہے -

کہئے ناظرین! یہ ہی توبہ نہین تو اور کیا ہے - اب کیا لفظ توبہ (جو کہ عربی کا لفظ ہے
اور جس کے معنے بھی پچھتانے ہی کے ہین) منوسمرتی مین لکھا ہوتا تب ہمارے آریہ
بھائی اپنی ہٹھ دہرمی چھوڑتے خیر آگے اور بھی دیکھئے :-

यथा यथा मनस्तस्य दुष्कृतं कर्म गर्हति । तथा तथा श-
-रीरं तत्तेनाऽधर्मेणामुच्यते ॥२२९॥ कृत्वा पापं हि
संतप्य तस्मात्पापात्प्रमुच्यते । नैवं कुर्यां पुनरिति निवृत्त्या
पूयते तु सः ॥ २३०॥ मनु० अ० ११ श्लो० २२७-३०॥

یہ اونہین سے اگلے شلوک نمبر ۲۲۹-۲۳۰ ہین - اور انکا ترجمہ حسب ذیل ہے (اوسی صفحہ ۱۲۱۴ پر دیکہو) :-

جتنا ہی اوس (گنہگار) کا دل اُن کھوٹے افعال کی نندا (بدگوئی برائی اور نفرت) کرتا ہے اوتنا ہی وہ جسم (= اوس کا جسم) اوس ادہرم (گناہ) سے چھوٹتا ہے - ۲۲۹-

گناہ کرنے کے بعد رنجیدہ اور مغموم ہونے سے اوس گناہ سے بچتا ہے اور "پھر **ایسا نہ کرون**" اس طور پر اقرار کرکے اوس سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر وہ (گنہگار) پاک ہوجاتا ہے -

ناظرین! اب اس سے زیادہ معاف الفاظ کیا ہوسکتے ہین - لیکن جو لوگ اب بھی نہ مانین یعنے سوامی دیانند کے گمراہ کرنے والی تعلیم کو ترک نہ کرین تو اُن کے لاعلاج مرض کی دوا کوئی نہین کرسکتا -

اب اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل صرف ایک بات اور قابل غور ہے - یعنے سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۰ سطر ۱ پر حسب ذیل فرماتے ہین :-

"۴۷ - (سوال) **ایشور اپنے بھگتون کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہین** - (جواب) **نہین (کرتا)** کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان سخت پاپی (گنہکار) ہوجاوین - کیونکہ درگذر کے سنتے ہی ان کو پاپ کرنے مین بےخوفی اور حوصلہ پیدا ہوجاوے - مثلاً اگر راجا گناہ معاف کردیا کرے تو لوگ حوصلہ پاکر اور بھی بڑے بڑے پاپ کرین کیونکہ راجا گناہ بخش دیا کریگا اور اُن کو بھی بھروسہ ہوجاویگا کہ ہم راجا سے بذریعہ حرکات ہاتھ جوڑنے وغیرہ کی اپنے قصور معاف کرالیوین گے (تو) جو لوگ قصور نہین کرتے وہ بھی تقصیرون سے نہ ڈر کر پاپ کرنے مین راغب ہوجاوین گے اس لئے تمام اعمال کا مناسب نتیجہ دینا **ایشور کا کام ہے نہ کہ معاف کرنا**" -

ناظرین! سوامی جی دنیاوی مثالون سے پرمیشور کے قانون قدرت کے قاعدونکو توڑنا چاہتے ہین - مگر افسوس تو یہ ہے کہ ان کی مثالین بھی تو اونہین تک محدود

ہین - دنیا دار راجا مہاراجا یا بادشاہ وغیرہ سوامی جی کے مانند بے رحم نہین پائے جاتے ہمین دنیا کے ہر ملک کی تاریخین بتلاتی ہین کہ زمانہ قدیم سے آجتک ہر قوم و ملک مین یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ خاص خاص حالتون مین قصور وارون کو بخش دیا گیا - مجرمون کو صرف فہمایش کرکے معاف کردیا گیا جیلخانون کے قیدیونکو رہا کیا گیا نہین نہین بلکہ خونی لوگون کو بھی سزائے موت سے بری کردیا گیا - اور اس رحم کے اصول کو موجودہ زمانہ مین بھی شایستہ قومون کے بادشاہون نے نظر انداز نہین کیا - دور کیون جاوین ہم اپنے عدل مجسم سرکار برٹش گورنمنٹ ہی کو نظیر مین پیش کئے دیتے ہین کون اہل ہند نہین جانتا کہ ہر ایک جشن شاہی کے موقع پر دو چار نہین دس بیس نہین سو دو سو نہین بلکہ ہزارون قیدیون کو جیلخانہ جات سے رہائی دی گئی ہے - ابھی ابھی دربار دہلی ۱۹۰۳ء کے موقع پر تمام ہندوستان کے ہر جیلخانہ مین اس رحم کا عمل ظہور مین آیا ہے - اسی طرح بادشاہون کے لڑکا پیدا ہونے وغیرہ خوشیون کے موقعون پر جب کہ رحم کی دریا اومڑتی ہے تو اوس وقت قصور وارون اور مجرمون پر رعایت کی ہی جاتی ہے - بھلا قصور وارون پر اگر رعایت نہ کی جائے تو بے قصورون پر کیا کوئی خاک رعایت کرے گا - لیکن آج تک کبھی یہ نہ دیکھا سنا گیا کہ کسی ملک کی رعایا نے سوامی جی کے اس وہم پر عمل درآمد کیا ہو یعنے محض اس امید پر کہ بادشاہ کسی جشن وغیرہ پر قصور معاف کرکے رحم کا اظہار کردیویگا قانون کے خلاف جرمون کے مرتکب ہوئے ہون -

ناظرین! اصل مین بات یہ ہی ہے کہ سوامی جی انصاف کے اصول کو رحم کے اندر لا پٹکتے ہین - اور اسی وجہ سے ان کے پیرو کاران گمراہ ہو رہے ہین قصور وارون کو اور مجرمون کو اُن کے بد افعال کے ہی مطابق سزا (انصاف کے ترازو پر تول لینے کے بعد) دیا جانا تو انصاف ہے جسکے لئے قانون بنائے گئے ہین لیکن رحم کا کوئی قانون مانند تعزیرات ہند وغیرہ کے نہین بنایا جایا کرتا - جہان انصاف کا نتیجہ ہمارے اپنی محنت کی کمائی ہے وہان رحم کا نتیجہ بھیک مانگ کر حاصل کرنے کے مانند ہے - کیا کبھی کسی سیٹھ ساہوکار وغیرہ نے گداگرون کیلئے بھی کوئی قانون بنایا ہے لیکن سب ہی

پریشان اور مصیبت زدہ لوگون پر ترس کھاکر کچھہ نہ کچھہ دے ہی دیا کرتے ہین خاصکر
خوشی کے موقعون پر تو اکثر وہ لوگ گداگرون کو بلاکر بھی ان کی ضروریات رفع کرتے
ہوئے دعائین حاصل کرتے ہین -

ناظرین! ہماری گورنمنٹ بھی اسی اصول پر کاربند ہی - جہان ہر ایک صوبہ
کی ہائی کورٹ (عدالت عالیہ) پورا انصاف مدنظر رکھکر خونی مجرم کو سزای پھانسی
کا حکم سُناتی ہے - اور وہ اس فیصلہ مین جو کہ قانون کی ترازو مین تول کر کیا جاتا ہے
ایک تل بھر بھی کمی زیادتی کرنے کا مجاز نہین رکھتی - وہان جناب نواب لفٹنٹ گورنر
بہادر کو یہ اختیار حاصل رہتا ہے کہ وہ نہ صرف اوس مجرم کو سزاے قتل سے بری کرکے
عبور دریائے شور یا دس۲ بیس سال قید کی سزا دے دیوین بلکہ قطعی طور پر معاف
کرکے اوس خونی مجرم کو بالکل رہا کر سکتے ہین - اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ یہ طاقت انکو محض
برائے نام ہی حاصل نہین ہے بلکہ وہ اپنے رحم دلی کا اظہار بھی وقتاً فوقتاً کیا کرتی ہین
چنانچہ کئی لفٹنٹ گورنر صاحبان گذشتہ چند سالون مین اس ملک ہندوستان کے مختلف
صوبہ جات مین ایسے رحم دل گزر چکے ہین جنہون نے انسانی ہمدردی کے خیال سے
کسی کو سزائے قتل کا حکم دینا ناگوار سمجھا اور ہائی کورٹ نے جن مجرمون کو پھانسی کا حکم
سُنایا اُن سب کو باستثنار ان لوگون کے جنکے جرم نہایت ہی سخت ناقابل معافی تھے
سزائے موت سے بری کرکے دایم الحبس کر دیا -

غرضیکہ جہان انصاف کو ہم یونی ورسل لا Universal Law
یعنے ہر خاص و عام کا قانون کہہ سکتے ہین وہان رحم چند خصوصیت رکھتا ہے - اب
رہا یہ کہ یہ مثال پرمیشور پر گھٹائی جائے پس چونکہ اسبارہ مین اوپر بہت کافی بحث ہو چکی
ہے لہذا ہم اونہین باتون کو پھر دوہرا کر پیسے کو پیسنا مناسب نہین سمجھتے - خاصکر
جبکہ آریہ سماج کے مستند کتابون کے حوالہ جات سے بھی سوامی جی کی بات بالکل ہی
رد ہو چکی ہے تو اب نہ ماننے والے ہٹھ دھرمیون کو کن الفاظ مین سمجھایا جاسکتا ہے
ہان البتہ اگر اب بھی اُن کو یہ حوصلہ ہے کہ دیانندی تعلیم ہی صحیح ہے تو ناظرین!

آپ اُن سے کہئے کہ وہ سوامی جی کی مزکورہ بالا عبارت لکیر شدہ فقرہ کے ہی معنی مطلب کا
کوئی حوالہ اپنے کسی مستند کتاب سے نکال کر پیش کرین یعنے وہ ویدون او پنشدون
براہمن گرنتھون مین یا منوسمرتی خواہ بھگوت گیتا مین حسب ذیل فقرے دیکھلا دین :-

"(۱) ایشور اپنے بھگتون کے پاپ معاف نہین کرتا"

"(۲) ایشور کا کام معاف کرنا نہین ہے"

ناظرین ! ان دو فقرون کو مزکورہ بالا کتابون مین تلاش کرنے وغیرہ مین انکو چونکہ
محنت وجان فشانی اوٹھانی پڑیگی پس اپ لن کو مطلع کر دیجئے کہ ان سے اسقدر
مشقت مفت نہین کرائی جاتی بلکہ وہ اگر اپنے اس دُھن مین کامیاب ہو گئے اور اوپر
کے دونون فقرون کو وہ تلاش کر کے دیکھلا سکین تو ان کو یہ خوش خبری سُنا دیجئے کہ
مبلغ چارسو روپیہ انعام حاصل کر لیوین گے اور بقیہ شرائط
متعلقہ انعام دیکھو صفحہ ۳ نے سطر آخری پر۔

اے مذہب کی سچی تحقیقات کرنے والے صاحبان ! چاہے آپ آریہ ہون ہندو
ہون مسلمان ہون یا کوئی ہون ۔ ہم آپ سے آخر مین صرف اسقدر عرض کر دینا مناسب
سمجھتے ہین کہ اگر آپ سچ مچ مذہبی انسان بننا چاہتے ہین ۔ اگر آپ دراصل پرمیشور کے
بھگت بننا چاہتے ہین ۔ اگر واقعی آپ نے کسی مذہب سے اسلئے خصوصیت نہین
پیدا کی ہے کہ دنیا دارون کے نظرون مین عزت حاصل کرین یا اور کسی قسم کا دنیاوی
فائدہ اوٹھاوین ۔ اگر آپ کو یہ یقین ہے کہ ہمارا کوئی خالق اور پرورش کرنیوالا ہے
اور اگر زندگی موت کا نظارہ ہر وقت وہر لحظہ آپ کے روبرو موجود رہتا ہے یعنے
یہ کہ کوئی فرد بشر جو پیدا ہوا ہے ہمیشہ زندہ نہین رہنے کا بلکہ ایک دن مر کر ضرور
یہان سے چلے جانا ہے تو آپ ایسی بے سرو پا باتون یا گمراہی اور واہی تباہی کی
تعلیم کو ایک بارگی اپنے دماغ کے اندر سے نکال کر پھینک دیوین یاد رکھئے کہ ایسے
خیالات (جیسے کہ دیانندی تعلیم مین پائے جاتے ہین) ہم کو ناستک بنانے کی
جدوجہد کرتے رہتے ہین ۔ ہمین اسبات کا ذاتی تجربہ حاصل ہے اور اسی بابت ہم یہ

لوگون کو اس گھری خندق سے علحدہ رہنے کی ہدایت کرتے ہین -

صاحبان! دُنیا اور دنیاوی آرام و آسایش حاصل کرنے کی جد و جہد تو سب ہی کرتے ہین انسان تو کیا حیوانون کو بھی وہ تمام سُکھ اور آرام میسر ہین جنپر قبضہ رکھنے کا فخر کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ یا دولت مند کرسکتا ہے - جیسکہ ایک مشہور سنسکرت شاعر بھرتری ہری کا قول ہے -

आहार निद्रा भय मैथुनञ्च सामान्यमेतत् पशुभिर्नराणाम्।
धर्मोहि तेषामधिको विशेषो धर्मेण हीना: पशुभि: समा-
-ना:॥ मनु

یعنے کہانا پینا نیند یا جماع وغیرہ کی لذات اور خوف وغیرہ انسانون اور حیوانون مین بالکل برابر ہی ہین پیس صرف ایک دہرم ہی ایسی شئے ہے جو ان سے ہم مین زیادہ ہے جس کے بغیر ہم حیوانون کے ہی مانند ہین ” - پس جب یہ بات ہے تو کیا ہماری بڑی زبردست غلطی نہ ہوگی اگر ہم صرف دنیاوی لذات مین پھنسے رہین اور اوس رحیم و کریم پرمیشور کے شرن یعنے حضور مین صدق دلی سے جا حاضر نہ ہون کہ وہ ہمارے کھوٹے افعال اور گناہون کو معاف کرکے ہمین نجات بخش دیوے یا آرین محاورہ مین ہمین آواگمن کے چکر سے رہائی بخشئے -

دنیا کے ہر ایک مذہب کی منشا یہی ہے کہ ہمین مکتی یعنے نجات حاصل ہو اگرچہ اسبات کو ہر ایک نے اپنے اپنے ڈہنگ پر مختلف الفاظ مین ادا کیا ہے - اور ساری آستک (خدا کی ہستی کو ماننے والی) قومین اس توبہ کے اصول پر صاد کرتے ہین اس لئے ای آریہ صاحبان آپ بھی اگر اپنی بھلائی چاہتے ہون تو گمراہی کی تعلیم سے کنارہ کشی اختیار کیجئے اور آئیے ہم آپ ملکر اوس پرمیشور کے شرن مین پراپت ہو کر حسب ذیل بھجن گاتے ہوئے اوس رحیم و کریم دیا سندہو (رحم کے سمدر) دین بندہو (غریبون اور بےکسون کا رکھوالا) اَشرن شرن (جن کا کوئی پرسان حال نہین انکا خبر گیران) پتت پاؤن (تنزل یافتہ اور پاپی یعنے گنہگار لوگون کو پاک و صاف کرنے والا) مہان پربھو (سب سے بڑا مالک) سرب شکتی مان (قادر مطلق) سرو آدہار (سب کا سہارہ) سرویشور (سب کے ایشور یعنے مالک) پر برہم پرماتما کو سچے دل سے سجدہ کرکے اپنے گناہون کے معافی کے

خواستگار ہون۔

ہے گھٹ گھٹ ویاپی پرماتمن! آپ اُن تمام باتون کو جانتے ہین جنکو ہم نے دنیا کے تمام لوگون سے چھپایا ہی اور آپ اُن تمام خیالات کو جانتے ہین جنکو ہم لوگ دل کے اندر ہی محدود رکھتے ہین - ہم اپنے پاپون (گناہون) سے گھبراکر آپ ہی کی شرن (حضوری) مین آتے ہین آپ ہمارے گناہون کو معافکر کے ضرور آئندہ ایسے گناہون سے ہمین بچا دیوین گے - اور اپنے احکام کی ہی پابندی مین ہمین لگا دیوین گے اوم شانتہ

بھجن۔

عجب تیرا قانون دیکھا خدایا	جہان دل دیا پھر وہین تجھ کو پایا
نہ یان دیکھا جاتا ہے مندر و مسجد	فقط یہ طالب صدق دل سے آیا
جو تجھ پہ فدا دل ہوا ایک باری	اوسے پریم کا تونے جلوہ دیکھایا
تیری پاک سیرت کا عاشق ہوا جو	وہی رنگ رنگا پھر جو تونے رنگایا
ہے گمراہ جس دل مین باقی خودی ہے	ملا تجھ سے جس نے خودی کو گنوایا
ہوا تیرے بشنو اسی کو تیرا درشن	گدا کو دُرِ بے بہا ہاتھ آیا

بھجن نمبر ۲

جلوۂ حق جہان جس دل مین نمودار ہوا	خود کو صدقہ کیا رسوا سر بازار ہوا
جس نے پایا نہین ممکن کہ وہ خاموش رہے	خود بخود جلوۂ حق باعث اظہار ہوا
کشش الفت دنیا ہی بہت سد راہ	جس نے دفع اس کو کیا وہ ہی خبردار ہوا
بھگتی اور پریم کے پھولون سے سجا گلشن دل	ایک نئی طرز کا گلدستۂ بے خار ہوا
ڈوبا وہ دل جو پھنسا الفت دنیا مین	جس نے دل حق کو دیا وہ ہی بشر پار ہوا
تو بھی بشنو اسی شرن لے اوسی حق تعالے کی	جسکو لیکر ہی ہر ایک پاپی کا اودھار ہوا

پرارتھنا (مناجات) وغیرہ سے پھل ملتا ہے یا نہیں۔

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۶ سطر اول پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

سوال ایشور کی ستوتی (حمد و ثنا) پرارتھنا (مناجات) اوپاسنا (حضوری و مراقبہ) کرنی چاہیئے یا نہیں (جواب) کرنی چاہیئے (سوال) کیا ستوتی وغیرہ کرنے سے ایشور اپنا قانون توڑ کر ستوتی پرارتھنا کرنیوالے کا پاپ دور کر دیگا (جواب) نہیں (سوال) تو پھر ستوتی پرارتھنا کیوں کی جاوے؟

(جواب) اُن کے کرنے کا نتیجہ اور ہی ہے ا ۲ (سوال) کیا ہے۔

(جواب) ستوتی کرنے سے ایشور میں محبت اسکے صفات و فعل و عادات سے اپنی صفات و اعمال و عادات کا سُدھار ہوتا ہے پرارتھنا کرنے سے بغیر متکبری حوصلہ و حمایت حاصل ہوتی ہے" اوپاسنا سے پر برہم {ذات الٰہی} سے وصل اور اُس کا عین الیقین ہوتا ہے"

ناظرین! سوامی جی فرماتے ہیں کہ ستوتی (حمد و ثنا) کرنے سے ایشور میں محبت ہوگی ساتھ ہی یہ اعلان بھی کرتے ہیں کہ اگر ہم اس سے کچھ التجا کریں تو وہ ہماری اس التجا کو نہ سُنے گا اور نہ ہی ہمیں ایشور سے کسی قسم کے فائدہ حاصل کرنے کی اُمید رکھنی چاہیئے یعنی نہ تو وہ ہمارے گناہوں کو معاف کریگا۔ نہ ہمیں کسی قسم کی اُس سے اُمید رکھنی چاہیئے اور

اور نہ کوئی شے مانگنے پر دیویگا۔ پھر ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ ہمارے دل مین اوسکی محبت کیونکر ہوگی۔ جسطرح سوامی جی نے پرمشور کی صفت رحیم و کریم کی تشریح کو پیچیدہ بنا نیکی انصاف اور انتظام دنیا کا قانون اوسکے اندر شامل کردیا ہی اوسیطرح اس مضمون (پریم) سے پھل نہین ملتا) کو ایک دلدل بنانے کے لیے یہ بہت ہی آسان ترکیب ہی کہ محبت کی پیچ لگادی جاوے۔ بلا لحاظ اسکے کہ محبت کی تعریف کیا ہی اور اسکا ظہور کس طور سے ہوتا ہی وغیرہ۔

ناظرین!! سوامی جی کے پیرو کارون سے آپ ذرہ دریافت کیجیے کہ اول محبت کی تشریح تو کرین۔ محبت یا پریم دل کا ایک ہیجان ہی جو کہ ہمارے دل کو کشش کرنے کے لیے جادو کا اثر رکھتی ہے۔ لیکن یہ کشش ہرگز بھی بلا وجہ نہین ہوا کرتی۔ ہم باغیچہ مین سیر کرتے ہین وہان ہزارون طرح کے پھول پھول رہے ہین لیکن ہمارے دل کو گلاب کے پھول نے ہی کشش کرلیا۔ ہم اوسے کسی نہ کسی طرح حاصل کرلیتے ہین اوس کی خوشبو سے اپنے دماغ کو معطر کرتے ہین۔ اسکے رنگ روپ کو دیکھ کر آنکھین ٹھنڈی کرتے ہین اور اسکی خوبصورتی اور بناوٹ پر خیال دوڑاتے ہوئے اسکے خالق پربرہم پرمشور کی یاد مین محو ہوجاتے ہین اب سوال یہ ہی کہ منجملہ سیکڑون ہزارون پھولون کے ہمارا دل ایک گلاب ہی کے پھول پر کیون لٹو ہوجاتا ہے۔ اسکا جواب ہر ایک سمجھدار انسان کا دماغ خود اوسے دے دیویگا کہ اس پھول سے ہم محبت کرتے ہین اوسکے خاطر نہین بلکہ اپنی خاطر۔ ہمین چونکہ باغ مین قدم رکھنے سے پیشتر ہی یہ معلوم ہے کہ گلاب کے پھول کی خوشبو اور رنگ روپ سے ہم کو سکھ مل سکتا ہی پیشتر کے تجربے سے یقین کرلیا گیا ہی کہ اسکی خوشبو ہمارے دماغ کو بہت فائدہ بخش ہے۔ یہ بہ نسبت دوسرے پھولون کے ہمارے دل کو زیادہ خوش کرنے والا ہی وغیرہ۔ یہی وجہ ہی کہ یکایک گلاب ہی کا پھول ہمارے دل کو کشش کرلیتا ہے اور دوسرون کی محبت ہمین نہ ہونیکی وجہ یہ ہی کہ اونسے ہمین اوسقدر سکھ (آرام) ملنے کی امید نہین ہوتی۔

ہمین اپنی بیوی بچون کی محبت ہوتی ہی۔ کسلیے؟ اسلیے کہ اون کے ذریعہ ہمین سکھ ملتا ہے ہمین دنیا مین اون لوگون سے محبت پیدا ہوجاتی ہے اور ہمارا دل وہ اپنی جانب کشش

کر لیتے ہین جو ہمارے اوپر کسی قسم کا احسان یا مہربانی کرتے ہین۔ لیکن ساتھہ ہی ہمارے
نزدیکی سے نزدیکی رشتہ دار اور نہایت اول درجہ کے دوست وغیرہ کی محبت ہمارے
دلون سے دور ہو جاتی ہی جبکہ وہ اون اُمیدون پر پانی ڈال دیتے ہین جو اون سے
کی گئی تھین (یعنی جبکہ وہ ہماری مصیبت وغیرہ پر کسی طرح کی ہمدردی نہین کرتے)
اتنا ہی نہین بلکہ اگر وہ ہمارا بجائے فائدہ پھونچانے کے عمداً کچھ نقصان پھونچاتے ہین
تو ہم ان کے دشمن تک بھی بن جاتے ہین اور اون کو بددعاء (شراپ) وغیرہ بھی
دیا کرتے ہین۔

غرضکہ ہم دنیا مین یہ دوستی دشمنی وغیرہ جو کچھ دیکھ رہے ہین وہ سب اسی محبت
کی تشریح مین آجاتی ہین اور محبت ہمین اونہین لوگون سے ہو سکتی ہی جن سے ہمین سُکھہ
(آرام) ملتا ہو یا ملنے کی اُمید ہو۔ جیسے ہماری ضروریات رفع کی جاسکتی ہون یا جو ہماری
مصیبت پر کام آتے ہون وغیرہ۔

ناظرین! یہ بات اگر ہماری اپنی ہو تو آپ مت مانین بلکہ مہرشی یاگیہ ولکیہ مہاراج یکے از
نہایت قدیم بزرگان آریہ قوم کا عین یہی فیصلہ ہو تو تسلیم کر لیجیے جو برہدارنیک اُپنیشد مین
یون فرماتے ہین کہ:- "اے میتری! (ان کی دو عورتون مین سے ایک کا نام تھا) اولاد کی ہم
محبت کرتے ہین۔ اوس اولاد کے لیے نہین بلکہ اپنے لئے عورت کی ہم محبت کرتے ہین
اوس عورت کے لیے نہین بلکہ اپنے لیے۔ دوست کی ہم محبت کرتے ہین اوس دوست
کے لیے نہین بلکہ اپنی خاطر.... وغیرہ"

لیکن ناظرین! دیانندی فلاسفی ہمین اسکے خلاف ہدایت کرتی ہی۔ وہ بتلاتی ہی کہ پرمیشور
ہمارے گناہ تو معاف نہین کریگا اور نہ ہم کو اور کسی قسم کی اُمید اوس سے رکھنی چاہیے
لیکن پھر بھی ہم مین اوسکی محبت ہو گی۔ ہم پوچھتے ہین کہ جو بات قانون قدرت کے خلاف ہی
وہ کیونکر ہو سکتی ہی محبت تو ہمین اُسیکی ہو سکتی ہی جس سے کچھہ سکھہ کی اُمید ہو اور پرستوتی بھی اُسی کی ہماری کانشنس
سے نکلے گی۔ لیکن قانون محبت کے برخلاف یہ کیونکر ہو سکے گا کہ جبکہ ہمین یہ یقین دلادیا
جاوے کہ ستوتی وغیرہ کرنے سے پرمیشور ہمارے گناہ نہین معاف کریگا اور نہ پراتھنا

(مناجات) کرنے سے وہ اشیاء مطلوبہ عطا فرماویگا تو ہمارے دلون مین اوسکی محبت
کیونکر قائم ہوجائیگی؟ ہم کہتے ہین وہ محبت کس بنیاد پر؟ ہم محنت کرتے ہین اُجرت پاتے
ہین ہم اپنے گھر خوش ہین اور وہ اپنے گھر خوش رہے ہم سے اوس سے پھر سروکار ہی
کیا رہ گیا۔ نہ وہ ہمارا کچھ بگاڑ سکتا ہی (یعنی محنت کی اُجرت مقررہ مین کمی ہی نہین کر سکتا)
اور نہ کچھ بنا سکتا ہی (یعنی وہ کوئی رعایت وغیرہ بھی نہین کریگا) تو بھلا کوئی منصف
مزاج صاحب سوچین تو سہی پھر ہمین کیا ضرورت پڑی ہے کہ ناحق کی سردردی اُٹھاوین
نہ لینا نہ دینا اور مفت کی ہائے ہائے۔

ناظرین! سوامی جی کا یہ کہنا کہ ایک طرف پرمیشور ہمارے ساتھہ پوری سختی کا برتاؤ کرتا جاوے
اور دوسری طرف اوسکی محبت بھی ہمارے دل مین قائم ہوتی جاوے یہ بالکل متضاد باتین ہین
نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی۔

ہان محبت پرمیشور کی ہمارے دلون مین ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام بھگتی ہی جس کو
عشق حقیقی بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن اوسکی بنیاد کسی اور اوصول پر رکھی گئی ہے۔ دیانندی
فلاسفی تو اسکو جڑ پیڑ سے اوکھاڑنا چاہتی ہے۔ کیونکہ واقعی جن لوگون کے دلون مین یہ
یقین ہوگیا ہے کہ پرمیشور ہمارے اوپر نہ تو رحم کرسکتا ہی اور نہ بیرحمی کر سکتا ہی تو اونکے
دلون مین پرمیشور کی بھگتی ہرگز ہرگز بھی قائم نہین ہوسکتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج
کے ممبرون مین بھگتی کا گھاٹا ہے۔ ان کا زیادہ زور کرم کانڈ (افعال) پر ہے یعنی ہوم وغیرہ
کرنا ہی وہ سب سے بڑھکر اعلیٰ فرائض سمجھتے ہین (چاہے کرتے تو اوسی بھی برائے نام ہی ہون)
اور اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ اونکو تو یہ تعلیم ملی ہے کہ مزدوری کی اُجرت ملے گی۔

اب رہا پرارتھنا یعنی مناجات اسکے بارہ مین سوامی جی فرماتے ہین کہ جن باتون کی
مدد پرمیشور سے مانگتے ہین یا جو اشیاء مانگی جاتی ہین وہ تو پرمیشور نہین دیا کرتا لیکن مناجات
کرنے سے ہمین یہ فائدہ ہوتا ہے کہ غیر متکبری۔ حوصلہ اور حمایت حاصل ہوتی ہے۔
یہ عجیب منطق ہے کہ مانگنے والا جو شے مانگے وہ تو اوسے نہ دی جاوے لیکن دوسری
شے دیدی جاوے۔ ناظرین! یہ کہان کا قانون ہی۔ ہان یہ تو ممکن ہے کہ ہم پرمیشور

سے عرض کریں کہ "ہمیں بادشاہت دیجئے" مگر وہ جھڑک کر جواب دیدیوے کہ "نہیں تجکو
بادشاہت نہیں دیجاویگی" یا یہ کہ تو اس لائق نہیں ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہت
مانگنے والے کو پرمیشور اگر بہت بڑا نہ سہی تو چھوٹا موٹا بادشاہ بنا دیوے۔ لیکن ناظرین!
سوامی دیانند مہاراج کا فیصلہ یہ ہے کہ ہم مانگتے تو ہیں بادشاہت لیکن ہمیں دیجاتی
ہے اولاد۔ ہم مانگتے ہیں علم لیکن ہمیں ملتی ہے دولت۔ ہم مانگتے تو ہیں خوبصورت بیوی
لیکن ہمیں ملتا ہے ایک موتیوں کا ہار یا جواہرات کا ڈبا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کیا اندھیر
کھاتہ ہے۔ اے صاحب! اشیاء مطلوبہ نہیں دینا چاہتے تو نہ دیجیے لیکن یہ کہاں کا
انصاف اور کہاں کا رحم ہے کہ جو شے مانگی جاوے وہ تو نہ ملے مگر دوسری شے ملجاوے

ناظرین! مناجات کرنیوالا چاہے دھن دولت بادشاہت حکومت اولاد عورت
مکان باغیچہ۔ زندگی تندرستی وغیرہ وغیرہ (جنکے پرارتھنا کے لیے بکثرت منتر ویدوں
میں موجود ہیں) کچھ ہی کیوں نہ مانگے لیکن دیانندی فلاسفی کا فیصلہ یہ ہے کہ اوسے
ان سبب کے عوض میں غیر متکبری حوصلہ اور حمایت ہی بخشی جاویگی اور کچھ نہ ملیگی
واہ! پھر اوس بیچارے (پرارتھنا کرنے والے) کو کیوں حیران کر رکھا ہے۔ صاف یہ ہی
ہدایت کیوں نہ کر دی گئی کہ وہ پرمیشور سے انہیں اشیا کو مانگا کرے جنکے ملنے کی
واقعی قوی امید بھی ہے یعنی وہ یوں مناجات کیا کرتے کہ "اے پربرہم پرمیشور!
ہمیں غیر متکبری عطا فرمائیے ہمیں حوصلہ عطا فرمائیے اور ہمیں حمایت بخشئے"

ناظرین! اگر انکے سوا اور کچھ مل ہی نہیں سکتا تو پھر کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے
کہ خود سوامی جی ہی نہ معلوم کیوں ہم لوگوں کو طرح طرح کی اشیاء پرمیشور سے
مانگنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ یعنی ایسے وید منتروں کو اسی مضمون میں درج کر رہے
ہیں جنمیں تمام دنیاوی اشیاء پرمیشور سے مانگی گئی ہیں۔ اگر سوامی جی ان منتروں کو یہاں پر
درج نہ کرتے تو شاید مشکل سے ہمیں پتہ لگ سکتا کہ آیا انکی یہ بات ویدوں کے بالکل
خلاف اور من گھڑنت ہی ہے۔

ناظرین! آپ سوامی دیانند کے پیرو کاران سے یہ تو دریافت کریں کہ جبکہ وید

کلام الٰہی ہے اور پرمیشور کی یہ مرضی (حسب قول سوامی دیانند) ہو کہ اگر کوئی انسان ہماری صفات رحیم و کریم کا فائدہ اوٹھانا چاہے گا تو وہ غلطی پر ہوگا - کیونکہ افعال کے مطابق انصاف کی ترازو پر تول کر جو جس کا ہوگا وہ بلا توقف دیدیا جایا کریگا تو سوال یہ ہے کہ پھر پرمیشور نے ہی اپنے الہام (ویدون) مین انسانون کو یہ ہدایت کیون دی ہے کہ ہم سے تم لوگ دولت حکومت اولاد وغیرہ وغیرہ مانگا کرو - نہ صرف یہ کہ ایسی ہدایت ہی ویدون مین موجود ہے بلکہ ایسے سیکڑون منترون کی بھرمار ہی جن مین طرح طرح کی دنیاوی اشیاء ملنے کے لیے خوشامدانہ الفاظ مین منت و سماجت ہو رہی ہے -

اگر سوامی جی کی فلاسفی صحیح تسلیم کر لی جاوے تو یہ ایک بڑا بھاری اعتراض ویدون پر قائم ہو جاتا ہے کہ وید ایسے ہی فضول باتون کا ذخیرہ ہین کہ خود اپنے احکام کے خلاف ہدایت کرتے ہین -

ناظرین! بالفرض کوئی منگتا کسی دولت مند صاحب مقدور کے در دولت پر حاضر ہو کر کچھ سوال کرے اور نہایت عاجز ہو کر اوس سے عرض کرے کہ "مین فاقون سے تنگ آرہا ہون،، لیکن وہ دولت مند اوس کا سوال پورا کرنے کے بجاے اوسکو ٹھوکر مار کر نکال دیوے تو کیا وہ منگتا ایسا نادان ہوگا کہ پھر بھی اوس دروازہ پر ٹھوکر کھانے کو جاویگا؟ ہم تو سمجھتے ہین کہ پھر تو وہ چاہے فاقون کی تکلیف سے مر جاوے لیکن وہ اوس دولت مند کے دروازہ پر کبھی بھول کر بھی نہ جاویگا - لیکن کیسی تعجب کی بات ہو کہ ہمین یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ پرمیشور (مانند دولت مند) اگرچہ ہماری منت و سماجت پر کچھ دھیان نہ دے کر ہمین کورا ہی جواب دیویگا کہ اس دروازہ پر روٹی مانگنے والے کو ٹھوکرین کھا کر ہی واپس جانا ہوتا ہی تو بھی ہم نہ مانین اور ایسے ڈھیٹھ بن جاوین کہ ناحق خود اپنا وقت ضائع کرنے کے علاوہ اوس کو بھی اوسکی عادت کے خلاف تکلیف دیا کرین -

ناظرین! کیا ہم ایسے بے وقوف ہونگے کہ اشیاء مطلوبہ سے صاف انکار

کر دیئے جانے پر بھی مناجات کرتے چلے جائینگے ؟ -
کیسے تعجب کی بات ہی - دیانندی فلاسفی نہایت عجیب و غریب ہے اور اوسکے پیرو کاران
کیسے عقلمند ہین کہ صریحاً جانتے ہین کہ پرمیشور ہمین محنت کی اجرت سے زیادہ نہین دیوگا
لیکن روز صبح شام دونون وقت یون پکار مچایا کرتے ہین کہ :- "اے پرمیشور
ہمین علم دیجیے - ہمین عقل دیجیے - ہمین گائے گھوڑا وغیرہ دیجیے - ہمین طاقت جسمانی
دیجیے - ہماری عمر سو سال کی کیجیے - چار سو سال تک کیجیے - ہمین بادشاہت دیجیے
وغیرہ وغیرہ" ہماری سمجھ مین تو وہ ناحق اپنا وقت ضائع کرتے ہین جتنی دیر مین وہ
ان اشیاء کی فہرست (ویدمنترون کی شکل مین) پرمیشور کے روبرو پیش کیا کرتے
ہین اوتنے وقت مین اور کچھ مفید کام کر لیتے - ہان پرارتھنا سے سوامی جی نے
جن مذکورہ بالا غیر متکبری وغیرہ کے ملنے کی قوی امید دلائی ہین صرف اون کو اگر
مانگ لیا کرین تو چندان ہرج نہین کیونکہ ان کے بارہ مین تو سوامی جی کا یہ فیصلہ
ہی ہے کہ وہ مانگنے (یعنی مناجات کرنے) سے ملتی ہے - پھر جو اشیاء مل سکتی ہین
اونھین کو مانگنا عقلمندون کا کام ہے - لیکن جو اشیاء کہ ہرگز ہرگز بھی نہیں ملسکتیں انکا
مانگنا کن کا کام ہے اس بات کو ناظرین خود سوچ سکتے ہین -

ناظرین ! ہمین تو سوامی دیانند کا فیصلہ ویدون کے اصول سے سراسر خلاف
نظر آرہا ہے - جو کہ خود آن ہی حوالہ جات سے ثابت ہو جائیگا جنکو اونھون نے ہی
ستیارتھ پرکاش مین نقل کر دیا ہے - فرض کیجیے کہ ایک دولتمند نے کسی گداگر کو
خود بلا کر حکم دیا کہ "جب تو ہمارے دروازہ پر بھیک مانگنے آیا کرے تو ان الفاظ
مین ہم سے مخاطب ہوا کر کہ "اے اول درجہ کے رحیم و غربہ پرور ! آپ بڑے ہی سخی
ہین آپ کے دروازہ سے کوئی حاجتمند ناکامیاب واپس نہین جایا کرتا - آپ ہم کو
کھانے کے لیے غلہ اور پہننے کے لیے کپڑا بخش دیوین وغیرہ" اور جب اوس گداگر نے
حسب الحکم اوس امیر کے در دولت پر جاکر اونھین الفاظ مین منت و سماجت کی
اور اس امید مین بیٹھا کہ جو ایسا نیک دل سخی ہے کہ اس نے خود بلا کر یہ سمجھایا کہ ہم سے

اس اس طور پر منت و سماجت کیا کرو اور جو ضروریات ہون وہ مانگا کرو تو کیا کبھی ممکن ہے کہ وہ ہمین ناکامیاب واپس جانے دیویگا وغیرہ“ لیکن اگر وہ امیر جناب بجاے اوسکا سوال پورا کرنے کے اپنے چپراسی کو حکم دیوین کہ اوس گداگر کا کان پکڑ کر باہر نکال دو“ تو بتلائیے ناظرین اوس بیچارے گداگر کا دل کیا کہے گا۔ کیا وہ یہ نہ کہے گا کہ اگر سوال پورا کرنا منظور نہ تھا تو بلایا کیون؟ کُل نہ سہی تو اسکا جزو ہی پورا کیا ہوتا لیکن یہ اس دغاباز دولت مند کی کیسی زیادتی اور ظلم ہے کہ اول خود ہی بُلانا منّت و سماجت کے خاص طریقے تبلانا لیکن بعد مین اس طرح کان پکڑ کر نکلوا دینا

ناظرین! یہی حال دیانندی رحیم و کریم اور منصف پرمیشور کا ہی۔ وہ خود ہی تو اپنے کلام یعنی ویدون مین مناجات کے طریقے تبلاتا ہے اون اشیاء کی فہرست بھی ظاہر کرتا ہے جو ہمین اوس سے مانگنی لازم ہین اور اب جبکہ ہم ویدون کے اون منترون سے حسب ہدایت پرمیشور کے مناجات کرتے ہوئے اوسی گداگر کے مانند اس امید مین ہوتے ہین کہ جس نے خود ہمین مناجات کے طریقے تبلا کر اس کام مین مشغول کر دیا ہے وہ ہرگز ہرگز بھی ایسا ظالم نہ ثابت ہوگا کہ ہمارا اتنا وقت ہی خراب کرے بلکہ مدان اشیاء کو جو مانگی گئی ہین سب نہین تو کچھ نہ کچھ ضرور دیوے گا۔ تو جس طرح چپراسی نے اوس گداگر کا کان پکڑ کر دولت مند کی دروازہ سے دور کر دیا تھا اوسی طرح آریہ سماج کا مہرشی (شاید خاص یوگ کی طاقت کے باعث پرمیشور کا الہام حاصل کرنے پر) ہمیں اون تمام امیدون سے محروم کر دیتا ہے اور اب ہمین سخت پریشانی اور تعجب اس بات پر خاص کر ہوتی ہے کہ اگر پرمیشور کو ان اشیاء کا عطا کرنا منظور نہ تھا تو اپنے الہام ویدون مین خود ہی ہمین ایسی ہدایت کیون کی۔

ناظرین! اگر دیانندی فلاسفی کو تسلیم کر لیا جاوے تو کیا پرمیشور اوس مذکورہ بالا دولت مند کے مانند اول درجہ کا ظالم اور بے رحم نہین ثابت ہو جاتا؟ ہان اگر پرمیشور نے اگنی وغیرہ رشیون پر وید نازل کرتے وقت سوامی دیانند

مہاراج سے مشورہ کرلیا ہوتا۔ تو وہ اس غلطی سے بچ جاتا۔ پھر یہ ہوتا کہ ایسی مناجات کے منترون کی بھرمار ہی ویدون مین نہ آنے پاتی اور تب البتہ یہ معمہ حل ہوجاتا لیکن سوامی جی کیا کرین وہ جو کچھ چاہتے ہین اوسکے خلاف ہی ویدون مین بھرا پڑا ہے اب چونکہ ویدون سے انکار تو کر نہین سکتے پس کہین پر تفسیر اور تشریح عجیب و غریب بنا کر معنی مطلب حل کیئے جاتے ہین اور کہین پر من گھڑنت سے ہی کام لیا جاتا ہے۔

لیکن اگر سوامی جی کے پیروکاران یہ چاہتے ہون کہ پرمیشور کی مناجات سے وہ ہی مطلب قایم رکھین جو سوامی دیانند نے جاری کردیا ہے یعنی اگر وہ سوامی جی کی راے کو غلط تسلیم کرنا گناہ سمجھتے ہین تو ہم اونکو ایک آسان نسخہ تبلائے دیتے ہین اسپر عمل کرنے سے وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوجاوین گے۔

یعنی جس طرح مسٹر رومیش چندر دت صاحب سابق کمشنر بنگال حال دیوان ریاست بڑودہ اپنی تصانیف مین یورپ کے سنسکرت دان عالمون سے اتفاق کرتے ہوئے یہ قرار دیتے ہین کہ ویدون کے منترون کو مختلف رشیون نے تصنیف کیئے ہین چنانچہ ان کے جیسے خیالات تھے ان کا اظہار ان مین کیا گیا ہے۔ پس اسی بات پر ہمارے آریہ صاحبان بھی صواد کردیوین تو پھر وہ اس قدر ہمتو ہوجاوین گے کہ وہ یون فرمانے لگین گے کہ "ویدون مین جو ایسی پرارتھنا (مناجات) کے منتر ملتے ہین کہ اے پرمیشور ہمین دولت دیجیے ہمین یا دشاہت دیجیے وغیرہ یہ سب اونہین رشیون کے جزبات و خیالات ہین۔ دراصل یہ بالکل غلط ہے کہ پرمیشور ایسی مناجات کرنے والون کے گناہون کو معاف کرتا ہو وغیرہ"

ناظرین! ان دونون مین سے بغیر ایک کو کیے ہوئے آریون کا کام ہرگز ہرگز بھی نہین چلنے کا۔ یعنی اول یہ کہ یا تو سوامی دیانند کا پیچھا چھوڑ دیوین اور یہ یقین کر کے عام اعلان کر دیوین کہ مناجات کے متعلق جو سوامی جی کی راے ہے

وہ مہا لو یدک اصول نہین ہو بلکہ وہ اسکے خلاف اور ان کی شخصی راے ہو - یا دوسری بات
یہ کہ ویدون کو پرمیشور کی جانب سے نازل ہوا ہوا ماننا چھوڑ دیوین
لیکن اگر وہ ان دونون مین سے ایک پر بھی عمل کرنے کے لیے تیار نہین ہین تو ناظرین!
آپ خود سوچ سکتے ہین کہ پھر اُن کو کون سچائی کا قبول کرنے اور غلطی کو ترک کرنیوالا
سمجھے گا؟

پھر سوامی جی فرماتے ہین کہ اوپاسنا (حضوری و مراقبہ) سے پربرہم
{ذات الٰہی} سے وصل اور اسکا عین الیقین حاصل ہوتی ہے"
لیکن ذرہ کوئی منصف مزاج صاحب غور تو فرماوین کہ کیا اوس پربرہم پرمیشور سے
وصل اور اسکا عین الیقین کسی گنہگار انسان کو کبھی کسی طرح پر بھی حاصل ہو سکتا ہے
جب تک کہ اوس کے تمام گناہ دور نہ ہو جاوین - پس ظاہر ہے کہ پرمیشور کا وصل
ہونے سے قبل وہ اوسکے گناہون کو معاف کر دیتا ہے یا یون سمجھیے کہ جو گناہ کرنیوالے
ہین اون کو کبھی یہ درجہ حاصل ہی نہین ہو سکتا کیونکہ دیانندی فلاسفی کے مطابق
گناہون کے نتیجون کو تو بغیر بھوگے ان سے چھٹکارا ملنے کا نہین اور ایسا کوئی انسان
نہین دیکھا جاتا کہ جس سے کچھ نہ کچھ گناہ نہ ہو جاتے ہون (آخر کھانا تو کھاویگا پس ویدک
اصولون کے مطابق آگ جلانے مین جو لکڑی کے کیڑے مرجاتے ہین یہ بھی گناہ ہے -
پانی تو پیویگا پس اسکے اندر جو کیڑے رہا کرتے ہین ان کے مرجانے کا بھی تو کچھ نہ کچھ پاپ
ہو ہی گا - وغیرہ وغیرہ) غرضکہ جہان کسی طرح کے گناہ معاف نہین کیے جا سکتے وہان
گناہون سے کمی تو چاہے جتنی کر لیجاوے مگر بالکل ان سے بریت کبھی انسان کو نہین ہو
ہو سکتی (یعنی یہ کہ وہ ذرہ بھی گناہ کا مرتکب نہ ہو) غرضکہ نہ کسی کی ایسی حالت کبھی
آویگی کہ وہ تمام گناہون کے نتیجون کو بھوگ لینے کے بغیر بالکل پاک و صاف بن سکے
اور نہ پرمیشور اوسکے اوپر کچھ رعایت کرین گے پھر پرمیشور کا وصل حاصل کرنیکا
کوئی کیونکر مستحق ہونے لگا - چلو بس ہو چکا - نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچین گی - اب تو
مکتی یعنی نجات کا دروازہ بھی دیانندی فلاسفی نے بند کر دیا - کیونکہ بغیر وصل

پرمیشور کے مکتی نہین مل سکتی۔

واضح ہو کہ مکتی یعنی نجات کے بارہ مین یون ذکر آیا ہے کہ انسان افعال دنیاوی یعنی کرم کانڈ کے بعد اوپاسنا کانڈ پر عمل کرے (اوپاسنا کانڈ کے ہی اندر یہ تمام باتین ہین جنکی بحث یہان پر ہو رہی ہے) پس جب وہ کرم (افعال) کی زنجیر سے بذریعہ اوپاسنا علحدہ ہو جاتا ہے تب وہ گیان کانڈ (معرفت) کا مستحق ہو سکتا ہے اور اب وہ پرمیشور کا وصل اور عین الیقین حاصل کرتا ہوا نجات کو پا لیتا ہے پس اس گیان کانڈ مین قدم رکھنے سے قبل ہی وہ نیکی و بدی دونون طرح کے افعال دنیاوی سے علحدہ ہو جاتا ہے۔ اور وہان نہ گناہ کا نام و نشان رہ جاتا ہے اور نہ ہی ثواب کا۔ وہ درجہ تو دونون سے علحدہ ہے۔ یہ بات اوپنشدون مین بہت واضح طور پر بیان کی گئی ہے لیکن سوامی جی نے اس مضمون مین بھی (نوین سملاس مین) کچھ نہ کچھ رد و بدل کر ہی دیا ہے۔

آگے سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۷ سطر اول پر یون فرماتے ہین "پرمیشور کی ثنا خوانی کرنا (سگن ستوتی) ہے اس سے اپنی صفات اعمال و عادات بھی سنوارنے چاہییں۔ مثلاً وہ انصاف کرنے والا ہے۔ تو خود بھی انصاف کرنیوالا ہو۔ جو شخص محض بھانڈ کی مانند پرمیشور کے اوصاف گاتا جاتا ہے اور اپنے چال چلن کو نہین سدھارتا اسکا ستوتی کرنا بے فائدہ ہے"

سوامی جی کی یہ ہدایت بیشک بہت افضل ہے کہ پرمیشور منصف ہے اسلیے ہمین بھی انصاف پسند رہنا چاہیے لیکن ذرہ کوئی دیانندی فلاسفی کا پیرو کار بتلاوے تو سہی کہ دیانندی پرمیشور کی صفت رحیم کو ہم اپنے اندر کس طرح ڈھالین۔

ہم کہین جا رہے ہین راستہ مین ایک مفلس انسان کو ہم دیکھتے ہین جو دانہ دانہ کو محتاج ہو رہا ہے۔ یا اور کسی طرح کی سخت مصیبت مین گرفتار ہے۔ ہم سے وہ التجا کر کے مدد کا خواستگار ہوا پس ہمین اوسپر رحم آ جاتا ہے اپنے پاس سے اوسکو کچھ نقدی دیکر یا اور کسیطرح سے اوسکی مدد کرتے ہین۔ یہ تو انسانون کے رحم کا ظہور ہے۔ لیکن دیانندی

پرمیشور تو کسی انسان کے مناجات پر کان نہین دیتا اور نہ ان کو اشیا مطلوبہ عطا فرماتا ہے تو کیا اب ہم یہ مان لیوین کہ ایسے پرمیشور سے تو ہم بندے ہی زیادہ رحم کر رہے ہین پھر بتلائے ناظرین کہ سوامی جی کی اس ہدایت کے مطابق کہ پرمیشور کے اوصاف کے مانند اپنے اوصاف بنانے کی کوشش کرو تا عمل کرنے سے کیا ہم بے رحم نہین بن جاوینگے؟

کیونکہ دیانندی پرمیشور تو رحم کرنا ہی نہین جانتا اور نہ وہ کسی مصیبت زدہ انسان کو اس کے مناجات وغیرہ پر کوئی شے عطا فرماتا ہے اسی طرح کیا ہم بھی اُن گداگرون مفلسون اور حاجتمندون کو جو اس اُمید مین ہمارے دروازہ پر آتے ہین اور ہماری مناجات کرتے ہین کہ ان کی مصیبت کو ہم کسی نہ کسی حد تک دور کر دیوینگے تو ہم انکو صاف جواب دے دیا کرین اور ان سے کہہ دیوین کہ جسطرح ہمارا پرمیشور (دیانندی فلاسفی کے مطابق) ہمین ہزار ہزار ناک رگڑنے پر بھی کوئی شے نہین عطا فرماتا اور ہم صرف محنت کر کے اوسکا معاوضہ حاصل کرتے ہین اوسی طرح تو بھی یہان سے چلا جا۔ اس دروازہ پر روٹی مانگنے والون کو کورا جواب ملا کرتا ہے بلکہ اور زیادہ ٹر ٹر کرنیوالون کو کان پکڑ کر باہر نکال دیا جایا کرتا ہے اور جا کہین محنت مزدوری کر کے کما کھا وغیرہ۔

ناظرین! سوامی جی کے پرمیشور سے تو ہم سب انسان ہی زیادہ رحیم ثابت ہوتے ہین اب آپ دیانندی فلاسفی کے پیروکاران سے کہئے کہ وہ **اپنے پرمیشور کو یہ ہدایت کرین کہ وہ خود اولٹا ہماری (انسانون کی) صفت رحم دلی سے سبق سیکھے۔**

واہ! سوامی جی کی اس عجیب وغریب فلاسفی پر عقلمند صاحبان غور فرماوین۔

آگے سوامی جی چند وید منترون کو درج کر کے ہدایت کرتے ہین کہ ان منترون کو پڑھ کر ان کے معنے مطلب کو غور کرتے ہوئے مناجات کرنی لازم ہے اس لئے ذیل مین انکو ہم نقل کرتے ہین انکا ترجمہ بھی سوامی جی کا ہی نقل کیا جاتا ہے بریکٹ ہمارے ہین:-

यां मेधां देव गणाः पितरश्चोपासते । तया मामद्य मे-
धयाऽग्ने मेधाविनं कुरु स्वाहा ॥ यजु० अ० ३२ मं० १४ ॥

عقل کے واسطے استدعا۔ ہے اگنے! یعنے نور مجسم پرمیشور جس عقل کی استدعا عالم گیانی اور یوگی لوگ کرتے ہین ہم کو آپ مہربانی سے اس موجودہ زمانہ مین اُسی عقل سے بہرہ ور عقلمند کیجئے۔ یجروید ۳۲۔ ۱۴ منتر۔ (اس سوال پر دیانندی پرمیشور کا جواب یہ ہے کہ " مفت کی بکواس مت کرو۔ جاؤ محنت کرو۔ کسی عقلمند کی صحبت مین رہو اور کسی اُستاد سے علم پڑھو تو خود ہی عالم و عاقل بن جاؤ گے۔ ہمین کیون ناحق تنگ کر رکھا ہے۔ یہ وہ دروازہ نہین جہان مانگنے والون کی مراد پوری ہوتی ہون)۔

तेजोऽसि तेजो मयि धेहि। वीर्यमसि वीर्यं मयि धेहि। बलमसि बलं मयि धेहि। ओजोऽसि ओजो मयि धेहि। मन्युरसि मन्युं मयि धेहि। सहोऽसि सहो मयि धेहि॥ यजुः अ० १९ मं० ९॥

ایشور کی صفات کے واسطے استدعا۔ آپ ہمہ تن روشنی ہین۔ مہربانی کر کے مجھہ مین بھی روشنی قایم کیجئے۔ آپ لاانتہا طاقت کو کام مین لانے والے ہین اس لئے مجھہ مین بھی بہ نظر شفقت پورے طور سے طاقت کا کام مین لانا جلوہ گر کیجئے۔ آپ لاانتہا قوت والے ہین اسلئے مجھہ مین بھی قوت کو جاگزین کیجئے۔ آپ لاانتہا توفیق والے ہین۔ مجھہ کو پوری توفیق دیجئے۔ آپ بُرے کام کرنیوالون پر غضب ناک ہین مجھہ کو بھی ویسا ہی کیجئے۔ آپ مذمت۔ تعریف اور اپنے تقصیروارون کا تحمل کرنے والے ہین مہربانی کر کے مجھہ کو بھی ویسا ہی کیجئے۔ یجروید ۱۹۔ ۹۔

(دیانندی پرمیشور کا جواب۔ ہم چاہے ہمہ تن روشن۔ لاانتہا طاقت والے۔ لاانتہا قوت والے۔ لاانتہا توفیق والے وغیرہ وغیرہ کچھہ ہی ہون لیکن تو کیون بکواس کر کے اپنا بھی وقت خراب کر رہا ہے اور ہم کو بھی ناحق تنگ کر رہا ہے جا یہان سے نکل جا ورنہ کان پکڑ کر باہر نکال دیا جاویگا۔ جا۔ جتنے وقت مین یہ خوشامد کر رہا ہے اتنے عرصہ مین مشقت کر کے کچھہ پیسے کما لے۔ یہان کسی کو مفت کچھہ نہین

دیا جاتا۔ یہ سخی کا دروازہ نہین ہے بلکہ اول درجہ کے بے رحم کنجوس مکھی چوس کا
دروازہ ہے۔ جا نکل جا)۔

अग्ने नय सुपथा राये, अस्मान् विश्वानि देव वयुनानि
विद्वान्। युयोध्यस्मज्जुहुराणमेनो भूयिष्ठां ते नम उक्तिं
विधेम॥ यजु: अ० ४० मं० १६॥

پاکیزگی کی استدعا اے سُکھہ بخشنے والے روشن بالذات اور سب کو جاننے والے
پرماتما۔ آپ ہم کو عمدہ طریقہ پر تمام معلومات حاصل کرائیے۔ ہم کو پاپ کے چلن کے
ٹیڑھے راستہ سے الگ کیجئے۔ اسلئے ہم لوگ بڑی عاجزی سے آپ کی ستوتی (حمد و ثنا)
کرتے ہین کہ آپ ہمکو پاکیزہ کیجئے یجُروید ۴۔ ۱۶۔
(دیانندی پرمیشور کا جواب۔ اے دُشٹ! تو نہین مانتا کان کی جیسے بھی
اوثادی۔ چل دور ہو۔ اے کم بخت! ایک دو مرتبہ کے سمجھانے سے مانتا ہی نہین
بتلا دیا کہ یہ وہ دربار نہین ہے جہان سے کسی کو کچھہ دیا جایا کرتا ہو چل بھاگ دور ہو)
ناظرین! سوامی جی نے اسی طرح کی اور بھی منترونکو بہیان تحریر فرمایا ہے لیکن بوجہ طوالت
ہم ان سب کو نقل کرنا مناسب نہین سمجھتے۔ کیونکہ آپ کو ان مزکورہ بالا تین منترون
سے ہی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جن منترون کو خود سوامی جی ویدون سے نکال کر مناجات
کے لئے تحریر فرما رہے ہین اُن سے اور خاص انہین کے معنے مطلب کو تسلیم کرنے پر بھی
دیکھا جاتا ہے کہ تمام دنیاوی لذات کے سامان پرمیشور سے مانگے جا رہے ہین۔
پس سوامی جی کی یہ بات کہ ان اشیاء مطلوبہ کو پرمیشور عطا نہین فرمائے گا اس لئے رد
ہو جاتی ہے کہ ویدون کو کلام الٰہی مانا گیا ہے اور یہ ویدون ہی کے منتر ہین۔ پس کیا
پرمیشور ایک طرف تو اپنے کلام مین ایسے منترون سے مناجات کئے جانے کی ہدایت
کرے اور دوسرے طرف دیانندی فلاسفی کے ذریعہ ان اشیاء مطلوبہ کو (جن کی
فہرست ان منترون مین ہے) دینے سے قطعی انکار کر دیوے۔ یہ کیسے تعجب کی
بات ہے۔ پرمیشور کے بارہ مین یہ کہنا کہ وہ ایک حکم دیکر پھر خود ہی اُس کے خلاف

فرماتا ہے کیا کسی عقلمند کا کام ہے ؟ - کیون ناظرین! آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا دیانندی فلاسفی کے پیروکاران سے آپ اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کرین گے - ان سے کہئے کہ یا تو وہ اپنے دس نیمون مین سے چوتھے نیم ''سچائی کو قبول کرنا اور غلطی کو ترک کرنا'' کے مطابق دیانند کی اس غلطی کو ترک کرنے کا اعلان کرین ورنہ اس چوتھے نیم سے ہی انکاری بن کر صاف یہ کہہ دیوین کہ ہماری جو مرضی ہوگی وہ مانینگے اور جو مرضی نہ ہوگی وہ نہ مانینگے کسی کا اس مین کیا ساجھا ہے - تو البتہ پھر اُن سے کبھی خواب مین بھی کوئی کچھ نہ کہے سنے گا -

اب ہم پنڈت جوالا پرشاد صاحب سناتنی مصنف دیانند تمر بھاسکر اور پنڈت تلسی رام صاحب (آریہ پنڈت) مصنف بھاسکر پرکاس کے جنگ کی جانب ناظرین کو مخاطب کرتے ہین -

مضمون زیر بحث کی پڑتال کرتے ہوئے پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تمر بھاسکر کے صفحہ ۱۹۵ پر حسب ذیل تحریر فرمارہے ہین :- وھو ہذا

''بغیر مطلب بیوقوف آدمی بھی کوئی کام نہین کیا کرتا - پھر ایشور کا نام یاد کرنا بھی جبکہ بے فائدہ ہے تو سب افعال کا پھل بھی بے فایدہ ہوگا - لو کرم کانڈ کا ہی خاتمہ کر دیا - جب ایشور ہی جو سب سے افضل ہی حمد ثنا و مناجات سے گناہ دور نہین کرتا تو اور کون سا نیک کام ہے جس کے کرنے سے انسان تکالیف سے رہائی پاوین - جبکہ افضل افعال سے افضل پھل (نتیجہ) اور برے افعال کرنے سے انشٹ (خراب و تکلیف دہ) پھل حاصل ہوتے ہین تو پھر اس پاک پروردگار کا سمرن (یاد) - اوپاسنا (مراقبہ) - دھیان (غور و خوض کرکے محو ہو جانا) کرنے والا پاک کیون نہین ہوگا ؟ - (اگر یہ کہو کہ اس کے نام سے اپنے گنون یعنے صفتون کو سدھارین) تو جب اس کا نام کچھ گن (صفت - ہنر یا اثر) رکھتا ہے تبھی تو انسان اوسکے گن کرم (صفت فعل نیز اپنے صفات و افعال سدھار سکتا ہے نہین تو کسطرح ایسا ممکن ہے ؟

اگر خود ہی سُدھار سکتا تو اُسکے نام یاد کرنے وغیرہ کی ضرورت کیا تھی ؟ جب اُسکے نام سے گن کرم سوبھاؤ (صفات افعال اور خاصیت) سُدھرتے ہین تو پاک کیون نہین ہو سکتے۔ اور اگر گناہ رفع نہین ہو سکتے تو صفات افعال اور خاصیت بھی نہین سُدھر سکتے اور ایشور مین کرم (فعل) ہی کیا ہے جسکے مطابق وہ اپنے صفت فعل کو سدھارے . . . . . . جب آپ کہتے ہین کہ مناجات کرنے سے اہنکار (انانیت) دور ہو گا و مدد ملے گی تو کیا اُسکے گناہ رفع نہ ہوئے۔ معمولی حاکم جسکی مدد کرتے ہین اُن کے تکالیف دور ہو جاتے ہین اور جب ایشور نے مدد کی تو پھر پاپ (گناہ) کہان ؟ بس (یون سمجھئے کہ) ایشور نے مدد کی تو بھکتون کے متورتھ (مقصد دلی) پورے ہو گئے اور گناہ سے چھوٹ کر سُکھ (آرام) کے مستحق ہوئے۔ سُکھ جب ہی ہوتا ہے کہ جب گناہ دور ہو جاتے ہین۔ اس (طرح کی) مدد کرنے (کا اصول تسلیم کرنے) سے تو دیانند جی کی تحریر ہی اُن کے بات کو رد کر دیتی ہے۔ اور اوپاسنا (مراقبہ) سے پرمیشور کا وصال ہونا بھی آپ نے کیا سوچ کر لکھا ہے اگر وصال ہوا تو پھر علیحدہ ہونا مشکل ہے (پس شنکر فلاسفی ثابت ہو جاتی ہے جسکے دیانند سخت مخالف ہین) . . . . . .

اسی طرح پر جس شخص نے اوپاسنا (مراقبہ) کرنے سے ایشور کا وصل حاصل کر لیا تو اُسکی پاکیزگی مین کیا شک ہے۔ گنہگار سے ایشور کا وصال نہین ہو سکتا اور وصل ہو جانیکے بعد پھر مکتی (حالت نجات) سے واپس نہین آسکتا . . . . . . اور جو یہ لکھا ہے کہ جو بھانڈ کے مانند پرمیشور کی حمد و ثنا کرتا ہے اور اپنے چال چلن نہین سُدھارتا اسکا حمد و ثنا کرنا فضول ہے یہ تو بالکل متضاد تحریر ہے۔ کیونکہ ایشور کی مناجات تو سکام (خواہش سے) اسی لئے کی جاتی ہے کہ "یہ کام ہم سے نہین ہو سکتا ایشور تو ہماری مدد گر - جو اپنے چال چلن سُدھارنے مین ناقابل ہے یا اور کسی کام مین مدد کی ضرورت رکھتا ہے وہ ہی تو مناجات کر کے مدد چاہتا ہے کہ "اے پرمیشو! ہمارے چال چلن سُدھرین۔ ہمارے کام بن جاوین۔ ایسی مہربانی کیجئے" جو شخص جس کام کے کرنے کی خود ہی طاقت رکھتا ہے وہ کب دوسرے سے مدد چاہتا ہے۔ جو اپنے چلن سُدھارنے کی خود طاقت

رکھتا ہے وہ ایشور کی اوس مین سہائتا (مدد) کیون چاہے گا۔ اور (سوامی جی نے)
پہلے تو لکہا کہ صفت فعل سُدہارنے کے لئے ایشور کی مناجات کرنی (چاہیے) اور
اب یہان لکہتے ہین کہ اپنے افعال سُدہارو بغیر سدہارے حمد ثنا و مناجات فضول ہین
ان آپس مین متضاد تحریرون کو کون عقلمند قبول کرسکتا ہے۔ (آگے سوامی جی فرماتے
ہین کہ)۔ ایسی مناجات کبہی نہ کرنی چاہیے کہ میرے دشمنون کو مارو مجھے سب سے افضل کرو
وغیرہ۔ تو اور کیا مناجات مین سوامی جی کے منتر لے (چھاپہ خانہ) کی ترقی منائی جاوے
سیکڑون وید منتر اسی مطلب سے بھرے پڑے ہین۔ کہ "اے پرمیشور! ہمارے گناہ
دور کرو۔ ہمارے دُشمنون کو مارو۔ ہم کو افضل بناؤ۔ ہماری حفاظت کرو۔ وغیرہ۔
کہا یہ ویدون مین محض فرضی بکواس ہے۔ نہین تو کہہ دیجئے کہ کسی نے ملادیا ہے۔
بس اتنی ہی کسر ہے۔ آپ کی چلتی تو اپنے (رای کے) خلاف منترون پر ضرور ہڑتال
پھیر دیتے لیکن تاہم معنے تبدیل کرکے گڑبڑ کرہی دیا" اور (جو یہ لکہا ہے کہ) جہاڑو
لگائے کپڑے دہو دیجئے وغیرہ تو بھلا یہ تو سوچا ہوتا کہ جس کا عنصری جسم نہین وہ
ایسے کامون کو کیونکر کرسکے گا اور اپنے مالک پیداکنندہ سنکٹ موچن (تکالیف رفع
کرنے والے) سے۔ کیا کوئی بھی ایسا کہہ سکتا ہے؟۔ معمولی دنیاوی مالکون کے روبرو
تو جواب نہین دیا جاتا اور اوس بڑے محسن سے یہ ڈھٹائی ۔۔۔۔۔
ہزارون رشی منی جنگل مین پرمیشور کے بھروسے پر جپ تپ کرتے تھے اور اب بھی
کرتے ہین اور وہ ہی پرمیشور ان کی حفاظت کرتا ہے ...... آپ لکہتے ہین کہ گناہ کی
معافی بھگتون (عابدون) کی بھی نہین کرتا اگر کرے تو پھر سب لوگ گناہ کرنے لگ جاوین
گے" وہ دُشٹون (بدمعاشون یا عمداً و سرکشاً گناہ کرنے والون) کے
گناہون کو معاف نہین کرتا (لیکن) بھگتون کے (گناہون کو)
ضرور معاف کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آیا اُس بھگت سے وہ گناہ سہواً ہو گیا
ہے اور اب عہد کرتا ہے کہ آیندہ گناہ نہین کرونگا۔ اور یہ بھی وہ جانتا ہے کہ (
کرے گا بھی نہین۔ تو اوسکے گناہون کو پرمیشور یقیناً معاف کردیوے گا۔ وہ

مناجات ہی اوسکا پراشچت (توبہ) ہے اور جو دُشٹ لوگ ہین یعنے دل مین گناہ
رکہتے ہین مگر ظاہرا بھگت بنے رہتے ہین ان کے گناہ ہرگز ہرگز بھی معاف نہین ہونگے
جو بھلا آدمی ہوتا ہے اوسکے ان جانے اپرادہ کو (یعنے جو قصور سہواً و اتفاقاً ہو گئے
ہون اُن کو) بادشاہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ اور جو شریر و بدمعاش ہین ان کے
قصورون کو معاف نہین کرتا کیونکہ جانتا ہے کہ چھوڑ دینے سے زیادہ عیب کرینگے۔
اور جو انتہ کرن (کانشنس) سے پاک و صاف ہی اور پریم (محبت بھگتی یا عشق حقیقی)
سے ایشور کی یاد کرتے ہین ان کے گناہ بھی معاف ہوتے ہین اور دشمنون کو مناسب
سزا دیجاتی ہے۔ اسی کا نام نیا یعنے انصاف ہے کہ جو لوگ دُشٹ (بدمعاش وغیرہ)
ہین اونہین سزا اور جو دیا یوگیہ (قابل رحم) ہین انپر رحم کرنا اور جو معافی کے قابل ہین
انکی معافی کرنا۔ یہ نہین کہ سب وہان بائیس ۲۲ پنسیری ہی تول دئے جادین"۔

ناظرین! اب اس کا جواب جو پنڈت تلسی رام صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش
صفحہ ۱۴۲ پر لکھتے ہین ملاحظہ کیجئے پنڈت تلسی رام صاحب نے اس لمبنے چوڑے
مضمون مین سے گیارہ سوالات چُن لئے ہین اور ہر ایک کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ سوال
نمبر ۲ یہ ہے:- "پھر اُس کا بھجن (یاد آلہی) کرنا فضول ہے۔ اور اسکا جواب یون تحریر
فرماتے ہین:- "اُس کا بھجن کرنا اسلئے فضول نہین کہ اس کی اوپاسنا (مراقبہ) سے گیان
(علم و عقل) بڑہتا ہے۔ گیان سے ناجایز افعال آیندہ مین ترک کئے جاتے ہین۔
جس سے دن بدن سُکھہ کی ترقی ہوتی ہے"۔

ناظرین! اب غور کیجئے کہ سوامی جی کی پوزشن Position خوب
صاف ہو رہی ہے۔ سوامی جی کی تحریر کو مد نظر رکھہ کر تو کبھی کچھہ یہ بھی خیال ہو سکتا
تھا کہ شاید جپ وغیرہ کرنے سے کچھہ پھل ملتا ہی ہو مگر اب اوپر کی تشریح اس امید کو
بالکل ہی منقطع کئے دیتی ہے۔ اب معلوم ہو گیا کہ جو آریہ صاحبان گھنٹون بھجن گانے
اور جپ کرنے وغیرہ مین مصروف رہتے ہین ان سب سے صرف یہ ہی نتیجہ ہوتا ہے
کہ ان کے دماغ کی عقل (گیان) کچھہ اور تیز ہو جاوے۔ اتنے پر تو دنیا کے تمام مذاہب

بزرگان کو صلواتین سُنانے مین یکتاے زمانہ ہو رہے ہین اور زیادہ عقل کی تیزی ہونے
پر تو خدا ہی حافظ ہے) اگر در اصل اتنا ہی فائدہ مقصود ہے تو ہماری یہ صلاح ان کو
ماننی چاہیے کہ جسقدر وقت وہ بھجن وغیرہ مین خراب کرتے ہین اسی قدر وقت مین کسی
عالم فاضل کے پاس حاضر ہوکر کوئی علم سیکھا کرین کہ گیان یعنے عقل کی ترقی خوب اچھی
طور پر ہو سکے۔ اور جو یہ فرماتے ہین کہ گیان سے ناجایز افعال آیندہ ترک کیے جاتے
ہین تو عرض یہ ہے کہ یہ تو کوئی مسلمہ اور قطعی فیصلہ نہین ہو سکتا کہ گیان ہو جانے پر
ناجایز افعال ضرورہی ترک ہو جاوین۔ ہم بڑے بڑے گیانی لوگون کو دنیا مین طرح
طرح کے گناہون کے مرتکب پاتے ہین۔ دور کیون جاوین ہم اسی آریہ سماج کے لیڈرون
اور اپدیشکون کو ہی جو تمام دنیا کو راہ راست بتلانے کا دم بھرنے کے باعث یہ ظاہر
کر رہے ہین کہ وہ اپنے کو اول درجہ کے گیانی سمجھتے ہین نظیر مین پیش کیے دیتے ہین
جنکے افعال کی فہرست پیش کی جاوے تو سننے والون کے بھی ہوش دنگ ہو جاوین
ہان سوال تو یہ تھا کہ اگر پرمیشور کے حمد وثنا مناجات اور بھجن وغیرہ کرنے سے کچھہ
پھل نہین ہوتا تو ہم کیون اس سردردی مین پڑین اور اپنا وقت ایسے فضول کام مین
لگاوین۔ اور اس کا جواب یہ ملا کہ ان کامون سے صرف گیان بڑھ جاتا ہے اب وہ گیان
والا اگر بالفرض پنڈت تلسی رام صاحب کی ہدایت کو مان کر ناجایز افعال کو ترک کر دیوی
تو البتہ اوسکو فائدہ ہوگا پس ناظرین! آپ پنڈت تلسی رام جی سے دریافت کرین کہ
کیون صاحب! یہ کام تو بھجن وغیرہ کے بغیر بھی ویسا ہی اور بالکل ویسا ہی ہو سکتا تہا
یعنے ایک شخص بھجن وغیر کچھہ نہین کرتا اور برائیون کو ترک کر دیتا ہے۔ اور دوسرا عرصہ
دراز تک بھجن وغیرہ کرنے کے بعد اپنی عیبون کو ترک کرتا ہے تو ان دونون کی حیثیت
تو پنڈت صاحب کے نزدیک برابر ہی ثابت ہو گئی۔ غرضیکہ صاف الفاظ مین یون
کہنا چاہیے کہ بھجن وغیرہ محض ڈھکوسلہ ہے کیا ان سے کہین خدا ملا جاتا ہے یا گناہ معاف
ہو جاتے ہین ؟ ۔ اجی وہ راستہ ہی دوسرا ہے۔ یہان تو بھجن سے یہ فائدہ مراد ہے
کہ جب کوئی جلسہ وغیرہ ہو اور مجمع کثیر کرنے کی منشا ہو تو وقت مقررہ سے قبل

دو چار عمدہ عمدہ بھجن ہارمونیم پر گائے جاوین تاکہ لوگ اکٹھا ہو جائین اور بعدہ اُن کو لیکچر سنانا شروع کر دیا جاوے - یا دیگر قسم کے بھجن (یاد الٰہی) یعنے سندھیا وغیرہ بھی محض اسلئے کر دئے جاتے ہین کہ اگر انہین نہین کرتے تو دیگر آریہ بھائی وغیر آریہ صاحبان بھی نکتہ چینی کرینگے کہ عمل تو کچھہ کرتے نہین یون ہی بکواس کیا کرتے ہو وغیرہ"۔

ناظرین! واقعی آپ سچ جانئے کہ آریہ سماج ہی ایک ایسی سوسائٹی صفحہ ہستی پر ہوگی کہ جس کے ممبران اپنے خالق پروردگار پربرہم پرمیشور کا بھجن پریم سے نہین بلکہ محض ایک ڈھکوسلہ سمجھہ کر کرتے ہین - اور اسکی وجہ بھی صاف ظاہر ہے کہ ان کے دل مین پورا یقین ہے کہ اس سے کچھہ ملنا ملانا تو خاک نہین - پھر ناحق کی سردردی کیون کی جاوے - خیر -

اب اسی سلسلہ مین ہم پنڈت تلسی رام صاحب سے یہ دریافت کرتے ہین کہ بھجن کرنے سے گیان تو پیچھے بڑہیگا لیکن ان بھجنون مین جو ہم اپنی مُرادین پرمیشور سے مانگتے ہین (چاہے وید منترون کے شکلون مین یا اردو بھجن لاونی وغیرہ کے ذریعہ) پس وہ کیا نتیجہ پیدا کرین گے - کیا وہ بھی گیان بڑھادیوین گے مثال کے طور پر ہم ذیل مین ایک نہایت مختصر بھجن نمبر ۸۶ از آریہ سنگیت پُشپاوتی مصنفہ متھرا داس لائبریرین آریہ سماج لاہور مطبوعہ سمت ۱۹۶۲ بکرمی پیش کرتے ہین - وہوا ہذا

کیول ایک بھروسا تیرا — دنیا ناتھ تون ہی ہے میرا
اس پھندن سے تو ہی چھوڑا دے — اور سبھی جس سے نش جاوے
پاپ تاپ کے پھندن توڑو — دُکھہ ہم اپنی اور موڑو
تم بن اور نہ کوئی سہارا — بھے دُکھہ سنکٹھ موچن ہارا

ناظرین! اس بھجن کے لکیر شدہ مصرون کو بغور دیکھئے اسکا گانے والا پرمیشور سے یہ مناجات کرتا ہے کہ "پاپ (گناہ) اور تاپ (تکالیف) کے زنجیرون سے ہین جکڑا ہوا ہون پس ای رحیم و کریم پرمیشور اپنے توڑ دیجئے" اور پھر آگے وہ یون مخاطب کرتا ہے کہ "بھے (خوف) دکھہ (تکالیف) سنکٹھ (مصیبت) کو اے

دیانند ہو پرمیشور آپ ہی رفع و دفع کرنے والے ہو"۔

اب پنڈت تلسی رام صاحب بتلادین کہ کیا اس بھجن کے گانے والے کو اُن کا پرمیشور صرف یکورا جواب دیویگا کہ "رے تجھے گناہ اور تکالیف کے زنجیرون سے ہم علحدہ نہین کر سکتے کیونکہ ایسا کرنے سے ہمارا دیانندی فلاسفی والا قانون ٹوٹتا ہے۔ اور تیری یہ بھی سخت غلطی ہے کہ جو ہم کو خوف تکالیف اور مصیبتون کا رفع کرنیوالا تصور کرلیا ہے خیر۔ اب چونکہ تو اسقدر رگڑ گڑا رہا ہے اس لئے جا ہم اور تو کچھہ بھی تجھے نہین دے سکتے لیکن آریہ سماجی پنڈت تلسی رام صاحب کی خاص سفارش سے ہم تیری عقل البتہ خوب بہنی کئے دیتے ہین (یعنے گیان عطا فرماتے ہین) بس اب تو اپنی ہی عقل سے اپنی تکالیف وغیرہ رفع کرلے۔ وغیرہ"۔

لیکن ناظرین! ہم تو دنیا کے بڑے بڑے عقلمندون یعنے گیانی لوگون کو تکالیف اور مصیبتون مین گرفتار پاتے ہین دور کیون جاوین خود سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو ہی آخری وقت مین بیماری کی تکالیف کسقدر برداشت کرنی پڑی تھین (چاہے وہ زہر دیے جانے سے ہی ہوئی ہون) پھر بتلائیے کہ گیان کو بڑھاتے بڑھاتے ہم چاہے آریہ سماج کے مہرشی کے برابر بھی ہوجاوین یا اوس سے بھی بڑھ جاوین۔ (کیونکہ ان سے بڑھ کر جن کی عزت آریون کے نظرون مین ہے وہ مہرشی ویاس اپنے لڑکے شکدیو کے تارک الدنیا ہوجانے کے غم مین خبط الحواس ہو رہے تھے۔ دیکھو مہابھارت شانتی پرب) تاہم بھی ہم تکالیف اور مصیبتون کی زنجیر سے ہرگز بھی نہین بری ہوسکتے سوا اس کے کہ کرم کانڈ (افعال) کو عبور کرکے اوپاسنا کانڈ کے ذریعہ پربرھم پرمیشور کے خاص فضل و کرم کی بخشش ہمین حاصل ہو۔

اے آریہ صاحبان! تعصب کو ترک کرکے مان لوکہ سوامی دیانند کی رائے ویدون و دیگر تمام مستند کتابون کے خلاف ہے۔ بلا ایسا کئے آپ کے سماج کی ناؤ ہرگز بھی اس بھنور جال سے بچ کر پار نہ جاسکے گی۔ کیا آپ نے اسے اب سچ مچ غرق ہی کردینے کی ٹھان لی ہے (یعنے آریہ سماج کو دیانندی مینتھ بنانے کا کیا قطعی

فیصلہ کر لیا ہے)۔

آگے سوال نمبر ۳ یون ہے :۔ "افضل افعال کا پھل (نتیجہ) بھی افضل ہے۔ تو کیا پاک پرماتما کے نام کی یاد کرنے سے افضل پھل نہ ہوگا ؟۔ (مراد مالا جپنی یعنے تسبیح پھیرنے سے ہے)۔ اور اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ :۔ "کرم گیان اوپاسنا (افعال معرفت۔ مراقبہ) ان تین کانڈون (علمون) کو ایک سمجھنا اگیان یعنے بی عقلی ہے ایشور کی اوپاسنا (مراقبہ) کو افضل فعل بتلانا بھی اسی سے اگیان ہے۔ کیونکہ اوپاسنا یا گیان (مراقبہ یا معرفت) افعال سے علحدہ ہین۔ اوپاسنا (مراقبہ) کا پھل سوال نمبر ۲ کے جواب مین اوپر بتلا دیا گیا ہے۔ افضل افعال مین اگنی ھوتر (ہوم کرنا) کنوان تالاب باولی کھودانا وغیرہ ثواب کے کام ہین۔ اوپاسنا (مراقبہ) اوس سے اگلا بہتر درجہ ہے۔ وہ کرم (فعل) نام سے موسوم نہین ہے "۔

ناظرین! اوپر کے جواب مین پنڈت تلسی رام صاحب معترض کے سوال کا پہلو بدل رہے ہین۔ اوسکی تو یہ منشا ہے کہ کیا پرمیشور کے نام جپنے کا پھل یہ نہوگا کہ اوس (جپنے والے) کے گناہ معاف ہو جاوین۔ لیکن پنڈت صاحب کرم کانڈ کا جھگڑا لے بیٹھے۔ اچھا اگر ایسا ہی ہے تو ناظرین! آپ پنڈت صاحب کی اس رائے سے اتفاق کرنے والون کو مطلع کر دیوین کہ بھگوت گیتا مین یوگیون کے سرتاج شری کرشن مہاراج ان تین کانڈون کو صرف دو کے اندر داخل کر رہے ہین یعنے وہ کرم (افعال) اور گیان (معرفت) ان دونون کو ہی تسلیم کرتے ہین۔ اب یہ تیسرا اوپاسنا (مراقبہ) خواہ اول الذکر مین شامل کر لیا جاوے چاہے آخر الذکر مین ہر حالت مین معترض کا اعتراض بدستور قایم رہ جاتا ہے۔ گیتا کا وہ شلوک ثبوت کے لئے ذیل مین پیش کیا جاتا ہے۔

लोकेऽस्मिन् द्विविधा निष्ठा पुरा प्रोक्ता मयानघ। ज्ञान
योगेन साङ्ख्यानां कर्म योगेन योगिनाम् ॥ भ॰ गी॰ ३-३ ॥
लोके अस्मिन् द्विविधा निष्ठा पुरा प्रोक्ता मया अनघ। ज्ञान यो

-ञेन सांख्यानां[10] कर्म[12] योगेन योगिनाम्[11] "

ترجمہ :- (۱) اے بے گناہ (ارجن) ! (۲) اس (۳) دنیا مین (۴) دو طرح کے (۵) طریقے (۶) مجھہ سے (۷) پہلے (قدیم زمانہ مین) (۸) کہے گئے ہین - (۹) (ایک تو) سانکھیہ والون کا (۱۰) گیان یوگ (معرفت و عرفان آلہی کے ذریعہ) سے (۱۱) (اور دوسرا) یوگ والون کا (۱۲) کرم یوگ (افعال و یوگ وغیرہ کے ذریعہ) سے

اس شلوک مین جن دو طریقون کا ذکر ہے اسی بنیادی پتھر پر تمام آگے کی ہدایت کرشن جی گیتا مین کر رہے ہین اور وہ کرم یوگ یعنے کرم کانڈ کے ہی اندر اوپاسنا (مراقبہ) کو بھی شامل کر رہے ہین کیونکہ آگے چلکر کرشن جی اسی سلسلہ مین یوگ ابھیاس (یوگ کی مشاقی) کا بھی ذکر کر رہے ہین -

اب بتلائیے ناظرین ! پنڈت تلسی رام صاحب کا یہ کہتے ہوئے کہ کرم سے اوپاسنا علیحدہ ہے سناتنی پنڈت کو ڈانٹ بتلانا کیا وقعت رکھتا ہے ؟ غرضیکہ سوال بدستور قایم رہتا ہے کہ آیا پرمیشور کا نام جپنے والون کو اس کام (جپ کرنا وغیرہ) سے پھل ملتا ہے یا نہین اسے کرم چاہے کہو یا نہ کہو - سوال کے مدعا کو غور کرنا چاہیے اگر جپ کرنا کرم یعنے افعال مین سے نہین ہے تو نہ سہی چاہے اس کا نام کچھہ ہی رکھہ لو لیکن سوال کا جواب دو - ناظرین ! اگلے نمبر مین اسی بات کا پھر ذکر آویگا اور دیکھیے گا کہ خود اپنے ہی قول سے کیسے قایل ہوتے ہین -

سوال نمبر ۴ - اوس کا نام کچھہ گن (صفت) پربھاؤ (اثر) نہین رکھتا تو اُس سے اپنے چال چلن کیونکر سدھارین -

جواب - اوس کے نام کی یاد معنی مطلب کو سمجھہ کر کرنا ضرور اثر رکھتا ہے جیسے سوال نمبر ۲ کے جواب مین اوپر ہم نے لکھا ہے - سوامی جی کی منشاء اُن بگلا بھگت لوگون کے مکاری والے نام سمرن (مالا جپنے) کو فضول بتلانے سے ہی جو محض دنیا دیکھلاوے ہی کی خاطر مالا جپتے ہین دراصل دل سے بالکل نہین یہی وجہ ہے کہ نہ تو ان کی عقل بڑہتی اور نہ چال چلن سدھرتے ہین "

ناظرین! اوپر پنڈت تلسی رام صاحب یہ کہہ بھی جاتے ہین کہ نام جپنے کا اثر ضرور ہوتا ہے مگر پھر بات بنا جاتے ہین - جو وہ نمبر ۲ کا حوالہ دیتے ہین وہ تو آپ نے دیکھہ ہی لیا ہے کہ کیسا بے بنیاد جواب ہے - اب اور سنئے - پنڈت صاحب یہ ظاہر کر رہے ہین کہ آپ کے ہی مانند سوامی جی بھی جپ کا کچھہ نہ کچھہ اثر تو مانتے تھے لیکن اس کی جو تردید کر دی ہے اُس کی یہ منشا رتھی کہ جو مکّار لوگ محض دنیا دارون کو دہوکا دینے کے لئے یعنے ان کی نظرون مین نیک اور عابد بن کر کچھہ دنیاوی فواید حاصل کرنے کی خاطر برائے نام مالا لے کر جپ کیا کرتے ہین یا اور ایسے کام محض نمایشی طور پر کیا کرتے ہین ان کو ایسے افعال ناجایز سے روکنے کے لئے سوامی جی کی یہ ساری کوشش تھی وغیرہ -

پس ہم پنڈت تلسی رام صاحب سے پوچھتے ہین کہ کیون مہاشی جی! کیا سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے آپ کو خواب مین آکر اس راز سے مطلع کر دیا ہے ؟ - اجی حضرت! ان باتون کے بنانے سے کیا حاصل - کیا سوامی جی خود ایک فقرہ اوپر کے ہی مطلب کا اور نہ لکھہ سکتے تھے - اور بھلا یہ تو بتلائے کہ آپنے جو اپنے منوسمرتی مین اس ہی مطلب والے شلوکون کو ناجایز نہ مان کر خود اپنے اس تحریر سے خلاف سندین ہمارے حوالہ کر دی ہین تو پھر اگر ہم اونہین یہان پر نقل کر دیوین تو بھلا بتلائے کہ آپ کی بات کیا رہ جاویگی ؟"

اچھا لیجئے ناظرین! ذرہ منوسمرتی دوسری ادہیاء کا ۷۹ وان شلوک معہ تلسی رامی ترجمہ ملاحظہ فرمائے :-

सहस्रकृत्वस्त्वभ्यस्य बहिरेतत्त्रिकं द्विजः। महतोप्येनसो मासा-
-त्त्वचेवाहिर्विमुच्यते ॥ मनु ०२/७९॥

ترجمہ :- اس ترک (تین والے) یعنے پرنو ویاہرتی اور تین حصون والی گایتری[1] کو ہزار مرتبہ شہر یا قصبہ سے باہر (دریا کے کنارہ پر یا جنگل مین

[1] یہ ایک منتر وید کا ہے جسکا ہی ورد تمام ہندون اور آریون مین کیا جایا کرتا ہے -

ایک ماہ جپ کرنے سے دویج (دوبارہ پیدایش والا یعنے براہمن کشتریہ ویشیہ) مہاپاپ (گناہ عظیم) سے چھوٹ جاتا ہے۔ جیسے سانپ کینچلی سے (چھوٹ جاتا ہے)۔ (اسے ایک پرائشچت جانو۔ پرائشچت سے گناہ چھوٹنے کا گیارہوین ادھیاے مین بیان کرینگے)

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ عبارت کو غور سے پڑھین۔ کیا اب بھی شک رہ گیا کہ گایتری منتر (خواہ کسی اور طرح سے پرمیشور کے نام کا جپ کرنے) سے گناہون کی نہیں نہیں بلکہ عظیم گناہون کی بھی معافی کا ہونا منو مہاراج تسلیم کر رہے ہین۔ اور ذرہ منصف مزاج صاحبان پنڈت تلسی رام صاحب کے اس تعصب کو ملاحظہ فرماوین جو ان کے اس بریکٹ سے ثابت ہو رہا ہے۔ جب اونھون نے اور کچھ دال گلتے نہ دیکھا تو اپنے ازدیاد کردہ عبارت کو بریکٹ ہی کی شکل مین پیش کر کے اپنے آریہ دوستون کا آنسو پونچھنے لگے کہ گھبراو مت ہم اگرچہ اس شلوک کو پرکشپت (ناجائز) مین نہ ڈال سکے لیکن یہ تو ہمارے بائین ہاتھ کا کھیل ہے کہ سنسکرت سے ناواقفون کو مغالطہ کے دلدل مین ضرور پھنسا دیوین (کیونکہ وہ نہیں جان سکتے کہ بریکٹ کی عبارت شلوک کے الفاظ سے تعلق نہیں رکھتی)۔

ناظرین! آپ ذرہ پنڈت صاحب سے یہ تو پوچھئے کہ اگر پرائشچت (توبہ و کفارہ) کا بیان منوسمرتی کے گیارہوین ادھیاے مین ہے (جس کا وہ خود اسی بریکٹ مین اقرار کر رہے ہین) تو ہم اس کو ایک پرائشچت کیون سمجھین کیا آپ کے ہی سفارش سے یا کوئی معقول دلیل بھی ہے۔ اور اسی ساتھ ناظرین ذرہ پنڈت تلسی رام صاحب کے کتاب بھاسکر پرکاش صفحہ ۲۱ سطر ۱۸ کو بھی ملاحظہ کر لیوین۔ جہان اسی اعتراض کا جواب لکھتے ہوئے پنڈت صاحب کو اس بریکٹ مین خود ظاہر کردہ رای کا مطلق بھی خیال نہ رہ گیا۔ اور وہان اس پرائشچت کی جگہ کسی اور من گڑھنت نے لے لی۔ وہ عبارت حسب ذیل ہے:-

"گائتری ادم ویاہرتی کے جپ کا پھل گناہون کا چھوٹ جانا اس لئے ٹھیک ہے کہ اُس مین الیشور کی حمد وثنا کے ساتھ افضل عقل ملنے کی مناجات ہے، اور عقل افضل ہونے سے گناہ مین وہ مشغول نہین ہوتی یہی گناہون کا چھوٹنا ہے"۔

اب بتلائے ناظرین! پنڈت صاحب کی کون سی بات کو ہم سچ مانین۔ اسی شلوک کی تفسیر ایک بریکٹ کی شکل مین ہمین یہ بتلاتی ہے کہ اسے پرائشچت سمجھو اور اوپر کا اقتباس کچھ اور ہی ظاہر کرتا ہے پس کیا سچ مچ یہی بات نہین ہے کہ **دروغ گو را حافظہ نباشد** اور یہان بھی پنڈت صاحب محض گول مول بناوٹ کر رہے ہین۔ مگر ان باتون سے بھلا کہین کام چلا کرتا ہے۔

اے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! اگر ہم آپ کی اس بات کو تسلیم ہی کر لیوین کہ گائتری کا جپ کرنے سے عقل تیز یا افضل ہو جائیگی (حالانکہ جپ کرنے سے انتہ کرن یعنے دل ودماغ کی پاکیزگی کا ہونا تو تمام عالمان وید مانتے چلے آئے ہین مگر یہ انوکھا اڑنگا اب دیانندی فلاسفی کی پیروکاری کی ہی نو ایجاد ہے۔ بھلا عقل کی فضیلت اگر گائتری جپ سے ہی ہوتی تو تمام کالج سکول کیوں نہ توڑ دئے جادین اور پس سب طالبان عقل وعلم کو کہہ دو کہ وہ گائتری جپ کے ذریعہ سے اپنے عقل کو افضل بنا لیا کرین۔ اس منطق کے صدقے جائیے) تو ذرا یہ تو بتلائے کہ وہ گائتری کا جپ کرنیوالا جب اس فعل کا نتیجہ (اوس فعل کو کرنے کے بعد) حاصل کریگا تب تو وہ آپ کے ہدایت پر عمل کر کے بیشک گناہون سے بچ جاویگا لیکن منو مہاراج کی منشا تو گزشتہ گناہون کی معافی سے ہے اور آپ کے بریکٹ سے بھی یہی فیصلہ ہو رہا ہے کیونکہ اگر بالفرض ہم آپ کی سفارش سے اسے ایک طرح کا پرائشچت ہی سمجھ لیوین تو بتلائیے کہ پرائشچت گزشتہ قصورون اور گناہون کے کفارہ کے لئے ہوا کرتے ہین یا کہ آیندہ کے لئے؟ ہمارے سمجھ مین تو کوئی انسان جس کے دماغ مین ذرہ بھی سوچنے کا مادہ موجود ہے ہرگز ہرگز بھی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا کہ پرائشچت ہم آیندہ ہونے والے گناہون کے معافی

کے لئے کرتے ہین - واہ! آیندہ کے لئے جو پرایشچت کرتا ہو اوسے کون عقلمند کہیگا
پھر بھلا بتلائیے کہ اس شلوک مین جس گناہ عظیم کے معافی کا ذکر ہے وہ اُس گنہگار
کے گزشتہ گناہون سے مراد ہے یا کہ آیندہ سے - چونکہ آیندہ کے گناہون سے
معافی کے لئے پرایشچت غیر ممکن ہے اس لئے خواہ مخواہ بھی ماننا پڑیگا کہ گزشتہ
گناہون سے معافی کی مراد ہے - پس ایک زبردست اعتراض یہ قایم ہو جاتا ہے
کہ چاہیے آپکے فیصلہ کے مطابق گایتری جپ کرنے والون کو ایسا کرنے (یعنے گایتری
جپ کرنے) سے یہ پھل ہو کہ وہ آیندہ عقل کی فضیلت کے باعث گناہ کرنے
سے بچ جاوین - لیکن گزشتہ گناہون کے مطابق سزائین تو دیانندی فلاسفی
کو مدنظر رکھکر اوسے بھوگنے ہی پڑینگے - جو کہ منو کے سخت خلاف ہے -
ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب کا یہ عوام کے آنکھون مین کھلے میدان
خاک پھینکنا نہین تو اور کیا ہے ؟ - وہ منو کے اس شلوک کو اگر پرکشپت -
(ناجایز) قرار دے دیتے تو تمام جھگڑے طے تھے مگر نہ معلوم کس مصلحت سے
دیانند کے سخت مخالف شلوک کو جایز مانکر آریہ دوستون کی للّو چپّو کر رہے ہین
شاید اونھون نے یہ سمجھ لیا ہو گا کہ اتنی سردردی کون کرنے لگا کہ ان کی مصنفہ
بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۱۲ کو انہین کے منوسمرتی صفحہ ۳۶ سے ملا کر پڑھے گا لیکن
خوش قسمتی سے مجھے طاعون نے ابھی تک اپنا شکار نہین بنایا اور ناظرین کے
خدمت مین ایسے آریہ سماجی پول ظاہر کرنے کے لئے خدا کی فضل سے مین ابتک
زندہ ہون -

غرضیکہ جسطرح آفتاب کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرنیوالا اپنے ایسے فضول
دُھن مین ناکامیاب ثابت ہوتا ہے اوسی طرح پنڈت تلسی رام صاحب منو مہاراج
کے ایسے صاف الفاظ والے اس شلوک کے معنے مطلب پر پردہ ڈالنے مین
بالکل ناکامیاب ہوتے ہوئے اولٹے مُنہ گر رہے ہین - ناظرین! منوسمرتی کا
یہ شلوک نہ صرف کھلے لفظون مین گایتری کا جپ کرنے سے گناہ عظیم کی معافی کا

ہی اعلان کرتا ہے بلکہ وہ ایک مثال بھی نہایت ہی پُر اثر آپ کے روبرو پیش کئے دیتا ہے جس سے رہا سہا شک اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ یعنے منو مہاراج فرماتے ہین کہ جسطرح سانپ جب اپنا کینچل چھوڑ دیتا ہے تو اوس کینچل سے ذرہ بھی تعلق نہین رکھتا اور کینچل کا ڈھکن دور ہو جانے پر اُس کا جسم خوب صاف (نئی کے مانند) نظر آنے لگتا ہے اسی طرح وہ گنہگار گاتیری کا جپ کرنے سے جب گناہون سے پاک ہو جاتا ہے تو پھر وہ ان گناہون (کینچل کے مانند) سے کچھہ تعلق نہین رکھتا اور سانپ کے نئے جسم کے ہی مانند وہ اب صاف پاک ہو جاتا ہے اور جسطرح ایک چھوٹا بچہ گناہون سے پاک ہوا کرتا ہے اوسی طرح وہ انسان بھی بے گناہ اور نیک بنجاتا ہے بچّے کی مثال شاید منوجی کے محاورہ مین ٹھیک نہ ہوگی کیونکہ وہ تناسخ کو مدنظر رکھکر نو پیدا شدہ بچے مین بھی گزشتہ کے گناہون کا ہونا مانتے ہین اسلئے گویا سانپ کے کینچل کی مثال سے منو مہاراج ہم پر یہ ظاہر کر رہے ہین کہ اُن کے فیصلہ کے مطابق جنم جنمانتر یعنے تمام گزشتہ جنمون کے گناہون اور اس موجودہ زندگی کے گناہون کی بھی معافی ہو کر بلا کینچل والے سانپ کے مانند ہو جاتا ہے

ناظرین! اب آپ نے دیکھہ لیا کہ کسطرح مرچگا و عمدا آریہ صاحبان دھینگا دھینگی مچا رہے ہین اور وہ کس کام کے لئے ؟ کیا اپنے فائدہ کے لئے ؟ ۔ نہین۔ کیا ملک کے خیر خواہی کے لئے ؟ نہین۔ کیا اپنے کالج سکولون وغیرہ انسٹی ٹیوشنون کو جاری رکھنے کے لئے ؟ نہین۔ کیا شاریرک (جسمانی) ساماجک (مجلسی) اور اتمک (روحانی) طاقتون کی ترقی کے لئے ؟ نہین۔ کیا بُت پرستی وغیرہ ہندون کے ناجایز کامون کو بند کرانے کے لئے ۔ ؟ نہین۔ پھر آخر کس لئے ؟ اس لئے کہ تمام لوگ خدا کی بندگی سے یا اوس پر برہم پرماتما کے حضوری مین صدق دلی سے حاضر ہو کر گناہون سے معافی کے خواستگار بننے سے یہ سمجھہ کر کہ ایسے کام فضول ہین درگزر کرین۔

ناظرین! ہم جہان منو کا فیصلہ پاتے ہین کہ گاتیری کے جپنے سے گناہ عظیم بھی رفع ہو جاتے ہین۔ وہان ہندون کے ہر ایک فرقہ وسمپرداے کا ایسا ہی فیصلہ کسی نہ کسی شکل مین

پاتے ہیں ایک مانتا ہے کہ رام رام کا جپ کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جائینگے تو دوسرا شیو شیو کہنے کا بھی نتیجہ سمجھتا ہے۔ تیسرا گنیش نام سے اپنے معبود کو یاد کرکے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ اتنا ہی نہین ناظرین! ہم اسلام کا بھی یہی فیصلہ پاتے ہین۔ چنانچہ مذہبی اور دین دار مسلمان صاحبان بھی تسبیح پھیرتے ہین۔ ایک وحدہ لاشریک پربرہم پرمیشور کی یاد اپنے محاورہ مین کہین نہ کہین الفاظ مین کرتے ہین۔ اور منوسمرتی کے ہی مانند قرآن شریف کا بھی ایسا ہی فیصلہ ہے کہ گناہون کی معافی اوپاسنا (مراقبہ) یعنے خدا کی یاد بندگی اور اوس کے صفتون کو غور کرتے ہوئے جپ کرنے وغیرہ عبادت کے ہی ذریعہ ہو سکتی ہے۔ لیکن ان سب کے خلاف سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اپنی ڈھائی چاولوں کی کھچڑی علحدہ پکاتے ہوئے اگرچہ اوسے کچی ہی چھوڑ کر چلتے بنے لیکن اُن کے چیلے صاحبان اس مین ایندہن لگا کر چاہتے ہین کہ وہ کسی طرح پک جاوے۔ حالانکہ سوامی جی تو سنیتہ کے گرہن کرنے اور راستیہ کو تیاگ کرنے کے اصول پر خود پابند رہنے کے باعث اگر ابتک زندہ ہوتے اور منوسمرتی وغیرہ کی تفسیر کرنا شروع کرتے تو ضرور اس ادہ پکی کھچڑی کو بیشک پھینک کر وہ کوئی دوسری ہانڈی چڑہاتے یعنے وہ اپنی غلطی کو مانکر اپنی تصنیفات کو منسوخ کرکے ازسرنو دوسرے قلعہ کی بنیاد ڈالتے مگر ان کے چیلے صاحبان مین اسقدر سچائی تو ہے نہین پس وہ عوام کو مغالطہ مین ڈال کر پالیسی یعنے حکمت عملی سے ہی کام لینا اپنے زندگی کا عین مدعا سمجھے بیٹھے ہین۔

اے مذہبی دیندار صاحبان! چاہے آپ سناتنی ہون۔ آریہ ہون یا دیگر ہندوؤں کے کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والے ہون اور چاہے آپ مسلمان ہون۔ آپ کو اسقدر یاد رکھنا چاہیئے کہ آپ کبھی بھول کر بھی ان گمراہ کنندگان کی باتون مین نہ آجائیےگا۔ وے لوگ (آریہ صاحبان) عقلی دلایل سے ہی کم عقل لوگون کو یعنے جن لوگون کو دنیاوی کامون سے کم فرصت ہونے کے باعث مذہبی معلومات پورے نہین ہین ورغلایا کرتے ہین اور ایسے دلدل مین جا پھنساتے ہین کہ جس سے

نکلنا ایک امر دشوار ہے۔ اُن کو خود ہی پتہ نہین رہا کرتا کہ اُن کی پاک کتابون مین
ان کی ایسے فرضی عقلی دلایل (دراصل وہم وخبط) سے خلاف تحریرات بھری پڑی ہین
وہ خود گمراہ ہو چکے ہین اور اب آپ کو بھی اپنا ساتھی بنانا چاہتے ہین۔ صاحبان!
اندھا اندھے کو راہ نہین بتلا سکتا۔ اپ ان کے تمام عقلی اور فرضی دلایل کے جواب
مین یہی فرما دیجئے کہ "حضرت! اول اپنے گھر کا تو فیصلہ کر لو۔ دیانند کی باتین خود
اُن کتابون کے خلاف ثابت ہو رہی ہین جنکو وہ مستند تسلیم کر چکے ہین"۔

صاحبان! گمراہ ہونے والون کو اُن کے راستے پر جانے دیجئے۔ مگر آپ یقین
رکھیے کہ اگر آپ صدق دلی سے اوس خالق مطلق کے دربار مین حاضر ہون گے تو
بلاشک وہ آپ پر رحم کرے گا آپ کی ضرور دن دونی رات چوگونی ترقی کرے گا
آپ کے گناہون اور عظیم گناہون کو بھی معاف کر دیوے گا (شرط صداقت کی
مت بھولئے) یہ نہ صرف زبانی جمع خرچ کی باتین ہین۔ نہ صرف کتابون کے تحریرات
کی نقل ہے۔ **بلکہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے** ایک گنوار دیہاتی کے
نزدیک کانچ اور جواہر برابر ہے وہ نہین جانتا کہ ان مین کیا فرق ہے۔ مگر جوہری تو
جانتا ہے۔ ایک جنٹلمین بابو صاحب (چاہے وہ ہندو ہون مسلمان ہون یا آریہ
ہون) اس معاملہ کو کیا خاک سمجھ سکتے ہین۔ ان سے تو روس و جاپان کے جنگ کا
پورا نقشہ سُن لیجئے۔ یوروپ کے بادشاہون کے تعلقات اونہین از بر یاد ہین۔
نیشن اور نیشنالیٹی Nation & Nationality (قوم اور
قومیت) کی متعلق اُن سے خوب سمجھ لیجئے لیکن وہ اس مدرسہ مین پڑھے
ہی نہین اونہین کیسے سمجھایا جاوے کہ پرمیشور کے شرن مین صدق دلی کے
ساتھ جانے سے گناہون کی معافی کیونکر ہو جائیگی۔

صاحبان! اگر آپ چاہتے ہین کہ آپ کو یقینی طور پر یہ مسئلہ سمجھ مین آجاوے
تو نہ کسی عالم فاضل کا دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت ہے۔ نہ اور کسی طرح کی
جھنجھٹ مین پڑنا لازم ہے۔ آپ خود آزما دیکھین۔ نہ کوڑی پیسے کا خرچ ہے

نہ کسی کی خوشامد آمد سے سروکار ہے۔ نہ کسی خاص مقام (کاشی وغیرہ) کو جانے کی ضرورت ہے بلکہ اگر کسی شئے کی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ آپ گوشہ تنہائی مین جاکر (جہان سے آپ کی آواز کو سوا اوس کے جو آپ کے دل و دماغ مین بیٹھا ہوا ہے دوسرا کوئی نہ سن سکے) حسب ذیل بھجن کو سچے دل سے گائیے۔ اس کے معنے مطلب پر غور و خوض کیجئے اور پھر آگے جو کرنا چاہئے وہ آپ کے دل مین کسی غیب کی آواز ..... سے ہدایت ملے گی ؂

بھجن

بس اب میرے دل مین بسا ایک تو ہے
میرے دل کا اب دل رُبا ایک تو ہے

فقط تیرے قدمون سے اے میرے خالق
لگا اب میرا دھیان شام و سحر ہے

اب دل تو تجھ سے ہی پاتا ہے تسکین
بسی مغز مین پریم کی تیرے بو ہے

سمجھتے ہین یون مجھ کو اکثر دیوانہ
تیرا ذکر وردِ زبان کو بکو ہے

گلستان مین جاکر ہر ایک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

نہین مجھ کو دنیاوی خوشبو سے الفت
تیرا پریم ہی اب میرا مشک و بو ہے

رنگوں پریم سے تیرے دل کا یہ چولا
جسے گیان سے اب کیا کچھ رفو ہے

نہ پالا پڑے نفس شیطان سے مجھ کو
تیرے واس کی اب بھی آرزو ہے

سمایا ہے جب سے تو نظرون مین میرے
جدھر دیکھتا ہون ادھر تو ہی تو ہے

اور ہم اپنے آریہ بھایون کی خدمت مین نہایت عاجزی کے ساتھ اپیل کرتے ہین کہ چاہے وہ آریہ سماج کے ممبر بنے بھی رہین اور جو چاہین سن گرہنتھ لو ایجاد کرتے رہا کرین لیکن سوامی دیانند کے اس گمراہی کے تعلیم کو تو ضرور اپنے دماغ کے اندر سے نکال دیوین۔ چاہیئے وہ عام اعلان اس بات کا کرتے ہوئے اگر شرماتے ہون (کہ لوگ اُس بات پر مذاق کرینگے کہ بڑے آریہ بنے تھے اب اس سے کیون علحدہ ہو رہے ہین وغیرہ) تو شہرت نہ دیوین مگر ضرور ان کو دل ہی دل مین اپنے

معبود کی یاد سچے دل سے کرنی لازم ہے - اور پھر اس کا نتیجہ بھی وہ دیکھین گے کہ کیسا کچھہ ہوتا ہے -

واضح ہو کہ آریہ صاحبان نہ صرف معمولی ممبران بلکہ بڑے بڑے معزز لیڈران اور اوپدیشکان بھی سندھیا (= عبادت آلہی) محض اسوجہ سے ہی کیا کرتے ہین کہ اگر ایسا نہ کرین گے تو عوام کے نکتہ چینی کے نشانہ بنینگے - ان کے دلون مین یہ خیال پھٹکنے بھی نہین پاتا کہ جپ وغیرہ کرنے سے کچھہ فایدے بھی ہین - ہمین یاد ہے کہ پنڈت دولت رام صاحب اوپدیشک پنجاب پرتی ندہی سبہا (جو کہ نئے روشنی والون مین سے نہین ہین) ایک مرتبہ ہم سے یون ذکر کرتے تھے کہ اُن پر آریہ صاحبان مزاق اُڑاتے ہین کہ وہ جو آنکھین بند کرکے دھیان (پرمیشور کے عبادت) مین اکثر ایک ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہا کرتے ہین یہ محض ڈھکوسلا اور مکاری ہے -

اے آریہ صاحبان ! ایک مرتبہ تجربہ تو کر دیکھو اگر صداقت کے ساتھ گناہون سے توبہ کرکے منو کے ہدایت پر کاربند ہونے سے یا اور ایسے ہی عبادت کے خاص اصولون پر عمل کرنے سے آپ کو چندہی عرصہ مین وہ کچھہ . . . . . معلوم ہو جو پابندی فلاسفی کے خلاف ہے تو آپ مانئے ورنہ ہرگز ہماری بات پر کان مت دیجئے اور آپ کی تسلی کے لئے منو کے حسب ذیل شلوک بھی ہم اسی سلسلہ مین پیش کئے دیتے ہین ادسی گائتری کے جپ سے گناہ عظیم کی معافی کا ذکر کرتے ہوئے منو مہاراج آگے چلکر یون فرماتے ہین -

योऽधीतेऽहन्यहन्येतां त्रीणि वर्षाण्यतन्द्रितः । स ब्रह्म प-
-रमभ्येति वायुभूतः खमूर्तिमान् ॥ मनु० २ – ८२॥

ترجمہ - جو انسان روزمرہ آلس کو چھوڑ کر تین سال تک اوم بیاہرتی اور گائتری کا جپ کرتا ہے وہ پربرہم کو حاصل کر لیتا ہے - ہوا کے مانند آزاد چلنے والا ہو کر جسم کے قید سے بری ہو جاتا ہے - (جسم کے قید سے بری ہونے کے معنے نجات حاصل کرنے کے ہین) - (منو ادھیا ۲ شلوک ۸۲) اور بھی اس سے آگے اسی ادھیا کا

۸۶ وان شلوک دیکھئے - وہ حسب ذیل ہے

ये पाक यज्ञाश्चत्वारो विधि यज्ञ समन्विताः। सर्वे ते जप यज्ञस्य कलां नार्हन्ति षोडशीम्॥ मनु० २-८६॥

ترجمہ - یہ جو ہم پاک یگیہ ہین (یعنے اول ویشودیو - دویم بلی کرم سویم روزمرہ کا شرادہ چہارم مہمان نوازی یگیہ پورن ماسی والے یگیہ وغیرہ) کے ساتھ یہ سب (بھی) جپ یگیہ کے سولہوین حصہ کو بھی نہین پاتے (یعنے جپ یگیہ سب سے افضل ہے -)

مہاشیو! اب بتلائے کہ منو مہاراج کیا کہہ رہے ہین جس جپ (تسبیح پھیرنا) کو آپ دیانندی فلاسفی کے مطابق بالکل فضول کام سمجھہ بیٹھے ہین اوسکو ہی سوامی دیانند کے بڑون کے بھی بڑے بوڑھے منو مہاراج آپ کے ہوم وغیرہ تمام افعال سے افضل بتلاتے ہین - ہان یہ دوسری بات ہے کہ آپ تلسی رامی منوسمرتی کے شایع ہونے سے قبل ان شلوکون کو بھی پرکشپت کہہ دیا کرتے تھے (چنانچہ خاکسار بھی اس گمراہی سے متاثر تھا) اور اب یہ کہہ کر مضمون کو ڈانٹ بتلایا کرتے ہین کہ تلسی رام کیا کہین کے خدا ہین - ان کی جو شخصی رائے تھی وہ بکواس کر گئے - پس شرمیان جی! ایک قدم اور آگے بڑہئے اور یہ کہدیجئے کہ دیانند کی جو شخصی رائے تھی وہ گڑہنت کر گئے اور پھر دیکھئے کہ سارے ہندو اور مسلمان صاحبان کسطرح آپ کے پیارے دوست اور مشفق شفیق بن جاتے ہین - اتنا ہی نہین بلکہ خاصکر اس حمد وثنا اور مناجات کے متعلقہ گمراہی کو ترک کر دینے پر تو آپ اپنے خالق پاک پروردگار کے صفتون کی صحیح تشریح کو سمجھنے پر اور پھر گمراہی کے خندق سے نکل کر اوس کا بھجن صدق دلی سے کرتے ہوئے گناہون اور عظیم گناہون سے بھی پاک ہوکر مکتی یعنے نجات کو حاصلکر لیونگے مہاشئے! اب دیر مت کیجئے موت جلد آنے والی ہے - اوس کا لقمہ بننے سے قبل ہی

۱؎ ویشودیو یہ ہے کہ جب کھانا تیار ہو جاوے تو نمکین اشیاء چھوڑ کر باقی سب چیزین لیکر دس منتر مقررہ سے چولہے کی آگ مین ہوم کر دیوے - اور بلی کرم یہ ہے کہ کوا بلی کتا وغیرہ کو ایک ایک ٹکڑا مقررہ منترون پر پڑہ کر دیدیوے -

غلطی کو رفع کر کے گنہگارون کی فہرست سے اپنا نام خارج کرانے کی جدوجہد کر لیجئے
ہان ہماری بات کو اس لئے ہرگز ہرگز بھی مت مانئے کہ ہم کہتے ہین بلکہ اگر سوامی دیانند
کے منظور کردہ مستند اور پاک کتابون کے ہی حوالہ جات اس دیانندی فلاسفی کے
گمراہ کرنے والی تعلیم کو رد کرتے ہون تو سچائی کو قبول کرنے والا ثابت ہونے کے لئے
اوپر کی بات کو تسلیم کر لیجئے ورنہ آپ کی مرضی۔

آگے سوال نمبر ۶ یون ہے :۔ "ایشور سے ملاپ (وصل) ہونے پر گناہ کیسے رہ سکتے
ہین"

اور اس کا جواب یون دیا ہے "ایشور سے ملاپ ہونے پر گناہ نہین رہ سکتے
لیکن گناہون کے رہنے پر ایشور کا پورا اساکشات (ظہور) بھی نہین ہوتا
جو ایشور کا ساکشات (ظہور) چاہتا ہے اوسے گزشتہ گناہون کے نتیجون کو بھوگ کر
ان کو رفع کرتے ہوئے آگے کو گناہون سے بچتے رہنا چاہیے"

ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب کی اس بات کو کہ گناہون کی سزا کو بھوگتے ہوئے
وغیرہ (یعنے ان کے رائے مین کسی شرط پر بھی وہ معاف نہین ہو سکتے) ہم کیونکر
تسلیم کر لیوین۔ کوئی حوالہ کسی معتبر و مستند کتاب سے نکال کر پیش کرنا لازم تھا۔
اس کے علاوہ یہ ان کی دیانندی فلاسفی سراسر منو کے اُن حوالہ جات سے خلاف ہین
جنکو اوپر سوال نمبر ۴ کے پڑتال مین ہم درج کر آئے ہین۔

آگے آٹھوان سوال یون ہے :۔ "جو خود کام کر سکے وہ ایشور سے یا کسی دوسرے
سے کیون مدد مانگے؟"

اور اس کا جواب یون دیا ہے :۔ "اپنے طاقت سے زیادہ طاقت حاصل کرنیکے
لئے زیادہ طاقت والے کی مناجات کرنے کے مانند ایشور کی مناجات بھی اُفضل
پھل دینے والا ہے"

ناظرین! اب غور کیجئے کہ اگر ہمین پورا یقین ہے کہ وہ داتا (سخی) مانگنے اور
گڑگڑانے پر بھی ہرگز ہرگز کچھہ مدد نہ دیویگا تو ہم سے بڑھ کر کون بیوقوف ہوگا کہ

پھر بھی مانگتا ہی چلا جاوے۔ یہ ویا ننددی فلاسفی بھی نہایت عجیب و غریب ہے۔ نہ معلوم کیون آریہ صاحبان اپنے اصولون کو دن بدن اور بھی بے ڈھنگا بناتے چلے جاتے ہین۔ ان کو صاف صاف اقرار کرنا چاہیئے کہ آیا مناجات کرنے سے گناہون کی معافی بھی ہوتی ہے اور اشیا مطلوبہ بھی ملتے ہین۔ یا صاف طور پر کہدیوین کہ مناجات ہی کی کچھہ ضرورت نہین ہے۔ یہ دودہاری تلوار کے کیا معنے۔

کوئی منصف مزاج صاحب اس بات پر غور کرین کہ یہ کیسا بے بنیاد دعوی ہے کہ دینے والا ہرگز نہ دیوے گا یہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے مگر مانگنے والون کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم تو مانگتے ہی رہا کرو۔ واہ! بھلا کیون وہ مانگنے والا اپنا وقت خراب کرے ہان اگر یہی کہا ہوتا کہ مانگتے مانگتے اور گڑگڑاتے گڑگڑاتے شاید کبھی دینے والیکو رحم آہی جاوے اور وہ اشیاء مطلوبہ دے ہی دیوے تو کیا تعجب ہے۔ تو تاہم بھی کسی قدر تسلی کی بات تھی مگر ناظرین! اس ڈھینگا دھینگی کو تو دیکھیئے کہ ملے گا مطلق کچھہ نہین لیکن مانگتے رہو۔ واہ! قربان جائین اس اصول پر۔"

آگے تو اُن سوال یون ہے:۔ "(۱) ہمارے دشمنون کو مارو۔ (۲) مجھے سب سے بڑا کرو۔ اگر یہ مناجات نہ کرنی چاہیئے تو سیکڑون وید منترون مین ایسا بیان کیون موجود ہے۔"

اور اس کا جواب یون دیا ہے:۔ "کیا آپ ایک بھی وید منتر ایسا دکھلا سکتے ہین کہ جس مین یہ مناجات ہو کہ ہمارے برابر دوسرا کوئی نہ ہو۔"

ناظرین! ذرہ پنڈت صاحبکی چال دیکھیئے گا۔ سوال دیگر جواب دیگر۔ اچھا ہم نے مانا کہ ایسی مناجات ویدون مین نہ ہو کہ ہمارے برابر دوسرا کوئی نہ رہنے پاوے۔ لیکن اس کا جواب کیون نہین دیتے جو کہ معترض یہ کہتا ہے کہ ویدون مین ایسے صدہا منتر موجود ہین کہ ہمارے دشمنون کو فنا کرو۔ ناظرین! کیا آپ پنڈت تلسی رام

صاحب کو معقول پسند اور بلا تعصب اعتراضون کا جواب دینے والا کہینگے یا . . .
کچھ اور - خیر - دشمنون کو مارنے کی مناجات والے منتر آگے آئینگے -

آگے گیارہوان سوال یون ہے :- جو شُدّہ چت (پاکیزہ یا سچے دل) سے معافی مانگتے ہین - ایشور انتریامی (اندر موجود) ہونے سے یہ جانکر کہ وہ پھر (گناہ) نہ کرے گا (او سے) معاف کردیتا ہے -

اور اس کا جواب یون دیا ہے :- " شُدّہ چت سے معافی مانگنے والون کو معافی دیجاوے تو دوسرے لوگ بھی گناہ کرکے شدّہ چت سے معافی مانگ لینے کے بھروسے گناہ زیادہ کرین "

واہ ! ذرہ اسپر کوئی منطق جاننے والے صاحب غور کرین - بھلا اگر وہ شخص یہ خیال رکھتا ہے کہ ابھی تو گناہ کرلون بعد مین شُدّہ چت ہوکر مناجات کے ذریعہ معافی کا خواستگار ہو جاؤن گا - تو وہ شدّہ چت کہان رہ گیا ایسے مکاری کے خیالات کو کیا انتریامی (دل کے اندر موجود) پرمیشور نہین جان رہے ہین - کیا پرمیشور بہی کوئی انسان کے مانند ہے جس کو دہوکا دیا جا سکتا ہے ؟ اجی حضرت ! وہ پر برہم پرمیشور اوس دل اور دماغ کے اندر وی تہ مین بھی موجود ہے جہان سے خیالات آبند ھنے لگتے ہین - پھر دنیا مین کون ہے جو اوس سے کسی راز کو پوشیدہ رکھ سکے -

ناظرین ! اس موقع پر پنڈت صاحب عمداً و صریحاً عوام کو مغالطہ دے رہے ہین لفظ شُدّہ چت کے معنے ہی یہ ہین کہ دل کی صفائی سچائی پاکیزگی یا صداقت وغیرہ - بس ظاہر ہے کہ جو اس ارادہ سے گناہ کرے گا کہ آیندہ معافی مانگ لون گا وہ تو اور بھی زیادہ سزا پاوے گا کیونکہ وہ خدا کو بھی دہوکا دینا چاہتا ہے - اور مناجات حمد و ثنا سے جو لوگ گناہون کی معافی ہونا مانتے ہین وہ یہ کب کہتے ہین کہ ایسے مکار و فریبی لوگون کو معافی ملے گی - وہ تو اس کے سخت مخالف ہین اور پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ صداقت کے ساتھ گناہون کو ترک کرنے کا پختہ عہد کرتے ہوئے گزشتہ گناہون پے افسوس ظاہر کرکے ایشور کے دربار مین معافی کے خواستگار ہونے سے وہ رحیم و کریم اوسپر اپنا رحم کرم

کرتا ہے۔ اور یہی بات منوسمرتی سے بھی ثابت ہے جس کے حوالہ جات کچھہ تو اس مضمون مین آئے ہین اور کچھہ مضمون پرمیشور رحیم و منصف ہے مین آچکے ہین۔

ناظرین! گیارہ سوالات تو ختم ہوئے۔ ان مین سے ان سوالات کو ہم نے چھوڑ دیا ہے جن کے جوابات آریہ پنڈت صاحب کے جانب سے معقولیت پر مبنی ہین اور سناتنی پنڈت صاحب کی زیادتی معلوم ہوتی ہے اب ذرا ملاحظہ فرمائے سوامی جی اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۱۷ سطر ۲ پر یون تحریر فرماتے ہین "اس قسم کی مناجات نہ کرنی چاہئے اور نہ پرمیشور اُس کو قبول کرتا ہے جیسے کہ یہ ہے کہ "اے پرمیشور! آپ میرے دشمنون کو فنا کر دیجئے ۔ ۔ ۔ ۔ سب میرے ماتحت ہو جاوین۔ وغیرہ وغیرہ" "سب میرے ماتحت ہو جاوین اس قسم کی مناجات کو تو خود سوامی جی نے ہی اپنی کتاب سوسومہ آریہ بھی دینے مین درج فرمایا ہے جہان یون لکھا ہے کہ اے پرمیشور! ہمین چکرورتی راجا یعنے شہنشاہ بنائیے"۔ پس اب کیا سب میرے ماتحت ہو جاوین یہ ہی مطلب نہ ہو گیا۔ کیا شہنشاہ کے سب ہی لوگ ماتحت نہین ہوتے؟ خیر۔ دشمنون کے فنا ہونے کے بارہ مین پنڈت جوالا پرشاد صاحب نے کئی وید منترون کو درج کیا ہے جس مین سے پہلا حسب ذیل ہے

सुमित्रिया न आप ओषधयः सन्तु दुर्मित्रास्तस्मै सन्तु योस्मान् द्वेष्टि यं च वयं द्विष्मः॥ यजु० ३६-२३

सुमित्रियाः नः आपः ओषधयः सन्तु दुर्मित्रियाः तस्मै सन्तु यः अस्मान् द्वेष्टि यं च वयं द्विष्मः॥

لفظی ترجمہ:- (۱) پانی (۲) (اور) ادویہ جات یا جڑی بوٹیان وغیرہ (۳) ہمارے (۴) اچھے دوست (یعنے ہمین فائدہ بخش) (۵) ہو جاوین (۶) (اور) جو (شخص (۷) ہم سے (۸) دشمنی کرتا ہے (۹) اور (۱۰) ہم (۱۱) جس سے (۱۲) دشمنی رکھتے ہین (۱۳) اُس کے لئے (۱۴) (وہ مذکورہ بالا پانی وغیرہ) برائی کرنے والے (۱۵) ہو جاوین۔

ناظرین! ذرہ اس منتر کے ارتھ کو غور سے دیکھ لیجئے۔ سوامی جی تو فرماتے ہین کہ دشمنون کو فنا ہونے وغیرہ کی مناجات پرمیشور سے نہ کرنی چاہیئے لیکن اُن کے کلام الٰہی یعنے یجُر وید کی چھتیسوین ٣٦ ادھیار کا یہ ٢٣ وان منتر کیا کہتا ہے شاید آریہ صاحبان اپنے محاورہ مین یون فرماتے لگینگے کہ" ایسی مناجات کا کرنے والا تو محض خود غرض آدمی ہے۔ واہ پانی اور ادویہ جات جیسی بے جان اشیار کے بارہ مین وہ چاہتا ہے کہ اوس کے لئے تو یہ اشیار مفید ثابت ہون مگر اوس کے دشمنون کے لیے مضر ہو جاوین! واہ کیا خوب۔ اس شخص نے تو پرمیشور کو بس اپنا ہی یار و مددگار سمجھ لیا ہے جو چاہے اپنے کرالیا کرے وغیرہ" لیکن ناظرین! وہ آریہ صاحبان چاہے کچھ ہی کہین مگر چونکہ اوپر کا منتر یجُروید کا ہے پس اسے وہ پرکشپت (ناجائز) تو کہہ ہی نہین سکتے اور نہ معنے مطلب ہی کو تبدیل کر سکتے ہین پس اب دو ہی باتین ہو سکتی ہین اول یہ کہ سوامی دیانند کا پیچھا چھوڑ دیوین یا دویم یہ کہ ویدون کو کلام الٰہی نہ مانین۔ لیکن اگر وہ ان مین سے کوئی بات قبول کرنے کے لئے تیار نہین ہین تو پھر کسطرح اُن کو سچائی کا قبول کرنے اور غلطی کو ترک کرنے والا ہم تسلیم کرین ناظرین! اب آپ ذرہ دیکھیئے کہ پنڈت تلسی رام صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہین۔ اُن کا جواب بھاسکر پرکاش صفحہ ٢١٦ سطر ٣ پر یون ہے "اس مین یہ نہین آیا کہ ہمین سب سے افضل ہون۔ ہمارے برابر کوئی نہ ہوئے"۔ بس فقط یہی جواب ملا ناظرین! اب آپ ہی انصاف سے غور کیجئے کہ کیا یہ کوئی جواب تھا۔ ہم نے مانا کہ اس منتر مین یہ مناجات نہین ہے کہ ہمین سب سے افضل بناؤ وغیرہ لیکن کیون پنڈت تلسی رام جی مہاراج! ذرہ یہ تو بتلائے کہ کیا اس منتر مین جو مناجات موجود ہے وہ آپ کے دیانندی فلاسفی کے مطابق ہے؟ اگر ہے تو اپنے آریہ دوستون کو ہدایت کیجئے کہ اسے تسلیم کر لو اور صاف الفاظ مین اقرار کرکے دلایل بیان کیجئے اور اگر نہین ہے تو یہ بتلانا لازم تھا کہ آیا ویدون کے مصنف (خود پرمیشور جس کا یہ کلام ہے) نے ہی غلطی کی اور سوامی دیانند جو کہتے ہین وہ سچ ہے یا اس منتر کے معنی مطلب سناتنی پنڈت و دیگران (یعنے ہم جیسے لفظی ترجمہ

کے شایقین وغیرہ) نے نہین سمجہا - آپ نے اس منتر سے اولٹا سیدہا کچہہ بھی معنی مطلب تو نکال لیا ہوتا - اجی صاحب ! بات ٹال دینے سے کام نہین چل سکتا - آریون کی دھینگا دھینگی اب حد سے زیادہ ہو چکی ہے بس اب اس کے پول کھُلنے کے دن آگئے ہین - افسوس ! پھر بھی آپ یہ دعوی کرتے ہین کہ سچائی کو قبول کرنے اور غلطیون کو ترک کرنیوالون کے آپ رہنما ہین " ناظرین ! جن کے رہنما صاحبان کا یہ حال ہے ان کے پیچھے لگون کا کیا حال ہوگا اس بات کو آپ خود سمجھ سکتے ہین آگے دوسرا منتر ملاحظہ فرمایے -

यद्ग्रामे यदरण्ये यत् सभायां यदिन्द्रिये। यदेनश्च-
-कृमा वयमिदन्तदवयजामहे स्वाहा ॥ यजु० ३-४५ "

यत् ग्रामे यत् अरण्ये यत् सभायां यत् इन्द्रिये। यत्
एनः चकृम वयम् इदं तत् अवयजामहे स्वाहा

ارتھ :- (۱) ہم نے (۲) آبادی مین (۳) جو (۴) یہ (گناہ) (۵) اور جنگل مین (۶) جو (۷) (اور) سبھا یعنی مجلس مین (۸) جو (۹) (اور) اندرئون یعنے حواس مین (یعنی ان کے ذریعہ) (۱۰) جو (۱۱ و ۱۲) اور جو کچھ یہ (گناہ) (۱۳) کیا ہے (۱۴) وہ (۱۵) ترک کرتے ہین (۱۶) (اور اسی غرض سے ہوم کی سامگری ہے) سواہا کرتے ہین (یعنی آگ مین اس منتر کو پڑھ کر وہ سب سامگری ڈالتے ہین) یجوروید ادہیای ۳ منتر ۴۵ -

اس منتر سے ظاہر ہے کہ اس منتر کو پڑھ کر ہوم کرنے والے کو اُن تمام گناہون سے بری کر دیا جاتا ہے جو اوس نے آبادی مین یا جنگل مین یا عام لوگون کے مجلس مین کیا ہے وغیرہ - لیکن پنڈت تلسی رام صاحب حسب ذیل فرماتے ہین :-

इदं तत् अवयजामहे کے معنی یہ ہین کہ " یہ جو ہم چھوڑتے ہین " اس کا مطلب یہ نہین کہ ہم اوس کا پھل نہ بھوگینگے (یعنے نتیجہ نہ حاصل کرین گے)

پھل بھو گئے ہین تم محتاج ہو۔ لیکن ہان یہ ٹھیک ہے کہ ہم آیندہ آبادی جنگل اور مجلس وغیرہ مین گناہ کرنا یہ چھوڑتے ہین یعنے نہ کرینگے۔

ہان پنڈت تلسی رام جی کی یہ بات صحیح مان لی جا سکتی اگر اس منتر مین لفظ نہ ہوتا۔ یہ لفظ نمبر ۱۳ سنسکرت قواعد کے رو سے زمانہ ماضی ظاہر کرتا آचकृम ہے پس پنڈت صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ منتر مین یہ کہا گیا ہی کہ ہم اُن گناہون کو چھوڑتے ہین جو آبادی وغیرہ مین کر چکے ہین۔ فرمائے ناظرین کر چکے ہین اور آیندہ کرین گے ان دونون کچھہ فرق نظر آتا ہے یا نہین۔ کس کس چال سے دیانندی فلاسفی کی حفاظت کی جاتی ہے۔ افسوس۔

ناظرین! اب اریہ صاحبان سے کہئے کہ وہ ایسے بالو کی بھیت پر اپنی عمارت نہ بناوین ورنہ نقصان اوٹھاوین گے کیون نہین سچائی کو قبول کرنے کے اصول پر مضبوطی سے قایم ہوتے۔ خیر آگے تیسرا منتر دیکھئے:۔

तनूपा अग्नेऽसि तन्वं मे पाहि आयुर्दा अग्नेऽस्यायुर्मे देहि वर्चोदा अग्नेऽसि वर्चो मे देहि अग्ने यन्मे तन्वा ऊनं तन्म आपृण ॥ यजु० ३-१७ ॥

तनूपा अग्ने असि तन्वं मे पाहि आयुर्दा अग्ने असि आयुः मे देहि वर्चोदा अग्ने असि वर्चः मे देहि अग्ने यत् मे तन्वा ऊनम् तत् मे आपृण ॥

ارتھ:۔ (۱) اے اگنے (پرمیشور یا آگ) (۲-۳) تو جسم کی پرورش کرنے والا ہے (۴-۵-۶) میرے جسم کی حفاظت کر (۷) ای اگنے (۸-۹) تو عمر کا دینے والا ہے (۱۰-۱۱-۱۲) مجھے عمر دے۔ (۱۳) اے اگنے (۱۴-۱۵) تو جاہ و جلال والا ہے (۱۶-۱۷-۱۸) مجھکو جاہ و جلال دے (۱۹) ای اگنے (۲۰) جو (۲۱) میرے (۲۲) جسم مین (۲۳) کمی (رہو) (۲۴) اوسے (۲۵) مجھہ مین (۲۶) پوری کر دے۔

اس منتر پر پنڈت تلسی رام صاحب حسب ذیل تحریر فرماتے ہین:۔

یہ کون کہتا ہے کہ پرارتھنا نہ کرو۔ لیکن دل کی صفائی سے بھگتی کے ساتھ کرو۔ دمبھ یعنے مکاری سے نہ کرو "

واہ! یہ کس سناتنی نے کہا ہے کہ مناجات مکاری کے ساتھ کی جاوے۔ وہ لوگ بھی تو شُدھ ہردے یعنے دل کی سچائی وصداقت کے ساتھ مناجات کرنا مانتے اور کرتے بھی ہین۔ پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ اس اصل سوال کو کیون بھول جاتے ہین کہ ان منترون مین جن چیزون کے حاصل ہونے کی مناجات کی جاتی ہے ان کے بارہ مین سناتنی لوگ تو یہ مانتے ہین کہ وہ سب بلا کم وکاست ملینگی لیکن آپ کی دیانندی فلاسفی نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ رتی برابر بھی نہین ملنے کی۔ پھر بھلا یہ دمبھ یعنے مکاری کا بہانہ بنا کر بات کو ٹال دینا نہین تو اور کیا ہے "

واضح ہو کہ اس منتر کو جپ لینے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حفاظت عمر درازی۔ جاہ و جلال وغیرہ وغیرہ جن اشیاء کو اس منتر مین مانگا گیا ہے وہ سب مانگنے والے کو ملجاتی ہین (ہان! صداقت دل اور گناہون سے توبہ کی شرط ہر حالت مین ضروری ہے)

چنانچہ ناظرین! آپ نے دیکھہ لیا کہ سوال زیر بحث کو کس طرح پر صاف اوڑا دیا گیا عوام کی آنکھون مین دھول ڈالنا جس کسی کو سیکھنا ہو تو اوسے آریہ سماج کے سنسکرت دان پنڈتون کی شاگردی کرنی لازم ہے۔

آگے چوتھا منتر ملاحظہ کیجیے۔

नमस्ते अग्न ओजसे गृणन्ति देव कृष्टयः। अमैरमित्र मर्दय ॥

साम वेद प्र० १ दं० २ मं० १ ॥

नमः[5] ते[6] अग्ने[1] ओजसे[4] गृणन्ति[2] देव[2] कृष्टयः[3]। अमैः[8] अमित्रान्[9] अर्दय[10] ॥

ارتھ:۔ (۱) (۲) اے اگنی دیوتا (۳) انسان لوگ (۴) اوج یعنے رونق کے لئے (۵) تجھ کو (۶) نمہ یعنے سجدہ (۷) کرتے ہین (۸) (تاکہ تو اپنے) طاقت سے (۹) (انکے) دشمنون کو (۱۰) فنا کردے۔

یہ سام وید کا منتر ہے اور اسی ساتھ دو منتر اور بھی اسی وید کے درج ہین جن تینون منترون کے بارہ مین پنڈت تلسی رام صاحب یون فرماتے ہین :۔ "اگران منترون کا ارتھ دیکھنا ہو تو ہمارے کئے سام وید بھاشیہ (تفسیر) صفحہ ۳۳-۵۸ اور ۹۲ پر دیکھئے - لیکن آپ کے لئے ارتھون مین بھی یہ کہین نہین لکھا ہے کہ ہمارے برابر کوئی نہ ہو"

اجی حضرت! آپ کی سام ویدی تفسیر تو پیچھے دیکھی جاویگی لیکن یہ تو بتلائے کہ کیا اس منتر کے الفاظ نمبر ۹-۱۰ - صاف یہ نہین کہ رہے ہین کہ **دشمنون کو فنا کردے** - اب کہئے دیانندی فلاسفی کی موافقت وید منترون سے کسطرح ہوگی ؟ اور آپ کا یہ کہنا کہ ہمارے برابر کوئی نہو یہ منتر مین نہین ہے محض بات بنانے کے سوا اور کچھ نہین ہے - جناب عالی! وہ نہین ہے تو نہ سہی لیکن آپ اس کا جواب کیون نہین دیتے کہ اس منتر مین بھی اور دیگران مین بھی دشمنون کو مارنے و نقصان پھونچانے کی مناجات کھلے لفظون مین موجود ہے حالانکہ آپ کے مہرشی مہاراج کا یہ اعلان ہے کہ ایسی مناجات کسی کو نہ کرنی چاہئے - اب بتلائے ویدون کی بات تسلیم کی جاوے یا سوامی دیانند کی ؟-

ناظرین! آپنے دیکھا کہ کسطرح سوال زیر بحث کو صاف چھوڑ کر آگے اوچھال مارجاتے ہین - لیکن کیا ان باتون سے کہین کام چل سکتا ہے ؟ ہرگز نہین آگے پانچوان منتر دیکھئے :۔

तच्चक्षुर्देव हितं पुरस्ताच्छुक्रमुच्चरत् । पश्येम शरदः शतम् जीवेम शरदः शतं शृणुयाम शरदः शतम् प्रब्रवाम शरदः शतम- -दीनाः स्याम शरदः शत भूयश्च शरदः शतात् ॥ यजु०

तत् चक्षुः देव हितं पुरस्तात् शुक्रम् उच्चरत् । पश्येम शरदः शतं जीवेम शरदः शतं शृणुयाम शरदः शतं प्रब्रवाम शरदः शतं अदीनाः स्याम शरदः शतं भूयः च शरदः शतात् ॥

ارتھ :- (۱) وہ (۲) پاک یا روشن (۳) آنکھ یا دیکھلانے کا ذریعہ (= آفتاب) (۴) دیوتاون کا خیر اندیش (اپنی صفتون کو ظاہر کرنے کے لئے) (۵) پورب سے (۶) طلوع ہوتا ہے۔ (۷) (اوس کے فضل وکرم سے ہم) سَتو (۸) موسم سرما (یا سال) (۹) دیکھین (۱۰)-(۱۱) سَتو سردیون (یا سالون) تک (۱۲) زندہ رہین۔ (۱۳-۱۴) سَتو سردیون (یا سالون) تک (۱۵) سُنین (۱۶-۱۷) سَتو سردیون (یا سالون) تک (۱۸) بولتے رہین (۱۹-۲۰) سو سردیون (یا سالون) تک (۲۱-۲۲) مفلس نہ ہووین۔ (۲۳) اور پھر بھی (۲۴-۲۵) سَتو سَتو سردیون تک ایسا ہی ہوتا ہے

اس منتر کے بارہ مین پنڈت تلسی رام صاحب یون فرماتے ہین :- "یہ کس کا دعوی ہے کہ مناجات نہ کرنی چاہیئے۔ ہان کرم (افعال) نہ کرنا صرف مناجات ہی کرتے رہنا۔ پھل پانا۔ گناہ کی نیستی ہو جانا سوامی جی نے نہین مانا۔ سو آپ نے جتنے منتر درج کئے ہین کسی مین بھی ایسا ذکر نہین۔۔"

ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب سے آپ پوچھیے کہ "بنا در یہ کس کا دعوی ہے کہ کرم یعنے افعال کو ترک کرکے صرف مناجات کرتا رہے۔ سناتنی صاحبان تو یہ مانتے ہین کہ جس طرح نیک افعال کا نتیجہ نیک ہمین ملتا ہے اوسی طرح پرمیشور کے نام یا گایتری کا جپ کرنا اور حمد ثنا اور مناجات وغیرہ عبادت کے خاص خاص طریقے ہین ان کا عمل کرنے سے بہ نسبت کرم کانڈ (افعال) کے زیادہ اور بہت زیادہ پھل ملتا ہے جیسا کہ خود منو مہاراج بھی فرماتے ہین کہ جپ کے مقابلہ مین کرم کانڈ سولھوان حصہ بھی نہین ہے (شلوک اوپر آچکا ہے)۔

اے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! سوال زیر بحث کو آپ کیون فراموش کئے دیتے ہین؟ آپ کو بتلانا تو یہ تھا کہ آیا اس منتر مین جو یہ کہا گیا ہے کہ سَتو برس تک ہمین زندگی بخشئے۔ دیکھنے کی طاقت مفلسی کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ ہمین سَتو سالون تک حاصل ہون۔ تو اب امر دریافت طلب یہ ہے کہ اگر پرمیشور ان اشیا کو عطا نہین فرما دے گا تو خود اوسی نے اپنے کلام یعنے وید دن مین ایسی مناجات کیون

ظاہر کیں (پس یا تو آپ یہ تسلیم کر لیوین کہ وید کلام آلہی نہین ہین تب البتہ ہم آپ
کا پیچھا چھوڑ دیوین گے) اور اگر عطا فرمائے گا تو دیا نندی فلاسفی رد ہوتی ہے
لیکن کیسے شرم کی بات ہے کہ آپ جیسے معزز عالم صاحبان بھی اسقدر تعصب مین بھرے
ہوے ہین کہ پہلو بچا کر نکل جانے کے سوا اور کچھہ معقولیت سے کام ہی نہین لینا
چاہتے ''

ناظرین! یہ منتر آریون کی سندھیا مین بھی آیا ہے اور تمام صفات جو آفتاب کے
لئے کہے گئے ہین پرمیشور مین گھٹائے جا کر یہی دعا پرمیشور سے وہ لوگ روزمرہ
صبح و شام مانگا کرتے ہین لیکن کیسے تعجب کی بات ہے کہ جن کو یہ تعلیم دی گئی ہو
کہ کوئی شے مانگنے سے نہین مل سکتی وہ بچون کے مانند ایسے بے شرم زدہ ثابت
ہون کہ کسی طرح مانگنے سے باز ہی نہ رہین لیکن اس مین ان کا تو کوئی قصور
نہین ہے - یہ تو دیا نندی فلاسفی کی ادبھت لیلا - (الوکھی چال) ہے کہ وہ ایک
طرف یہ بھی فیصلہ کر رہی ہے کہ کچھہ مانگنے سے ہرگز بھی نہین ملے گا - مگر دوسری طرف
ایسے منترون کو دن مین دو مرتبہ ورد کراتی ہے جن مین تمام دنیاوی لذات و
ضروریات کی فہرست پیش کر کے بھیک منگون کے مانند مطلب براری کے لئے
التجا کی جا رہی ہے -

اب سمجھہ مین نہین آتا کہ یہ دوطرفہ معاملہ کیسا ہے - یا تو صاف صاف یہ مان لیوین
کہ ایسے منترون سے مناجات کرنا فضول بلکہ وہ منتر بھی غلط ہین جن مین ہم عمر دولت
طاقت بادشاہت وغیرہ وغیرہ دنیاوی آسائشین مانگ رہے ہین یا اپنے دشمنونکو
فنا کرا رہے ہین یا سناتنی صاحبان کے مانند صاف صاف یہ ہی مان لیوین کہ
مناجات وغیرہ جیسی ہین یہ صحیح ہین یعنے جو اشیا مانگی جاتی ہین وہ ضرور ملتی ہین
بشرطیکہ مانگنے والے پہ پرمیشور کا رحم ہو جاوے - یعنے رحم کا قانون انصاف کے
مانند نہین ہے کہ ضرور ہی رحم کیا جاوے - بلکہ جہان انصاف تو ضرور بالضرور اپنا
اظہار کرتا ہے وہان رحم کرنے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چاہے کرے اور

اور چاہے نہ کرے۔ اسپارہ مین مفصل بحث مضمون پرمیشور رحیم و منصف ہے

مین کی جا چکی ہے)۔

آگے بھاسکر پرکاش صفحہ ۱۷۲ سطرہ ۱ پر پنڈت تلسی رام صاحب یون فرماتے ہین :۔ "مناجات کرنا فضول کہین بھی نہین بتلایا۔ ہان محض مناجات کرنے کو بیٹھ جانا ہاتھ پاؤن کی محنت بالکل ترک کر دینا برا کہا ہے"۔

ناظرین! محنت مشقت وغیرہ کو ترک کر دینا تو تمام دنیا کے مذاہب برا جانتے ہین ایسا ماننے والا دیانندی فلاسفی نے کون سی نئی بات ایجاد کر لی ہے؟ کون کہتا ہے کہ ہاتھ پاؤن کی محنت ترک کر کے محض مناجات کرتے رہا کرو۔ کیا وہ مناجات کرنے کی ہدایت کرنے والے یہ بھی نہین اوپدیش کرتے کہ جس کی مناجات کرتے ہو اوس کے حکمون کی تعمیل سے دریغ نہ کرو اور ان احکامات مین ایک بھی ایسا نہین پایا جاتا جو انسان کو سست اور کاہل بنا دیوے۔ پھر یہ کہنا محض بات بنانا نہین تو اور کیا ہے۔

اے پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ کسطرح کہتے ہین کہ مناجات کرنا فضول کہین بھی نہین کہا گیا۔ **فضول** پھر اور کسے کہتے ہین۔ جبکہ دیانندی فلاسفی کا یہ فیصلہ ہے کہ مناجات سے نہ تو اشیاء مطلوبہ ہی ملینگی اور نہ گناہ ہی معاف ہونگے تو کیا اب اس مین کچھ شک ہے کہ مناجات کا کرنا ایک امر فضول ثابت ہو رہا ہے اجی صاحب! چاہے اپنے باک جال (لفاظی و لسانی) سے سوامی جی نے لفظ **فضول** نہ کہا لیکن ان کے تمام عبارت کا لب لباب تو صریحاً یہی ہے۔ جیسا کہ اوپر خوب واضع کر دیا گیا ہے۔

آگے پنڈت تلسی رام صاحب بھاسکر پرکاش صفحہ ۱۸۲ سطر ۲۳ پر حسب ذیل تحریر فرماتے ہین :۔

"یعنے سوامی بھگتی (مالک کی محبت سے خدمات کرنا) کے لایق (اپنے تئین) بنا دیوے۔ پاپ کرم (گناہ) کرنے چھوڑے۔ تب پرماتما خوش ہو کر اوس کے سارے کام پورے کرتے اور سب پدارتھ

(اشیاء دنیاوی) اوس کو بافراط دیتے ہین ؎

ہان اب آئے راہ پر۔ ناظرین! جادو ہے وہی جو سر پہ چڑھ کے بولے۔
اوپر کی لکیر شدہ عبارت نہایت غور سے دیکھئے۔ بھلا اب کوئی پنڈت صاحب
سے دریافت کرے کہ کہتے کہتے یہ آپ کیا کہہ گئے۔ یہ تو سراسر آپ کے کئے
پر پانی پھر رہا ہے۔

"شریمان پنڈت تلسی رام جی مہاراج! اب تو آپ اپنے مخالف کی ہان مین ہان ملا رہے
ہین، وہ بھی تو یہی کہتا ہے کہ مناجات کرنے سے گناہ جب ہی معاف ہونگے
کہ وہ آیندہ کے لئے گناہ سے کنارہ کشی کرے۔ پرمیشور کے احکام کی صدق دلی
سے پابندی کرے اور پھر اگر پرمیشور اوس پر خوش ہون گے تو رحم کر دیوین گے
کیون مہاراج جی۔ اب تو آپ سب پدارتھ یعنے دنیاوی اشیاء (جنکی فہرست مناجات
کے منترون مین اکثر آتی ہے) اوس کو بافراط دلا رہے ہین۔ اگر پہلے سے ہی
یہی سفارش کر دیتے تو ہمین کئی ورق کیون کالے کرنے پڑتے۔ خیر۔ یہ بھی غنیمت
ہے کہ صبح کے بھولے شام کو تو ٹھکانے پھونچ گئے۔ لیکن اب یہ تو بتلائیے کہ آپنے
تو سچائی کو قبول کرکے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کسی نہ کسی حد تک اپنے سماج کے چوتھے
نیم پر قایم ہین مگر مہاراج جی! آپ کے اریہ سماجی بھائی بڑے متعصب ہین وہ
کسی کی ایک بھی نہین سنینگے۔ ہم اگر لاکھ ان سے یہ کہین کہ دیکھو شریمان پنڈت
تلسی رام جی مہاراج کھلے لفظون مین ایسا اقرار کر رہے ہین تو وہ جھٹ بول اٹھینگے
کہ کیا وہ کہین گے برہما ہین۔ اُن کی شخصی رای ہوگی"۔ اجی جناب! ان لوگون کا
تو یہ حال ہے کہ جب تک وہ آپ کی بات کو سوامی دیانند کے عین نقش قدم پر ہو بہو پاتے
ہین تب تک تو آپ ان کے نزدیک بڑے بھاری عالم فاضل ہین۔ دھرماتما ہین
اور سب کچھ ہین مگر جہان ایک لفظ بھی آپ نے دیانند دھرم کے خلاف کہدیا

کہ بس آپ دو کوڑی کے بن گئے۔"

ناظرین! صد شکر خدا کا کہ کسی نہ کسی طرح ایک فقرہ پنڈت تلسی رام صاحب کے منہ سے باہر نکل ہی آیا۔ دل مین تو وہ خوب جانتے ہین کہ دیانندی فلاسفی بالکل ڈھول کی پول ہی ہے کیونکہ نہ تو وہ منوسمرتی سے ٹکر کھاتی ہے اور نہ ہی ویدون سے موافقت کرتی ہے لیکن پھر بھی پنڈت صاحب موصوف دل کی بات باہر نہین نکلنے دینا چاہتے تھے مگر بیچارے کیا کرین۔ کہان تک چھپا دین آخر سچائی تو پھوٹ ہی نکلتی ہے۔

ناظرین! یقین جانئے کہ اگر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ابتک زندہ ہوتے تو وہ اپنے اس اوٹ پٹانگ اڑنگے کو ایک قلم منسوخ کر کے اس گمراہی کی جڑ کو اوکھاڑ کر پھینک دیتے۔

ہم سمجھتے ہین کہ اب اس مضمون پر کافی بحث ہو چکی ہے لیکن خاتمہ سے قبل ایک بات اور ناظرین کی خدمت مین پیش کئے دیتے ہین۔ یعنے سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۱ سطر ۲ پر حسب ذیل فرما رہے ہین:۔

"...... کیونکہ اگر دونون دشمن ایک دوسرے کے فنا ہونے کے واسطے مناجات کرین تو کیا پرمیشور دونون کو فنا کر دیوے۔ اگر کوئی کہے کہ جس کی محبت زیادہ ہوگی اوسکی مناجات سپھل (مفید) ہو جاویگی تو ہم کہہ سکتے ہین کہ جس کی محبت کم ہو اسکا دشمن بھی کم درجہ فنا ہونا چاہئے ایسی جہالت کی مناجات کرتے کرتے کوئی ...... وغیرہ۔"

اب ناظرین غور فرماوین کہ کیا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔ نہ اس قسم کی کوئی بات ہمین اونیشدون مین ملتی ہے نہ بھگوت گیتا مین نہ منوسمرتی مین نہ ہی اور کنہین معتبر و مستند کتابون مین پائی جاتی ہے لیکن نہ معلوم کیون سوامی جی من مانی گڑھنت پر ہی سارا دار و مدار رکھتے ہوئے بھی دعوی یہ کر رہے ہین کہ اُن کی بات ویدک اصولون سے خلاف نہین ہے۔ دو شخص اگر ایک دوسرے

کے فنا ہونے کی کوشش کر رہے ہین تو نتیجہ کیا ہوگا اور پرمیشور کو کیا فیصلہ کرنا چاہیئے
اسباب کی فکر ہمین کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا جانے اور خدا کا کام جانے۔ وہ
خود اسباب کی کافی فکر کرلیوے گا اور اوس کے جو مرضی مین آوے گا وہ کرے گا
یعنے جسکو چاہے گا فنا کرے گا وجسپر چاہے گا رحم کرے گا۔ ہم کون ہوتے ہین جو
خدائی مین دخل دے سکین۔ واہ! سوامی جی اسطرح خدائی کی کن کن باتون کا
انتظام کرین گے۔ دو بادشاہ جنگ کرتے ہین۔ دونون اوسی خدا کے بندے ہین
دونون کے پاس فوج ہے۔ دونون کے پاس ملک ہے طاقت ہے دولت ہے
دونون کے ملک مین خدا کے عابد رہتے ہین مگر فتح آخر کار ایک ہی کی ہوتی ہے۔
دو پنڈت یا مولوی مناظرہ کرتے ہین۔ امر متنازعہ فیہ یا مضمون زیر بحث کے بارہ
مین ہر ایک یہ خیال رکھتا ہے کہ مین راہ راست پر ہون مگر ان مین سے آخر کار
ایک کی بات دوسرے کو شکست ہو جانے پر نیک نیتی اور معقولیت پر قایم رہ کر مان
لینی پڑتی ہے۔ دو شخص ایک مدعی دوسرا مدعا علیہ عدالت مین مقدمہ بازی کرتے
ہین دونون اپنے اپنے موافق کوشش کر رہے ہین۔ دونون نے بڑے بڑے وکیل
بارسٹر مقرر کئے ہین۔ دونون کے جانب سے گواہون کی بھرمار ہے۔ مگر آخر کار
عدالت کا جج ان مین سے ایک ہی کو ڈگری دینا ہے۔ وغیرہ وغیرہ جتنی مثالین
چاہیں دنیا مین تلاش کر سکتے ہین۔ پس جسطرح ان سبھون مین سے کسی کو ناجایز
اور نامناسب نہین سمجھا جاتا اوسی طرح دو دشمنون کا ایک دوسرے کے فنا ہو
جانے کی دعا پرمیشور سے مانگنا بھی محض اس لئے ناجایز نہین ہو سکتا کہ پھر
پرمیشور بیچارا اس حیرانگی مین پڑ جاوے گا کہ وہ کس کی سنے اور کس کی ان سنی
کر دیوے۔

ناظرین! اُس گھٹ گھٹ ویاپی پرمیشور کو شاید سوامی جی نے اپنے ہی مانند
محدود العقل والا سمجھ لیا ہے کہ جسطرح اگر سوامی جی مہاراج کے روبرو ایسے پیچیدہ
مقدمے جاوین تو وہ فیصل نہین کر سکتے اسی طرح گویا پرمیشور بھی ہوگا جسپر وہ رحم

کر کے اپنے پیرو کاران کو ہدایت کرتے ہین کہ اوس کو تکلیف نہ دو یعنے ایسی مناجات نکرو جسکے فیصلہ کرنے مین پرمیشور کو ان کے خیال مین پریشانی ہوگی۔

واضع ہو کہ رحم کا قانون ہرگز ہرگز بھی ویسا نہین ہے جیسا کہ انصاف کا قانون ہے۔ جہان ایک منصف یعنے جج انصاف کے ترازو پر قصوروار کے قصورون کو تولتا ہے اور قانون مین جس قصور کے لئے جو سزا مقرر ہے وہ مانند وزن ایک پلڑے پر رکھکر دوسرے پلڑے پر اُن قصورون کو رکھتا ہے اور تب دونون پلڑے ملا کر دودہ کا دودہ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے وہان رحم کا قانون اس کے بالکل برخلاف ہے۔

ہم ایک سخی کی سخاوت کا شہرہ ملک مین سنکر اپنی حاجت براری کے لئے اوس کے درِ دولت پر جا حاضر ہوتے ہین اور نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ منت سماجت کرتے ہین کہ وہ ہماری مفلسی پر ترس کھا کر ہمدردی و رحمدلی کرے اور اگر وہ ایسا کر دیتا ہے تو اوس کی عین شفقت مہربانی اور عنایت ہے لیکن اگر وہ ہماری اومیدون کو پوری نہین کرتا تو اوس کی مرضی۔ ہمارا کوئی اختیار نہین اور نہ شکایت ہی کا موقع ہے۔ اسی طرح ناظرین! ہم منصف پرمیشور سے تو یہ اومید رکھتے ہین کہ وہ ہمارے افعال نیک و بد کے مطابق ہی جو کچھہ ٹھیک ٹھیک سزا و جزا ہو گا وہ عطا فرمائے گا اوس مین ذرا بھی کمی زیادتی نہ ہو گی۔ دنیاوی ترازو چاہے چوک کر جاوے لیکن اوس مہان نیاو کاری کے عدل کا ترازو کسی حالت مین بھی چوک نہین کیا کرتا۔ وہ باون تولہ پاؤ رتی نہین نہین اس سے بھی کہین بڑھ کر سوکشم (نہایت لطیف) اشیاء کو تول سکتی ہے۔ اور اسی طرح ہم رحیم و کریم (دیالو اور دیا سندھو) پرمیشور سے حمد و ثنا اور مناجات کیا کرتے ہین اوس سب سے بڑے سخی کے در دولت پر ناک رگڑتے ہین۔ اپنی حاجات و ضروریات جتلاتے ہین اپنی مصیبتین اور وہ مصیبتین جنکو تمام دنیا کے ہمارے دوست مددگار اور رشتہ دار بھی بہ ہزار دقت و کوشش نہین رفع کر سکتے اوس کی خدمت مین عرض کرتے ہین اوس کے خادم اور سچے خادم بن جاتے ہین یعنے اوسکے احکام

کی پابندی بھی کرتے ہین اور اس مین جو کمی گزشتہ دنون مین ہو گئی ہے (یعنے گناہ سرزد ہوئے ہین) ان سے توبہ کرتے ہین آیندہ اُن سے بچنے کا پختہ عہد کرتے ہین اور اس عہد پر عمل بھی کرتے ہین وغیرہ وغیرہ سب کچھہ کر کے یہ اُمید رکھتے ہین کہ وہ سب سے بڑا سخی اور سب سے بڑا رحیم و کریم ہمارے اوپر اپنا رحم کریگا اپنا فضل کریگا۔ اپنا کرم کرے گا۔ اور ہماری ساری مصیبتین رفع کر دیوے گا۔ سب نہ کریگا تو کچھہ نہ کچھہ تو رفع کرے ہی گا۔ دنیا اُمید پر قایم ہے ہم بھی اسی اومید کے بھروسے یہ سب کرتے ہین اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود اسقدر کرنے دھرنے کے اوسکی مرضی وہ ہم پر رحم ہی نہ کرے تو کوئی ہماری زبردستی یا شکایت نہین۔ اجی ایک گداگر بھیک نہ پانے پر شکایت کس بات کی کر سکتا ہے۔ اوس نے قرض تھوڑا ہی دے رکھا تھا جو اوسے ضرور واپس دے دیا جاتا۔ اب اگر دو اشخاص پرمیشور سے ایک دوسرے کو فنا کرنے کی التجا کرتے ہین تو یہ پرمیشور کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ جس کو چاہے کامیاب بنا دیوے اور دوسرے کو فنا کر دیوے یا یہ بھی ممکن ہے کہ دونون کو کورا جواب مل جاوے۔ وغیرہ۔

ناظرین! جبکہ وید۔ منوسمرتی۔ اوپنشد۔ بھگوت گیتا وغیرہ تمام آریون کی کتابین دیانندی فلاسفی کے خلاف فیصلہ دے رہی ہین۔ جبکہ دنیا کے تمام مذاہب بھی ہمین یہی اومید دلا رہے ہین کہ پرمیشور حمد و ثنا اور مناجات کرنے والون پر رحم کرتا ہے (صداقت و نیک شرط ہے) تو اب آپ آریہ صاحبان سے دریافت کرین کہ کیا اپنے چوتھے نیم کا لحاظ کر کے سوامی دیانند کی غلطی تسلیم کرنے کو تیار ہین یا کہ اب بھی کچھہ پس و پیش ہے۔

ناظرین! اگر آریہ صاحبان کو اب بھی تسلّی نہین ہوتی اور وہ بھی سمجھے بیٹھے ہین کہ سوامی دیانند جو کچھہ کہہ گئے ہین وہ سب سچ ہی ہے۔ اس مین ذرا بھی ویدون وغیرہ سے کچھہ اختلاف نہین ہے تو آپ ان سے کہئے کہ وہ حسب ذیل عبارت کے مرادف فقرے سوامی جی کی اپنے تسلیم کردہ مستند کتابون مین تلاش کرین۔

"(۱) ستوتی (حمد وثنا) اور پرارتھنا (مناجات) کرنے سے ایشور اُن ستوتی پرارتھنا کرنے والون کا پاپ (گناہ) دور نہین کرے گا۔

(۲) اگر وہ پاپ معاف کرے تو اوس کا انصاف جاتا رہے۔

(۳) اے پرمیشور! آپ میرے دشمنون کو فنا کر دا اِس قسم کی پرارتھنا نہ کرنی چاہیے"

اور آپ ان کو مطلع کر دیوین کہ ان تین فقرون کے مطابق حوالہ جات (ویدون وغیرہ سوامی جی کے تسلیم کردہ مستند کتابون) مین تلاش کرنے مین ان کو جو کہ محنت مشقت کرنی پڑیگی پس وہ مفت رایگان نہ جائیگی بلکہ اگر وہ اپنے ارادے مین کامیاب ہو گئے اور اوپر کی عبارت کے مطابق حوالہ جات تلاش کر کے دیکھلا سکے تو انکو مبلغ چھ سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (بقیہ شرائط کے لئے دیکھو صفحہ ۷۳)

ناظرین! اب جبکہ ہر طرح پر یہ ثابت ہو چکا کہ ہمین حمد وثنا کرنے سے بھی پھل ملتا ہے اور مناجات بھی بے فایدہ نہین ہوتی تو آئیے ہم آپ ملکر اُس پربرہم پرمیشور کے شرن مین حاضر ہو کر اوسکی حمد کرتے ہوئے دعا مانگین۔

यं ब्रह्मा वरुणेन्द्र रुद्र मरुतस्तुन्वन्ति दिव्यैस्तवै, र्वेदैः साङ्ग-
पदक्रमोपनिषदैर्गायन्ति यं सामगाः ॥ ध्यानावस्थित त-
-द्गतेन मनसा पश्यन्ति यं योगिनो । यस्यान्तं न विदुः
सुरासुर गणाः देवाय तस्मै नमः ॥ १"

मूकं करोति वाचालं पङ्गुं लङ्घयते गिरिम् ।
यत् कृपा तमहं वन्दे परमानन्द दायकम् "२"

جس کی ستوتی (حمد و ثنا) برہما ورن اندر رود رمُرت افضل حمدون کے ذریعہ کرتے ہین۔ سام کے گانے والے لوگ دیدون اور اوپنشدون سے باقاعدہ طور پر جس کی حمد و ثنا کرتے ہین۔ ۱۔

یوگی لوگ جس کے دھیان (مراقبہ) مین محو ہو کر جس کو دیکھتے ہین اور جسکے انت (آخری سرا) کو سُر اور اسُر لوگ نہین جانتے ایسے دیوتا (پرمیشور) کو نمہ (سجدہ) ہو۔ ۲۔

جو گونگے کو واعظ بنا دیتا ہے۔ پنگو کو پہاڑ لنگھا دیتا ہے۔ جس کی کرپا سے (ایسا ہوا کرتا ہے) اوس پرم آنند (راحت حقیقی یعنے نجات) دینے والیکو ہی ہم بندنا (بندگی) کرتے ہین۔ اوم شانتہ

پرمیشور تری کال درشی (ہر سہ زمانہ کا جاننے والا) ہے

اُردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۳ سطر ۶ پر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج یون تحریر فرماتے ہین :- نمبر جواب
ایشور کو تینون زمانون کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے - کیونکہ زمانہ ماضی وہ ہے جو ہو کر نہ رہے اور مستقبل وہ ہے جو نہ ہو کے ہووے (یعنی پہلے سے نہ ہو مگر بعد مین ہووے)

ناظرین! سوامی جی یہان پر تو پرمیشور کو تینون زمانون کا حال جاننے والا ماننے والے کو جہالت کا کام کرنیوالا بتلا رہے ہین لیکن پھر خود ہی اپنی کتاب رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۵۷ سطر ۱۲ پر اسکے خلاف تحریر فرما رہے ہین :- ملاحظہ کیجیے -

...... यत्च उक्तं मन्त्र भाग नवीनत्वे अग्निः पूर्वेभिः इत्यादि-
कारणं तदपि तादृशम् एव । कुतः । ईश्वरस्य त्रिकाल दर्शित्वा-
-त् । ईश्वरो हि त्रीन् कालान् जानाति । भूत भविष्यद्वर्त्त-
-मान कालस्थैर्मन्त्र द्रष्टृभिर्मनुष्यैर्मन्त्रैः प्राणैः तर्कैः च
ऋषिभिः अहम् एव ईन्द्रः बभूव भवामि भविष्यामि च
इति विदित्वा इदम् उक्तम् इति अदोषः॥

یہ سوامی جی کی سنسکرت ہے - یہان یہ ذکر ہے کہ پروفیسر میکس مولر صاحب باشندہ ملک جرمنی یورپ نے اس کتاب موسومہ سنسکرت ساہتہ (سنسکرت علم ادب کی تاریخ) مین یہ ظاہر کیا ہے کہ اگنیہ پوروے بھر ہ अग्निः पूर्वेभिः ان منترون سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدون مین آگے پیچھے تصانیف ہوئی ہین وغیرہ اسکی تردید کرتے ہوے سوامی جی نے یہ تحریر فرمایا ہے اسکا ترجمہ از جانب بابو نہال سنگھ صاحب کرنال مترجم اُردو بھومکا اسکے صفحہ ۵ سطر ۱۷ پر یون درج ہے وہ اگنی پوروے بھر الخ سے منتر بھاگ کا الگ ہو جانا پایا جاتا ہے

دنیا ہی بے بنیاد ہے کیونکہ **ایشور تری کال درشی یعنی تینون زمانون کا حال جاننے والا ہے** یہ اس منتر کے یہ معنی ہین کہ ہم جو ایشور کی زمانہ ماضی و حال و نیز زمانہ آیندہ مین منترون کے مطالب کو کماحقہ جاننے والے رشی منتر اور پران (یوگ) سے بادلیل (ترک) اسے ستوتی (حمد و ثنا) کرتے رہے ہین۔ اب کرتے ہین اور آیندہ کرینگے اسمین کوئی اعتراض کی بات نظر نہین آتی"!

اب دونوں فقروں کو ملاکر پڑھیے { (۱) ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے (۲) ایشور تری کال درشی یعنی تینوں زمانوں کا حال جاننے والا ہے

ناظرین! اوپر کے فقرہ جات جو کہ ایک دوسرے سے بالکل متضاد ہین خاص سوامی جی کے ہی ہین اب اس بات کا فیصلہ ہم آپ ہی پر چھوڑتے ہین کہ اب آپ جسکو چاہین جہالت کا کام کرنے والا مانین۔ اور جسکو چاہین عقلمندی کا کام کرنیوالا سمجھین۔

دیگر بات یہ ہے کہ زمانہ ماضی و حال و مستقبل کی تعریف تو ہر ایک زبان کے گرامر یعنی قواعد مین موجود ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ سوامی جی کا ڈیفی نیشن DEFINITION کسی گرامر (قواعد بنانے والے) کو کبھی سوجھا بھی ہے یا نہین۔ ذرا دیکھیے سوامی جی کا ڈیفی نیشن (تعریف) یہ ہے۔

(۱) زمانہ ماضی وہ ہے جو ہوکر نہ رہے۔

(۲) زمانہ مستقبل وہ ہے جو نہ ہوکے ہووے (یعنی پہلے سے نہ ہو مگر بعد مین ہووے)

اب ناظرین! غور کرین کہ یہ کس قسم کی تعریفیں (ڈیفی نیشن) گھڑی جا رہی ہین "ہوکر نہ رہے"۔ "نہ ہوکے ہووے" ان پیچیدہ الفاظ کی کیا ضرورت ہے سیدھے سادے الفاظ مین ہر شخص جانتا ہے کہ ماضی وہ ہے جو گذر چکا اور مستقبل وہ ہے جو آیندہ آنیوالا ہے یہی مطلب سنسکرت الفاظ بھوت (ماضی) اور بھوشیت (مستقبل) سے ادا ہوتے ہین اور اسیطرح انگریزی مین بھی اسی قسم کی تعریف انکی کی گئی ہے۔ لیکن سوامی جی کو تو اس بات سے کچھ سروکار ہے کہ آیا ان کی بات تمام دنیا کی زبانون کی گرامرون (قواعد) سے خلاف ہو رہی ہے اور نہ اس بات کی ہی پرواہ ہے کہ انکے ایسے گھڑنت کی موافق کوئی حوالہ جات

خود انکی تسلیم کردہ مستند قدیم کتابوں میں پائی جاتے ہیں ان کو تو کسی نہ کسی طرح اپنا نو ایجاد مسئلہ سدّہ کرنے سے مطلب ہے۔ آگے دیکھئے سوامی جی کیا فرماتی ہیں۔

"کبھی یہ ہو سکتا ہے کہ ایشور کو کوئی علم ہو کر نہیں رہتا یا نہ ہو کے ہوتا ہے (یعنی پہلے سے نہیں ہوتا مگر بعد میں ہو جاتا ہے۔")

ناظرین ہو آپنے سمجھ لیا کہ سوامی جی کس مطلب براری کیلئے ایک عجیب و غریب ڈیفی نیشن ماضی و مستقبل کی گھڑ رہے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ چاہے ایشور کو کوئی علم ہو کر نہ رہتا ہو یا ہو کے ہوتا ہو خواہ کچھ ہی ہو اس بحث کو تو پھر دیکھا جائیگا لیکن اول آریہ صاحبان یہ تو بتلا دیں کہ سوامی جی کو یہ استحقاق کیونکر حاصل ہو گیا کہ وہ کسی شے کی غلط ڈیفی نیشن بنا کر اپنے مطلب براری کر لیویں ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی صاحب سوامی جی کی تسلیم کردہ کتابوں کے حوالہ جات سے اس بات کو ثابت کریں۔ وہ ہرگز ہرگز بھی کامیاب نہیں ہو سکتے لیکن اگر کسی صاحب کو دعویٰ ہے تو حسب ذیل عبارت کے مطابق یعنی انکے مترادف فقرہ جات تلاش کر کے دکھلا دیں۔

(۱) ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے۔

(۲) زمانہ ماضی وہ ہے جو ہو کے نہ رہے۔

(۳) زمانہ مستقبل وہ ہی جو نہ ہو کے ہووے۔

ان تینوں فقروں کے مترادف حوالہ جات سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے تسلیم کردہ مستند گرنتھوں (کتابوں) میں سے کسی میں دکھلانیوالے کو مبلغ تین سو روپیہ انعام دیا جاویگا

(بقیہ شرائط انعامی دیکھو صفحہ ۳۰۷)

اب رہا یہ امر کہ سوامی جی کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے کہ کیا ایشور کو کوئی علم ہو کر نہیں رہتا یا نہ ہو کے ہوتا ہے وغیرہ۔ بس ناظرین! جبکہ سوامی جی کی اس عمارت کا بنیادی پتھر (ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام) خود انہیں کے متضاد عبارت سے چکنا چور ہو چکا ہے تو پھر اسپر جو دیواریں وغیرہ اوٹھائی گئی تھیں اُن کا کیا ذکر۔ اب تو خواہ خود سوامی جی واپس آ کر اس معمہ کو حل کر جاویں کہ انکی دو متضاد تحریروں میں سے کونسی صحیح ہے اور کونسی سہواً چھاپہ خانہ والوں کی شرارتاً غلط شایع ہو گئے ہیں تب کام چل سکے گا یا انکے ہونہار پیروکاران میں سے کوئی

ایسا ثبوت ثابت ہو جاوے جو اس معمہ کو قطعی طور پر حل کر دیوے کیونکہ جب تک یہ تصفیہ ہو جاوے
تب تک اردو ستیارتھ پرکاش کے نمبر ۵۲ صفحہ ۳۵۴ کی عبارت کچھ معنی مطلب نہیں صاف کر سکتی
آگے سوامی جی اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:- "جسطرح جیو خود مختاری سے کام کرتا ہے اسی طرح
علیم کل ہونے سے ایشور جانتا ہے اور جسطرح ایشور جانتا ہے اسیطرح جیو کام کرتا ہے"

ناظرین! لکیر شدہ عبارت کو غور سے پڑھیں۔ اگر ہم سوامی جی کی اس بات کو تسلیم کر لیویں
کہ جسطرح جیو افعال کرتا ہے اسیطرح ایشور جانتا ہے تو اس صورت میں ایشور ایک طرح کا
محتاج ہو گیا کیونکہ جسطرح یعنی جو کچھ افعال جیو جب کریگا تب ایشور بھی جان لیویگا کہ ہاں فلاں
شخص نے فلاں دن فلاں کام کیا۔ واہ خوب! پھر تو ہم سب دنیاوی لوگ بھی جان لیوینگے
پھر خدا کی خدائی کیا رہ گئی۔ اس خرابی کو دور کرنیکے لئے سوامی جی نے اگلا فقرہ درج فرمایا ہے۔
مگر غور سے پڑھنے والوں کا دل ہر حالت میں یہاں پر کھٹک جاتا ہے بہتر ہوتا کہ سوامی جی نے
اس بارہ میں کوئی حوالہ کسی مستند کتاب سے نکال کر یہاں پر درج کیا ہوتا تاکہ یہ تو پتہ لگتا کہ اسبارہ
میں قدیم بزرگوں اور رشیوں منیوں کا کیا فیصلہ ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سوامی جی سے
اس پیچیدہ عبارت کی تائید میں کوئی حوالہ تلاش کرنیسے سہواً رہ گیا یا اپنے مسائل اُن کتابوں
کے مصنف صاحبان باعمل رشیوں کو بھی سوجھے ہی نہیں اس پیچیدہ عبارت کی تشریح پنڈت
تلسی رام صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش صفحہ ۲۳۰ سطر ۱۵ پر کسی بات کے جواب میں یوں
فرما رہے ہیں۔

"اس میں صاف یہ بتایا جاتا ہے کہ جیو کا فعل کرنا اور ایشور کو اُس کا جاننا ایک ساتھ
ہوتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں یعنی نہ تو یہ کہ جیو اول افعال کرے اور پھر بعدہ ایشور اُسے
جانے اور نہ یہ کہ اول ایشور جان لیتا ہے پھر بعدہ جیو وہ فعل کرتا ہے۔ اسکے علاوہ جب تک
جیو نے فعل نہیں کیا اُس تک اُس فعل کا وجود نہیں ہے اور سوتنتر (خود مختار) ہونے سے
جیو کسی فعل کو کرے یا نہ کرے اسوجہ سے فعل کا وجود زمانہ مستقبل میں بھی نہیں ہے تو حال اور
آئندہ دونوں زمانوں میں فعل کے غیر قایم وجود کو اگر ایشور قایم جانے یا مانے تو ایشور کو
غلط علم والا ماننے کا نقص عاید ہوتا ہے اور یہ کہنا کہ آئندہ والے افعال کو نہ جاننے سے ایشور

میں لاعلمی یا کم علمی آتی ہے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ جو افعال نہ تو ہوئے۔ نہ آیندہ کیلئے قایم ہیں وہ
دراصل اوستو [illegible] شی کی ہستی اہیں یس شئے کی ہستی کو شئے کی ہستی ہی جاننا گیان یعنی صحیح علم ہے اور
اسکے خلاف اودیا یعنی لاعلمی"

ناظرین! پنڈت تلسی رام جی کو اسی ساتھ ایک تو اس بات کا جواب دینا لازم تھا کہ سوامی
جی نے خود ہی اپنی کتاب رگ ویداوی بھاشیہ بھومکا میں جو پرمیشور کو ترکال درشی (یعنی تینوں
زمانوں کا جاننے والا) مان لیا ہے اور یہ کی کری کرائی محنت پر پانی پڑ جاتا ہے۔ دوسرے یہ بھی تو
ظاہر کرنا چاہیے تھا کہ آیا یہ سب گرو چیلے صاحبان کی صرف زبانی ہی جمع خرچ ہے یا کسی وید اوپنشد و دھرشن
وغیرہ کے حوالہ جات بھی اس مسئلہ کے موافق موجود ہیں لیکن ان باتوں کی پرواہ نہ کرکے وہ صرف
بیچارے سناتنی پنڈت کو ڈانٹ بتلانا ہی جانتے ہیں مگر اس سے کیا سوامی دیانند کی من گھڑت
باتیں محفوظ رہ سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پنڈت تلسی رام صاحب کی مذکورہ بالا بھی چوڑی تشریح بھی
اوسوقت بے بنیاد ثابت ہو جائیگی جب ناظرین ان سے اثبات کی درخواست کرینگے کہ ذرہ
وہ اس گھڑنت کے موافق کہیں سے صرف ایک ہی حوالہ نکال کر تو پیش کریں۔ یوں زبانی جمع
خرچ سے کیا ہوتا ہے۔ ہاں جن مذہبوں کی بنیاد اپنے ہی گھڑنت پر منحصر ہے وہ بیشک جو کچھ لکھ پڑھ
دیویں وہ ہی انکے پیروکاران کے نزدیک صحیح و ٹھیک ہوا کرتا ہے جیسے داؤد پنتھی وغیرہ اور اگر یہ
سماج کا نام بھی دیانند پنتھ رکھ لیا جاوے تو پھر ہمیں کوئی حق اثبات کا حاصل نہ رہ جاویگا کہ دیانند
کی کسی تحریر پر اس بات کا اصرار کریں کہ اسکے موافق حوالہ جات ویدوں اور انکے موافق کتابوں سے
نکال کر ظاہر کیا جانا چاہیے پس ناظرین اسی سلسلہ میں سوامی جی کی حسب ذیل عبارت پر غور کر لیویں
جو کہ گویا اس کل بحث کا لب لباب یا نتیجہ ہے پھر اس مسئلہ کی پڑتال کیجائیگی وہو ہذا۔

"یعنی ایشور زمانہ ماضی مستقبل اور حال کے علم میں اور نتیجہ دینے میں خود مختار ہے اور جیو کسی قدر زمانہ
حال کے علم میں اور کام کرنے میں خود مختار ہے"

ناظرین! دیکھئے یہاں بھی سوامی جی ایشور کو تری کال درشی کہہ رہے ہیں یعنی وہ فرماتے ہیں
کہ۔ ایشور زمانہ ماضی و مستقبل اور حال کے علم میں . . . خود مختار ہے۔ کہئے آریہ صاحبان! اس
فقرہ کے کیا معنی ہیں۔ اوپر سوامی جی یہ کہہ رہے ہیں کہ پرمیشور کو تینوں زمانہ کا علم جاننے والا

کہنا جہالت کا کام نہے (جسکے خلاف انکی عبارت پیش کرنیکے لئے ہمیں انکی ستیارتھ پرکاش سے زیادہ مستند کتاب بھومکا سے حوالہ تلاش کرنا پڑا) لیکن گول مول تشریحوں اور پیچیدہ عبارتوں کے اندر سے آخر کار یہاں بھی ایک فقرہ سوامی جی کے قلم سے اس مضمون کا نکل ہی گیا کہ ایشور ماضی و مستقبل اور حال یعنی تینوں زمانہ کے علم میں خود مختار ہے (جسکا تسلیم کیا جانا دیانندی فلاسفی کے مطابق جہالت کا کام ہے)۔

اب ہم ناظرین کی توجہ پنڈت تلسی رام صاحب کی اوپر کی اُس عبارت کی جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں جسپر ہمنے لکیر کردی ہے۔ پنڈت تلسی رام صاحب کی کسی بات کی تردید کرنیکی اگرچہ اصلی ضرورت نہیں ہے کہ اونہوں نے کسی وید شاستر کا ایک آدھ یا چوتھائی منتر یا شلوک بھی اپنی رائے کی تائید میں پیش نہیں کیا۔ اور انکی تمام جد وجہد صرف سوامی دیانند کی عزت کو قایم رکھنے کی غرض ہی سے ہے۔ ہاں سوامی دیانند کی اس پوزیشن کو ضرور وہ صاف کر رہے ہیں کہ کسطرح ایشور کو تری کال درشی یعنی ہر سہ زمانہ کا حال جاننے والا ماننا جہالت کا کام ہوسکتا ہے۔ لیکن بیچارے پنڈت تلسی رام صاحب اب اس لا علاج مرض کی کیا دوا کریں کہ سوامی جی خود اپنے ایک بات پر قایم نہیں ہا کرتے ایک جگہہ ایشور کو تری کال درشی ماننا جہالت بتلا رہے ہیں تو دوسری جگہہ خود ہی اپنے قلم سے اس جہالت کا کام کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی ہندی کی تصنیف میں ہوتا تو آریہ صاحبان یہ بات بنادیتے کہ چھاپہ خانہ کے کمپوزیٹروں اور خود غرض تنخواہ دار پنڈتوں کی شرارت ہوگی لیکن خوش قسمتی سے سنسکرت میں جو کہ خاص سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ہی کے الفاظ میں سوامی جی نے ایشور کو تری کال درشی تسلیم کرلیا ہے۔

پنڈت تلسی رام جی مہاراج! آپ تو یہ فرماتے ہیں کہ غیر قایم وجود کو اگر ایشور قایم جانے تو ایشور کو غلط علم والا ماننے کا نقص عاید ہوتا ہے۔ پس آپکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اگرمگر اُس سرب شکتی مان (قادر مطلق) کے حضور تک نہیں پھٹکنے پاتیں۔ آپ تو دیانندی فلاسفی سے گمراہ ہوکر پربرہم پرماتما کو اپنے ہی مانند محدود طاقت والا ثابت کرنیکے لئے ایسی ایسی شرائط لگا رہے ہیں لیکن کیا آپکو یہ بھی یاد ہے کہ آپکے بزرگوں کے بھی بزرگ صاحبان۔ نہیں نہیں بلکہ وہ لوگ جنکی فضیلت کی تعریفوں کے پل آریہ لکچرار صاحبان باندھا کرتے ہیں کیا کچھہ لکھہ پڑھہ گئے ہیں ہم ضرورت نہیں سمجھتے کہ دانشمند

کے اُن حوالہ بات کو یہاں پھر دوہرادیں جو بارہا دیگر مضامین میں آچکے ہیں لیکن آپکو معلوم ہو کہ ایشور کے نزدیک کوئی بات بھی جو آیندہ کسی زمانہ میں ہونیوالی ہے شے غیر وجودی ہے ہنیں پس آپکی یہ بات کوئی وقعت ہنیں رکھتی کہ ایشور کو غیر قایم وجود کا جاننے والا ماننے سے وہ غلط علم والا ہو جائیگا وغیرہ - اور جو آپکی یہ منشا ہے کہ شے کو شے اور شے کی نیستی کو شے کی نیستی جاننا صحیح گیان یعنی علم ہے اور چونکہ آیندہ کی بات شے کی نیستی ہے پس اُسکو ایسا ہی جاننا صحیح علم ہے چنانچہ پرمیشور کا صحیح علم یہ ہوا کہ وہ یہ ہی جانتا ہے کہ آیندہ کسی بات یا شے کا وجود ہی ہنیں اور جب جب جو جو کام آیندہ ہوتا جائیگا تب تب وہ پرمیشور اُن اُن کاموں کو (یعنی شے کے وجود قایم ہو جانے پر اوسے) جان لیویگا وغیرہ

تو ذرہ یہ تو فرمائے کہ ایسا تو ہم لوگ بھی کر لیتے ہیں پھر آپکے دیانندی فلاسفی والا پرمیشور ہم سے کس بات میں بڑھ کر ہے - ہم بھی تو کسی آیندہ آنیوالی بات کو ہنیں جانتے لیکن جب وہ آیندہ زمانہ حال میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی غیر قایم شے قایم ہو جاتی ہے تب ہمکو بھی اسکا علم ہو جاتا ہے کہ فلاں بات یوں ہو رہی ہے یا ہو گئی - اور آپکا پرمیشور بھی آپکے ہی قول کے مطابق کہ جو کام کرنا اور ایشور کا اُسکو جاننا ایک ساتھ ہوتے ہیں صرف اوسیقدر جان سکتا ہے جسقدر ہم معلوم کر رہے ہیں پھر تبلائیے کہ ہم سے اُس میں کیا فضیلت رہ گئی ؟

ناظرین! دیانندی فلاسفی سے گمراہ ہو کر یہ متعصب آریہ صاحبان عوام کو زبردست بھول بھولیّاں میں ڈالتے چلے جا رہے ہیں اور ہمیں افسوس کے ساتھ تعجب تو اس بات پر ہے کہ وہ جان بوجھ کر یہ سب کچھ کر رہے ہیں -

ناظرین! پنڈت تلسی رام صاحب جیسے سنسکرت کے عالم سے اوپنشدوں وغیرہ کی تعلیم جو دیانندی فلاسفی کی سخت مخالف ہے پوشیدہ ہنیں ہے لیکن وہ ضرور اپنے آریہ دوستوں کے روبرو اپنی عزت قایم رکھنے کی ہی خاطر سچائی کا اظہار نہیں کرتے اور یوں ہیں یوں بڑھاتے چلے جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ کبھی یہ ظاہر کر دیویں کہ سوامی دیانند کی فلاں بات غلط ہے تو ہزاروں لاکھوں ممبران آریہ سماج ان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگ جاویں جیسا کہ پنڈت بھیم سین[1] شرما صاحب سابق آریہ دیکے ازمغز پنڈتان) ساکن اٹاوہ کی نظیر موجود ہے -

---

[1] پنڈت بھیم سین شرما صاحب کا مختصر حال مضمون آریوں کی شائستگی میں دیکھو ۔

واضح ہو کہ اگرچہ ہم جو افعال کرتے ہیں انکو پرمیشور پہلے سے ہی جانتا ہے لیکن اوسکے ایسا جاننے سے ہماری آزادی میں اصلی فرق نہیں آتا کہ اوسکا جاننا ہمیں کسی خاص امر پر مجبور نہیں کرتا ہر ایک شخص کسی کام کرنے سے قبل اپنے دل میں اوسکا ارادہ کرتا ہے اور پھر دل و دماغ (من و بدھی) میں ایک طرح کی بحث ہوا کرتی ہے کہ آیا اس کام کو کروں یا نہ کروں اور یہی جیو آتما (روح) کی خود مختاری کی دلیل ہے اوسے یہ پورا اختیار حاصل ہے کہ اسی بحث کا نتیجہ جو چاہے وہ فیصل کر لے اور اسپر عمل کرے پس چونکہ جیو آتما اپنی خود مختاری سے ہی اسکا فیصلہ کرتا ہے اور اسپر عمل کرتا ہے اسلئے وہ ضرور خود مختار ہے اور نیکی و بدی جو کریگا اسکے مطابق سزا و جزا پاویگا اور چونکہ دل و دماغ کا باحثہ ہوا کرتا ہے کہ آیا اس کام کو کروں یا نہ کروں پس اس تمام غور و خوض کے بعد وہ جیو آتما آخر کار اسی نتیجہ پر پہونچ جاتا ہے جو پرمیشور کے علم میں پہلے سے موجود ہے یعنی اگرچہ پرمیشور آیندہ کا علم رکھتا تو ہے لیکن چونکہ جیووں کو خود مختاری حاصل ہے پس پرمیشور اُن کو کسی خاص کام کیلئے مجبور نہیں کرتا کہ تو ایسا ہی کر اور ایسا نہ کر۔

سوال (دیانندی فلاسفی والے معترض کا) جبکہ پرمیشور نے پہلے سے طے کر لیا ہے کہ فلاں شخص فلاں دن فلاں کام کریگا تو وہ اسکے خلاف تو کر ہی نہیں سکتا پھر خود مختاری کس بات کی ہے

جواب۔ خود مختاری اس بات کی ہے کہ اسکو کسی کام سے روکا نہیں گیا اوسے پورا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کر لیوے اور چاہے بدی کر ڈالے اور جو آپ یہ فرماتے ہیں کہ پرمیشور نے پہلے سے طے کر لیا ہے کہ وہ ایسا کریگا۔ اور چونکہ اسکی مرضی کے خلاف کچھ ہو نہیں سکتا...... پس آپکو معلوم ہو کہ پرمیشور میں چونکہ یہ صفت ہے کہ وہ آیندہ آنیوالی باتونکو پہلے سے ہی جانتا ہے پس وہ یہ جانتا ہے کہ کیا کچھ ہونیوالا ہے اور اسیطرح چونکہ جیو آتما کی صفت یہ ہے کہ وہ افعال خود مختاری سے کر سکتا ہے پس وہ اسکے مطابق افعال اپنی حسب مرضی کرتا رہتا ہے جسکی جو صفت و خاصیت ہو وہ اسکے مطابق عمل کرے ہی گا۔ اس سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کی افعال کا اثر دوسرے پر جا پڑے یعنی جیو جو کچھ افعال آیندہ کریگا وہ بیشک پوری خود مختاری سے ہی کریگا لیکن چونکہ پرمیشور تری کال درشی ہے اسوجہ سے وہ پہلے سے ہی جانتا ہے کہ ایسا ایسا واقعہ ہونیوالا ہے۔ اس سے جیو کا کیا نفع نقصان ممکن ہے۔

واہ! ہم خدا کی خدائی میں بٹہ لگانے والے کون ہوتے ہیں۔ کیا اگر وہ بوجہ عالم الغیب اور تری کال درشی ہونے کے نہ صرف ہمارے آئندہ افعال کو ہی بلکہ تمام دنیاوی واقعات وغیرہ کو بھی جو آئندہ آنیوالی ہیں جانتا ہی تو اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ پھر جو اُسکے علم میں ہے وہ تو ہوئیگا ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم اپنی عقل کو لڑادیں اور محنت وجاں فشانی سے دنیا میں نیکی وغیرہ کیا کریں۔ وغیرہ

جیو اپنے افعال کا خود مختار ہے اُسنے خدا کی خدائی کا ٹھیکا تھوڑے ہی لے رکھا ہے خدا جانے اور اُسکے کام جانیں وہ اگر آئندہ آنیوالی باتوں کو اپنے عالم الغیب ہونے سے جان لیتا ہے تو اسکے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں کہ اس نے ہمیں کسی خاص کام کے کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے ہاں یہ سچ ہے کہ ہم کل کیا کرینگے اس بات کو پرمیشور پہلے سے جانتا ہی لیکن اوسکا جاننا دراصل جاننے کی حد سے بڑھ تو نہیں جاتا اگر ایک جیوتشی یعنی نجومی اپنے علم نجوم کے ذریعہ آج یہ جانتا ہے کہ کل فلاں شخص مرجائیگا اور اُسکا علم (بالفرض) ایسا ہے جو کسی طرح غلط نہیں ثابت ہو سکتا تو اس سے یہ نتیجہ کب نکالا جاسکتا ہی کہ وہ نجومی اُس شخص کے مرنے کا باعث ہے یا یوں سمجھیے کہ اگر کوئی نجومی (یا کوئی عابد شخص یعنی یوگی) اپنی طاقت (علم نجوم یا یوگ (عبادت وغیرہ) کے ذریعہ یہ پیشینگوئی صحیح ہو جاوے تو کیا یہ سمجھا جاسکتا ہی کہ وہ نجومی یا عابد اُس شخص کے اُس کام کا ذمہ دار ہے وہ ہرگز نہیں کیونکہ اُس نجومی یا عابد نے اُس شخص کو کسی کام پر مجبور نہیں کیا بلکہ اوسے پورا اختیار حاصل تہا کہ وہ جیسا چاہی اپنی خود مختاری سے کرے۔ لیکن یہ دوسری بات ہے کہ ایک پیشین گوئی کرنے والے نے اپنے علم تجربہ یا عبادت کی طاقت سے یہ بات پہلے سے ہی معلوم کر لی کہ کل فلاں شخص ایسا کرنے والا ہے۔

غرضکہ ہم اسیطرح جو کچھ کرتے ہیں وہ خود اپنی پوری خود مختاری سے ہی کرتے ہیں اور یہ دوسری بات ہے کہ پرمیشور پہلے سے جان رہا ہی کہ ہم کیا کرنیوالے ہیں۔

سوال ۔ (دیانندی فلاسفی والے معترض کا)۔ اگر پرمیشور کا گیان (علم) غلط نہیں ہوا کرتا اسلئے وہ اگر یہ پہلے سے جانتا ہے کہ ہم کل کیا کرینگے تو ضروری بات ہی کہ ہم کل وہ ہی کرینگے گویا ہمیں تو کچھ اختیار ہی نہ رہ گیا کہ اوسکے علم کے خلاف کچھ کر سکیں اور اسی لیے خود مختاری کا ماننا غلط ہے۔

جواب اگرچہ پرمیشور میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ آیندہ آنیوالی بات کو جان لیتا ہی یا ہر حالت میں جانتا ہی تو اس سے یہ نتیجہ کیونکر نکل سکتا ہی کہ وہ ہماری خود مختاری کو چھین رہا ہی۔ ہم ہر ایک کام اپنی مرضی اپنے اختیار اور بالکل اپنی خودمختاری سے ہی کر سکتے ہیں اور کر ہی رہے ہیں بس ہمیں اپنا کام کرنا چاہیے۔ خدا کا جو کام ہے وہ اُسے کریگا۔ ہم اُسکے کاموں کے تو ذمہ وار نہیں ہیں اگر اُسکی صفتوں اور خاصیتوں میں سے ایک یہ ہی کہ وہ آیندہ کی بات جان سکتا ہی تو جانا کرے ہمارا کیا نقصان ہے ہم تو ہر طرح کے افعال کرنیمیں خودمختار ہیں کیونکہ ہماری خودمختاری ہر طرح سے ثابت ہو اور وہ ہر طرح پر آیندہ کی بات جاننے والا ہے کیونکہ اسمیں ایسی صفت ثابت ہے۔ پس یہ عقلمندی نہیں ہے کہ دو اشیا کی صفتوں کو ملا کر گھپلا کر کے ایک نیا مسئلہ ایجاد کیا جاوے۔

ناظرین! پرمیشور کے افعال خاصیتیں اور اوصاف اُسکے ساتھ ہیں۔ وہ جاننے اُسکا کام جانے اور جیو کی صفتیں وغیرہ اسکے ساتھ ہیں۔ وہ (جیو) اپنے افعال کا ذمہ وار ہے ہر ایک کے اوصاف علحدہ علحدہ ہیں اُنکو ایک میں ملانے سے خرابی واقع ہوگی۔

معترض کا سوال کوئی نیا نہ تھا اور ممکن تہا کہ سوامی جی وہ ہی جواب دیتے جو اوروں نے دئے ہیں لیکن سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ایسا کرنا شاید اپنی کسرشان سمجھتے ہیں اونہوں نے معترض کو لاجواب کرنیکے لئے ایک نیا مسئلہ ایجاد کر دیا کہ پرمیشور آیندہ کی بات جانتا ہی نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ ناظرین! بلکہ سوامی جی نے ایسا ماننے والیکو جاہل بھی کہہ ڈالا لیکن تعجب ہے کہ پھر خود ہی اسکے خلاف بھی فرما گئے۔

اے تری کال درشی پرماتمن! ہمارے آریہ سماجی بھائیوں کی گمراہی کو دور کر دیجے۔ اوم شانتہ۔

پرمیشور پرتکش نہیں کیا جاسکتا

اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ٢٣٢ سطر ٩ پر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

(سوال) - آپ ایشور ایشور کہتے ہیں لیکن اسکو ثابت کسطرح کرتے ہیں۔

جواب - سب پرتکش وغیرہ پرمانوں (ثبوتوں) سے (سوال) ایشور کی ذات میں پرتکش وغیرہ ثبوت کبھی کام نہیں دے سکتے - **جواب** -

इन्द्रियार्थसन्निकर्षोत्पन्नं ज्ञानमव्यपदेश्यमव्यभिचारि व्यवसा-

-यात्मकं प्रत्यक्षम् "न्याय ० १ अ० १। सू० ४"

(یہ سوتر نیائے درشن مصنفہ مہرشی گوتم کا ہے) جو کان جلد آنکھ زبان - ناک اور من (جوہر دراکہ) کا تعلق آواز لمس صورت ذائقہ سچ جھوٹ وغیرہ محسوسات سے ہونے پر جو علم ہوتا ہی اسکو پرتکش کہتے ہیں بشرطیکہ وہ شکوک سے خالی ہو۔

اب جائے غور ہے کہ حواس اور من کے ذریعہ صفتوں کا پرتکش (عین الیقین) ہوا کرتا ہی نہ کہ موصوف کا جسطرح چاروں حواس جلد وغیرہ کے ذریعہ سے لمس صورت ذائقہ اور بو (یعنی صفات ارضی) کا علم ہونے پر اسکے موصوف پرتھوی (یعنی ارضیت) کا پرتکش بذریعہ آتما سے ملے ہوی من کے ہوتا ہے۔ اسیطرح اس پرتکش دنیا میں مخصوص

صنعت وحکمت وغیرہ صفات کو پرتیکش ہونے سے اُن کا موصوف ایشور بھی پرتیکش ہے"

ناظرین! یہ سوامی جی کی عبارت ہے۔ اس سے آگے سوال کرنیوالا معترض بھی خاموش رہ جاتا ہے اور سوامی جی بھی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس اسقدر کہہ دینے سے انکے پیروکاران کو تسلی ہو جائیگی

ہم محقق صاحبان سے عرض کرتے ہیں کہ وہ اوپر کے سوتر کا ترجمہ خود سوامی جی کا کیا ہوا جو اوپر درج ہے بغور پڑھ کر بعدہٗ اس سوامی جی کی تحریر (اب جائے غور ...) سے اسکا مقابلہ تو کریں اور دیکھیں تو سہی کہ آیا سوامی جی نے معترض کے سوال کا کیا جواب دیا۔

خواہ پرتیکش پرمان سے پرمیشور کا وجود ثابت ہو سکتا ہو یا نہ ہو اس بات کو نظر انداز کر کے ہم نے اوپر کی عبارت کو بار بار پڑھا مگر کم از کم ہمیں تو اس سے ہرگز بھی تسلی نہیں ہوتی ہم نہیں کہہ سکتے کہ دیگر لوگوں کو خواہ وہ سنسکرت نہ بھی جانتے ہوں اور آریہ سماج کے اصولوں سے بھی واقف نہ ہوں یہ بات کیونکر کھٹکے گی؟ یہاں کوئی اصولی بحث نہیں ہے بلکہ سوال متعلقہ منطق ہے۔ اور ہر ایک انسان جسکے دماغ میں پرمیشور نے تھوڑی بھی طاقت کسی بات کو سوچنے کی دی ہے اسی نتیجہ پر پہونچ جائیگا کہ سوامی جی یہاں ہر صرتحًا اور جان بوجھ کر عوام کو مغالطہ دے رہے ہیں۔

ہم اپنے آریہ بھائیوں سے باادب التماس کرتے ہیں کہ وہ سوامی جی کی اس عبارت کو پھر بغور پڑھ لیویں اور بغور اِدھر متوجہ ہوں سوامی جی نے سوتر کے معنی تو صحیح صحیح پیش کر دئے ہیں لیکن تشریح بڑی عجیب و غریب کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ "اب جائے غور ہے کہ حواس اور من کے ذریعہ صفتوں کا پرتیکش (عین الیقین) ہوا کرتا ہے نہ کہ موصوف کا"

ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیونکر ہم تسلیم کر لیویں کیا اوپر کے سوتر کی یہی منشا ہے؟ سوتر تو یہ کہتا ہے کہ کان۔ جلد وغیرہ کا تعلق آواز لمس .... وغیرہ محسوسات سے ہونے پر جو علم ہوتا ہے اسکو پرتیکش کہتے ہیں۔

پس جائے غور ہے کہ اس سوتر کے مصنف کی یہ منشا تو ہرگز نہیں ہے کہ اس طور پر جو علم ہوگا وہ صرف موصوف کی صفتوں کا ہی علم کہلائیگا اور موصوف کا علم نہ ہوگا۔ بلکہ سوتر کی منشا تو یہ ہے کہ اس طور پر موصوف معہ اپنی صفتوں کے معلوم ہو جائیگا۔

مثلاً کوئی شخص انگور کو ہمارے سامنے لاکر رکھدیوے اور دریافت کرے کہ یہ کیا شئے ہے تو سوتر کی ہدایت
کے مطابق ہم آنکھ سے دیکھکر یہ معلوم کرلیویں گے کہ یہ انگور ہے جسے کبھی پہلے دیکھا تھا یا اگر شک ہوگا
تو زبان پر اسکا ذائقہ چکھکر یقین کرلیویں گے کہ یہ بیشک انگور ہے کیونکہ اسکا ذائقہ بالکل ویسا ہی ہے
جیساکہ ہم نے انگور کا ذائقہ چکھا تھا پھر جب ہم کو اس شئے کی صفتیں آنکھ، زبان وغیرہ کے ذریعہ
معلوم ہوگئیں کہ وہ دیکھنے میں ہرے رنگ کا بہت خوبصورت میوہ ہے۔ کھانے میں خوش
ذائقہ ہے اور چھونے میں ٹھنڈا ہے وغیرہ وغیرہ تو کیا اس شئے کو بذات خود ہم نہیں معلوم
کرلیویں گے؟ کیا پھر ہم یہ نہیں کرسکتے کہ اس انگور کو ہاتھ میں اوٹھا کر یا انگلی کے اشارہ کر
دوسروں کو بتلادیویں کہ یہ دیکھو یہ شئے جسکی صفتوں کا علم ہم نے بذریعہ محسوسات حاصل
کرلیا ہے انگور ہے اب کہئیے ناظرین! موصوف کا بھی پرتکش (عین الیقین) ہوگیا یا نہیں

اچھا! اور آگے دیکھیے (سوامی جی کی عبارت "چاروں حواس جلد وغیرہ کے ذریعہ سے لمس صورت ذائقہ
اور بو (یعنی صفات ارضی) کا علم ہونے پر اوسکے موصوف پرتھوی (یعنی ارضیت)
کا پرتکش بذریعہ آتما سے ملے ہوئے من کے ہوتا ہے"

اس سوامی جی کی عبارت میں اول خط کشیدہ فقرہ غور طلب ہے۔ سوامی جی نہ معلوم کیوں ایسی
شرط لگا رہے ہیں جبکہ سوتر نے یہ شرط نہیں لگائی تو پھر سوامی جی کیوں اپنے طرف سے اس
قسم کی ایزادی کر رہے ہیں۔ خیر +

اب ذرا ناظرین اس فقرہ کو سوامی جی کے اوپر والے فقرہ سے مقابلہ کریں اور دیکھیں
کہ کیا دونوں ایک دوسرے کے متضاد تو نہیں ہیں؟

اس فقرہ میں تو سوامی جی فرماتے ہیں کہ "اوسکے موصوف . . . . کا پرتکش . . . . ہوتا ہے"
اور وہاں یہ فرما چکے ہیں کہ "صفتوں کا پرتکش ہوا کرتا ہے نہ کہ موصوف کا"۔
اب کوئی صاحب بتلادیں کہ کیا سوامی جی کا اول یہ کہنا کہ "موصوف کا پرتکش نہیں ہوتا" اور
پھر یہ کہنا کہ "موصوف کا پرتکش ہوتا ہے" دراصل آپس میں متضاد نہیں ہیں؟۔
ناظرین! ملاحظہ کیجیے کہ کس کس چال سے سوامی جی اپنی مطلب براری کیا کرتے ہیں۔
آگے سوامی جی زمین کی مثال کا نتیجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔

اُسیطرح اس پرتیکش دنیا میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ صفات کے پرتیکش ہونے سے اِن کا موصوف ایشور بھی پرتیکش ہے۔"

واہ! کیوں ناظرین آپ نے جسطرح زمین کی صفتوں (لمس صورت ذایقہ اور بو) کا علم اپنے حواس آنکھ کان زبان ناک اور جلد سے حاصل کر لینے پر اس موصوف زمین کو پرتیکش کر لیا ہے یعنی یقینی طور پر معلوم کر لیا ہی کہ یہ ہی زمین ہے جسے ہم آنکھ سے دیکھ رہے ہیں (کیونکہ اسکی صفت شکل آنکھ سے دیکھی جانی والی ہی) کان سے جسکی آواز سُن رہے ہین (کیونکہ دو پتھروں یا مٹی کے ڈھیلوں کو ٹکرانے سے آواز ہونا جو اس زمین کی صفت ہی وہ سُنی جانی والی ہی) زبان سی جسکا ذایقہ چکھ رہے ہیں (کیونکہ گندم وغیرہ یا گنا وغیرہ تمام غذائیں زمین سے پیدا ہونیکے باعث اسکی ہی صفت ظاہر کرنے والی ہیں پس وہ ذایقہ لی جانے والی ہے) ناک سی جسکی خوشبو بدبو کی تمیز کر رہے ہیں (کیونکہ ہر ایک طرح کی خوشبو بدبو زمین کی ہی خاص صفت ہے یعنی دیگر اوصاف تو اس میں پانی وغیرہ کی مدد سے شامل ہیں مگر بو خاص پرتھوی کی ہی صفت ہی پس وہ بو دینے والی ہی) اور جلد سی جسکو چھوکر محسوس کر رہے ہیں (کیونکہ زمین بذات خود ایک مجسم شے ہونیکی صفت رکھنے کے باعث وہ چھوئی جانیوالی ہی) کیا اسیطرح پرمیشور کی صفتوں میں سی کسی ایک کو بھی آپنے کبھی حواس خمسہ یا دل و دماغ کے ذریعہ محسوس کرکے پرتیکش کیا ہے؟

اگر کیا ہی تو سمجھا ئی کہ کس طور پر اور اگر نہیں کیا تو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے پیرو کاران سے ذرہ دریافت تو کیجیے کہ شاید ان میں سے کسی نے اپنی گورو مہاراج کی ہدایت پر عمل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہو۔

ناظرین! سوامی جی یہاں پر بڑا زبردست دھوکا دے رہے ہیں پرمیشور کا وجود ثابت کرنیکے لئے تمام آستک (خدا کی ہستی کو ماننے والے) لوگوں کے پاس بہت کچھ دلایل موجود ہیں اور انہیں سے سوامی جی بھی فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ نہ معلوم کس منشا سے اپنی ڈھائی چاول کی کھچڑی علیحدہ پکانے لگ جاتی ہیں حالانکہ باوجود ہزار طرح کے اُلٹ پھیر کرنے کے بھی ایسی من مانی گھڑنت میں وہ کامیاب بھی نہیں ہو سکے۔

ناظرین! سوامی جی کا یہ قول کہ پرتیکش دنیا میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ۔

پرمیشور کی صفات ہیں محض غلط اور بالکل ویدوں شاستروں اور اوپنشدوں وغیرہ کے
خلاف تعلیم ہے۔

اے آریہ صاحبان! ذرہ ہوش سنبھالو۔ سوامی دیانند کا پیچھا اگر آپ نہیں چھوڑتے
تو آپکا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا۔ آخر یہ اندھے کی لکڑی ٹیکتے ہوئے آپ کہاں تک چلو جائیں گے
صاحبو! آپ ایسے گہرے خندق میں گرینگے جسکا وار پار نہیں۔ اب بھی بھلا ہو کہ سوامی
دیانند کی غلطیوں کے پیچھے چلنا ایک قلم موقوف کر دیجئے اور اپنے دماغ سے کام لیجئے
کیا سچ مچ آپ نے اپنی دماغ سے مدد نہ لینے کی قسم تو نہیں کھالی ہے۔

کیا آپ چرنجار دیکھ نہیں رہے ہیں کہ سوامی جی کیسا زبردست الٹ پھیر کرکے عوام کو ایسی دلدل
میں پھنسا رہے ہیں کہ اُس سے نکلنا امر دشوار ہو رہا ہے اور سراسر ویدک اصول کے خلاف
سوامی جی تعلیم دے رہے ہیں۔

ذرہ سوامی جی کی اس بات پر کوئی عقلمند غور کرے کہ اس پرتکش خلقت کی صنعت و حکمت
وغیرہ پرمیشور کی صفتیں کیونکر ہوسکتی ہیں۔ خلقت کو پیدا کرنا اور اسکو باقاعدہ طور پر چلانا اس کا
ٹھیک انتظام رکھنا وغیرہ تو پرمیشور کے افعال ہیں صفتیں نہیں ہیں۔
کیا صفت اور فعل میں کچھ فرق نہیں ہے؟

اچھا مثال سنئے۔ کمہار نے مٹی سے گھڑا بنایا۔ اب سوامی جی کے ہی قول کے مطابق یوں ہوگا
کہ اُس گھڑے کا اپادان کارن (علت مادی) مٹی ہے اور سادھارن کارن (معمولی علت)
چاک اور ڈورا وغیرہ ہے اور نمت کارن (علت فاعلی) اس گھڑے کا کمہار ہے یا دوسرے
لفظوں میں یوں کہو کہ گھڑا بنانا ایک فعل ہے جسکا فاعل کمہار ہے اور مفعول گھڑا ہے۔

ناظرین! اس سے سوامی جی کو اتفاق ہے اور وہ یہ مانتے ہیں کہ اسیطرح اس تمام خلقت کا
فاعل (کمہار کی مانند) پرمیشور ہے اور یہ پرتکش خلقت مفعول ہے (نہ کہ صفت)
اور خلقت کا پیدا کرنا جو فعل ہے وہ اپنے فاعل (پرمیشور) میں موجود ہے۔

پس اب مقام غور ہے کہ جو کہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ جسطرح زمین کی صفتوں کا علم ہم اپنے حواس
کے ذریعہ پرتکش کرکے اس زمین موصوف کو بھی پرتکش کر لیتے ہیں اوسیطرح پرمیشور کے

صفتوں کو ہم اپنے حواس کے ذریعہ پرتکش کر سکتے ہیں پس بھلا کوئی صاحب ذرہ تبلادیں تو سہی کہ زمین کی صفتوں کو حواس کے ذریعہ پرتکش کرنیکے مانند ہم پرمیشور کی کن صفتوں کو کن حواس کے ذریعہ کسطرح پرتکش کر سکتے ہیں۔

پھر جب ہم اپنے حواس کے ذریعہ اسکی صفتون کو ہی پرتکش نہیں کر سکتے تو موصوف پرمیشور کو کسطرح پرتکش کر پاینگے۔

ہاں سوامی جی نے اس موقع پر موصوف پرمیشور کو پرتکش پرمان سے معلوم ہونا ثابت کرنیکے لیے اسکے افعال کو صفتیں قرار دے دی ہیں لیکن کوئی سمجھدار انسان کسی کے افعال کو اسکی صفتیں نہیں مان سکتا۔ کمہار نے گھڑا بنایا پس ظاہر ہے کہ گھڑا بنانا جو فعل ہے جسکا فاعل کمہار اور مفعول گھڑا ہے وہ فعل (گھڑا بنانا) کمہار کی صفت نہیں ہے۔

ہاں کمہار کی صفتوں میں سے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ گھڑا بنانے کی کاریگری سے واقف ہے لیکن گھڑا بنانا جاننا اور بات ہے اور گھڑا بنانا اور بات ہے اول الذکر اوس کمہار کی صفت ہے اور آخر الذکر اسکا فعل ہے پس فعل کو صفت قرار دے دینا عقلمندی سے بعید ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جسطرح گھڑے مفعول کو دیکھ کر اوسکے فاعل کمہار کے وجود کو ماننا پڑتا ہے (کہ کوئی بنانیوالا تھا جسنے گھڑے کو بنا دیا ہے) اسی طرح اس خلقت مفعول کو دیکھکر اسکے فاعل پرمیشور کے وجود کو تو بیشک مان لینا پڑتا ہے لیکن جسطرح گھڑے مفعول کو دیکھکر ہم اسکے فاعل کمہار کی صفتوں کا پرتکش نہیں کر پاتے (کیونکہ اوپر کے سوتر کے مطابق ہمیں اوس کمہار کی جن صفتوں کا علم اپنے حواس سے ہو سکتا وہ گھڑے میں موجود نہیں ہیں وجہ یہ کہ کمہار گھڑے کا صرف نمت کارن ہے یعنی وہ بذات خود گھڑے کی شکل میں تبدیل نہیں ہو گیا ہے جیسا کہ خود سوامی جی مانتے ہیں) اوسیطرح اس خلقت مفعول کو دیکھکر ہم اسکے فاعل پرمیشور کی صفتوں کا پرتکش نہیں کر پاتے البتہ جسطرح مفعول گھڑے کو دیکھکر ہم اپنے حواس کے ذریعہ اس گھڑے کی تمام صفتوں کا علم یقینی طور پر کر سکتے ہیں (یعنی اس گھڑے کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر سکتے ہیں۔ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں وغیرہ) اسی طرح ہم اس مفعول خلقت کی تمام صفتوں کا علم یقینی طور پر اپنے حواس کے ذریعہ کر سکتے ہیں چنانچہ گھڑے کی صفتوں کا علم حاصل کر لینے پر

جسطرح ہم اس گھڑے موصوف کو پرتکش کر لیتے ہیں اوسیطرح اس خلقت کی صفتوں کا علم حاصل کر لینے پر ہم اس خلقت موصوف کو تو پرتکش کر لیتے ہیں لیکن جسطرح گھڑے موصوف کی تمام صفتوں کا یقینی علم ہو جانے پر بھی ہم اوسکے فاعل کمہار کے صفتوں سے ہرگز ہرگز بھی واقف نہیں ہو سکتے اسیطرح اس خلقت مفعول کے فاعل پرمیشور کی صفتوں کا علم ہمیں اس خلقت کی تمام صفتوں کا یقینی علم ہو جانے پر بھی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ ہی پرمیشور کی صفات ہیں تو یوں سمجھنا چاہیے کہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کسی فعل کا کرنا اور بات ہی اور جاننا اور بات ہے۔

گھڑے کی صنعت و حکمت وغیرہ کمہار کی صفت کا ظہور ہے لیکن ہم گھڑے کو پرتکش کر کے اوسکے فاعل کمہار کی صفتون کو پرتکش تو ہرگز بھی نہیں کر پاتے۔ ہان ہمکو بیشک یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اس گھڑے کا جو بنانیوالا ہے وہ ایسا کاریگر ہے کہ اس گھڑے کو بنا سکا لیکن کیا کمہار کے بارہ میں صرف اسقدر رجان لینا کہ وہ گھڑے کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم رکھتا ہی اُس (کمہار) کی صفتوں کا پرتکش کر لینا کہا جا سکتا ہی کیا اوپر کے سوتر (یعنی حوالہ) کی یہی منشار ہے۔ اُس سوتر میں تو صاف طور پر کہہ دیا گیا ہی کہ ہم اپنے حواس کان آنکھ وغیرہ سے دیکھنے سننے وغیرہ کے ذریعہ جس شی کا علم حاصل کر لیویں اُسکا ہمیں پرتکش ہونا کہا جا سکتا ہے اور اگر ہم سوامی دیانند کی تشریح کو ہی تسلیم کر لیویں کہ صفتوں کا علم ہو جانی پر موصوف کا پرتکش ہونا مانا جا سکتا ہی تاہم بھی تو سوامی جی کا دعوی رد ہو جاتا ہے کہ پیدایش خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم حاصل کر کے ہم پرمیشور کا پرتکش کر لیتے ہیں۔

گھڑے کی تمام صفتوں اور اسکی صنعت و حکمت کا علم حاصل کر لینے پر جسطرح ہم کمہار کے وجود کو جاننے کے سوا اوسکے متعلق اور کچھ واقفیت نہیں حاصل کر پاتے اسیطرح اس خلقت کی صنعت و حکمت کا علم حاصل کر کے ہم یہ تو جان سکتے ہیں کہ اسکا بنانیوالا کوئی ہی جسے پرمیشور گاڈ یا خدا کہتے ہیں، اور یہ بھی ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ خلقت پیدا کرنے کا علم یا اس خلقت کی صنعت و حکمت وغیرہ کاریگری کا علم رکھنے کی ایک صنعت بھی اُسمیں ہے۔

لیکن ناظرین! کیا اتنے سے کہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے پرمیشور کی صفتوں کو پرتکش

کر لیا ہو کیسے تعجب کی بات ہے کہ سوامی جی مثال تو زمین کی دے رہے ہیں کہ جسطرح ہم زمین کی تمام صفتوں کو اپنے حواس سے محسوس کر کے (ان صفتوں کا علم حاصل کر لینے پر) اس موصوف زمین کو پرتکش کر لیتے ہیں لیکن پھر اس مثال کو پرمیشور پر نہ گھٹا کر گول مول کر کے ٹال دیتے ہیں بھلا کوئی آریہ صاحب بتلا دیں تو سہی کہ جسطرح ہم زمین کی صفتوں کو اپنے حواس آنکھہ کان وغیرہ سے محسوس کر رہے ہیں اسی طرح پرمیشور کے کسی ایک صفت کو بھی آجتک کسی نے کسی حواس یا دل و دماغ سے ہی محسوس

کر لیا ہو پھر بھلا یہ کہنا کہ پرمیشور کو ہم پرتکش کر سکتے ہیں سراسر زبردستی نہیں تو اور کیا ہے۔

ناظرین! پرمیشور کا پرتکش پرمان سے نہیں معلوم کرنا حسب منشا سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کا اس سے زیادہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ہم جسطرح گھڑے کی صنعت و حکمت کو دیکھکر کمہار کے وجود کا اقرار کرتے ہوئے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ وہ کمہار گھڑا بنانے کی صنعت و حکمت سے واقف ہے اوسیطرح خلقت کی صنعت و حکمت کو دیکھکر پرمیشور کے وجود کا یقین کرتے ہوئے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ وہ پرمیشور خلقت کو بنانے کی صنعت و حکمت والا ہے۔

لیکن کیا اسی کو پرتکش کرنا کہا جا سکتا ہے۔ اوپر کے سوتر سے تو صاف واضح ہو رہا ہے کہ پرتکش پرمان کی جو تعریف (ڈیفینیشن) گوتم مہاراج مصنف نیائے درشن کر رہے ہیں اوسکو مدنظر رکھکر کمہار کو پرتکش کر لینے کے یہ معنی ہیں کہ ہم آنکھہ سے اوسکی صورت دیکھہ لیویں کان سے اوسکی آواز سن لیویں جلد سے اسے چھو کر محسوس کر لیویں اور اس سے گفتگو کر کے معلوم کر لیویں کہ وہ ایک زندہ ذی روح انسان ہے۔ یا یوں سمجھیے کہ ہم اوسکو گھڑا بناتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیویں اور گھڑے کے متعلق وہ جن صنعت و حکمت وغیرہ کا علم رکھتا ہے انکو ہم اپنے علم کی تسلی کے لیے اس سے بذریعہ گفتگو معلوم کر لیویں یعنی یہ کہ وہ دراصل ان سب کاریگریوں سے واقف ہے یا نہیں وغیرہ وغیرہ کیونکہ بغیر ایسا کیے ہوئے سوتر کے پورے معنی کی تعمیل نہ ہونے سے ہم ہرگز بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کمہار کو پرتکش پرمان سے جان لیا ہے صرف اوسکے بنائے ہوئے گھڑے کو دیکھہ کر (بغیر اوسکو اپنے حواس سے محسوس کیے ہوئے) ہم ہرگز بھی ایسا نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے کمہار کا علم پرتکش کر لیا ہے۔ اسیطرح ناظرین پرمیشور کا علم بھی ہم ہرگز ہرگز پرتکش نہیں کر سکتے کیونکہ سوتر کے مطابق عمل کرنے کیلئے ہمارے کسی حواس کی وہاں تک پہونچ نہیں ہے۔

اب اگر یہ کہا جاوے کہ سوامی جی تو مانتے ہیں کہ کسی شے کو پرتیکش کرنیکے لیے صرف اوسکی صفتوں کا علم حاصل کرنا درکار ہے پس کچھ یہ ضرورت نہیں ہے کہ اس موصوف کمہار کو ہی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھہ لیویں تب ہی ہم اسکو پرتیکش کر پاویں۔ تو اسکا جواب یہ ہو کہ اچھا اس کمہار کی صفتوں ہی کا علم حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔ پھر بھی سوامی جی کا دعوی بے دلیل رد ہو جائیگا۔

اب کمہار کی صفتوں پر نظر دوڑائیے۔ جسطرح سوامی جی نے ذائقہ بو وغیرہ کا زمین میں ہونا اسکی صفتیں بتلائی ہیں اسیطرح ایک کمہار کی صفتیں یہ ہونگی کہ وہ ایک ذی روح انسان ہے وہ ہاتھ سے چاک گھوماتا ہے۔ وہ مٹی کو پانی میں گوندھتا ہے وہ ڈوری سے گھڑے کو کاٹتا ہے وہ ان گھڑوں کو باترتیب رکھتا چلا جاتا ہے وہ پزاوہ لگا کر انکو پکاتا ہے بعدہ خریداران سے قیمت لیکر فروخت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ اس کمہار کی صفتیں گھڑا بنانیکی متعلق ہوئیں۔ پس ظاہر ہے کہ ہم گھڑے کو دیکھکر یا گھڑے کی صفتوں کا علم حاصل کر کے اسے پرتیکش کر لینے پر بھی اس کمہار کی ان سب مذکرہ بالا اوصاف کو پرتیکش نہیں کر پاتے (چاہے خیال دوڑا لیویں کہ وہ گھڑے کا فاعل کمہار یوں کرتا ہوگا اور یوں کرتا ہوگا) اسیطرح ہم اس خلقت کو پرتیکش کر لینے پر بھی اور یہ تصور کر لینے پر بھی کہ اسکا فاعل پرمیشور اسکی صنعت و حکمت وغیرہ کاریگری کا علم رکھتا ہے اس پرمیشور کو پرتیکش ہرگز ہرگز بھی نہیں کر پاتے۔

ناظرین! سوامی جی فرماتے ہیں کہ کسی شے کی صفتون کا علم جب ہم اپنے حواس وغیرہ سے کر لیویں تو پھر اوس شے (موصوف) کو بغیر پرتیکش کئے ہوئے اسکا علم بعینہ ہو جاتا ہے لیکن ذرہ کوئی آریہ صاحب یہ تو بتلا دیں کہ **صفت اپنے موصوف سے علحدہ کب رہ سکتی ہے** ہم جب جس شے کی صفت کو محسوس کرنے لگیں گے تو کیا وہ موصوف بھی بذات خود محسوس نہ ہو جائیگی۔

واہ! یہ سوامی جی کا جان بوجھ کر لوگوں کو مغالطہ دینا ہیں تو اور کیا ہے۔ کیا سوامی دیانند جیسا عالم فاضل ایسی ادنی سی ادنی بات سے بھی کبھی ناواقف ہو سکتا تھا کہ صفت اپنے موصوف سے علحدہ نہیں رہ سکتی۔ مگر پھر بھی ہم انکی تحریر اس اصول موضوعہ کے خلاف پا رہے ہیں تو کیا اسکے سوا اور کچھہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سراسر جان بوجھہ کر دھوکا دیا جا رہا ہے

اور اگر ایسا نہیں ہے تو آریہ صاحبان ہماری بات کو رد کریں۔

اسبارہ میں ہم دوسری مثال نہ دے کر سوامی جی کی ہی پیش کردہ مثال کی پڑتال کرتے ہیں۔ سوامی جی نے زمین کی مثال دی ہے پس اگر ہم وہ تمام صفتیں زمین کی جنکا پرتکش اپنے حواس سے کر سکتے ہیں اس سے علحدہ کر دیویں تو ذرہ کوئی علم کمسٹری chemistry کے جاننے والے صاحب بتلاویں تو سہی کہ پھر زمین میں رہ ہی کیا جاتا ہے یعنی اگر ہم زمین میں سے اسکی صفتیں یعنی صورت ذائقہ اور بو کو علحدہ کر دیویں (بشرطیکہ ایسا کر سکتے ہوں) تو پھر بھلا وہاں باقی کیا رہ جائیگا اور پس یہ کہنا ہی غلط ہے کہ اگر ہم کسی شے کی صفتوں کا ہی پرتکش کر لیویں تو وہ موصوف بھی (جسکا پرتکش ہمنے نہیں کیا) پرتکش ہو جاتا ہے بلکہ دراصل تو یہ بات ہے کہ صفتیں اپنے موصوف سے علحدہ ہو ہی نہیں سکتیں اب اسی بات کو کمہار کی مثال پر گھٹائیے۔ ہمارے سامنے گھڑا موجود ہے گھڑے کو دیکھکر (یعنی اسکا علم یقین حاصل کر لینے پر) ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ اس مفعول کا فاعل ایک کمہار ہو گا لیکن ہم نے چونکہ اوس کمہار کی صفتوں کو پرتکش نہیں کر پایا (کیونکہ وہ صفتیں اپنے موصوف کمہار سے علحدہ نہیں ہیں) اسوجہ سے ہرگز بھی محض گھڑے کو پرتکش کر لینے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نے کمہار کو پرتکش کر لیا۔ ہاں گھڑے کی صنعت و حکمت کا جو قیاس ہم کو اس گھڑے کے دیکھنے سے ہو گا اور جو ہم یہ خیال کرینگے کہ اس گھڑے کا فاعل کمہار ہے منجملہ دیگر صفتوں کے ایک یہ صفت بھی ہو گی کہ وہ ایسا گھڑا بنانیکا فعل کر سکا یہ ہمارا قیاس ہرگز بھی یقینی علم (پرتکش پرمان) نہیں ہے کیونکہ ہم نے نہ تو اس کمہار موصوف اور نہ اسکی صفتوں کا علم اپنے حواس کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور سوتر کے مطابق جب تک ہم کسی شے کو (یا سوامی جی کے مرضی کے مطابق اسکی صفتوں کو) اپنے حواس وغیرہ سے محسوس کر کے یقینی علم نہ حاصل کر لیویں تب تک ہرگز ہرگز بھی پرتکش پرمان سے ہمیں اسکا علم حاصل ہونا نہیں کہا جا سکتا چنانچہ گھڑے کو دیکھکر جو کمہار کی صنعت و حکمت وغیرہ کا علم ہمکو ہوتا ہے وہ محض قیاسیہ علم ہے (جو کہ ایکطرح فرضی خیال پر مبنی ہے) پس وہ پرتکش پرمان کے اندر کیونکر آسکتا ہے۔ اسیطرح ہم اس خلقت کو پرتکش کر کے اسکی صنعت و حکمت سے یہ قیاس تو کر لیتے ہیں

کہ اسکے خالق پرمیشور کی صفتوں میں سے اس خلقت کی یہ صنعت وحکمت وغیرہ کر سکنا بھی ایک صفت ہوگی لیکن ہم چونکہ (پرمیشور) کی صفتوں کا (جو اپنے موصوف سے علحدہ نہیں ہی) علم اپنے حواس و دل وغیرہ سے ہرگز ہرگز بھی نہیں کر سکتے اسوجہ سے یہ کہنا محض نادانی ہے کہ ہم پرمیشور کا علم پرتیکش پرمان کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اور اگر بالفرض ہم سوامی جی کی اسبات کو تسلیم ہی کرلیویں کہ اس پرتیکش دنیا میں صنعت حکمت وغیرہ صفات کے پرتیکش کرنے سے (اُن کا موصوف) ایشور بھی پرتیکش ہے (یہ لکیر شدہ عبارت خاص سوامی جی کی ہے) تو چونکہ صفت اپنے موصوف سے علحدہ نہیں رہا کرتا پس اسکے صاف یہ معنی ہوجاوینگے کہ پرمیشور موصوف خود بخود اس پرتیکش دنیا کی شکل میں تبدیل ہوگیا ہی یا دوسرے الفاظ میں یون سمجھئے کہ وہ اس کائنات کا اوپادان کارن (علت مادی) ہے لیکن یہ بات سوامی جی کے سخت خلاف ہی پس آریونکو بلی سے بچیا چھوڑاتے ہوئے اونٹ گلے پڑ جاوینگا کیونکہ دنیا میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ صفات کا پرتیکش کرکے ہم اُس شے کا علم حاصل کرلیتے ہیں جنکا وہ زبان حال سے اظہار کر رہے ہوں (ورنہ پرتیکش نہ کہا جائیگا) مثلاً اگر کہا جاوے کہ گھڑے میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ صفات کے پرتیکش ہونے سے (اُن کا موصوف) کمہار بھی پرتیکش ہے تو ذرہ کوئی صاحب اسبات کو ثابت تو کریں کہ یہ کیسے ہو سکیگا یعنی یہ کہ گھڑے میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ صفات کا پرتیکش کسطرح ثابت کیا جاویگا اول تو سوال یہ ہی کہ وہ مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ کس کی صفات ہیں اگر (گھڑے کی حالت میں) وہ کمہار کی صفات ہیں تو سوال یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف سے علحدہ نہیں رہا کرتی چنانچہ کمہار کی صفت جو کہ صنعت وحکمت ہے وہ گھڑے میں کیونکر جا موجود ہوگئی۔

(واہ! پھر تو وہ گھڑا ہی کمہار ثابت ہوجائیگا شاباش) پس اگر کمہار موصوف کی صفت اُس سے علحدہ نہیں ہوسکتی تو یہ فقرہ ہی غلط ہے کہ گھڑے میں مخصوص صنعت وحکمت وغیرہ صفات کے پرتیکش سے انکا موصوف کمہار بھی پرتیکش ہے پس سوامی جی کا یہ فقرہ بھی

غلط ثابت ہوگیا کہ اس پرتیکش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کی پرتیکش سے انکا موصوف پرمیشور پرتیکش ہے۔ البتہ اسکے عیوض میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس پرتیکش دنیا میں مخصوص صنعت و حکمت وغیرہ صفات کے قیاس (انومان) سے اسکی خالق پرمیشور کے وجود کا ثبوت ہے۔

لیکن پرتیکش پرمان سے پرمیشور موصوف یا اسکی صفتوں کا علم ہم ہرگز ہرگز بھی نہیں حاصل کر سکتے۔

ناظرین! اور تو جیسا تیسا خود سوامی جی کے چیلا انکی اس رائے سے متفق نہیں ہیں یعنی پنڈت تلسی رام صاحب اپنی کتاب بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۲۱۵ سطر ۱۳ پر حسب ذیل فرما رہے ہیں۔

ایشور پانچ حواس کا وشے (مفعول یا مضمون) نہیں ہے اسلئے ایشور کے بارہ میں پرتیکش لفظ کی مراد نیا درشن کے پرتیکش سے نہیں ملسکتا اور جو نیا درشن کے اس इन्द्रियार्थ ٥٠ سوتر میں (یہ وہی سوتر ہے جسکا یہاں ذکر ہے) کہا گیا ہے کہ حواس سے محسوس کر لینے پر جو علم ہوتا ہے وہ پرتیکش ہے وہاں بھی پانچوں حواس میں سے کسی ایک کے ذریعہ بھی محسوس کر لینے کو پرتیکش مانا ہے یعنی کوئی شے آنکھہ کا وشے (شکل وغیرہ) نہ ہو اور کان کا وشے (آواز) ہو تو وہ بھی پرتیکش کہا جاتا ہے

اب کہیے ناظرین کیا اوپر کے اس اقتباس میں آریہ سماجی معزز پنڈت تلسی رام صاحب سوامی جی کی رائے کی صاف اور کھلے الفاظ میں تردید نہیں کر رہے ہیں اب بھی جو متعصب آریہ صاحبان نہ مانیں تو لاچاری ہے۔

اور یہی بات ہم اونپشدوں میں پاتے ہیں جسکے بالکل ہی بالکل برعکس سوامی جی کی تعلیم ہے لیکن اگر کسی آریہ سماجی کو یہ دعوی ہے کہ سوامی جی کی رائے صحیح ہے تو انکے منظور کردہ دس اونپشدوں میں سے وہ سوامی جی کی اس رای کی شہادت میں صرف ایک ہی پرمان (حوالہ) نکال کر پیش کر دیویں جسمیں صاف یہ لکھا ہو کہ:۔

پرمیشور کا علم ہم پرتیکش प्रत्यक्ष پرمان سے حاصل کر سکتے ہیں

(یا یہی لکھا ہو کہ) کہ پرمیشور کی صفتوں کو ہم اپنے حواس کے ذریعہ پرتیکش کر سکتے ہیں۔ ہمارا دعوی ہے کہ سوامی جی کے منظور کردہ دس مستند اونپشدوں میں ایسا فقرہ ہرگز ہرگز بھی نہیں مل سکتا اور اگر کوئی صاحب تلاش کر دیویں تو انکو مبلغ **ایک ۱۰۰ سو روپیہ انعام دیا جاویگا**

(بقیہ شرائط انعام کے لیے دیکھو صفحہ ۲۳۷۔)

اور اوپنشدوں کی ہی حوالہ جات پر زور اسلئے دیا جاتا ہی کہ علم الہی یعنی برہم ودیا کیلیے سنسکرت میں صرف اوپنشدیں ہی مخصوص سمجھی گئی ہیں اور سوامی جی نے دس اوپنشدوں کو مستند بھی تسلیم کرلیا ہے ۔

اب ہم سوامی جی کی رائے کے خلاف چند حوالہ جات اوپنشدوں سے نکال کر درج کیے دیتے ہیں جن سے معلوم ہوجائیگا کہ سوامی جی سراسر اُن بزرگ عالم فاضل رشی مہرشیوں کی تعلیم سے بالکل برعکس ہدایت کر رہے ہیں لیکن تعجب بھی متعصب آریہ صاحبان بجائے اسکے کہ سوامی دیانند کی غلطیونکو مشتہر کرتے اولٹا ان کو ہی رشی مہرشی کا خطاب دے رہے ہیں ۔

اب کین اوپنشد کے دوسرے کھنڈ سے منتر (تیسرے سے آٹھویں تک) ذیل میں معہ لفظی ترجمہ نقل کیے جاتے ہیں :- وہو ہذا

न तत्र चक्षुर्गच्छति न वाग्गच्छति नो मनो न वि-
-द्मो न विजानीमो यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदिता-
-दथो अविदितादधि । इति शुश्रुम पूर्वेषां ये नस्तद्व्या-
-चचक्षिरे ॥ केनोप॰ खं॰२ मं॰३ ॥

न[3] तत्र[1] चक्षुः[2] गच्छति[4] न[6] वाक्[5] गच्छति[7] न[9] मनः[8] न[10]
विद्मः[11] न[12] विजानीमः[13] यथा[14] एतत्[15] अनुशिष्यात्[16] अन्यत्[19] एव[20]
तत्[17] विदितात्[18] अथो[21] अविदितात्[22] अधि[23] । इति[24] शुश्रुम[25] पूर्वेषां[26][27]
ये[28] नः[28] तत्[29] व्याचचक्षिरे[30] ॥

ارتھ :- (۱) وہاں (پرمیشور تک) (۲) آنکھیں (۳) نہیں (۴) جاسکیں (یعنی اوسکو دیکھ نہیں سکتیں) (۵) آواز (۶) نہیں (۷) پہونچ سکتا (۸) من (دل یا دماغ یعنی خیال غور و خوض کرنیوالا عضو) (۹) نہیں (پہونچ سکتا) (۱۰-۱۱) نہ ہم (اوسکو) جانتے ہیں (۱۲-۱۳) نہ (دوسروں کو) بتلا سکتے ہیں (یعنی جب ہم خود ہی نہیں جانتے تو دوسروں کو کسطرح بتلاویں) (۱۴) کہ کسطرح پر (۱۵) اسکے بارہ میں (۱۶) شکشا (تعلیم) کریں (یعنی ہم کن الفاظ میں اوس علم الہی کو ادا کریں) (۱۷) کیونکہ وہ (۱۸) ظاہر (اشیاء)

سے (١٩-٢٠) علحدہ ہی ہے (٢١) اور (٢٢-٢٣) باطنی (اشیار) سے بھی (علحدہ ہی) (٢٤) اس بات کو (٢٥) قدیم بزرگوں سے (٢٦) ہم نے سُنا ہی (٢٧) جو لوگ کہ (٢٨) ہم لوگونکو (٢٩) اوسکے بارہ میں (٣٠) اوپدیش (تعلیم) کیا کرتے تھے۔

यद्वाचानभ्युदितं येन वागभ्युद्यते । तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ४ ॥

यत् वाचा न अभ्युदितं येन वाक् अभ्युद्यते, तत् एव ब्रह्म त्वं विद्धि न इदं यत् इदं उपासते ॥

ارتھ (١) جو (٣) آواز سے (٣) نہیں معلوم ہو سکتا (٤) لیکن جس سے (٥) آواز (٦) معلوم کر لی گئی ہے (یعنی جو اُن تمام آوازون کا بخوبی علم رکہتا ہی جو ہم بولا کرتے ہیں بلکہ جنکو ہم زبان کے باہر نہ نکال کر دل ہی دل میں بولتے ہیں انکو بھی وہ پرمیشور جانتا ہی) (٧) اوسی ہی کو (٨) تو (٩) برہم (١٠) جان (١١) اور اسکو مت (برہم جان) (١٢) جس (١٣) اس (مادّی اشیار فانی) کی (١٤) تو پرستش کرتا ہی (یعنی اِن دنیاوی اشیار میں دل نہ لگا کیونکہ یہ برہم نہیں ہے)

यन्मनसा न मनुते येनाहुर्मनो मतम् तदेव ब्रह्म त्वं विद्धि नेदं यदिदमुपासते ॥ ५ ॥ यच्चक्षुषा न पश्यति येन चक्षूंषि पश्यति । तदेव० ॥ ६ ॥ यच्छ्रोत्रेण न शृणोति येन श्रोत्रमिदं श्रुतम् । तदेव० ॥ ७ ॥ यत्प्राणेन न प्राणिति येन प्राणः प्रणीयते तदेव ब्रह्म त्वं० ॥ ८ ॥

منتر نمبر ٥-٦-٧-٨ کا ایک ساتھ ترجمہ درج کیا جاتا ہی۔

यत् मनसा न मनुते येन आहुः मनः मतम् । तत् एव ब्रह्म त्वं विद्धि न इदम् यत् इदम् उपासते ॥ ५ ॥

यत् चक्षुषा न पश्यति येन चक्षूंषि पश्यति । तत् एव० ॥ ६ ॥

यत् श्रोत्रेण न शृणोति येन श्रोत्रम् इदं श्रुतम्। तत् एव ब्रह्म०॥ ७॥

यत् प्राणेन न प्राणिति येन प्राणः प्रणीयते। तत् एव ब्रह्म०॥ ८॥

(۱) جو (۲) من (دل و دماغ) سے (۳-۴) غور وخوض وغیرہ کے ذریعہ نہیں معلوم ہوسکتا (۵) (لیکن) جس سے (۶) (یہ) من (۷) سمجھ لیا گیا (یعنی اسکے غور وخوض وغیرہ افعال کے اندرونی تہ میں بھی اوس برہم کی موجودگی) (۸) کہا گیا ہی)۔ (۹) اوس ہی کو (۱۰) تو (۱۱) برہم (۱۲) جان (۱۳) مت اسکو (برہم سمجھہ) (۱۴) جب (۱۵) اس (دنیاوی اشیا مادی) کی (۱۶) تو پرستش کرتا ہے :—

(۱) جو (۲) آنکھوں سے (۳-۴) نہیں دیکھا جاسکتا (۵) لیکن جس سے (۶) آنکھیں (۷) دیکھی گئی ہیں (کیونکہ وہ ان آنکھوں کے اندر ہی موجود ہے۔) یا جو آنکھوں سے دیکھی جانیوالی اشیا کو پہلے سے ہی دیکھے ہوئے ہی (۸) اوسیکو تو برہم . . . . الیفا۔ (آگے وہ ہی عبارت دوہرالو)۔

(۱) جو (۲) کانوں سے (۳-۴) نہیں سنا جاتا (یعنی جسکی آواز ہم اپنے کانوں سے نہیں سُن پاتے یا جو بذات خود کوئی آواز نہیں ہے کہ ہم اوسے سُن لیویں) (۵) لیکن جس سے (۶) یہ (۷) کان (۸) سنے گئے ہیں (یعنی ان کانوں میں جو آوازیں آتی ہیں اُن آوازوں کو اُس برہم نے ہمارے سننے سے قبل ہی سُن لیا ہوا ہی یا یہ کہ وہ اِن کانوں کے اندرونی سے اندرونی پردوں کے بھی اندر موجود ہے) (۹) اوسکو تو برہم . . . . . الیفا۔

(۱) جو (۲) پرانوں یعنی سانس سے (بذریعہ ناک کے) (۳-۴) (دم لینے کے مانند) نہیں کھینچا جاسکتا (یا ناک سے جسطرح ہم خوشبو بدبو کو معلوم کر لیتے ہیں اسطرح اوس برہم کو ناک سے نہیں معلوم کرسکتے کیونکہ وہ سانس یا خوشبو بدبو کی مانند کوئی شئے نہیں ہے)۔

(۵) (لیکن) جس سے (۶) یہ پران یا سانس (۷) کینچ لیا گیا ہی (یعنی جو اس ہوا کے اندر اوس خوشبو بدبو کے اندر بھی موجود ہے جس سے ہم دم لیتے ہیں اور وہ برہم ہماری ناک کے اندر بھی موجود ہے)

(۸) اوس ہی کو تو برہم ۔۔۔۔۔۔۔ ایضاً

ناظرین! یہ کین اوپنشد کے منتر ہیں۔ اگرچہ ایسے حوالہ جات اوپنشدوں میں بے شمار پائے جاتے ہیں لیکن بوجہ طوالت ہم صرف انہیں پر قناعت کرتے ہیں۔ اور ہمیں یہی تعلیم قرآن شریف میں بھی ملتی ہے چنانچہ حسب ذیل آیت ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

ترجمہ نظریں تو اسکو معلوم کر نہیں سکتیں اور نظروں کو وہ خوب جانتا ہی اور خود تم میں تو کیا تم کو سوجھ نہیں پڑتا

واضح ہو کہ کہیں اوپر کے منتروں کو دیکھ کر کسی صاحب کو یہ شک نہ پیدا ہو جاوے کہ اگر ہماری آواز (دعا وغیرہ) اوس برہم تک نہیں پہونچ سکتی اور نہ ہم غور وخوض وغیرہ کے ذریعہ بھی اوسے معلوم کر سکتے ہیں تو پھر ہماری عبادت وبندگی وغیرہ کرنا فضول ہی ہو گا۔ نہیں یہ بات ہرگز نہیں ہے چونکہ یہ بحث ہمارے مضمون سے باہر ہے اسوجہ سے ہم اسپر بیان کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ بذات خود ایک پورا مضمون ہے مگر اسقدر بیان کر دینا ضروری ہے کہ ان منتروں میں یہ بتلایا گیا کہ حسب قول سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے اگر چاہیں کہ اوس برہم کو اپنے ان حواس سے پرتیکش کر لیویں (یعنی اوسکا یقینی علم کر لیویں۔) یا کوئی ناستک یعنی دہریہ اگر یہ کہنے لگ جاوی کہ ہمکو پرتیکش طور پر دکھلاؤ کہ پرمیشور کیسا ہی تو ہم اوسے مانیں گے ورنہ نہیں تو رشی یعنی مصنف کین اوپنشد ان منتروں کے ذریعہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہم اوس پربرہم پرمیشور کو ان اعضاء جسمانی کے ذریعہ ہرگز بھی نہیں معلوم کر سکتے اور پس پرتیکش پرمان سے اوسکا علم یا اوس موصوف کی صفتوں کا علم (چونکہ صفتیں اپنے موصوف سے علحدہ نہیں رہا کرتیں) ہم نہیں حاصل کر سکتے۔

ناظرین! آپ یہ سنکر نہایت تعجب کریں گے کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج خود ہی اپنی اس تحریر کی تردید کر گئے ہیں جن آریہ صاحبان کو میری اس بات پر یقین نہ ہو وہ اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۶ سوال نمبر

سطر ۱۱ و اس سے آگے کی عبارت کو ملاحظہ فرماویں جہاں حسب ذیل تحریر بھی موجود ہے

دو۔ **سوال** ईश्वरासिद्धेः। सां० १।९२

(وغیرہ کئی سوتر سانکھیہ شاستر کے معترض نے پیش کیے ہیں جنکو آگے کی عبارت یوں ہے)

ثبوت ایسے ایشور کا جسپر کہ **پرتیکش** (ثبوت احساس) عاید کیا جاسکے

حاصل نہیں (سانکھیہ درشن ۱-۹۲)۔ ....

جواب (از جانب سوامی جی) اس جگہہ مراد یہ ہے کہ

ایشور کے ثابت کرنے میں پرتیکش پرمان (ثبوت احساس) نہیں عاید ہوتا۔

کہیے ناظرین! اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل کسی دعوے کی تردید کیلیے درکار ہے کہ خود مدعی اپنا دعوی واپس لے لیوے۔ یا دوسری الفاظ میں یوں سمجھیے کہ سوامی جی خود اپنی اوس تحریر (مضمون زیر بحث) سے اوپر کا فقرہ بالکل متضاد لکھ رہے ہیں۔

پس کیسے تعجب کی بات ہے کہ سوامی جی کو کم از کم اگلا پچھلا مضمون بھی یاد نہیں رہا کرتا کہ وہ پہلے کیا کہہ چکے ہیں اور اب صاف اوسکے خلاف فرما رہے ہیں۔

اگر اب بھی ہمارے متعصب آریہ صاحبان نہ مانیں کہ سوامی دیانند کی تصانیف میں غلطیوں کی بھرمار ہے اور ان سے کنارہ کشی اختیار کیے بغیر انکا کلیان (بھلائی) نہیں ہے تو لاچاری ہے۔

ناظرین! آئیے ہم آپ مل کر اوس مذکورہ بالا صفتوں سے موصوف پر برہم پرمیشور سے دعا مانگیں کہ وہ ہمارے آریہ بھائیوں کو ایسی عقل عطا کرے کہ وہ گو سوامی دیانند کی غلطیوں کے پیچھے چل کر گمراہ نہ ہوں۔ بلکہ غلطیوں کو ترک

کر کے سچائی کو قبول کریں ۔

ओ३म् सह नाववतु सह नौ भुनक्तु सह वीर्य्यं करवावहै ।
तेजस्विनावधीतमस्तु मा विद्विषावहै "१"

اے پربرہم پرماتمن! ہم لوگوں کی ساتھ ساتھ حفاظت کیجئے ۔
عیش و آرام کا سامان ساتھ ہی ساتھ دیجئے ۔ طاقت دیجئے ۔ تیج (جاہ وجلال)
والا کیجئے اور ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بغض و دشمنی نہ کریں ایسی
مہربانی ہم پر کیجئے تاکہ ہم آپ کی خاص طاقتوں کو حاصل کر کے تعصب ہٹھ دھرمی
اور بغض وغیرہ کو ترک کر کے آپس میں محبت سے برتاؤ کرتے ہوئے سچائی کو
قبول کریں اور غلطیوں کو ترک کریں ۔ اتی اوم شانتہ ۔
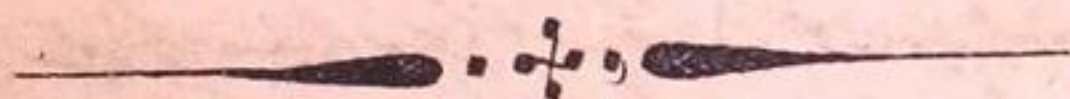
اوتار کی فلاسفی معہ معجزات و کرامات

آریہ صاحبان اوتار کے قایل نہیں ہیں اور جو کہ سناتنی ہندو صاحبان یہ مانتے ہیں کہ انکے دیوتاؤں میں سے وشنوجی نے ۲۴ مرتبہ اس دنیا میں خاص جسم حاصل کر کے اپنے معجزات و کرامات عوام پر روشن کئے ہیں لیکن ان باتوں کی آریہ سماج بڑے پُر زور الفاظ میں کھنڈن کرتی ہے۔

اس بارہ میں بحث کرنے سے قبل ہم ایک کتاب سے کچھ عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین کو معلوم ہو جاویگا کہ جہاں آریہ صاحبان ہندوں کے اوتاروں کو خوب کھری کھری سناتے ہیں وہاں وہ خود اس فکر میں غلطاں نظر آتے ہیں کہ کسیطرح سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کو بھی اوتار ثابت کر دکھالیں۔

یہ کتاب بابو برج ناتھ صاحب بی۔اے کی تصنیف کردہ ہے انہوں نے دہلی دربار کے موقع پر اسے تقسیم کرانیکے لئے آریہ پرتی ندھی سبھا ممالک متحدہ آگرہ او اودھ کے ذریعہ شایع کرایا تھا اسکا نام ہی آریہ سماج کیا ہے۔ یہ کتاب ہندی میں ہے پس ہم نے اردو میں الفاظ تبدیل کر دئیے ہیں

وھو ہذا:—

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।
अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्॥

भगवद्गीता ४—७॥

"یہ بھگوت گیتا چوتھی ادھیا کا ساتواں شلوک ہے اسکا ارتھ یہ ہے کہ اے ارجن جب جب دھرم کی تنزلی ہو جاتی ہے تب تب ادھرم کو جڑ سے اوکھاڑنیکے لئے پرمیشور مکت جیووں (نجات یافتہ لوگوں) کو پیدا کرتا ہے۔

نوٹ (واضح ہو کہ مصنف نے اس شلوک کا صحیح ترجمہ نہ ظاہر کر کے عوام کو بڑا بھاری مغالطہ دیا ہے لکیر شدہ عبارت قابل غور ہے۔ آگے اسپر بحث ہوگی)۔

نہایت تاریکی کے زمانہ میں آریہ سماج کے بانی کا شبھ اگمن (مبارک آمد) ایک ایشور ریہ نیم (خدائی قانون کا قاعدہ) تھا ۔

جسوقت احاطہ بمبئی اور ممالک متحدہ آگرہ واودھ کے پاک و نیک (دل خوش کن) ابرج بھومی یعنی متھرا میں ایک فرقہ کے آچاریوں (بزرگوں) نے اپنی حیوانی ناشائستگی اور بدچلنی وغیرہ سے اپنے فرقہ کو کلنک لگائی ہوئے اور اپنے بھولے بھالے چیلوں سے بشواس گھات (اعتبار جماکر دغا بازی) کرتے ہوئے سیکڑوں نہیں نہیں ہزاروں نیک چلن سادہ دل نشکپٹ (جنکے دل میں کوئی فریب نہیں ہے ایسی) پاک لڑکیوں کا جنھوں نے اپنے خاوند کے گھر کو دیکھا تک بھی نہیں تھا پتی برت دھرم (خاوند کی اطاعت اور عصمت کی حفاظت) بگاڑنا شروع کردیا اوس ہی وقت ایک مہرشی پرمیشور کا پیارا لڑکا اپنی ماں کی گود میں پل رہا تھا جسوقت بنگال کے تعلیم یافتہ سوسائٹی میں ویدوں سے خلاف افعال کا عمل زور شور سے ہو رہا تھا اور وہاں کی زرخیز زمیں اور گھنے جنگل و ہرے بھرے سبزہ زار اور پاک دریاؤں کا پانی وغیرہ خوفناک کالی کو خوش کرنیکے لیے جانوروں کے خون کے لال رنگ سے رنگے ہوئے ایک عجیب نظارہ دکھلا رہے تھے اور جگناتھ کا مندر سمندر کے کنارہ پر کھڑا ہوا اوسکے تیز لہروں کی پرواہ نکرتا ہوا اپنے ناشائستہ شکل اور کرتوت سے لوگوں کی آتماؤں (روحوں) کو وام مارگ کے نفرت دلانیوالے اوپدیش دے رہا تھا اُس ہی وقت وہاں کی پشاچ سرشٹی (شیطانی خلقت) کو بھر سے دیوتا (فرشتہ) بنانیکے لیے اور اون راکشسوں کے گھروں کو دیوتاؤں کا مکان بنانیکے لیے اور اُس ناپاک زمین کو رشی بھومی بنانے کیلئے ایک بچہ مہاتما اپنے باپ کے گھر میں تعلیم پا رہا تھا جس وقت مدراس اور دوسرے احاطوں میں جھوٹی جھوٹی گایتری منتر بنا کر اونکے ذریعہ یا خوبصورت نوعمر لڑکیوں کے ذریعہ دل لبھا کر یا قحط زدہ لوگوں کو اور پرانوں کی کہانیوں و اوپدیشوں سے دیا کل آتماؤں کو پادری لوگ ویدک دھرم سے چھینے چلے جاتے تھے اوس ہی وقت نربدا کے کنارہ پر ایک عابد براہمن اپنے باپ کی دولت کو لات مار کر اپنے آتما کی خوشی کیلئے ادھر اودھر بھٹک رہا تھا جسوقت کہ ایک طرف بہت لوگ وسطی اور مغربی ہند میں محمد کے جھنڈے کے نیچے آچکے تھے اور دوسری طرف مغربی عالموں کی سائنس اور فلاسفی کے سامنے ہمارے عالم لوگ سر جھکا کر منکر خدا، مادہ پرست، ہکسلے، ٹنڈل اور بریڈلا کے چیلے بنتے چلے جاتے تھے

اوس ہی وقت وہ ہمالہ کے کندرا (کھوہ) میں بیٹھا ہوا یا پہاڑ کی چوٹی پر آسن مارے ہوئے پرمیشور کے پریم (عشق) اور آرادھنا (یاد الٰہی) میں مگن ۔ گوتم کپل کناد پتنجل ویاس بششٹ یا رام کرشن بھیشم اور بدر جیسے آریہ نسل بنانے کی تدابیر سوچ رہا تھا جسوقت کہ کاشی (بنارس) کے پنڈت سبھا غرور کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے

स्त्रीशूद्रौ नाधीयातामिति श्रुतेः॥

عورتوں اور شودروں کو نہ پڑھانا چاہیے اس بات کا واعظ کرتے ہوئے ویدوں پر بالکل ہی اپنا قبضہ کر رہے تھے اور جسوقت کہ ویدوں کے نام پر بڑے بڑے تیرتھ کے مقامات زناکاری اور شراب خواری کے مرکز بنے ہوئے تھے اوس ہی وقت ایک ڈنڈی سنیاسی ایک اندھے بڈھے ڈنڈی سنیاسی کے پاس ان سب خرابیوں کو چکناچور کر دینے اور ویدوں کی روشنی ظاہر کرنے کے لئے ویدوں کی تعلیم پا رہے تھے ۔

کیوں نہ ہو اخلقت کی پتا (باپ) پرماتما کب اس بات کو دیکھ سکتے تھے کہ لوگ انکے گیان (علم) کو بھول جاویں اور کھوٹے راستہ پر چلتے رہیں ۔ یہ انہیں کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ جب جب دھرم کی کمی ہوتی ہے تو پرماتما مکت جیوں (نجات یافتوں) کو زمین پر اسے گناہوں کے بوجھ سے ہلکا کرنے کے لئے بھیجا کرتے ہیں اُس ہی قانون کے مطابق آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند ویدوں کا لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے اوس زمانہ میں آئے جبکہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی ۔،،

ناظرین ! اب بتلایے کیا اوپر کے مضمون میں (جو کہ ایک گریجویٹ آریہ صاحب کی مصنفہ کتاب میں ہے اور وہ کتاب بھی آریہ پرتی ندھی سبھا کی جانب سے شایع ہوئی ہے پس وہ قابل اعتبار ہو سکتی ہے) یہ نہیں ثابت کیا جارہا ہے کہ سوامی دیانند اوتار تھے ۔ ہاں لفظا اوتار نہ کہا مکت جیو کہہ دیا ۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے یہ تو لفظی تفرقہ ہے ہم اپنے ٹانگھن کو شیر کہا کرتے ہیں ۔ اسی طرح اپنے چھوٹے بچوں کے بیسیوں نام پیار کے رکھا کرتے ہیں اپنے کسی معشوق کی تعریف میں لغات کے سارے اُن لفظوں کو جنکو ہم اچھا سمجھتے ہیں استعمال کر ڈالتے ہیں غرضکہ لفظوں سے کوئی بحث نہیں ہے لفظ کوئی ہی استعمال کر لئے جاویں ۔ اس سے بحث نہیں بلکہ ہمارے اُن لفظوں سے ظاہر کیے جانے والی شی کی مراد لینی چاہیے زید کو اوسکا بھتیجا چچا کہہ کر پکارتا ہے اوسکا بھانجا ماما کہتا ہے اوسکا بیٹا اوسے باپ کہتا ہے اوسکا پوتا اوسے دادا کہتا ہے اسکا ناتی اوسے نانا کہتا ہے تو ہم یہی فیصلہ کیا کرتے ہیں کہ ہم اُسکو

مسٹر زید ہی کہہ کر پکارینگے باوجودیکہ وہی شخص چچا ماما نانا دادا وغیرہ الفاظ سے پکارا جاتا ہی اسیطرح چاہی آریہ صاحبان مکمت پرش کہہ لیوین مسلمان صاحبان فرشتہ پیغمبر اور رسول کہہ لیویں عیسائی صاحبان کامل انسان اور کامل خدا کہہ لیویں۔ اور سناتنی ہندو صاحبان اوتار کہہ لیوین۔ ان لفظی تفرقوں کو نظرانداز کر کے ہمیں اسوقت اس بات پر غور کرنا ہی کہ آیا اوتار کی فلاسفی کیا ہی اور دہرم پر کیا اثر رکھتی ہے اور اسکی حقیقت کیا ہی۔

مقام غور ہے کہ جس دیانندی مردم پرستی کو جڑ پیڑ سے اوکھاڑ چاہا اور اوتاروں کے کھنڈن کا پڑ باندہ دیا اُسی کو آریہ صاحبان اب اوتار ثابت کرنے یا اوتار نہ سہی مکمت پرش ظاہر کرنیکے لیئے پریشان نظر آتے ہیں۔

ناظرین! ہمیں کچھہ ایسے نشانات بھی دکھلائی دیتے ہیں کہ کسی دن سوامی دیانند کا بت اُسیطرح پوجا جانے لگے گا جیسا کہ مہاتما بدھ کی مختلف حالتوں (سوئے بیٹھے کھڑے وغیرہ حالت) کی مورتیاں سنو ستو گر کی لمبی چوڑی بنائی جا کر پوجی جا رہی ہیں۔ اور ان باتوں کو دیکھکر ہم ضرور یقین کرنیکے لیئے وجوہات رکھتے ہیں کہ آریہ صاحبان تمام دنیا کے مذاہب کو صلواتیں سناتے ہوئے خود جس گہرے خندق میں گر رہے ہیں اُسکا انہیں خود پتہ نہیں ہے۔ ہم یہانپر اپنی اس رای کی تائید میں اخبار پرکاش مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء کالم ۲ سطر ۱۲ سے حسب ذیل عبارت نقل کرتے ہیں۔ وہو ہذا

"وہ آریہ سماج بھی بدنصیبی سے اسی مرض کا شکار ہو چلا ہی۔ براہمن گرنتھوں کھشٹ رشی وغیرہ پر بحث کو کہا جاوے تو ہم کہتے ہیں نہیں ہمارا دھرم ایشوری ہی وید پر بحث ہوگی لیکن ستیارتھ پرکاش کی بابت کوئی بھائی ایسا نہیں کہتے بلکہ عموماً اسکو اسطرح سچا کرنے بیٹھے ہیں گویا وہ الہامی کتاب ہے پچھلے تمام رشیوں سے بڑہ کر ہم سوامی دیانند جی کا پکش کرتے ہیں وکے جاتی پر .... اوروں کے تیوہاروں کے مقابلہ میں یہاں بھی تیوہار چل رہے ہیں ... اور ہندو گو مورتیاں رکھنے یا پوجنے سے ملزم تھے مگر ہم اب خود بھی وہی بنیاد رکھتے جاتے ہیں شوک بے اصولا پن اور خودغرضی نے کیا رنگ چڑہایا مردم پرست نہیں بت پرست سینکار یادگار کے بہانے سوامی جی کی تصویریں قسم قسم کی تیار کر رہے ہیں اور دوکانداروں کی آمدنی کا ذریعہ نکل آیا ہی ... بعینہ وہی نقشہ کاغذوں پر تو یہاں بھی آگیا کہ درمیان سوامی جی اور گرد اگرد دس بارہ گرو کہیں کاغذوں پر تصویریں ہیں اور کہیں بتوں

پر کہیں کوئی دیانند دیانند ہر وقت کہتا ہوا سنا جاتا ہے ۔ ...... ایک جگہہ
میں نے ایک بھائی کی نسبت سنا کہ وہ صبح سوامی جی کی تصویر کو اٹھتے ہی دیکھتا ہے اور تب مبارک
فال سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو رام کرشن کی تصویر کو جانتے تھے معمولی لوگوں کا ذکر کیا ہمارے سنٹرل سماج
لاہور کے سالانہ جلسہ پر نہایت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ سوامی جی کی بڑی تصویر عمدہ موقعہ پر
(چنانچہ بڑے دروازہ پر) لگائی جاتی ہے یہی حال اور جگہوں کا ہے ۔ بالکل کم عقل ممبر کسی طرف جس شردھا
(اعتقاد) سے دیکھتے ہیں اسکا اندازہ تجربہ کار ہی لگا سکتے ہیں ناواقف لوگ گزرتے ہوئے پوچھتے ہیں
کیوں جی یہ مہاراج کون ہیں (جواب) یہ وہ دیانند جی مہاراج ہیں بھائی ! انھوں نے یہ پنتھ چلایا
(پھلا سر جھکا کر) دھن ہی مہاراج ! واہ واہ جی یہ بڑے پرتاپ والے ہوئے ہیں ۔ دیکھو انکا کتنا
پنتھ چلا کئی یوں ہی سر جھکا دیتے ہیں یہ سمجھہ کر کہ کوئی سنت ہی ہیں ۔
آریہ بھائیو اچلائے یہ یادگار کیا کچھہ کام کر رہی ہے ۔ کیا آپکو پتہ نہیں کہ مذہبی آدمیوں کی تصویریں آخر کیا
نتیجہ لاتی ہیں ...... دیکھئے سماجیں جہاں نمائشی سامان ہیں پھولوں کی قطاریں دیواروں پر لگاتی
ہیں کئی جگہہ سوامی جی کی تصویر کے ساتھ یا گرد قطار دوہری کر دیتے ہیں ۔
اب فرمائیے آپکو کدہر اسکا رخ بدلتا نظر آتا ہے اسی تذکرہ میں ایک بھائی نے مجھکو ایک بار کہا دیکھو جی
ہمارے سوامی جی کی تصویر کیا مسلمانوں کی قبروں سے بھی خراب ہے ؟
اگر اسکو نمسکار ہو جاوے تو ہرج کیا ؟ اسی وقت خیال آیا کہ براہمنوں نے جینوں سے جو ضد کر کے
بت پرستی چلائی تو کوئی نرالی غلطی نہیں کہائی ۔ ......
اے با اصول آریو ! آپکا وہ جوش اور الوالعزمی کہاں ہے ۔ کیا یہ نظارہ ہماری اوٹھتی
ہوئی امید و نیز پانی پھیرنیکا سامان نہیں ؟ افسوس ! رشی کا پریم شیتھل ہونے لگا ۔ رشی دیانند
بیشک تو دھن کا پکا تہا تو نے اپنے علاقے اپنی گانوں ہاں ماں باپ اور رشتہ داران کا نام
تک نہ بتلایا تو نے جسم کا نشان تک نہ رہنے دیا ۔ تاکید کی کہ مرنے کی بعد ہڈیاں بھی کسی کھیت میں
ڈالی جا نہیں سکیں .... آ دیکھہ لے ! انہیں تمام مشکلوں کو دور کر کے ہم نے جوں توں بھائی
بت پرستی کا راستہ نکال ہی لیا ہے ۔ اور اپنی موروثی جہالت کو نہیں چھوڑا نہیں چھوڑا ..... کہاں
تو ہندؤں کو طعنے دیتے تھے کہ جیور سے مورتیاں منگواتے ہیں اور کہاں خود نئی تہذیب کے لباس میں

ولایت تک ہو بجنے لگے ہیں ... کبھی تو فخر سے دیانندی بننے لگے ہیں"

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا کہ سوامی دیانند کو نہ صرف اوتار کے مانند یعنی مکت پرش ہی ماننے کے لئے آریہ سماج کے ممبر صاحبان حیران و پریشان نظر آتے ہیں بلکہ وہ چپکے چپکے بت پرستی بھی کرنے لگے ہیں واقعی اوپر کی تحریر کسی آزاد آریہ صاحب کی صحیح ہے ہمارا بھی ایسا ہی ذاتی تجربہ ہے چنانچہ ہمیں خوب یاد ہے کہ ماندلا (اپر برہما) کی آریہ سماج مندر میں جو سوامی جی کی تصویر دیوار پر لگی تھی اوسے ایک دن ایک آریہ لالہ نوبت رائے دوکاندار نے ہمارے سامنے بڑی عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر نمستے کیا یہ دیکھکر ہم نے اوسے ایسا کرنے سے منع کیا تو کہنے لگا کہ جی ہم جاہل آدمی یہ باریکیں کیا جانیں ہمارے دل میں تو یہی آتا ہے کہ ان مہاراج جی کو بار بار سجدہ کرتا رہا کروں۔ وغیرہ

خیر۔ اگر ہم اس قسم کی باتیں محض جاہلوں کے دلوں کی اومنگ سمجھ لیویں تو تاہم بھی اس سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ سوامی دیانند کو اوتار یعنی مکت پرش ثابت کرنیکے لئے بڑے بڑے عالم فاضل آریہ صاحبان بھی حیران و پریشان نظر آتے ہیں۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ہندوؤں پر کس منہ سے یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ رام کرشن وغیرہ انسانوں کو پرمیشور کی مانند یا اوسکا اوتار مان کر اُن کی خاص طور پر عزت بلکہ اونہیں کی عبادت کرتے ہیں۔ وغیرہ۔

اس سوال کے جواب میں اگر آریہ صاحبان یہ کہیں کہ ہم تو سوامی دیانند کو صرف مکت پرش (نجات یافتہ) مانتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ پرمیشور نے انہیں اُس مکتی کی حالت سے کچھ عرصہ کیلئے یہاں ضرورت کے لحاظ سے روانہ کر دیا تھا پس وہ اپنا کام کر کے واپس چلے گئے۔ تو ہم آریہ صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ پھر اگر اسی طور پر رام کرشن وغیرہ کو بھی مکت پرش مان لیا جاوے تو آپ کو کیونکر انکار ہو سکتا ہے؟

کیا جس ہی قانون کے مطابق آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند ویدوں کا لیمپ ہاتھ میں لئے ہوئے اسوقت آئے جبکہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی تو اوس ہی قانون قدرت کے مطابق بھگوان[1] کرشن۔ مہاتما بدھ۔ سوامی شنکر۔ یسوعیسیٰ۔ حضرت محمد صاحب صلعم نہیں آسکتے تھے کیا وہ قانون پرمیشور نے خاص آپ کے مہرشی کی ہی لئے تیار کیا تھا۔

[1] لفظ بھگوان سے آجکل لوگ پرمیشور کا مطلب لے لیتے ہیں لیکن یہ لفظ کسی بزرگ کی عزت کو ظاہر کرنیکے لئے لایا جاتا ہے بھگوان کرشن یا حضرت کرشن بالکل برابر ہے۔

ناظرین! آریوں کا اس سے بڑھ کر اور کیا تعصب ہوگا کہ جنکو دنیا کی قومیں اپنا بزرگ رشی مہرشی رسول پیغمبر دیوتا
فرشتہ بڑا آدمی یعنی مہاتما وغیرہ وغیرہ تسلیم کر رہے ہیں جنکی تعلیم نے دنیا کی کایا پلٹا دینے کا کام کیا جنھوں نے
ادھر کی دنیا ادھر پلیٹ دی جو طرح طرح کے معجزات و کرامات کے ذریعہ ہزاروں گمراہوں کو راہ راست
بتلاتے ہوئے نجات حاصل کرانیکا باعث ہوئے جنھوں نے لاکھوں مصیبت زدوں کے دکھ تکالیف کو
دور کر دیا وغیرہ وغیرہ - ان کو تو آریہ سماجی صاحبان محض معمولی انسان بتلاتے ہیں لیکن سوامی
دیانند کو ساتویں آسمان سے بھی اوپر پہونچانا چاہتے ہیں -

ناظرین! ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم سوامی دیانند کی سوانح عمری کو پیش کر کے اسبات کو ثابت
کرنیکی کوشش کریں کہ آیا وہ ان مذکورہ بالا مہاتماؤں کے مقابلہ میں کیا کچھ حیثیت رکھتے ہیں اس
بات پر غور و خوض کرنیکی ڈیوٹی ہم دوسرے لوگوں کی سپرد کرتے ہیں جنکو ایسی باتوں میں مذاق ہو
ہمیں تو آریہ صاحبان کی بات کو ہی صحیح تسلیم کر کے مضمون زیر بحث کی حقیقت کو ظاہر کرنا منظور ہے -
تعجب ہے کہ آریہ صاحبان سوامی دیانند کو تو پرمیشور کی جانب سے زمین کو گناہوں کے بوجھ سے
ہلکا کرنیکے لئے بھیجا گیا ہوا مانتے ہیں لیکن جب سناتنی صاحبان یہی بات رام کرشن وغیرہ کی بارہ میں
کہتے ہیں تو نہ معلوم ان کے گانٹھ کا کیا گھاٹا ہو جاتا ہے کہ وہ انکو بلا وجہ صلواتیں سنانی لگ جاتے
ہیں ہاں شاید وہ یہ کہیں کہ جس ڈھنگ پر ہم مانتے ہیں اوسطرح وہ لوگ نہیں مانتے بلکہ وہ بہت
سی فضول باتیں بھی شامل کر دیتے ہیں تو اسکی یہ وجہ ہے کہ بھاگوت وغیرہ تصنیفات کا جو زمانہ تھا اوسوقت
کی تحریر اور خیالات ظاہر کرنیکے ذرایع کچھ ویسے ہی تھے - جواب آجکل کی شائستگی کے خلاف معلوم ہوتی
ہیں لیکن اگر آریہ صاحبان کو اسی بات میں خوشی ہے تو ان بزرگان قوم کے حالات زندگی بھی اسیطرح
کی عبارت میں ادا کئے جا سکتے ہیں جیسے کہ اوپر سوامی دیانند کو مکتی پرش بنانیکی جد و جہد میں استعمال
ہوئی ہے چنانچہ ہم نمونہ کے طور پر بھگوان کرشن کی سوانح عمری کا کچھ حصہ بالکل اسیطرح کی عبارت میں
ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں - وہو ہذا -
جسوقت کنس راکشش نے اپنے باپ کو قید کر لیا تھا - دیوکی بہن اور اوسکے خاوند بسدیو کو بلا قصور
نظر بند کر دیا تھا اور طرح طرح کے زور و ظلم کرنے لگا تھا اور بسدیو جی کے چھ معصوم بچوں کو بلا قصور قتل

کر ڈالا تھا تو اوسی وقت پرمیشور نے سناتنی دیوتا وشنو کو زمین کو گناہوں کے بوجھ سے ہلکا کرنیکے لئے یہاں آنیکا حکم دیا چنانچہ وہ بسدیو دیو کی کے گھر آکر پیدا ہوئے جس وقت ایکطرف کنس تمام ملک کے لڑکوں کو پکڑ پکڑ کر مار رہا تھا اور پوتنا راکشسی وغیرہ کے ذریعہ لوگوں کو نہایت تکالیف دے رہا تھا اور دوسری طرف راجا سشوپال براہمنوں عابدوں اور نیک لوگوں کو ناحق ستا رہا تھا اور تیسری طرف مہاراجہ جراسندہ نے اپنی طاقت کے غرور میں تمام دنیا کے راجاؤں کا ناکوں دم کر رکھا تھا اور طرح طرح کے ظلم سے بندگان خدا کو تنگ کر رہا تھا اسی وقت ایک گنشو یعنی کم سن لڑکا گوال لڑکوں کے ساتھ گائیوں کو چراتا ہوا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اوس گائے بیل کی پرورش اور حفاظت کرنیکے لئے آیا ہے جسکے محفوظ رہنے سے ملک ہندوستان میں زراعت کی ترقی ہو سکتی ہے اور تب ہی باشندگان ملک کو گھی دودھ کے علاوہ غلہ جات وغیرہ آسانی سے حاصل ہو سکتے ہیں اور وہ لڑکا جہاں ایک طرف تمام قصبہ کا ہر دل عزیز ثابت ہو رہا تھا وہاں دوسری طرف کالی دہ نامی تال سے ایک بڑے زہریلے سانپ کو جسکے خوف سے عوام نے اس تال کا پانی استعمال کرنا ترک کر دیا تھا نکال باہر کرتے ہوئے اپنی لاثانی طاقت کا ثبوت دیتا ہوا لڑکوں کے ساتھ گیند وغیرہ کھیل رہا تھا۔

جسوقت افغانستان اور بلوچستان وغیرہ مغربی ملکوں میں ایک پہاڑی قوم زور پکڑتی ہوئی اپنے سرداروں کالیوں کے زیر سایہ لوٹ مار کا بازار گرم کر رہی تھی اسیوقت ایک ہونہار نوجوان کنس راکشس کو مار اور اپنے والدین کو جیلخانہ سے باہر نکال کر ماں باپ کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر رہا تھا اور باوجودیکہ کنس کے باپ مہاراجہ اوگرسین اسے شاہی تخت دینے کو تیار تھے مگر وہ بادشاہت پر لات مارتا ہوا یہ ظاہر کر رہا تھا کہ جو مہان آتما ہوا کرتے ہیں ان کے قدموں پر بادشاہتیں نظر کی جایا کرتی ہیں مگر وہ اسکے لالچ میں نہیں آیا کرتے چنانچہ وہ اس مہاراجہ کو یہ کہہ کر تسلی دے رہا تھا کہ بادشاہت پر تو آپ ہی رہیں البتہ انتظام سلطنت کا ذمہ دار میں ہونگا اور دنیا سے گنہگاروں اور شریر اور بدمعاشوں کا نیست و نابود کرنا ہماری ڈیوٹی رہے گی وغیرہ۔

جس وقت دہلی (سابق اندرپرستھ) کے مہاراجہ یودھشٹھر کو دریودھن مصیبت پر مصیبت دے رہا تھا اور انکی بادشاہت بھی فریب سے لیکر انہیں جلاوطن کر رہا تھا اُس وقت ایک سناتک[1] سارے علوم فنون

---

[1] سناتک اوسکو کہتے ہیں جو برہمچاری رہکر علوم کو ختم کر کے خانہ داری کی زندگی میں داخل ہونیکے لئے تیار ہو گیا ہو۔

کہ گورو سانددیپن مہاراج کے گورو کل میں رہ کر ختم کرنے کے بعد والدین کے گھر کو جا رہا تھا وغیرہ وغیرہ

ناظرین! اب آپ ایس آریہ گریجویٹ مہاشے مصنف کتاب آریہ سماج کیا ہے سے ذرہ یہ دریافت کیجئے کہ کیوں صاحب! آپ و آپکے دوسرے ساتھی جو سوامی دیانند کو مکت پرش (نجات یافتہ) مانتے ہیں اور یہ تصور کرتے ہیں کہ وہ پرمیشور کے حکم سے نجات کی حالت سے کچھ عرصہ کے لیے آکر اپنا کام کر کے پھر وہاں ہی کو (یعنی نجات میں) واپس چلے گئے ہیں تو ایسا ماننے کے لئے آپکے پاس کیا سند یعنی اتھارٹی [illegible] موجود ہے یعنی کیا یہ محض زبانی جمع خرچ ہی ہے یا کہ کوئی پرمان بھی ہے"

اگر ہم سوامی جی کے اس قول کو تسلیم کر لیویں کہ مکتی سے جیو واپس بھی آیا کرتا ہے تو تاہم بھی اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ اس انیسویں (19) صدی میں کوئی جیو آتما مکتی سے واپس آ جاوے کیونکہ سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے نویں سملاس میں نجات یافتہ لوگوں کی حالت نجات کے اندر رہنے کی جو میعاد بتلا گئے ہیں اُسکا خاتمہ ہمیشہ کسی پیدائش کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے اور چنانچہ اگر وہ نجات یافتہ صاحبان واپس بھی آتے ہونگے تو پیدائش عالم کے آغاز میں واپس آ کر اول جسم حسب قول سوامی جی کے وہ حاصل کرتے ہونگے جو بنا ماں باپ کی صحبت کے پیدا ہوا کرتا ہے جسکو امیتھنی سرشٹی کہا جاتا ہے اسکے علاوہ وہ نویں سملاس میں (اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۷ سطر اول پر) یوں فرماتے ہیں کہ ...... وہ پرمیشور ہم کو مکتی میں آنند بھوگوا کر"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نجات یافتہ اسوقت وہاں سے واپس آتا ہے کہ جب مکتی کا آنند پورا پورا بھوگ لیتا ہے۔ سوامی جی یہ نہیں مانتے کہ کوئی نجات یافتہ حالت نجات کے درمیان سے چند دنوں کیلئے کسی خاص ضرورت کے موقع پر چلا آوے یا پرمیشور اسے روانہ کر دیوے چنانچہ سوامی جی اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۰ سطر ۴ پر یوں فرما رہے ہیں :-

"وہ مکت جیو مکتی کو حاصل ہو کے برہم میں آنند کو تب تک (یعنی مہا کلپ کے عرصہ تک) بھوگتے ہیں اور بعد مہا کلپ کے پیچھے مکتی کے سکھ کو چھوڑ دنیا میں آتے ہیں۔ اسکی گنتی اسیطرح پر ہے کہ تنتالیس لاکھ بیس ہزار برس کی ایک چترگی۔ دو ہزار چترگیوں کا ایک دن رات۔ ایسے تیس دن رات کا ایک مہینہ ایسی بارہ (12) مہینوں کا ایک برس ایسے سو برسوں کا ایک پرانت کال ہوتا ہے اسکو حساب کے قاعدہ سے ٹھیک ٹھیک سمجھ لیجئے اتنا عرصہ مکتی میں سکھ بھوگنے کا ہے" :--

ناظرین! اس سوامی جی کی تحریر سے ثابت ہے کہ جو نجات یافتہ اسوقت موجود ہونگے وہ
اگر بالفرض مکتی کا زمانہ پورا کر کے واپس آویں بھی تو پرانت کال یعنی مہا کلپ (جو کہ اوپر کا حساب پھیلانے
سے یوں ہوتا ہے — ۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ یعنی اکتیس کھرب دس ارب چالیس
کروڑ سال) کا زمانہ پورا کرنیکے بعد آوینگے لیکن یہ موجودہ زمانہ کسی کلپ کے خاتمہ کا وقت نہیں
ثابت ہو سکتا کیونکہ آجکل اس براہم کلپ کا دوسرا پہر ہو رہا ہی یعنی اسکی منجملہ ۱۴ منتروں کے چھ گذر
چکے ہیں اور ساتواں آجکل موجود ہے پس واضح ہو کہ جب یہ کلپ ختم ہو جاویگا (یعنی آج سے غالباً دو
ارب بتیس کروڑ ۲۳۵۰۰۰۰۰۰ برسوں بعد تب وہ نجات یافتہ واپس آ سکینگے پھر بھلا
آریوں کا یہ محض تعصب نہیں تو اور کیا ہی کہ اوتار سے انکاری ہونے پر اوسی معنی مطلب کی دوسری
بات گھڑ رہے ہیں کہ ایسی خاص حالتوں میں (جن میں اوتاروں کو جائز ماننے والے صاحبان انکی آمد
مانتے ہیں) مکت پرش آیا کرتے ہیں چنانچہ سوامی دیانند مہاراج بھی . . . . . ویدوں کا ہمیشہ
ہاتھوں میں لئے ہوئے اس تاریکی کے زمانہ میں تشریف لائے۔

اب جو آریہ گزیٹ صاحب مذکور نے اپنی رائے کی تائید میں بھگوت گیتا کا ایک شلوک
پیش کیا ہے اوسکی پڑتال کیجاتی ہی ہم ان مہاشے سے پوچھتے ہیں کہ اس شلوک کے کس لفظ کی
آپنے یہ فقرہ نکال لیا کہ پرمیشور مکت جیوں کو پیدا کرتا ہے۔

ناظرین! اس شلوک کا ترجمہ معزز آریہ مناظر پنڈت آریہ منی صاحب کی بھگوت گیتا کے صفحہ ۲۰
پر یوں درج ہے:-

"اے بھارت (ارجن) جب جب دھرم کی ہانی (تنزلی) ہوتی ہی اور ادھرم کی
ترقی ہوتی ہی یعنی ادھرم بڑھ جاتا ہی تب میں آتما کو رچتا ہوں یعنی جسم حاصل کرتا ہوں"

ناظرین! بتلائیے اس میں مکت جیوں کو پیدا کرتا ہے یہ فقرہ کہاں آیا اچھا اب دیکھئے کہ سوامی
جی خود اس شلوک کا ارتھ کس طور پر کرتے ہیں کیونکہ اوتار کے بیان میں سوامی جی کے معترض نے یہ ہی
شلوک پیش کیا ہی چنانچہ اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۸ سطر ۲ پر سوامی جی یوں تحریر فرماتے
ہیں:-

"(۲۴) سوال۔ ایشور اوتار لیتا ہے یا نہیں۔

(جواب) نہیں کیونکہ अज एकपात (جنم سے آزاد اور یکساں)۔

स पर्य्यगाच्छुक्रमकायम॰

(وہ محیط طاقت مطلق غیر مجسم ہے) یہ یجروید کے مقولہ ہیں ان اقوال سے ثابت ہی کہ پرمیشور جسم نہیں لیتا۔ (سوال)

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत।

अभ्युत्थानमधर्मस्य तदात्मानं सृजाम्यहम्"

भ॰ गी॰ अ॰ ४ श्लो॰ ७"

(یہ شلوک متنازعہ فیہ ہے) شری کرشن جی کہتے ہیں کہ جب جب دھرم غایب ہوتا ہی تب تب میں جسم اختیار کرتا ہوں ؛

(جواب) یہ بات وید کے خلاف ہونے سے مستند نہیں البتہ ایسا ہو سکتا ہی کہ شری کرشن دھرماتما تھے اور دھرم کی حفاظت کرنی چاہتے تھے کہ میں یگ یگ میں جنم لیکر اچھے لوگوں کی حفاظت اور برے لوگونکو نیست و نابود کروں ایسے معنوں میں کچھہ عیب نہیں کیونکہ "परोपकाराय सतां विभूतयः" صالح لوگوں کا تن من دھن دوسرونکو منفعت پہونچانیکے واسطے ہوتا ہی شری کرشن اس سے ایشور نہیں ہو سکتے "؛۔

ناظرین! آپنے سوامی جی کا ارتھ اور دیکھ لیا۔ سوامی جی نہ تو اس شلوک سے مکت پرش کی واپسی. مانتے ہیں اور نہ وہ اوتار ہی اس سے ظاہر کرتے ہیں بلکہ وہ ایک تیسرا ارتھ نکال رہے ہیں کہ شری کرشن جی کی یہ ذاتی اور شخصی ارادہ کا اظہار ہے۔

اب بتلایے جبکہ سوامی دیانند خود اس مسئلہ کے اسقدر مخالف ہیں تو آریہ صاحبان کس منہ سے خود اونہیں کو اوتار یا دوسرے لفظوں میں مکت پرش مان رہے ہیں۔

اب ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ آیا اوتار فلاسفی کی حقیقت کیا ہی۔ ہمارا لفظ اوتار سے یہ مطلب نہیں ہے کہ پرمیشور کسی انسان کا جسم حاصل کرتا ہو جیساکہ سناتنی صاحبان مانتے ہیں ہاں لفظ اوتار کے معنی کچھہ ایسے ہی مستعمل ہیں لیکن ہم جو کچھہ یہاں پر بیان کرتے ہیں اسکو اول ناظرین بغور پڑھ لیویں بعد اسکے یہ فیصلہ ہم اونہیں پر چھوڑ دینگے کہ وہ اوتار لفظ کو ہی استعمال کریں یا دوسرا لفظ تلاش

کرین فی الحال ہمیں وتار لفظ ہی استعمال کرنے کی اجازت ملنی چاہیے۔

ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ صبح کو سورج پورب سے طلوع ہوتا ہی ابھی تھوڑی روشنی نظر آتی ہی اور گرمی بھی برائے نام ہونے لگی ہی لیکن ایک دو گھنٹہ بعد تمام دنیا میں سورج کی روشنی خوب عمدہ طور پر پھیل جاتی ہے اور گرمی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ ہم دوپہر کے وقت (بارہ بجے) دیکھتے ہیں کہ افتاب کی دھوپ اپنی پوری طاقت پر پہونچ جاتی ہی۔ اور چونکہ ہر کمال را زوال یہ ایک قدرتی قانون ہے پس آفتاب کی تیزی گرمی روشنی اپنے کمال پر پہونچ کر اب انکا زوال شروع ہوتا ہے اور اگرچہ اب (ایک دو بجے کے وقت میں) دھوپ ڈھلنے لگی لیکن پھر بھی وہ کمال آخر گھٹتے گھٹتے ہی گھٹے گا غرضکہ بارہ بجے سے تین بجے تک کی گرمی اور تیزی سے اگر موسم گرما ہوا تو ہم سخت پریشان ہو جاتے ہیں مگر آخر کار دن ڈھل جاتا ہی۔ اب نہ وہ تیزی ہی اور نہ گرمی ہے اور رفتہ رفتہ وہ روشنی بھی گھٹنے لگتی ہے غرضکہ شام کا وقت آیا کہ وہ کمال اب زوال کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہی اور اب ہم دیکھتے ہیں کہ افتاب کے طلوع ہونیکے وقت اسکی جو حالت تھی وہی حالت غروب کیوقت ہو جاتی ہے کچھ دیر بعد رات آجاتی ہے۔ اب نہ سورج ہے نہ اسکی روشنی گرمی اور تیزی نظر آتی ہے۔

ناظرین! غور کیجیے کہ آفتاب جب حد کمال پر پہونچکر دوپہر کے وقت تمام خلقت کو جھلسائے دیتا تھا اور لوگ اوسکی طپش سے حیران و پریشان تھے اب شام کیوقت ایسا پست کمزور اور بزدل بن جاتا ہے کہ اوسکی کچھہ بس نہیں چلتی حتیٰ کہ وہ نیست و نابود ہی ہو جاتا ہی (یعنی ہماری نظروں سے غائب ہو جاتا ہی) پس ذرہ سوچیے تو سہی کہ اسکی ایسی زبردست طاقت کو خاک میں ملانیوالا کون ہے جواب ملیگا وہ سرب شکتی مان (قادر مطلق) گھٹ گھٹ واپک (ہر جگہہ موجود) پربرہم پرمیشور ہی ایسی طاقت والا ہی جس نے آفتاب کے اس حد کمال کا زوال کیا یعنی اوسکی وہ طاقت چھین لی جس سے وہ ہم سب لوگوں کو جھسلائے دیتا تھا۔

ناظرین! اسی بات کو ہم دوسرے لفظوں میں اوتار کا ظہور کہہ سکتے ہیں پرمیشور نے ہی آفتاب کو پیدا کیا اوسی نے اوسے حکم دیا کہ تو تمام خلقت کو روشنی اور گرمی پہونچایا کر لیکن اسکی گرمی اور تیزی حد کمال پر پہونچکر خلقت کی تکلیف کا باعث ثابت ہونے لگی تو اب سب کے

محافظ پر برہم پرمیشور کو یہ فکر ہوئی کہ اس خرابی کو دور کرنا چاہیے غرضکہ اوسنے اب (دوپہر گیے بعد) اوسکی طاقت کو گھٹانا شروع کردیا۔ پس ناظرین! پرمیشور کی اوس طاقت کو جو آفتاب کا حد کمال دور کرنے میں کام کر رہی ہے ہم اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! آپ نے سمجھہ لیا کہ اوتار کی فلاسفی کیا ہے۔ ہاں اہل سائینس کہیں گے کہ سورج کا طلوع ہونا اور غروب ہونا تو ایک قدرتی بات ہے اس سے اوتار کو کیا تعلق پس ہمارا جواب یہ ہے کہ جہان قدرت کا یہ قانون ہے کہ خلقت کے لیے تمام ضروری اشیا سورج چاند وغیرہ کو پیدا کیے ہیں وہاں اوسی قدرت کا یہ قانون بھی ہے کہ وہ کسی شے کو کمال تک پہونچانے کے بعد اسکا زوال شروع کرادیتی ہے چنانچہ اوسی قدرت یا پرمیشور کی وہ طاقت جو اس جگہہ کام کر رہی ہے۔ اوتار کہلاتی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ پرمیشور جب کسی بات کو قانون قدرت کے خلاف ہوتا ہوا دیکھتے ہیں تو اوسے روکنے کی جو ذریعے پیدا کرتے ہیں ان ذرایع کو ہی اوتار سمجھا جاتا ہے اب اسی بات کو اوتار ماننے والون کے الفاظ میں اگر ادا کرنا چاہیں تو یوں ہوگا کہ جب اس دنیا میں گناہ بہت زیادہ بڑہ جاتا ہے یہانتک کہ یہ زمیں پاپ کے بوجہہ سے گویا گھبرا جاتی ہے تب پرمیشور کسی نہ کسی شکل میں اوتار لیتا ہے یعنی کہ وہ پرمیشور اپنے کسی بندے کو اپنی طاقت دیکر اوسے اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ ان تمام خرابیون کو دور کر دیوے پس ایسی خدائی طاقت کا ظہور جس انسان کے ذریعہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں اوسے ہی اوتار پیغمبر۔ نبی۔ رسول بڑا آدمی Great Man وغیرہ وغیرہ کہہ لیتے ہیں اور اسی بات کو اور وسیع کر دیجیے تو یوں ہوگا کہ جس قوم میں جس ملک میں جسوقت کوئی بات (اچھی یا بری) اپنی حد (کمال) کو پہونچ جاتی ہے اور بعد جب وہ حد سے بھی آگے بڑہنے لگتی ہے تو پرمیشور کا قانون اوسے روکنے کے لیے کسی نہ کسی انسان کے دل میں خاص طاقت دے کر اوسے اس کام پر کھڑا کر دیتا ہے (کہ وہ اس کمال کا زوال کرے) پس ہم اس شخص کو اوتار وغیرہ تصور کر لیتے ہیں۔

ناظرین! ہم نظر پھیلا کر دنیا میں دیکھہ رہے ہیں کہ بڑے سے بڑی طاقت ور لوگوں کو ادنی سے ادنی خدا کے بندون نے نہ صرف مطیع کر لیا بلکہ ان کو نیست و نابود تک کرنے میں کامیاب ثابت ہوے۔

یہ کیوں ؟ اسلئے کہ اُن طاقت وروں کا کمال ہو چکا اور اب وہ اپنی طاقت کا ناجایز فایدہ اوٹھانے لگے ہوئے دنیا میں خرابی پیدا کرنے لگے (جسطرح آفتاب دوپہر کیوقت تمام مخلوقات کو اپنی گرمی و تیزی سے جھلسانے لگا) پس پرمیشور اُن کی وہ طاقت جو خود اوسی نے اونکو دے دی تھی چھین لیتا ہے اور ایک ایسے شخص کو جو ادنےٰ انسان سمجھا جاتا تھا وہ سرب شکتی مان پرمیشور اپنی طاقت دیکر اوسکے دل میں اپنی طرف سے یہ حکم بھی دے دیتا ہے کہ وہ اُس مشہور طاقت ور کو پامال کر ڈالے چنانچہ وہ ایسا کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاتا ہے کسی رشی نے سچ کہا ہے کہ۔

मूकं करोति वाचालं पङ्गुं लङ्घयते गिरिम् ॥

وہ پرمیشور گونگے یا نہایت کم گو کو لیکچرار (واعظ) بنا دیتا ہے اور پنگو (جسکے پانوں نہیں ہیں) کو پہاڑ لنگھا دیتا ہے۔

ناظرین! ہم اوسی پرمیشور کے ایسے ظہوروں کو اوتار کہتے ہیں یعنی جب وہ کسی گونگے کو لیکچرار بناکر بڑے بڑے معزز لیکچراروں کو اوس سے شکست دلا دیتا ہے تو اوس گونگے میں جو ایسی غیر معمولی طاقت ہم دیکھتے ہیں اوس طاقت کو ہی جو کہ قادر مطلق پرمیشور کی دی ہوئی خاص طاقت ہے ہم اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! ایک گونگا بیچارہ جو ہم معمولی بولنے والونکی برابر بھی نہیں بول سکتا ہے جو روزمرہ کی ضروریات بھر کے لیے الفاظ بھی نہیں ادا کر سکتا وہ اگر ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایسی طاقت گویائی حاصل کر لیوے کہ وہ بڑے بڑے فلاسفروں منطقیوں لیکچراروں مناظروں وغیرہ کے قافیے تنگ کر دیوے تو آپ کیا کہینگے ہے؟ کیا آپکو بھی ماننا نہ پڑیگا کہ اوس گونگے میں یہ غیر معمولی طاقت اوس گونگے کی نہیں بلکہ پرمیشور کی طاقت ہے پس ہم اسی طاقت کو اوتار کہتے ہیں۔

ہاں! یہ دوسرا سوال ہے کہ جس شخص میں ایسی طاقت پرمیشور نے قایم کر دی ہے اوسکی عزت ہمیں کس درجہ تک کرنی لازم ہے اور ایسی خاص طاقتوں کو حاصل کرنے والوں کو ہر ملک و قوم کے انسانوں نے خدا کے مانند یا خدا کے وزیر کے مانند سمجھ لیا۔ کتنوں نے اُن کی ہی پرستش شروع کر دی کتنے اوسکی ہی عبادت میں ایسے محو ہوئے کہ پرمیشور کو ہی بھول گئے وغیرہ وغیرہ ناظرین ہم دنیا میں دیکھتے ہیں لیکن ہمیں یہاں پر اس سوال سے کچھ بحث نہیں ہمیں صرف اوتار کی فلاسفی ظاہر کر دینا

مقصود ہے ۔

ناظرین! یہ بھی ایک غور طلب بات ہے کہ پرمیشور اُن معزز فلاسفروں مناظروں اور لیکچراروں کا غرور دور کرنیکے لیے ایک گونگے یا اَن پڑھ شخص کو ہی اپنی طاقت دیکر اوسے انکے سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور اُسی کے ذریعہ سے ہی انکو شکست دلاتا ہے۔ کیا ممکن نہ تھا کہ اُن مغرور لیکچراروں کو کسی ایسے سے شکست کرائی جاتی جو اُن سے بڑھ کر ہوتا لیکن یہی تو خدا کی خدائی ہے ہمیں اِنہیں باتوں نے تو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ خدا کی ہستی کو تسلیم کریں۔ ناستک سے ناستک اور کٹر سے کٹر دہریہ بھی ایسے نظاروں کو دیکھکر دنگ رہ جاتا ہے اوسکی عقل حیران ہے سمجھ کام نہیں کرتی آخر کار لاچار و مجبور ہو کر اوسے اپنی ناستکتا کو ترک کر کے پرمیشور کے دربار میں معافی کا خواستگار بننا پڑتا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ وہ ان باتوں کو نظر انداز ہی کر جاوے یعنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی دماغ میں غور و خوض نہ کرے ۔

ناظرین! یہ صرف زبانی جمع خرچ کی باتیں نہیں ہیں بلکہ واقعی تمام دنیا کی تواریخیں اس بات کی شہادت سے بھری پڑی ہیں آپکو ہر ملک کی تاریخ میں ایسی بےشمار باتیں ملیں گی نہ صرف گذشتہ زمانہ کی بلکہ موجودہ زمانہ کی زندہ مثالیں بھی نظر آئینگی لیجیے ہم چند مثالیں آپکو سُنا چاہتے ہیں ۔

آپکو معلوم ہوگا کہ راون اپنے زمانہ کا بڑا زبردست بادشاہ ہو گذرا ہے راماین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام روئے زمین کی بادشاہوں کو فتح کر کے شہنشاہ بن گیا تھا اُسکی شان و شوکت اور اوسکے ٹھاٹھ باٹھ کا جیسا کچھ بیان لکھا ہوا ہے اوسکے مقابلہ میں شاید آجکل کے بڑے سے بڑے شہنشاہوں (روس انگلینڈ جرمن وغیرہ) کی حیثیت پشہ بھر بھی نہ ہوگی ۔

ناظرین! یہ راون ترقی کرتے کرتے جب ہی کمال پر پہونچ گیا تو اوسے غرور ہو گیا کہ ہم چنین دیگرے نیست اور اب وہ اپنی طاقت کا ناجایز فایدہ اٹھانے لگا لوٹ مار ظلم اور دیگر ہر طرح کے گناہ کا مرتکب ہوا دوسروں کی خوبصورت عورتوں کو زبردستی چھین لانا یا اور ایسے ایسے کاموں میں ہی ساری طاقت صرف کرنا اپنا شیوہ ٹھہرایا غرضکہ اب اوسکے کمال کی حد ہو چکی اور زوال کا زمانہ آگیا تو اوس قادر مطلق کی مہما دیکھیے کہ ایسے زبردست شہنشاہ کے مقابلہ میں ایک جلا وطن شدہ نوجوان لڑکے کو لا کھڑا کرتا ہے ایک طرف تمام دنیا کی چیدہ چیدہ بہادر جنگجو خونخوار راکشس ہیں دوسرے طرف دو بھائی بلا فوج بلا مکان بلا دھن دولت و بلا مال و اسباب

کھڑے ہو سکیں کیا یہ تعجب نہیں ہے کہ فتح نہیں دو بھائیوں کے ہاتھہ ہوتی ہے کیا معنی کہ جس نے تمام دنیا کی بادشاہوں کو تہرا دیا تہا وہ راون ایک گمنام لڑکے کے ہاتھہ سے مارا جاتا ہی۔ نہ صرف اسیقدر بلکہ اوسکی تمام فوج اوسکے رشتہ دار اوسکے نہایت طاقتور برادران اوسکا نہایت ہی مشہور جسکو عزیز لڑکا و تمام کنبہ پروار بہی اوسکے ہی سامنے قتل ہوتے ہیں۔ کیا اب اسی مین کچھہ شک ہے کہ پرمیشور گونگے یا ان پڑہ ہی کو واعظ بناتا ہی اور اوسکے ہی ذریعہ سے بڑے بڑے عزیز فلاسفروں اور واعظوں وغیرہ کی غرور کو دور کرتا ہے۔

ہاں! یہ خدا کی قدرت دیکھی کہ رامچندر جی جب سیتا جی کی تلاش میں حیران و پریشان گھوم رہے تھے انکو یہ بھی نہ تھا کہ سیتا کو کون بھگا لے گیا ہی اوسکی کیسی طاقت ہی وہ کہاں رہتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو جب اس بات کا پتہ ملتا ہی کہ کوئی راون نامی ظالم راکشس ہی جو مغالطہ سے سیتا جی کو بھگا لے گیا ہے تو جہاں یکایک رامچندر کے دل میں یہ ارادہ پیدا ہوتا ہے کہ اوسکو نیست و نابود کرنا چاہیئے وہاں سوگریو جیسا بہادر اونکا دست بستہ یہ پختہ وعدہ کرتا ہی کہ ہم اپنی تمام فوج سے آپکی پوری مدد کرنیکو تیار ہیں۔

ناظرین! کیا اس نظیر سے ہم یہ نتیجہ نہیں نکال رہی ہیں کہ پرمیشور کو جب یہ منظور تہا کہ راون کو اسکے غرور کی کافی سزا دی جاوے تو وہ اوسے کسی دیگر مقابلہ والے سے شکست نہ کرا کر ایک بالکل گمنام جلاوطن شدہ نوجوان کو ہی اسکے سامنے لا کھڑا کرتا ہے اور اوسی ہی اپنی خاص طاقت دیتا ہوا اور سامان و مددگار بھی بہم پہونچا دیتا ہی پس یہ بھی اوسکی مہما ہی کہ وہ ایک مغرور ظالم شہنشاہ کو ایک گمنام ادنی انسان سے ہی قتل کرانا اوسکی پوری سزا دینا مناسب سمجھتا ہے۔

پس رامچندر میں جو طاقت خدا داد راون کو معہ اوسکے تمام فوج وغیرہ کے قتل کر ڈالنے کی پرمیشور کے جانب سے خاص طور پر آگئی تھی۔

ناظرین! اوسی طاقت کو ہم اوتار کہتے ہیں ہم رام کو اوتار نہیں کہتے لیکن وہ طاقت جو خاص وقت میں خاص حالت میں خاص ضرورت کے لئے کسی خاص انسان میں پرمیشور نے بھر دی اوس طاقت کو ہی ہم اوتار کہتے ہیں ہاں رام کی عزت کیوں کیجاوے؟ محض اسلئے کہ سب کے مالک قادر مطلق نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں سے اونہیں کو چن لیا اور راون کو جو تمام جہان کا قافیہ

تنگ کر رکہا تہا (سورج کے دوپہر کی دھوپ کی مانند جبکہ وہ تمام جہان کو جھلس ڈالنے کی ٹھہر لیتا ہے) معہ اوسکے ساتھیوں کی نیست ونابود کرنیکی طاقت اوس طاقت نکل لنے اونہیں رام چندر میں بھردیا پس بھلا ہم انسانوں کو کیا اختیار ہے کہ جس کو وہ مالک کل طاقت کل خالق مطلق پروردگار پرم پرمیشور چن کر اپنی طاقت بخشتا ہو اوسکی بزرگی سے ہم انکار کریں ہاں یہ غلطی ہوگی کہ ہم اوس ہی کو اپنا معبود بنالیویں لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ گھٹ گھٹ ویاپی (ہر جگہہ موجود) پرمیشور کی جو طاقت رامچندر میں کام کر رہی تھی اوس طاقت کی عزت کیجاوے پس ہم اسی طاقت کو اوتار کہیں گے

دوسری مثال بھگوان کرشن کی لے لیجیے - ان میں پرمیشور نے جو خاص طاقت قایم کر کے اوس زمانہ کے دشٹوں (بدمعاش) گنہگاروں اور ظالموں کو انکے ذریعہ پایمال کرایا اوس طاقت کے تو آریہ صاحبان بھی قایل ہیں چنانچہ وہ کرشن جی کو یوگی کہتے ہیں اور یوں تاویل کیا کرتے ہیں کہ یوگ کی خاص طاقتیں ہوا کرتی ہیں وغیرہ -

اسکے علاوہ مذہبی دنیا میں جو تفرقہ اور بڑا بھاری اختلاف اوس زمانہ میں پڑا ہوا تھا اوسے بھگوت گیتا کے ذریعہ جس کرشن نے رفع کیا اسکی ایسی زبردست فلاسفی کا ایک زمانہ قایل ہے اس گیتا میں جو کہ صرف سات سو شلوکوں کی کتاب ہے نہ جانے کیا کچھ بھرا ہوا ہے کہ اسکی مٹھاس کبھی گھٹتی ہی نہیں جنہوں نے اسکا ذایقہ نہیں چکھا انہیں کیا پتہ ہے لیکن جو اسکے شایق ہیں وہ جانتے ہیں کہ اوسکے ایک ایک شلوک میں تمام دنیا کی فلاسفی بھری پڑی ہے اور وہ بھی ایسے آسان اور شیریں الفاظ میں کہ جسکا ٹھکانہ نہیں - ہاں اتنا ہی نہیں بلکہ اسکے اندر عبادت الہی معرفت اور وحدانیت تو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے -

غرضکہ شری کرشن جی میں جو طاقت خداداد بھگوت گیتا کی دقیق فلاسفی کے ذریعہ تمام سنسار میں شانتی پھیلاتے ہوئے بنی نوع انسان کو نجات کا سیدھا راستہ دکھلانیکا پرمیشور کی جانب سے خاص طور پر آگئی تھی - ناظرین! اوس قادر مطلق کی اوسی خاص طاقت کو ہی ہم اوتار کہتے ہیں -

تیسری مثال

حضرت موسیٰ کی لے لیجیے ایک فرعون بادشاہ تمام لوگوں کو پریشان کر رہا تھا - خدا کی یہ قدرت نہیں تھی تو اور کیا ہی کہ وہ اس ظالم کو نیست ونابود کرنیکے لیئے ایک ادنی انسان کو اپنی خاص طاقت

بخش کراوے حکم دیتا ہے کہ تو جا کر اپنے معجزات و کرامات دکھلا کر اس ظالم کو سمجھا کہ وہ اگر اب بھی اپنے گناہوں سے باز نہیں آتا تو نیست و نابود ہوگا غرضکہ وہ ظالم مغرور اپنے کمال کے بعد زوال کو حاصل کرتا ہوا ایک معمولی انسان کو دنیا میں پیغمبر مشہور کرتا ہے۔

پس جو طاقت خداداد حضرت موسیٰؑ سے دنیا میں غیر معمولی کام کرا رہی ہے۔ ناظرین! ہم پربرہم پرمیشور کے اُس ہی خاص طاقت کو اوتار کہتے ہیں۔

چوتھی مثال حضرت محمد صاحب صلعم کی لے لیجیے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے تاریخ داں ایک زبان ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ آں حضرت اُمی یعنی ان پڑھ تھے لیکن آج دنیا کو تیتیس ۳۳ کروڑ بندگان خدا ان ہدایتوں سے مستفید ہو رہے ہیں جو اُنکے ذریعہ دنیا میں پھیلائی گئی۔

یا یوں سمجھیے کہ جس زمانہ میں اہل عرب نہایت گمراہ ہو رہے تھے ایک ایک مرد وہاں سو سو عورتوں سے شادی کرتا تھا بت پرستی وغیرہ نے پرمیشور کی عبادت پر پردہ ڈال رکھا تھا وغیرہ وغیرہ خرابیاں ملک میں موجود تھیں تو ان برائیوں اور گناہوں کا کمال ہو جانے پر پرمیشور نے ان کا زوال کرنیکے لیے اپنی خاص طاقتیں اُسی ملک کے ایک اُمی شخص کے اندر داخل کر دیں پس آں حضرت میں جو پرمیشور کی خاص طاقت کام کر رہی تھی اُسے ہی ناظرین! ہم اوتار کہیں گے۔

ناظرین! اسیطرح آپ ایسی بے شمار مثالیں تلاش کر سکتے ہیں۔ ہاں! ہم آپ پر ایک بات اور ظاہر کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ آپ یہ ہرگز ہرگز بھی نہ خیال کیجیے گا کہ جسقدر اوتار نبی رسول وغیرہ اب تک دنیا کی مختلف قوموں میں مشہور پائے جاتے ہیں (جن میں سے چند کی مثالیں اوپر بتلائی گئیں) انکے سوا اوروں پر پرمیشور کی ایسی خاص عنایت نہیں ہوئی نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا اگر ہم روزمرہ آفتاب کی تیزی گرمی اور روشنی کا کمال ہو جانے پر ان کا زوال دیکھتے ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پرمیشور دنیا کے مغرور اور گنہگار لوگوں کو انکے کمال پر پہونچنے کے بعد حد سے بڑھنے کو لیے ہاتھ پانوں مارنے پر انہیں پامال کرنیکا انتظام نہ کرے (یعنی انہیں زوال نہ کرے) اور پس وہ اپنے بھگتوں (عابدوں) کو ہی ان کاموں کے لیے منتخب کرتا ہے۔

اگر ظالموں مغروروں اور گنہگاروں کو سزا دیا جانا اور ان کا نیست و نابود ہونا قانون قدرت کے مطابق ہے تو کیا پرمیشور کی بھگتوں اور نیک اعمال کرنے والوں کا گونگے کو بیکار کی مانند

خاص طاقتیں حاصل کرنیکا حق رکھنا بھی اوس پرمیشور کے قانون قدرت کے موافق نہیں ہے ؟
ضرور ہے اور بیشک اس بات سے ہرگز بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ دور ہمیشہ جاری رہیگا ۔
ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اسطرح کی خاص طاقتیں حاصل کرنے والے سب لوگونکو اوتار یا
پیغمبر وغیرہ نہیں سمجھا جایا کرتا لیکن اس سے ہرگز بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ جسطرح قدرت کے دیگر کامون
کا ظہور ہم دنیا مین دیکھا کرتے ہیں اوسی طرح اس اوتار فلاسفی کے نظارے بھی پائے جاتے ہیں
ناظرین ! کیا آپ ابھی ابھی حال کا واقعہ بھول گئے کہ روس کے زار جیسے دنیا بھر میں لاثانی
شہنشاہ کے مقابلہ میں پرمیشور نے جاپان جیسے گمنام ادنی اور واقعی نہایت چھوٹی طاقت کو
لا کھڑا کیا اور پھر فتح کمسکے ہاتھ میں رہی ؟ **جاپان کے** ۔ یہ کیوں ؟ اسلیئے کہ روس کے
شہنشاہ کو اپنی طاقت کا اسقدر غرور ہوگیا تہا کہ وہ اپنے اس کمال کا ناجائز فائدہ حاصل کرنے لگا
تہا یعنی عہد نامہ جات کے خلاف ملک کوریا پر قابض ہونا چاہتا تہا پس اگرچہ کوریا کا راجہ یا
اس قطعہ زمین کا شہنشاہ (مہارانی چین) اس قابل نہ تہا کہ اوس سے مقابلہ کرسکے تو ایسی حالت
میں یہ پرمیشور کی مہا نہیں تو اور کیا ہے کہ جاپان کے مہاراجہ کو اوس نے حکم دیا کہ تو ظالم کے
غرور کو دور کرنیکی جدوجہد کر اور ہم تیری مدد کرینگے ۔

چنانچہ ناظرین ! جاپان کی فتح نے تمام دنیا کو تعجب میں ڈال دیا پس جاپان کے مہاراجہ میں جو
طاقت خداداد زار روس کا غرور دور کرانیکی غرض سے اوس مہان نینتا (سب سے بڑے حاکم)
کیطرف سے خاص طور پر آگئی تھی ناظرین ! ہم اوسی خاص طاقت کو اوتار کہتے ہیں ۔

ناظرین ! ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے واقعات میں ہی اس اوتار
فلاسفی کا ظہور ہوا ہے بلکہ ہم آپ پر یہ روشن کرنا چاہتے ہیں کہ پرمیشور کی صفتوں میں ایک صفت
ہی سرب وبایک یعنی ہر جگہہ موجود ہونا ہے پس اوتار فلاسفی اس صفت کو ہم پر خوب واضح کر رہی ہے
ہاں ! موجودہ سناتنی ہندؤں کا یہ کہنا غلط ہے کہ پرمیشور انسان یا حیوان بن جاتا ہے لیکن
ہمارا خیال ہے کہ اونہوں نے اپنے نہایت قدیم بزرگوں یعنی رشی مہرشیوں کی تعلیم کو شاید بوجہ نہایت
عرصہ دراز گذر جانیکے بھلا دیا ہے یا یہ کہ اس دقیق فلاسفی کو سمجھنے مین غلطی کی ہے اسوجہ سے وہ
مغالطہ میں پڑگئے ہیں ۔ دراصل بات یہ ہے کہ پرمیشور ہر جگہہ موجود ہے پس وہ تمام کاموں کا انتظام

خود ہی بہت مناسب طور پر کر رہا ہے۔ ہاں وہ ظالموں گنہگاروں کو سزا دینے یا کسی قوم و
ملک کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کرنے کے لیے اپنے کسی بھگت (عابد) کو چن لیتا ہے۔ اگر
یہ کہا جاوے کہ کیا وہ بغیر ان بھگتوں کو چنے ہوئے اپنا انتظام نہیں کر سکتا۔ تو جواب یہ ہے
کہ وہ قادر مطلق ہے وہ کرے تو سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اُسنے ہر ایک کام کے لیے قدرتی قاعدے
بنا رکھے ہیں پس کوئی کام قانون قدرت سے خلاف نہیں ہوتا (ہاں وہ چاہے تو کر سکتا
ہے) چنانچہ یہ اسکے قدرتی قانون کا ہی ایک قاعدہ ہے کہ گنہگاروں اور ظالموں وغیرہ
کو جسطرح اُن کے بداعمال کی سزا دیجاتی ہے اُسی طرح نیک اور عابدوں کے نیکیوں وغیرہ
کے جزا میں ایک یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ انکو ایسے کاموں کے لیے چن لیتا ہے یہ اسکی
مہربانی اور فضل و کرم ہے پس اگر اس جواب سے اس معترض کی تسلی نہیں ہوتی تو ہم اُس سے سوال
کرتے ہیں کہ ایک نوزائدہ بچے کو کیا وہ قادر مطلق پرمیشور بلا اسکی ماں کا دودھ پلائے پرورش
نہ کر سکتا تھا کہ اُس کو یہ انتظام باندھنا پڑا کہ اُسکی پیدائش سے قبل اسکے لیے دودھ پیدا کیا؟
جواب یہی ملے گا کہ اسکے قانون قدرت کا یہ ایک قاعدہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہو تو اپنی ماں کے
دودھ سے پرورش پاوے پس اسیطرح اس بارہ میں بھی سمجھنا چاہیے کہ پرمیشور کے قانون
قدرت کا یہ ایک نیم اور اٹل نیم (نہ تبدیل ہونیوالا قانون) ہے کہ جب جب گناہوں کی ترقی
ہوجاتی ہے تو وہ کسی اپنے خاص بندے کو اپنی خاص طاقت عطا کرکے اُس کے دل میں یہ حکم ڈال
دیتا ہے کہ تو اس کام کا بیڑہ اُٹھالے اور یہ مت خیال کر کہ ایسا بڑا کام مجھ جیسے ادنیٰ انسان
سے کیونکر ہو سکے گا کیونکہ تو نہیں کرتا **بلکہ کرنے والے تو ہم ہیں۔**

ناظرین! ہم یہی بات بھگوت گیتا میں پاتے ہیں جسے آریہ سماج کے بڑے معتبر پنڈت
آریہ منی صاحب پروفیسر سنسکرت فلاسفی دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور نے ناجائز نہیں قرار
دیا۔ چنانچہ ہم اپنی رائے کی تائید میں بھگوت گیتا کے گیارہویں ادھیاے کا ۳۳ واں شلوک پیش
کیے دیتے ہیں۔

तस्मात त्वमुत्तिष्ठ यशो लभस्व
जित्वा शत्रून् भुंक्ष्व राज्यं समृद्धम्॥

मयैवैते निहताः पूर्वमेव ।

निमित्त मात्रं भव सव्य साचिन् ॥ अ० ११/३३

ترجمہ :- (۱) اسلئے (۲) تو (۳) اٹھ کھڑا ہو (ہمت نا ہار) (۴-۵) اور یش یعنی شہرت کو حاصل کر (یعنی) (۶) دشمنوں کو (۷) فتح کر کے (۸) وسیع (۹) راجیہ (بادشاہت) کو (۱۰) بھوگ (یعنی بادشاہت و حکومت کے لطف کو حاصل کر) (۱۱) (اور تو جو یہ شک کرتا ہے کہ مجھے مارنیکا گناہ ہوگا پس یاد رکھ کہ) سب (۱۲) مجھ سے ہی (۱۳) بہت پہلے (۱۴) مار ڈالے جا چکے ہیں (یعنی میں نے اِن کو بوجہ انکی بداعمالیوں وغیرہ کے پہلے سے ہی مار ڈالا ہے اور اب وہ زندہ بشکل مردہ ہیں (۱۵) (اسلئے) اے سبیہ ساچن (بائیں ہاتھ سے بھی ہتھیار چلانے والے بہادر) (۱۶) تو صرف ایک ذریعہ یا بہانہ (۱۷) ہو جا۔

ناظرین! ارجن نے مہابھارت کی جنگ سے اس خیال سے کہ رشتہ داروں وغیرہ کو مارنے سے گناہ عظیم ہوگا انکار کر دیا تھا پس شری کرشن جی منجملہ دیگر باتوں کے آخر کار اسے یہ سمجھا رہے ہیں کہ تیرا یہ خیال ہی غلط ہے کہ میں مارنیوالا ہوں تیری کوئی حقیقت نہیں ورنہ تجھ میں ایسی طاقت ہو کہ بھیشم جیسے بہادروں کے سامنے تو کھڑا بھی رہ سکے لیکن چونکہ تیری مخالف پارٹی والوں نے اسقدر گناہ کما لیا ہے کہ (اِس سے پہلے شلوک میں یہ کہا ہے کہ) اگر تو انھیں نہ مارے گا تو تاہم بھی اب زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ پرمیشور نے اپنے قانون قدرت (بدی کا نتیجہ بد) کے مطابق اُن کی زندگی پوری کر دی ہے اور اب وہ مردہ جسموں کے مانند ہی نظر آرہے ہیں۔ پس جبکہ تجھ پر پرمیشور نے یہ فضل و کرم کیا ہے کہ وہ دنیا میں اس مشہور و معروف جنگ کا سرتاج Hero ہیرو تجھے ہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ تیری بڑی بھاری غلطی ہوگی کہ تو اُس رحیم و کریم کی اس بخشش کو بسر و چشم قبول نہیں کرتا بلکہ انکار کر رہا ہے۔ اے ارجن! تو مت خیال کر کہ تو کسی ایسے عظیم کاموں کا پورا کرنے والا ہے بلکہ تو تو صرف ایک نمت یعنی ذریعہ یا بہانہ بن جا۔ اور پھر تو دیکھے گا کہ وہ طاقت کس طرح تیری بانوں (تیروں) پر موت کے دیوتا کو لا بٹھلاتا ہے کہ کوئی وار خالی ہی نہ جانے پاوے گا وغیرہ۔

ناظرین! اس ہدایت کو آپ شخصی دائرہ تک محدود نہ سمجھیں یعنی یہ مت سمجھیے کہ یہ تو کرشن

ارجن کی گفتگو تھی کرشن نے کہا اور ارجن نے سُنا ہمیں اس سے کیا مطلب ہنیں ہنیں ہر گز ہنیں بھگوت گیتا میں یہی تو خصوصیت ہی کہ اس سے ہر ایک انسان مستفید ہو سکتا ہی ۔ اور یہ تو بہت صاف ہدایت ہی ۔

آپ یوں سمجھیے کہ جب آپ کسی آزمائش میں پڑجاتے ہیں یا کسی بڑے کام کی ضرورت آپکو سچے دل سے محسوس ہوتی ہے (جو کہ پرمیشور کی جانب سے آپ پر حکم نازل ہوتا ہے) تو اُسے مہابھارت کی جنگ کے مانند سمجھیے اور کرشن جی کی مذکورہ بالا ہدایت پر یقین رکھکر یوں سمجھیے کہ کرتا دھرتا تو وہ طاقت کُل ہی جو ہر جگہہ موجود ہے پس آپ اُس پرمیشور کا نام لیکر بڑے سے بڑے کام میں بھی (بشرطیکہ اُسیکے حکم سے آپ اُسمیں مشغول کئے گئے ہوں) مشغول ہو جائے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ وہ بڑا کام آپکے نزدیک کیسا ادنیٰ ثابت ہوتا ہی ۔ کیونکہ آپ تو صرف ایک ذریعہ یا بہانہ ہونگے اور اُس کام کا انجام دینے والا تو کوئی اور ہی ہے ۔

ناظرین ! یہ زبانی جمع خرچ کی باتیں ہنیں ہیں واقعی اگر آپکو اپنی زندگی سُدھارنی منظور ہے اگر سچ مچ راحت حقیقی کو حاصل کرنا ضروری سمجھتے ہیں اگر سچ مچ آپ اپنے معبود کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اوتار کی فلاسفی کے اس اصول کو ہر وقت یاد رکھیے اور صدق دلی سے پرمیشور کی حضوری میں حاضر ہوکر دعا مانگا کیجیے اور پھر آپکو ذاتی تجربہ جات ایسے ایسے ہونگے جو اس فلاسفی کی شہادت دینگے واقعی یہ ایسی بات ہنیں ہے جسکو ایک کان سے سُنکر دوسرے سے نکال دیا جاوے بلکہ اگر ادھر کی دُنیا اودھر پلٹائی جاسکتی ہے تو اسی کے ذریعہ ورنہ ہر گز ہنیں

ہمیں مہابھارت کا ایک واقعہ یاد آیا ہے جو اس اصول کی تائید کرتا ہے اسلئے ہم اسے یہاں پر درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب شری کرشن جی کا آخری وقت آیا تو اُنہوں نے ارجن سے جو اُن دنوں دوارکا (جہاں کرشن جی کا قیام تھا) میں ہی موجود تھے کہا کہ ہم تو جاتے ہیں لیکن یہ پیشینگوئی یاد رکھنا کہ یہ دوارکا کا جزیرہ بہت جلد سمندر میں ڈوب جائیگا پس تمکو لازم ہی کہ سب عورتوں بچوں کو معہ تمام دھن دولت مال و اسباب وغیرہ کے اپنے ہمراہ لے کر دہلی (اندرپرستھ) کو چلے جاؤ ۔

چنانچہ اس آخری حکم کے مطابق جب ارجن ۔ اِن عورتوں وغیرہ کو ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوئے

تو راستہ میں چند لوٹیروں نے آگھیرا، تب ارجن نے اپنے گانڈیو نامی مشہور دھنوش (کمان) کو استعمال میں لانا چاہا اور ہزار طرح کوشش کی مگر اب وہ انکو ذرہ بھی مدد نہ دے سکا غرضکہ تمام مال واسباب دھن دولت لٹ گیا اور خالی ہاتھ روتے ہوئے ارجن نے آکر اپنے بڑے بھائی یعنی مشہور عالم فاضل مہاراجہ یودھشٹھر سے کہا کہ "مجھے بڑا تعجب ہے کہ جس دھنوش کی ٹنکار (آواز) کو سنکر بڑے بڑے بہادر تھرا اٹھتے تھے جس دھنوش سے ہم نے بھیشم پتا جیسے بال برہم چاری کو جنکے بارہ میں یہ کہا جاتا تھا کہ ان کا مارنے والا دنیا میں کوئی پیدا ہی نہیں ہوا گرا دیا جس دھنوش سے کرن جیسی بہادر کا کام تمام کیا جسکے سامنے کوئی کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا وغیرہ وغیرہ وہ دھنوش اب کیوں ایسا بیکار ہو گیا کہ معمولی لوٹیروں سے بھی مجھے شکست ماننی پڑی۔ اس سوال کے جواب میں دھرم راج یودھشٹھر نے یہی کہا تھا کہ "اے ارجن تم یہ سمجھتے تھے کہ اس دھنوش میں یہ سب طاقت تھی یا تم میں ایسی طاقت تھی پس یہ تمہاری غلطی ہے دراصل تم سے ان سب کاموں کی کرانیوالی **کوئی اور ہی طاقت** تھی جو اپنا کام پورا کرکے اب تم سے علیحدہ ہو گئی ہے پس اب نہ یہ وہ گانڈیو دھنوش رہ گیا ہے اور نہ تم وہ ارجن ہو اسلئے اب عزت کو قایم رکھنا چاہتے ہو تو چلو ہم سب ہمالہ پہاڑ کے برفستان میں جاکر گل جاویں۔

ناظرین! یہ واقعہ بھی صاف طور پر ہمیں یہی بتلاتا ہے کہ پرمیشور کی طاقت جس سے جو کام جسوقت کرانا چاہتی ہے وہ پورا ہو جاتا ہے اسکے لئے سارے سامان ویسے ہی مہیا ہو جاتے ہیں لیکن اگر وہ قادر مطلق اپنی اس طاقت کو انسمیں سے واپس لے لیوے تو اس شخص کی ویسی ہی حالت ہو سکتی ہے جیسی کہ ارجن کی اس روایت سے ظاہر ہے۔

پس ارجن کے اندر سے جو طاقت حسب قول یودھشٹھر مہاراج کے غائب ہو گئی تھی اسی طاقت کو ہم اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! ہم ایسی ہی نظیر اہل اسلام کی پاک کتابوں میں بھی پاتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں ایک مقام پر یہ ذکر ہے کہ ایک لڑائی میں جسکو بدر کی لڑائی کہتے ہیں حضرت محمد صاحب صلعم نے اپنے مخالفین پر ایک مٹھی خاک پھینک دی جس سے وہ سب پائمال ہو گئے ہم اس بات کی شہادت کے لئے حسب ذیل آیت نقل کرتے ہیں۔ وھو ہذا۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ترجمہ ملا اے محمد! تونے وہ مٹھی خاک کی نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی پس حضرت محمد صاحب صلعم میں جو طاقت خداداد ان سے پھینکواکر اسکے ذریعہ ہزاروں سرکشوں کو نیست و نابود کرنیکی پرمیشور کی جانب سے خاص طورپر آگئی تھی۔ ناظرین! اوسی خاص طاقت کو ہم اوتار کہتے ہیں۔

ہم نے اخباروں میں پڑھا تھا کہ مہاراجہ اندور نے راج سے استعفا دیا پس ایک دن دربار کیا گیا جس میں روسار سلطنت اور ایجنٹ صاحب وغیرہ رونق افروز ہوئے مہاراجہ نے اپنا استعفا سنانیکے بعد شاہی تخت خالی کردیا اور خود اپنے فرزند کو اوسپر بٹھلاکر سب سے پہلے خود ہی ایک معمولی رعایا کے مانند تین مرتبہ جھک کر (اپنے لڑکے کو) سلام کیا بعدہٗ دیگر اراکین سلطنت نے مہاراجہ کو سلامی دی۔

اب مقام غور ہے کہ جس نے پیدائش سے اس ضعیفی کی عمر تک کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا وہ آج اپنے نابالغ لڑکے کے سامنے ایک معمولی رعایا کی مانند سر جھکا رہا ہے یہ کیوں؟ اسلئے کہ اب اسمیں سے وہ طاقت دور ہوگئی ہے جسکو ہی ہزارہا بندگان خدا سر جھکاتے تھے۔

پس ناظرین! ہم اوسی طاقت کو اوتار کہتے ہیں جسکے دور ہوجانے پر آج ایک ملک کا مہاراجہ شاہی تخت کو خالی کرتا ہوا اُس تخت پر بیٹھنے والے اپنے جانشین کو سر جھکاتا اور نذر دیتا ہے۔

پس واضح ہو کہ دراصل اس مہاراجہ اندور کے وجود میں دیگر رعایا ملک اندور سے کوئی زیادتی نہ تھی اور جو عزت اسکی کیجاتی تھی وہ دراصل اسکے شخصی وجود کی نہیں بلکہ اُس خاص طاقت کی کی جاتی تھی جسکے غایب ہوجانے پر اب اسے بھی اسبات پر مجبور ہونا پڑا کہ وہ اُس تخت کے سامنے جھک جاوے جسکو چندہی منٹوں قبل پاؤں سے روندھتا تھا پس اُسی خاص طاقت کو ناظرین! ہم اوتار کہتے ہیں۔

ناظرین! وہ طاقت کل نہ صرف مہاراجہ اندور کو ہی ایسی بخشش عطا فرمارہی تھی بلکہ آپ جتنا ہی غور و خوض کرتے چلے جائیں گے۔ آپ کو ایسی بے شمار مثالیں ملتی جائینگی۔ اور شری کرشن جی مہاراج اس فلاسفی کو بھگوت گیتا کے ساتویں و دسویں ادھیاء میں خوب واضح کرکے سمجھا رہے ہیں۔ جہاں اوتار کے بجائے بھوتی لفظ (؟) استعمال کیا گیا ہے مطلب وہی ہے اسلئے

اب ہم کرشن جی کی کچھ عبارت کا اقتباس کرتے ہوئے لفظ بھوتی استعمال کرینگے۔

आदित्यानामहं विष्णुर्ज्योतिषां रविरंशुमान् ।
मरीचिर्मरुतामस्मि नक्षत्राणामहं शशी ॥ भ० गी० १०/२१

आदित्यानां¹ अहं² विष्णुः³ ज्योतिषां⁴ रविः⁵ अंशुमान्⁶ । मरीचिः⁸
मरुताम्⁷ अस्मि⁹ नक्षत्राणां¹⁰ अहं¹¹ शशी¹² ॥

ارتھ۔(۱) آدتیوں (نہ گھٹنے والی اشیار) میں (۲) میں (۳) وشنو ہوں (۴) چمکیلی (۵) کرنوں والوں میں (۶) آفتاب ہوں (۷) مروتوں (ہواؤں) میں (۸) مریچی (نامی ہوا) (۹) ہوں (۱۰) نکشتروں (آسمانی کرہ جات) میں (۱۱) میں (۱۲) چندرماں ہوں۔

نوٹ۔ مطلب یہ ہے کہ جس شے میں جو حصہ اسکا جوہر ہے وہ پرمیشور کی طاقت ہے تمام روشنی والوں میں آفتاب پرمیشور کی بھوتی کہی گئی ہے یعنی اگر آفتاب کی ہستی ہو جاوے اور اگر وہ اپنی تمام طاقت (یعنی گرمی روشنی تیزی چمک دمک رونق جاہ جلال اور حرارت وغیرہ) کو کھینچ لیوے تو پھر کسی کرن والی اشیار کا وجود ہی نہیں رہ سکتا۔ پھر نہ تو یہ دنیاوی آگ روشنی اور گرمی دے سکے گی۔ نہ ہماری آنکھیں دیکھ سکیں گی نہ ہمارے جسم میں خون کی حرارت وغیرہ رہ سکے گی۔ نہ جواہرات کی چمک اور نہ سونا چاندی کی دمک قایم رہ جائیگی وغیرہ وغیرہ تمام کام بگڑ جائینگے۔

پس یوں سمجھنا چاہیے کہ تمام کرن والوں کو سورج طاقت بخش رہا ہے اور وہ سورج ایسی ساری طاقت کو پرمیشور ہی سے حاصل کر رہا ہے جسکو اس شلوک میں کرشن جی اپنے محاورہ میں یوں بیان کر رہے ہیں کہ "کرن والوں میں تو آفتاب مجھے سمجھو"

شاید یہاں پر ایک سوال ناظرین کو کھٹکے کہ کیا کرشن کے ایسے اقوال سے یہ ظاہر نہیں پایا جاتا کہ وہ خود خدا بن رہے ہیں پس اسکا جواب یہ ہے کہ بھگوت گیتا کے آرین مفسر پنڈت آریہ منی صاحب نے اس سوال کا جواب اس کتاب کے دیباچہ میں مفصل طور پر تحریر فرمایا ہے پس آریہ صاحبان کو تو وہاں ہی دیکھنا چاہیے اور دیگران کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارا خیال ہے کہ کرشن صرف

پرمیشور کیطرف سے ریپریزنٹیٹو Representative بیان کر رہے ہیں جسطرح ہم کسی شخص کو اپنی طرف سے کہیں کسی معاملہ کو طے کرنے کے لئے بھیجتے ہیں تو وہ وہاں پر اگرچہ گفتگو تو یوں ہی کرتا ہے کہ ہم ان شرائط پر معاملہ طے کرتے ہیں وغیرہ لیکن دراصل اُسکا مطلب لفظ ہم سے اُن لوگوں سے ہوتا ہے جنکا وہ ریپریزنٹیٹو ہو کر گیا ہے چونکہ یہ مضمون بھی بذات خود ایک پوری فلاسفی ہے جس پر بحث چھیڑنے سے ہم مضمون زیر بحث سے دور ہو جائینگے اور طوالت بھی ہوگی اسوجہ سے ہم اس جملہ معترضہ کو یہیں چھوڑتے ہیں۔

रसोऽहमप्सु कौन्तेय प्रभास्मि शशिसूर्ययोः। प्रणवः सर्ववेदेषु
शब्दः खे पौरुषं नृषु ॥ भ० गी० अ० ७ श्लो० ८ ॥

रसः[۴] अहं[۲] अप्सु[۳] कौन्तेय[۱] प्रभा[۷] अस्मि[۵] शशि सूर्ययोः[۶]। प्रणवः[۹] सर्व वेदेषु[۸] शब्दः[۱۱] खे[۱۰] पौरुषं[۱۴] नृषु[۱۳] ॥

ارتھ۔ (۱) اے کنتی کے لڑکے (ارجن)! (۲) میں (۳) پانی میں (۴) رس (جوہر، ضایقہ یا اس کا لب لباب) (۵) ہوں (۶) چاند سورج میں (۷) روشنی (۸) ویدوں میں (۹) پرنو (اوم) (۱۰) آکاش میں (۱۱) شبد (آواز) (۱۲) (اور) انسانوں میں (۱۳) پرشارتھ (محنت مشقت) ہوں۔

نوٹ۔ مطلب یہ ہے کہ جس شے میں سے جو کچھ نکال لئے جانے پر اُسکا جوہر نکل جانا ممکن ہو وہ پرمیشور کی بھوتی یا طاقت ہے پانی کا رس اگر کھینچ لیا جا سکے تو اسمیں واقعی پانی پن کی نیستی ہو جائیگی چاند سورج میں سے اگر روشنی کو علیحدہ کر لیا جاوے تو واقعی ان میں سے چاندپن اور سورج پن کا نام و نشان بھی نہ رہ جاویگا اسیطرح کرشن جی فرماتے ہیں کہ ویدوں میں سے (یا تمام دنیا کی مختلف مذہبی اور پاک کتابوں کے اندر سے) اگر اوم کو نکال لیا جاوے (یا اس خالق مطلق پر برہم پرمیشور کے ناموں اور صفتوں کو ظاہر کرنے والے الفاظ کو خواہ وہ مختلف زبانوں میں کچھ ہی کیوں نہ ہوں علیحدہ کر لیا جاوے) تو وہاں (ویدوں میں یا دیگر پاک کتابوں میں) پھر کوئی ایسی فضیلت نہیں رہ جاتی جو انکو بہ نسبت دیگر دنیاوی کتب کی کچھ وقعت دے سکیں۔

251

اسیطرح آکاش (خلا) میں سے آواز کو جو اسکی صفت ہے (چونکہ کبھی صفت اپنے موصوف سے
علیحدہ نہیں ہوسکا کرتی) نکال لیا جاوے تو اسمیں کچھ رہ ہی نہیں سکتا اور اسیطرح بنی نوع انسان
میں سے اگر پرشارتھ کو نکال لیا جاوے تو اسکی زندگی نہ رہ سکے گی کیونکہ جسم میں سے بالکل پرشارتھ
(محنت مشقت) کے نکال دیے جانے پر ہر طرح کی حرکات خون کی رفتار اور اور سانس کا چلنا
تک بھی بند ہو جائیگا۔

नराणांच नराधिपम् ॥ भ० गी० १०/२७"

ارتھ: انسانوں میں تو راجہ مجھے سمجھ۔
نوٹ انسانوں میں راجہ پرمیشور کی خاص طاقت والا ہے۔ اسکا مطلب یوں سمجھئے کہ ویسے تو
راجہ کا جسم بھی ایک معمولی انسان ہی ہے لیکن اسمیں جو لاکھوں اپنے ہم جنس (انسانوں) پر حکومت
کرنیکی خاص طاقت ہے وہ پرمیشور کی طاقت اس میں کام کر رہی ہے اور بس ہم اسی طاقت
کو پرمیشور کی بھوتی یا اوتار کہتے ہیں۔
ناظرین! ایک بادشاہ بحیثیت انسان ہماری مانند اور بالکل ہماری برابر ایک خدا
کا بندہ ہے لیکن جس وقت وہ شاہی تخت پر رونق افروز ہوتا ہے وہ بدکرداروں (گنہگاروں)
کو سزا اور نیک لوگوں کو جزا (انعام وغیرہ) دینے کی خاص طاقت پرمیشور سے حاصل کر لیتا
ہے اور اس میں جو یہ خاص طاقت کام کر رہی ہے اس کو ہم پرمیشور کی بھوتی یا اوتار کہتے ہیں
یا یوں سمجھئے کہ جمہوری سلطنت کے رواج نے اس بات کو اور بھی آسان کر دیا ہے
یعنی تمام ممبران رعایا اپنی وہ طاقت حکومت جو انکے اندر پرمیشور کی طرف سے دی گئی
President
ہے ایک شخص کو حوالہ کر دیتے ہیں جو ان سب کا پریزیڈنٹ
منتخب ہوتا ہے اور اب وہ ان پر حکومت کرتا ہے بس چونکہ اس سلطنت کے تمام باشندگان
کی طاقت حکومت کا ہی مجموعہ وہ پریزیڈنٹ یا بادشاہ ہے اسوجہ سے بھی کرشن جی فرماتے
ہیں کہ انسانوں میں بادشاہ پرمیشور کی بھوتی (خاص طاقت والا) ہے بس یوں سمجھئے
کہ اگر انسانوں میں سے بادشاہ کو علیحدہ کر لیا جاوے (یعنی بادشاہت و حکومت کو اگر نیست
و نابود کر دیا جاوے) تو انسانوں کی ہستی قایم رہنی مشکل ہو جائیگی (چوری ڈاکہ لوٹ مار وغیرہ

کا بازار گرم ہونیکے باعث اسلئے تمام انسانوں کی طاقت انتظام حکومت کا جو پرمیشور ہے وہ بادشاہ ہے اسیکو کرشن جی پرمیشور کی بھوتی بتلاتے ہیں اسیطرح جو کہ اس مقام پر گیتا میں ایسی ایسی بھوتی بھی درج ہیں کہ ہاتھیوں میں ہیں ایراوت ہوں اور گھوڑوں میں ہیں اوچیشروا ہوں وغیرہ پس کرشن جی کی اس دقیق عبارت اور زبردست فلاسفی کو نہ سمجھکے بندوں نے کہیں پرمیشور کو گھوڑے کا اوتار بنایا کہیں مچھلی و کچھوا وغیرہ بنایا۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ایسی فلاسفی کے مضامین ہمیشہ لفظی معنی سے علیحدہ مطلب رکھا کرتے ہیں۔ لفظی معنی اگر کوئی یوں لگالیوے کہ انسانوں میں بادشاہ پرمیشور ہے یا گھوڑوں میں اوچیشروا (ایک خاص قسم گھوڑوں کی) پرمیشور ہی ہے۔ تو کیا ایسے معنی سمجھنے والے کو کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے۔

अक्षराणामकारोऽस्मि द्वन्द्वः सामासिकस्य च ॥
अहमेवाक्षयः कालो धाताऽहं विश्वतो मुखः ॥ भ॰ गी॰ १०/३३

अक्षराणाम्[1] अकारः[2] अस्मि[3] द्वन्द्वः[5] सामासिकस्य[4] च । अहम्[6] एव[7]
अक्षयः[8] कालः[9] धाता[13] अहं[10] विश्वतः[11] मुखः[12] ॥

ترجمہ۔ (۱) اکشروں (حروف) میں (۲۔۳) ہیں آ अ ہوں (۴) اور سماسوں میں (۵) میں دوندو ہوں (یہ سنسکرت قواعد کی ایک خاص بات ہے) (۶۔۷) نہ فنا ہونیوالا زمانہ ہوں (۱۰) اور میں ہی (۱۱) ساری خلقت کا (۱۲) اصلی (۱۳) سہارا ہوں۔

نوٹ۔ حروف میں آ अ کی طاقت پرمیشور کی بھوتی کہی گئی ہے پس واضح ہو کہ اگر ہم تمام حروف میں سے آ کی طاقت یعنی vowels کو نکال ڈالیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی حرف اپنی آواز ہی نہ دے سکے گا اور ہمیں اعمی گونگا بن جانا پڑیگا۔ اس بات کو ہم اُردو کی بہ نسبت انگریزی الفاظ کی مثال سے آسانی کے ساتھ سمجھا سکتے ہیں پس ناظرین کو معلوم ہو کہ لفظ Favour میں سے اگر ہم a o کو جو کہ آ अ کی طاقت ہی نکال ڈالیں تو بتلائے کہ آپ کیونکر اسکا تلفظ کر سکینگے یا اگر لفظ Remembered میں سے e e e e کو نکال لیویں جو کہ آ अ کی طاقت ہے تو بتلائے کہ اسکا تلفظ آپ کسطرح کر سکیں گے اسی طرح Measureless میں سے e a u e e کو نکال ڈالئے پھر دیکھیں کسطرح اس کا تلفظ ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ناظرین! اسیطرح بھگوت گیتا کی یہ دسویں ادھیار ساری کی ساری اسی مضمون سے بھری پڑی ہی جنکو اشتیاق ہو وہاں ہی پوری بحث دیکھ سکتے ہیں ہمارا صرف مطلب مختصر طور پر یہ دکھلانیکا تھا کہ اوتار کی فلاسفی سے اگر وہ ہی صحیح مطلب سمجھے جاویں جسکا ذکر اوپر کے حوالجات میں آیا ہی (یعنی جنکو کرشن جی پرمیشور کی بھوتی یا طاقت فرمارہے ہیں) اور اس فلاسفی پر کافی غور کیا جاوے تو جہاں اس اصول کے مطابق تمام دنیا کی قوموں و مذہبوں کے بزرگوں کی فضیلت و بزرگی قایم رہتی ہے وہاں ہندوؤں کے اوتار آریوں کے مکت پرش عیسائیوں کے مکمل انسان و مکمل خدا مسلمانوں کے پیغمبر رسول یا نبی اور بودھوں و جینیوں کے تیرتھنکر وغیرہ وغیرہ سب اس فلاسفی کے مطابق اپنی اپنی اصلی حیثیت پر قایم رکھے جا سکتے ہیں جن پر اُنکے پیرو کاروں نے اونہیں قایم کیا ہے۔ اسکے علاوہ اس فلاسفی پر جتنا ہی زیادہ غور و خوض کیا جاوے اوتنا ہی پرمیشور کی سرب ویاپکتا (ہر جگہ موجود ہونا) ہم پر روشن و عیاں ہوتا جائیگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ سچ مچ اس کو بغور پڑھنے والے صاحبان اگر اسے دوبارہ سہ بارہ پڑھ کر کافی طور پر غور و خوض کرینگے تو یقیناً وہ پربرہم پرمیشور کے بھکت بن جاینگے اور پھر ان کو اپنی اس زندگی میں ایسے تجربہ جات ہونگے جنسے کہ وہ اس فلاسفی کی صداقت کے خود قایل ہو جاینگے۔

ناظرین! گیتا کے اس دسویں ادھیار سے ہماری رائے کی تایید ہوتی ہی اس بات کو بالکل صاف الفاظ میں ظاہر کرنیکے لیے ہم وہاں کا اکتالیسواں شلوک بھی ذیل میں پیش کیے دیتے ہیں:-

यद्यद्विभूतिमत्सत्वं श्रीमदूर्जितमेव वा।

तत्तदेवावगच्छ त्वं मम तेजोंऽश सम्भवम्॥ भ॰गी॰ १०/४१॥

यत्[1] यत् विभूतिमत्[2] सत्व[3] श्रीमत्[4] ऊर्जितम्[6] एव[7] वा[5]। तत्[8] तत् एव[9] अवगच्छ[13] त्वं[12] मम[10] तेजोंऽश[11] संभवम्॥

ترجمہ۔ (۱) جو جو (کسی قسم کی) (۲) بھوتی والا (۳) وجود ہو یعنی وہ اگر (۴) شریمان (دولت رونق جاہ و جلال وغیرہ رکھنے والا) ہو (۵) یا (۶) (کسی قسم کی) طاقت والا (۷) ہی ہو (۸) تو ایسوں کو (۹) یقیناً (۱۰) میرے (۱۱) تیج (تیزی) کے حصہ سے پیدا

ہوتیوالا (یا صاف یوں کہ میری خاص طاقت رکھنے والا) (۱۲) تو (۱۳) سمجھہ -

ناظرین! شری کرشن جی نے بہت سی بھوتیاں گنا نیکے بعد اِس شلوک میں یہ کہہ دیا کہ ہم یوں کہاں تک شمار کراتے رہیں گے تو اِس شناخت سے خود ہی سمجھہ لیا کر کہ جس انسان میں کوئی غیر معمولی طاقت وغیرہ دیکھو اُسمیں وہ غیر معمولی طاقت رونق جاہ و جلال ذہانت علمیت فضیلت وغیرہ پرمیشور کی ہی سمجھہ -

کہیے ناظرین! کیا ہمیں اِس مضمون کو صاف کرنیکے لئے اب اور بھی حوالہ جات تلاش کرنیکی ضرورت ہے؟ کیا ایسے صاف الفاظ سے بھی بڑھ کر کوئی تائید ہو سکتی ہے؟ ہاں ممبران آریہ سماج شاید اتنے پر بھی نہ مانیں گے اسلیئے انکی تسلّی کے لیئے ہم اُن کے معزز پروفیسر پنڈت آریہ منی صاحب مفسر آرین گیتا کی رائے بھی ذیل میں نقل کیئے دیتے ہیں جو اسی دسویں ادھیائے کے خاتمہ پر انہوں نے ظاہر کی ہے اور جسمیں وہ پُرزور الفاظ میں ہماری رائے کی موافقت کرتے ہوئے آریوں کو اسے تسلیم کرنیکی سفارش کرتے ہیں - وہو ہذا -

(حسب ذیل عبارت اس آرین گیتا کی صفحہ ۳۷۵-۳۷۴ - پر سے نقل کیجاتی ہے)

سُوال - پرماتما کو یہ کہتے کیسا واہیات معلوم ہوتا ہے کہ میں درختوں میں پیپل ہوں کہیں حکومت والوں میں سزا میں ہوں کہیں چھلون (مکاریوں) میں (جوا یعنی) پالیسی (یہ حکمت عملی) میں ہوں وغیرہ - یہ کیا بھوتیاں ہیں -؟

جواب - اِس بھوتی ادھیائے کو اگر کوئی شخص ایکسو دل ہو کر اور ویدک مت سے پڑھے[1] تو ہمارے خیال میں یہ شک پیدا نہیں ہوگا کہ یہ بھوتیاں (جنکا شمار گیتا کی دسویں ادھیائے میں کیا گیا ہے) حقیر ہیں - کیونکہ مہرشی ویاس نے (جو کرشن ارجن کی اس گفتگو کو گیتا کی شکل میں ترتیب دینے والے ہیں) اس چراچر (جاندار و بے جان خلقت کی چمتکار (رونق رکھنے) والی اشیاء کو پرماتما کی بھوتی کے طور پر بیان کیا ہے -

[1] یعنی دل کی صداقت سے مذہبی انسان بن کر پڑھے - جو جس مذہب کا پیرو کار ہو اُسی مذہب پر سچا ایمان رکھتا ہو اور اپنی تمام توجہ کو یکسو کر کے اس جانب لگا کر نہایت غور سے اس مضمون کو پڑھے ہم بھی اسی بات کی سفارش اپنے ناظرین سے دوبارہ کرتے ہیں واقعی یہ مضمون اسی لایق ہے کہ بار بار اسے بغور پڑھنا لازم ہے -

اِن متذکرہ بالا بھوتیوں سے ملبس پرمیشور کی اس کاریہ جگت (معلول خلقت) کو جب تک کوئی اس دہیہ درشٹی (غور وخوض کی خاص نظروں) سے نہیں دیکھتا تب تک اسکے لئے کلیان یعنی بھلائی کی اُمید رکھنا فضول ہے۔ جسکے خیال میں چکرورتی (شہنشاہ) کا ڈنڈ (ڈنڈ یعنی حکومت کی باگ ڈور یا سزا دینے کی طاقت) پرماتما کی بھوتی نہیں جسکے خیال میں دوندو سماس کے مانند سمتا (سب کو برابر کر دینے والا) کا وجود پرماتما کی بھوتی نہیں۔ جسکے خیال میں کپل وغیرہ مُنیوں کی مثل روپ سدھی (غور وخوض کی طاقت کا کمال حاصل ہو جانا) ایشور کی بھوتی نہیں وہ ان اننت (بے شمار) بھوتیوں سے ملبس سنسار میں دھرم ارتھ کام موکش

धर्म अर्थ काम मोक्ष

(۱) نیکی کرنا (۲) دنیاوی اشیاء حاصل کرنی (۳) خواہشات و دنیاوی لذات حاصل کرنا (۴) نجات پانا) اِن چاروں پھلوں کے مجموعہ کی ثنا (لب لباب) یعنی حقیقت کو نہیں جانتا یعنی وہ نجات وغیرہ کو حاصل نہیں کرسکتا) اِس بھوتی ادھیائے میں تو ویاس جی نے برائے نام پرماتما کی طاقتوں کو بیان کیا ہے لیکن جن لوگوں نے وید بھگوان کے رودر ادھیائے (یجروید کی ۱۶ ویں ادھیائے) کو پڑھا ہے اُن کو معلوم ہوگا کہ رودر روپ دھاری (غصہ والی شکلوں کو رکھنے والے) بہادروں کی کیسی کیسی بھوتیاں پرمیشور نے ظاہر کی ہیں اور زیادہ کہاں تک کہیں جن لوگوں نے کبھی سندھیا (صبح شام کی عبادت کے منتروں) کو معہ مطلب پڑھا ہے وہ لوگ اس بھوتی ادھیائے کی حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ کہ۔ **مذکورہ بالا بھوتیاں پرماتما کے نروپن (خدائی ہستی کے ثبوت) میں کہاں تک النکار (استعارہ) کا کام دیتی ہیں۔**

.... ناظرین! اب تو آریہ صاحبان کو کوئی موقع انکار کا نہ رہ گیا نہ صرف اپنے ایک معزز پروفیسر کی تائید اوپر کے اقتباس میں پیش کر دی گئی ہے بلکہ پنڈت آریہ منی جی مہاراج نے بتلایا کہ یہ اُصول ویدوں میں بہت معقول طور پر بیان ہوا ہے اور جس ادھیائے پر اشارہ ہے اس کی عبارت اگر نقل کی جاوے تو آریہ صاحبان دنگ رہ جائینگے کیونکہ گیتا میں تو صرف یہی عبارت تھی کہ انسانوں میں بادشاہ مجھے سمجھو۔ درختوں میں پیپل مجھے سمجھو وغیرہ لیکن وہاں تو

یوں آتا ہی کہ ائے چوروں کے سردار تجھکو نمہ (سجدہ) ہو۔ اے فوج کے سپہ سالار تجھ کو نمہ ہو اے رتھ بنانیوالے تجھ کو نمہ ہو اے کمہار تجھ کو نمہ ہو وغیرہ وغیرہ۔

ہاں اگر پنڈت آریہ منی صاحب کی اِس باریک بینی کو مدنظر رکھکر اِس (یجور وید کی سولویں) ادھیائے کو پڑھا جاوے تو اُس سے جہاں اوتار کی فلاسفی مفصل طور پر ثابت ہو جاتی ہے وہاں اہل اسلام کا توحید بھی ثابت ہو جاتا ہی لیکن کیسے تعجب کی بات ہی کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے اپنی تفسیر وید میں اس بات سے نہ تو اقرار کیا ہی نہ کم از کم الفاظ کے ایسے معنی قایم رکھے ہیں کہ جو در اصل ان سے برآمد ہوتے ہیں پس اگر ہم دیانندی بھاشیہ کو صحیح تسلیم کر لیویں تو پنڈت آریہ منی جی کی یہ بات رد ہو جاتی ہے کیونکہ سوامی جی نے اے چوروں کے سردار تجھ کو نمہ ہو وغیرہ میں لفظ نمہ (جھکنا یا عزت کرنا) کے معنی غلہ یا بجر (اوزار) کرکے عجیب رنگ چڑھا دیا ہی (چنانچہ چوروں کے سردار پر تو ایسا غصہ سوامی جی کو آگیا کہ یہاں نمہ کے معنی قتل کے ہی گڑھ دیا یعنی وہ لکھتے ہیں کہ چوروں کے سردار کو قتل کر دو۔ دیکھو یجر وید ۱۶/۲۱ -

ہمارا خیال ہی کہ گیتا کی اِس فلاسفی کو جسطرح آریہ منی صاحب نے سمجھ لیا اور ویدوں کی اس ادھیائے کو الزاموں سے بری کر لیا وہ باریک بینی سوامی جی کو نہ حاصل ہو سکی پس وہ اِس فکر میں پڑ گئے کہ اگر لفظی معنی یوں صاف صاف کر دئے جاویں کہ اے چوروں کے سردار تجھ کو میں سجدہ کرتا ہوں تو ویدوں کے گلے بڑے بڑے اعتراض مڑھے جاوینگے۔

ناظرین! سوامی جی یہ نہ سمجھ سکے کہ اِسکا مدعا یہ ہے کہ اے چوروں کے سردار جو قادر مطلق تجھے ایسی خاص طاقت عطا کر رہا ہی کہ تو بہ نسبت دیگران کے غیر معمولی حرکات کر سکتا ہے اُس خاص طاقت کو ہم نمہ (سجدہ) کرتے ہیں۔

ناظرین ہم مضمون زیر بحث سے دور چلے گئے اسلئے اِس جُملہ معترضہ کو یہیں چھوڑ کر پھر ویں آتے ہیں اب ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے آریہ بھائی اِس اوتار کی فلاسفی کو ضرور تسلیم کر لیوینگے ہاں وہ اِس فلاسفی کو مدنظر رکھکر اگر سوامی دیانند کو بھی اُس زمرہ میں مان لیویں تو ہم اُنکو ایسا کرنے سے منع تو نہیں کرتے لیکن اے لیڈران آریہ سماج! آپ کو یہ خیال تو رکھنا چاہیے کہ جسطرح آپ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی نہایت حد سے زیادہ عزت اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اسیطرح

اگر ایک ہندو بھگوان کرشن جی پر فدا ہے۔ ایک عیسائی پربھو عیسیٰ پر تن من دھن نیوچھاور کر رہا ہے ایک مسلمان حضرت محمد صاحب صلعم پر قربان ہونیکو تیار ہے تو ان بیچاروں نے کون سا گناہ کیا ہے جو آپ اُن کو بُرا بھلا کہا کرتے ہیں۔

اجی حضرت! آپ یہ نہ سمجھیئے کہ اب ان باتوں سے اپنے دھرم کا پرچار کر رہے ہیں ہرگز نہیں آپ سخت غلطی پر ہیں کیونکہ جہاں آپ اپنے ایک زبردست اصول اہنسا (کسی کا دل نہ دکھانا) کو دُور کرتے ہوئے ملک میں نفاق کا بیج بو رہے ہیں (جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلمانوں میں آیندہ اتفاق و اتحاد قایم ہونے کے بجائے دشمنی رنجش اور پھوٹ بڑھتی چلی جائیگی) وہاں دُنیا کے اُن بزرگوں کی نندا (بدگوئی) کرکے گناہ اور نہایت عظیم گناہ کما رہے ہیں جنکو آپکے پیدا کرنیوالے پرم پرمیشور نے آپ سے افضل بنا دیا ہے۔

اے آریہ صاحبان! آپ جو کہ یہ کہا کرتے ہیں کہ کرشن جو مکھن کا چرانیوالا عورتوں کو رجھانیوالا سیکڑوں عورتوں سے عیاشی کرنیوالا مہابھارت کی جنگ کرا کر ملک کا ستیاناش کرنیوالا ہے اسکی عزت کرنا غلطی ہے۔ یا عیسیٰ جو سولی دیا گیا (اپنی حفاظت آپ نہ کر سکا) اُس کا سہارا پکڑنا واہیات ہے یا محمدؐ جو اپنے لڑکے کی بیوی پر عاشق ہو گیا اُس کو رسول ماننا نامناسب ہے وغیرہ وغیرہ چنانچہ ایسوں کی تعظیم کرنا محض فضول ہے پس آپکو یاد رہے کہ جسکو پرمیشور نے فضیلت دی یعنی جس کو اُس نے اپنی خاص طاقت بخش دی اُسکی عزت تعظیم وغیرہ کرنیکو لئے ہمیں مجبور ہونا پڑتا ہے ہم نہ بھی چاہیں تو تاہم بھی ایسا کرنیکے لئے مجبور کئے جاتے ہیں پس آپ صاحبان خدا کی خاص طاقت رکھنے والوں کی نندا اور نکتہ چینی کرکے نہ معلوم کسقدر گناہ عظیم کما رہے ہیں ہم نے پنڈت لیکھرام جی کی ایک کتاب میں ایک مضمون دیانند اور محمدؐ کا مقابلہ پڑھا ہے۔ ہمیں یہ دیکھکر نہایت افسوس ہوا کہ وہ اول الذکر کو آسمان پر چڑھاتے ہوئے آخرالذکر کی شان میں نہایت نازیبا الفاظ (جاہل وغیرہ) استعمال کر رہے ہیں ہمارا خیال ہے کہ بیشک یہ بڑی بھاری غلطی ہے کہ کسی ایسے کو جو لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کا معزز مانا گیا ہوا ہو بُرا بھلا کہا یا لکھا جاوے یا محض ایسا خیال بھی کیا جاوے۔

اے آریہ مہاشیو! یقیناً آپ سخت غلطی پر ہیں آپ اگر اپنے ایسے طریق عمل کو ترک نہیں کرینگے تو پرمیشور کے دربار سے آپ کو اپنے ایسے نامناسب افعال (پاپ) کی سزا ملے گی۔

ہمیں اس بحث کی ضرورت کیا ہی کہ فلاں ریفارمر بڑھ کر ہو اور فلاں گھٹ کر ہو اور واقعی ایسا کرنیوالے خدا کے نزدیک گنہگار ہونگے ۔

اے حضرات! آپ کو ایسے فیصلوں کی ڈگری دینے کا استحقاق کسنے دیا ہی؟ کون کس سے بڑھ کر ہی یا کون کس درجہ کا نیک و بد ہے یا کس نے دنیا میں کسقدر ریاپ اور کسقدر پن (گناہ و ثواب) کیا ہی وغیرہ وغیرہ تمام باتوں کا فیصلہ کرنا پرمیشور کے ہاتھ میں ہی اس نے آپ لوگوں کو اپنی وزارت پر تو نہیں مقرر کیا کہ آپ صاحبان اسی فکر میں غلطاں رہا کرتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب صلعم یوں برے کرشن یوں خراب عیسیٰ یوں ناپاک وغیرہ۔

اجی مہاشے! آپ ان فضول کاموں کو ایکبارگی ترک کر دیجیئے دنیا کی فکر چھوڑیئے آپ اپنا حسد ہار کیجیئے کیا آپ کے پاس تمام دنیا کے بزرگان دین کا مقابلہ کرنیکے سوا اور کوئی کام نہیں ہے ۔

ناظرین! اگر سچ پوچھیئے تو دنیا کے ہر ایک مذہب و ہر ایک قوم میں جو بزرگ ہو گذرے ہیں ان سبکی ہر ایک فرد بشر کو عزت کرنی لازم ہے ۔ یا اگر ہم دوسری قوموں کے بزرگوں کی عزت نہ کریں تو کم از کم ان کی نندا (بدگوئی) اور توہین تو نہ کیا کریں۔ آریہ صاحبان لفظ ستوتی (تعریف) کی بڑی عجیب و غریب تاویل کیا کرتے ہیں یعنی یہ کہ جو جیسا ہی اس کو ویسا کہنا اسکی ستوتی یعنی (تعریف) ہے اور اسکے خلاف نندا ہے پس اسی آڑ کو لیکر وہ یوں مخاطب کرتے ہیں کہ شری کرشن کی سوانح عمری اُن کو جیسا کچھ ظاہر کرتی ہے اُسے ہم بلا کم و کاست بیان کئے دیتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ کرشن نے چوری کی عیاشی کی یہ کیا وہ کیا وغیرہ۔

اب ناظرین غور کریں کہ کیا کسی مضمون کا Dark side تاریک حصہ لیکر اسے عوام کے روبرو پیش کرنا غلط فہمی پھیلانا نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اُن کو ایسی ضرورت کیا ہی کہ کرشن وغیرہ کے ذاتیات پر ریویو کرنیکی ٹھہرا دیں انہیں چاہئیے کہ یا تو وہ ان بزرگان مذاہب کو انہیں الفاظ میں یاد کریں جن میں ان کے پیروکاران ان کی عزت کرتے ہیں یا ان کو لازم ہے کہ وہ اس مضمون کو ہی بالائے طاق رکھ دیویں یعنی وہ کسی دین کے کسی بزرگ کا جن کو اُس دین والے اوتار پیغمبر مکمل انسان اور مکمل خدا یا تیرتھنکر وغیرہ وغیرہ نہایت درجہ کے افضل۔

الفاظ سے تعظیم کرتے ہیں کوئی ذکر مذکور ہی نہ کیا کریں ۔

لیکن ناظرین! وہ ایسا نہ کرینگے آریہ سماجیوں نے یہ طے کیا ہوا ہے کہ ہماری قوم کی ترقی اور ہمارے دھرم کا پرچار (آریہ سماج کی اشاعت) تب ہی ہوگا جب ہم تمام دنیا کے ان نہایت اعلیٰ درجہ کے معزز بزرگوں کی ذاتیات کو بالکل پائمال کر ڈالیں گے اور یہی وجہ ہے ناظرین کہ وہ دن بدن اور شوخ ہوتے چلے جاتے ہیں اگر آج پنڈت لیکھ رام صاحب تینتیس کروڑ انسانوں کے معزز بزرگ کو جاہل لکھ رہے ہیں تو کل ایک نوجوان بی اے برہم چاری کا خطاب حاصل کرنیکی خاطر اسے عرب کے جنگلوں کا وحشی کہہ کر ہی اپنے ساتھیوں کو خوش کرنا مناسب سمجھتا ہوا دنیا پر یہ بات روشن کر رہا ہے کہ آریہ سماج کیا ہے = صرف ایک ایسے لوگوں کی جماعت ہے جن کے پاس اور کوئی کام نہیں سوا اسکے کہ وہ تمام دنیا کے بزرگوں کی توہین کیا کریں اور جن لوگوں کو پرمیشور نے اپنی خاص طاقت (بھبوتی بخش کر) ان کو لاکھوں کروڑوں انسانوں کا معزز بنایا ان کی نندا (بدگوئی) کرتے ہوئے انہیں برا بھلا کہا کریں ۔ کاش کہ اب بھی ہمارے گمراہ آریہ بھائی صاحبان راہ راست پر آجاویں ۔

ہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے کچھ مسلمان اور عیسائی بھائی بھی ایسا ہی کر رہے ہیں یعنی وہ ہندوؤں آریوں کے معززین کی بدگوئی میں کتابیں تصنیف کرتے رہتے ہیں یا زبانی ہی انکو سخت سست سناتے ہیں لیکن اے عیسائی و مسلمانو! آپ کے ایسے طریق عمل واقعی بہت ہی نامناسب ہیں آریوں کا قول ہے کہ ہم کیا کریں ہم پر جب یہ مخالفین حملے پر حملے کر رہے ہیں تو جہاں ہم نے انکی ایسی باتوں کی تردید کر کے اپنی محافظت کی وہاں انپر الزامی طور پر انکی بزرگوں کی پڑتال کرنا شروع کیا اگر ان کا یہ کہنا صحیح ہے تو اے مسلمانو! آپ بھی سخت غلطی کر رہے ہیں بھلا بتلائیے تو سہی کہ آپکی پاک کتابوں میں یہ ہدایت کہاں لکھی ہے کہ تم دیگر اقوام کے بزرگوں کی توہین کرو وغیرہ بلکہ اسکے خلاف تو ہم پاتے ہیں یعنی قرآن شریف میں صاف لکھا ہوا ہے کہ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ ترجمہ اور ان لوگوں کو جو اللہ کے سوا اور دیوتا پکارتے ہیں برا نہ کہا کرو کیونکہ وہ اللہ کو جہالت سے برا کہنے لگیں گے ۔ پارہ ۷ ۔ رکوع ۱۲ ۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو جدا نہیں سمجھتے پ ۳ ع ۶

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ ۖ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔ (پ ۱۳ ۔ ع ۷) ۔ اے رسول تو ایک سمجھانیوالا ہے اور ہر ایک قوم کیلئے ہادی ہوچکے ہیں

إِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۔ (پ ۲۲ ۔ ع ۱۵) ۔ ہر ایک قوم میں ہادی گذرے ہیں ۔

ہاں انصاف کی نظر سے بیشک ہر ایک معقول پسند غیر متعصب انسان کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جہاں وہ لوگ غلطی پر ہیں جو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صاحب صلعم کی توہین کرتے ہیں وہاں وہ لوگ بھی سخت غلطی پر ہیں جو رام کرشن وغیرہ کی توہین کر رہے ہیں۔

ناظرین! ہمیں کیا حق حاصل ہے کہ جن وجودوں کو پرمیشور نے جنم کرائی طاقت انہیں قایم کر کے اُن سے غیر معمولی کام کرائے اور کروڑوں انسانوں سے اُنکی تعظیم کرائی اُنہیں ہم برا بھلا لکھکر گنہگار ہیں۔

ناظرین! ہمنے خود عیسائیوں کی تصنیف کردہ ایسی کتابیں دیکھی ہیں جن میں یہ لکھا تھا کہ رام چندر اگر اوتار ہوتے تو وہ ستیا کی فراق میں مارے مارے کیوں پھرتے۔ پس اسکے یہ معنی ہیں کہ ہمارے عیسائی بھائیوں نے آریوں اور ہندؤں کو اس بات کا مستحق بنا دیا کہ وہ ایسی کتابیں شایع کریں جن میں ایسے الفاظ درج ہوں کہ عیسیٰ اگر مکمل انسان اور مکمل خدا ہوتا یا خدا کا اکلوتا بیٹا ہوتا تو وہ سولی پر کیوں چڑھایا جاتا وغیرہ ""۔

ناظرین! کیسے تعجب کی بات ہے کہ ہندو مسلمان عیسائی لڑیں تو آپس میں مگر صلواتیں سُنائی جاویں اُن پوتر مہان آتماؤں کو جو ہزاروں سال قبل ہو گذر چکے ہیں۔

ناظرین! اس سے بھی زیادہ تعجب اِن بھلے آدمیوں کی عقل پر ہوتا ہے جو اپنے آپس کی لڑائی کا دایرہ وسیع کرتے کرتے نہ صرف دُنیا کی قوموں کے بزرگوں کی توہین و برائی پر ہی قناعت کرتے ہیں بلکہ افسوس اور نہایت افسوس سے ہمیں کہنا پڑتا ہی کہ زمین اور آسمان کے بنانیوالے پرمیشور کو بھی صلواتیں سُنانے لگ جاتے ہیں اور یہ خبط نہ صرف آریہ سماجیوں میں ہی ہے بلکہ عیسائی مسلمان صاحبان بھی اس سے پاک نہیں ہیں۔

اے مسلمان صاحبان! اگر آریہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا مکار ہے تو آپکی جانب سے اسکا جواب یوں ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ پرمیشور گنہگار ہے کیونکہ فارسی زبان میں جسکا نام خدا ہے اوسی کا اور واقعی اسی کا نام سنسکرت زبان میں پرمیشور ہے پس پرمیشور گنہگار ہے اس کا ترجمہ بھی یہی ہو گیا کہ خدا گنہگار ہے۔ ہاں ہم نے مانا کہ جو آریہ صاحبان خدا مکار ہے (پرمیشور مکار ہے) کہتے ہیں وہ گناہ کرتے ہیں (اور پس وہ اپنے کئے پر سزا پاوینگے) لیکن کیا یہ عقلمندوں کا کام ہے کہ ہمارا مخالف گناہ کر رہا ہے

تو ہم بھی گناہ کرنے لگیں۔ ہاں آپ بیشک اپنے مخالفوں کی تمام باتوں کی بال بال تردید کریں اِن کو خوب سُنائیں بلکہ ایک ایک کی چار چار سُنائیں لیکن صاحبان! یاد رکھئے کہ پرم پرمیشور جو آپ کا اور اُنکا (غرضکہ دونوں کا) معبود ہے اُسکی صفات میں جو الفاظ آپکا مخالف استعمال کرتا ہے اور آپکی زبان سے وہ مختلف ہونیکے باعث آپ اُن (پرمیشور کی صفتوں کو ظاہر کرنے والے) الفاظ کو نہیں سمجھ سکتے (یا آپ اِن کے عادی نہیں ہیں) تو ہرگز ہرگز بھی آپکو ایسا نہ کرنا چاہیئے کہ آپ اِن خدا کی صفتوں یا اُسکے مترادف الفاظ کو کسی بُرے طریقہ پر استعمال کرنے لگ جاویں۔ آپکے ایسے افعال واقعی نہایت عظیم گناہ ہیں۔

ناظرین! ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جہاں پنڈت لیکھرام صاحب مرحوم یا ماسٹر دھرم پال صاحب بی۔ اے برہم چاری (سابق عبد الغفور صاحب) کے ایسے الفاظ کہ خدا مکّار ہے وغیرہ۔ وغیرہ ہمیں اُن دنوں ہی جب ہم آریہ سماج کے ممبر تھے بہت ہی ناگوار معلوم ہوتے تھے وہاں مسلمان صاحبوں کی ایسی باتوں کو بھی بیشک ہمارا دماغ ہرگز ہرگز بھی نہیں برداشت کر سکتا جیسا کہ اخبار انوار الاسلام سیالکوٹ جلد نمبر ۴ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کے صفحہ ۲ سطر ۳۲ پر درج ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔

"اُسیطرح جل کے آگے ہاتھ جوڑ جوڑ تعریف کرنے والے

پرمیشور کو جل میں ڈوب مرنا چاہیئے"

ناظرین! یہ الفاظ ہیں جنہوں نے یکایک ہمیں چونکا دیا اور ہم نہایت تعجب کے ساتھ عرصہ تک غور کرتے رہے کہ اگرچہ آریہ صاحبان خدا کے اسماء پاک کے ساتھ نامناسب الفاظ جوڑ کر گنہگار بن رہے ہیں لیکن کیا اسی انصاف سے مسلمانوں کی ایسی باتیں اُنکو گنہگار نہیں بنا رہی ہیں؟

ناظرین! ہم انوار الاسلام سیالکوٹ کے ایڈیٹر صاحب سے مخاطب ہوکر نہایت عاجزی سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر ہم سنسکرت لفظ پرمیشور کا ترجمہ فارسی زبان کا لفظ "خدا" کرکے اوپر کا فقرہ یوں لکھیں کہ "خدا کو پانی میں ڈوب مرنا چاہئے" تو اب اُن کو ناگوار معلوم ہوگا یا نہیں؟ (ہماری تو قلم بھی ایسے الفاظ لکھتے ہوئے رکتی ہے مگر اقتباس کو نقل کرنا ضروری تھا لہذا مجبوراً لکھنا پڑا)۔

اے ایڈیٹر صاحب انوار الاسلام! آپ کو لفظوں کے لفظی معنی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے جبکہ آپ جانتے ہیں کہ عرب اور فارس کے باشندگان اپنی زبان میں زمین اور آسمان کو بنانیوالے کو خدا کہا کرتے

ہیں اور اسیطرح ہندوستان کی قدیم باشندگان اُنہی کو اپنی زبان میں پرمیشور کہتے ہیں تو بھلا انصاف کی نظر سے سوچیئے تو سہی کہ کیا آپ کا یہ فقرہ عقلمندوں کے نزدیک ویسا ہی نازیبا نہیں ہے جیسا کہ تمبرِ آریوں کے خدا مکار وغیرہ الفاظ نہایت ہی نامناسب ہیں

اب اگر کوئی صاحب ہم سے یہ سوال کریں کہ ہمیں معترض کی غلطی ظاہر کرنیکے لیے ایسے الفاظ لانیکی ضرورت ہوتی ہی تو ہمارا جواب یہ ہی کہ بجائے اسکے کہ اپنے دماغ سے ایجاد یں کریں یوں کر سکتے ہیں کہ اسطرح مخاطب کیا کریں کہ فلاں کتاب میں جو خدا کے متعلق ایسا ایسا لکھا ہی یہ اسکے مصنّف کی غلطی ہے اور اللہ جل شانہٗ کی شان میں ایسے الفاظ کہنا نامناسب ہیں وغیرہ۔

مثلاً اگر اوپر کا مضمون ہم اپنے محاورہ میں ادا کریں تو یوں ہوگا کہ اے آریہ مہاشیو! آپ ویدوں کو کلام الٰہی تو مانتے ہیں لیکن ان میں لکھا ہی کہ "اے جل تمام بیماریوں کی کھونیوالی بوٹیوں کو میرے فائدہ کیواسطے یہاں پس اب بتلائے کہ کیا ان دعاؤں کا مانگنے والا خود پرمیشور ہی ہے بھلا پرمیشور ایسی بات کیوں کہنے لگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ وید کلام الٰہی نہیں ہیں"

ناظرین! یہ اعتراض ہمارا نہ سمجھیں کیونکہ اس اعتراض کی حقیقت ہمیں معلوم ہے اور ہم ایسے اعتراضوں میں اپنا وقت خراب کرنا مناسب نہیں سمجھتے بس یوں سمجھیں کہ یہاں پر یہ فقرہ محض مثال کے لئے لکھا گیا ہے۔

اے دنیا کی قومیں! ہم آپ سب کی خدمت میں اپیل کرتے ہیں کہ آپکے ایسے تمام افعال خدا کے احکام کے بالکل خلاف ہیں اور آپ کو وہ ان کاموں کے نتیجہ میں ضرور دوزخ میں بھیجے گا۔ اگر کسی عیسائی کی کتاب میں کوئی آریہ یا ہندو شری رام چندر کی مذکورہ بالا نندا پڑھ کر جوش میں آجاتا ہے اور حضرت عیسیٰ کی توہین پر کمر باندھ لیتا ہی تو اے عیسائی صاحبان! یاد رکھیئے کہ اُس ہندو یا آریہ کی زبان سے جسقدر الفاظ آپکے معزز بزرگ کے خلاف نکلتے ہیں اُن کا گناہ صرف اوسی پر نہیں **بلکہ اوس سے زیادہ آپ پر ہوگا**۔ کیونکہ آپنے ابتدا کر کے اُسے اِس بات کیلئے مجبور کیا کہ وہ ایسا کرے پس اس گناہ کے بانی آپ ہیں نہ کہ وہ۔ صاحبان! ہمارے نزدیک حضرت محمد صاحب صلعم۔ پربھو عیسیٰ مسیح مہاتما بدھ سوامی شنکر آچاریہ۔ بھگوان کرشن۔ شری مان رام چندر رشی ویاس مہامنی کپل وغیرہ وغیرہ ہی نہیں بلکہ اور بھی سیکڑوں

ہزاروں بزرگان و لیڈران قوم جو یونان مصر روم وغیرہ ملکوں میں ہو گذرے ہیں سب کے سب
تعظیم کے لائق ہیں کیونکہ سب میں ہی پرمیشور کی خاص بھوتی (طاقت) کام کر رہی تھی - ہاں ہم نے
مانا کہ عیسائی صاحبان حضرت عیسیٰ کو مسلمان صاحبان اپنے حضرت محمد صاحب صلعم کو ہندو صاحبان
بھگوان کرشن کو آریہ صاحبان شاید سوامی دیانند سرسوتی کو سب سے بڑھ کر معزز مانیں گے جس سے کوئی
ہرج نہیں مگر دوسروں کی نوچین تو نہ کرو انہیں برا بھلا تو نہ کہو اور انہیں صلواتیں تو نہ سناؤ

ناظرین! کچھ بھی ہو ہم کہے دیتے ہیں کہ اگر اتفاق اتحاد محبت وغیرہ نیک کام ہیں اور
ان کا حاصل کرنا ہر ایک مذہب نے مناسب سمجھا ہو تو وہ جب ہی دنیا کی مختلف قوموں کے
ممبران کے اندر قائم رہ سکتی ہیں کہ جب وہ اوپر کے گناہ عظیم کو ترک کر دیویں یعنی بزرگان مذاہب
کی نوچین کا سلسلہ ایک بار گی منقطع ہو جاوے - ناظرین! کہہ دینا ہمارا کام تھا ماننا نہ ماننا آپکا کام ہے -

اب ہم مختصر طور پر اسی ساتھ معجزات
و کرامات کا بھی کچھ ذکر کئے دیتے ہیں کیونکہ مضمون زیر بحث سے اس کا خاص تعلق ہے -

آریہ صاحبان کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ حضرت محمد صاحب صلعم کو چاند کا
دو ٹکڑے کرنیوالا سمجھتے ہیں عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ وہ پربھو عیسیٰ مسیح کو ایک روٹی سے ہزار
انسانوں کو شکم سیر کرنیوالا اندھوں کو دکھتا گونگوں کو بولتا لنگڑوں کو چلتا نہیں نہیں
بلکہ مردوں کو زندہ بھی کرنیوالا سمجھتے ہیں سناتنی ہندوؤں کی یہ غلطی ہے کہ وہ بھگوان کرشن کو
ایک انگلی پر گوبردھن نامی پہاڑ اٹھانیوالا بڑے بڑے خونخوار راکشسوں کو چار پانچ برس کی
جیسے کم سنی میں قتل کر ڈالنے والا وغیرہ وغیرہ سمجھتے ہیں - یا اسیطرح دیگر مہان آتماؤں کے
بارہ میں بھی ایسے ہی واہی تباہی باتیں کہا کرتے ہیں - وغیرہ - وغیرہ -

ناظرین! وہ لوگ یہ سب کہتے ہیں لیکن ہمیں تعجب یہ ہے کہ وہ اس فکر میں غلطاں
نظر آتے ہیں کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج میں بھی کوئی ایسی خاص طاقت ثابت کر ڈالیں
چنانچہ آپکی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ایک شب سوامی جی معہ دس بارہ آدمیوں کے بیٹھے تھے
رات کا وقت تھا ایک لڑکا آپ کے لیئے کچھ کھانا لے کر آیا - اُسے دیکھتے ہی سوامی جی نے
جھٹ کہا "کیوں رے تجھے راستہ میں دو سانپ ملے تھے"! اُسنے جواب دیا کہ ہاں سوامی جی

مہاراج! ایک جگہہ پر ایک سانپ سامنے نظر پڑا خوف سے میں پیچھے ہٹا تو دیکھا کہ پیچھے بھی ایک سانپ سڑک پر موجود ہی پس خیال کیا کہ جب دونوں طرف موت ہی تو سوامی جی کی ہی طرف بڑہتیٔ جو مرضی پر میشور کی ہوگی وہ ہوگا۔ پس لانگھ کر چلا آیا" پھر ایک جگہہ پر لکھا ہی کہ لاہور میں ایک کالج کا طالبعلم ۲۲ سالہ عمر کا سوامی جی کا درشن کرنے آیا اُس کا چہرہ بغور دیکھکر سوامی جی نے اُس سے کہا کہ دیکھ تو اپنی شادی مت کرانا کیونکہ تو زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیگا۔ اُس نے اپنے گھر والوں کو اس راز سے مطلع کر دیا اور شادی سے انکاری ہوا مگر گھر والوں نے نہ مانا بلکہ کہا کہ یہ سادہو لوگ تو یوں ہی بکا کرتے ہیں۔ غرضکہ اوسکی شادی ہوگئی لیکن وہ ۲۵ سال کی عمر میں مر گیا (یعنی سوامی جی کی پیشین گوئی سچ ہوگئی)
پھر ایک جگہہ لکھا ہی کہ ایک جنگل میں سوامی جی ایک درخت کے نیچے معہ پنڈت بھیم سین وغیرہ بیٹھے تھے۔ اِن میں سے ایک یہ چلاتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ سوامی جی! کالا سانپ آتا ہی۔ سوامی جی نے اُس جانب نظر کی اور ہنس کر کہا کہ آتا ہی تو آنے دو ہم اُس کا کچھہ نہیں بگاڑتے تو وہ ہمارا کیا بگاڑیگا غرضکہ اور سب لوگ تو خوف کے مارے دور جا کھڑے ہوئے مگر سوامی جی بغور اُس سانپ کی حرکت کو ملاحظہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سوامی جی کے عین پاس سے نکل کر جب چلا گیا تب سب لوگ واپس آکر اُن کو سجدہ کر کے تعریفیں کرنے لگے۔ اور ایسی باتیں تو بیشمار لکھی پڑی ہیں کہ سوامی جی شیر ریچھ وغیرہ سے نہ ڈرتے تھے یا یہ کہ زہر اِن کو کئی مرتبہ دیا گیا مگر اثر نہ کیا وغیرہ وغیرہ۔
اور سوامی جی کے گرو دنڈی ورجانند مہاراج کے بارہ میں بھی لکھا ہی کہ وہ ہرشی کیش میں گایتری کا جپ تین سال تک کرتے رہے بعدہ ایک رات کو خواب میں سنا کہ **تم کو جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب یہاں سے چلے جاؤ**" پس وہ وہاں سے چلے آئے اور اب یہ حال انکی فہانت کا ہو گیا کہ جس کتاب کو ایک مرتبہ بغور سن لیا کہ وہ لفظ بہ لفظ اُن کا ہو گیا۔
ناظرین! کہئے آریہ صاحبان تمام دنیا کو غلط کہہ کر خود یہ کیا کر رہے ہیں۔ اجی آریہ مہاشیو! آپ اِس غلطی میں کیوں پڑ گئے جس غلطی میں آپنے دیگر مذاہب کا ہونا ظاہر کیا ہی۔
ناظرین! ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اوپر کے واقعات سوامی دیانند کے بارہ میں غلط ہیں یا صحیح نہیں بلکہ اور بھی کچھہ آریہ صاحبان اِن کے متعلق جوڑ سکیں تو ہمیں اِن باتوں کو غلط ثابت کر کے اپنا وقت ضایع کرنیکی ضرورت ہی کیا ہی۔

اجی ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اگر دنیا کے کسی فرد بشر کو خدا بڑی سے بڑی طاقت عطا فرما دیوی تو ہمارا
کیا نقصان ہو گیا۔ پھر ہم کیوں نہ تسلیم کر لیویں کہ ہاں سب سچ ہے لیکن سوامی جی میں مذکورہ بالا تمیز
ہونا ظاہر کرتے ہوئے خود آریہ صاحبان نے اب اپنا ہاتھ کھٹا لیا۔ کیوں صاحب سوامی دیانند
کو جس پرمیشور نے پیشین گوئی کرنی سانپ سے خوف نہ کرنے یا اُس کا انہیں ضرر نہ پہونچانے۔ زہر ہضم
کر لینے وغیرہ کی طاقت عطا کر دی کیا وہ دوسروں کو بھی ایسی ہی طاقتیں یا اِس سے کم زاید طاقتیں
نہیں بخش سکتا ۹۔ ہاں شاید آریہ صاحبان کہیں کہ ہم نے تو دیانند میں صرف وہ طاقتیں تسلیم کی ہیں
جو قانون قدرت کے موافق ہیں مگر دیگر مذاہب نے تو اپنے معزز بزرگوں کی نسبت ایسی واہی تباہی بحوالہ تم
کر رکھی ہے جو قانون قدرت اور عقل سے بھی خلاف ہونیکے باعث بالکل غلط معلوم ہوتی ہیں وغیرہ پس انسے
عرض یہ ہے کہ کیا ایک سانپ کا سوامی جی کو نہ کاٹنا قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ کیا زہر کا انہیں
ہلاک نہ کر ڈالنا قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ کیا آیندہ آنیوالی بات (جسکے بارہ میں خود سوامی
جی یہ مانتے ہیں کہ پرمیشور بھی نہیں جانتا۔ دیکھو مضمون پرمیشور تری کال درشی) کا معلوم کر لینا اور
بتلا دینا خلاف قانون قدرت نہیں ہے پھر جو پرمیشور اپنے عابدوں میں اسقدر خلاف قانون
قدرت طاقتیں دے سکتا ہے۔ وہ کیا بھگوان کرشن سے ایک اُنگلی پر پہاڑ نہیں اُٹھوا سکتا۔ کیا یسوع
عیسیٰ سے مُردہ کو زندہ نہیں کرا سکتا۔ کیا حضرت محمد صاحب صلعم سے چاند کے دو ٹکڑے نہیں
کرا سکتا ۔ ۹ ۔ وغیرہ

اے آریہ مہاشیو! اتنا ہی نہیں ہمیں تو کچھ اِس سے بھی زاید نظر آ رہا ہے۔ اور وہ کہیں اور نہیں
بلکہ خود آپکی معتبر اور ذمہ وار کتابوں میں اور وہ بھی ہم اگر اپنا ترجمہ پیش کریں تو نہ مانئے کسی سناتنی
پنڈت کا ترجمہ یا تفسیر پیش کریں تو نہ سنئے اور آپکے سماجی پنڈتوں سے بھی کسی ایرے غیرے کی تحریر
ہو تو ردی خانہ میں پھینک دیجئے لیکن مہاشیو! آپکی ساری سماجوں میں مانے ہوئے فخر قوم
شاستر ارتھوں میں سب سے آگے رکھے جانیوالے اور دونوں پارٹیوں کے ہر دل عزیز عالم فاضل
پنڈت کی تحریر اگر ہماری رائے کی تائید کرتی ہو تب تو آپ مانیں گے ۹ اچھا لیجئے ہم آپکو سنائے
دیتے ہیں کہ دیانند انگلو ویدک کالج کے سنسکرت پروفیسر شریمان پنڈت راجا رام شاستری ... (نہ) آریہ منی صاحب مفسر
بھگوت گیتا اپنی اِس کتاب کے دیباچہ میں بھگوان کرشن کو یوگیوں کا سرتاج مانتے ہوئے

یوگ کی طاقتوں کو یوں ظاہر کر رہے ہیں :- دو جیساکہ پاتنجل یوگ درشن کیولیہ پاد کے گیارھویں سوتر کی تفسیر میں **چیت بل سے ڈنڈ کارنیہ کا شونیہ کرنا سمندر کا سکھا دینا** (یعنی چیت یا دل و دماغ کی طاقت سے بڑے بڑے جنگلوں کو خالی کر دینا۔ اور سمندر **کو خشک کر دینا**۔) وغیرہ یوگی کی طاقتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ (دیکھو گیتا کا دیباچہ صفحہ ۹ سطر ۵-۷-)۔

ناظرین! آپ بتلائیے کیا کسی یوگی کا اپنی روحانی طاقت سے سمندر کو خشک کر دینا آریوں کے قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے لیکن اب وہ تسلیم کرنیکے لئے مجبور ہونگے کیونکہ ایک تو پتنجل رشی کا یوگ شاستر وہ درشن (فلاسفی) ہے جسے سوامی جی نے مستند کتابوں میں عزت کے ساتھ تسلیم کیا ہے دوسری تفسیر بھی کسی ایسے ویسے کی نہیں بلکہ خود آنجہانی کے نہایت معزز عالم فاضل پنڈت کی پیش کر دی گئی ہے۔

پس کیا اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ایک انسان اتنے بڑے وسیع سمندر کو خشک کر سکتا ہے تو کیا دوسرا ایک انگلی پر پہاڑ نہیں اٹھا سکتا نیز مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا اور چوتھا چاند کے دو ٹکڑے نہیں کر سکتا ؟ - وغیرہ

ناظرین! شاید آریہ صاحبان یہ کہیں کہ وہ تو یوگ کی طاقت سے سمندر کو خشک کرتا ہے تو جواب یہ ہے کہ کسی کو کیا پتہ ہے کہ ان مہان آتماؤں میں بھی یوگ کی خاص طاقتیں نہ رہی ہوں کیونکہ کرشن بھگوان کو تو خود آریہ صاحبان یوگی بلکہ یوگیوں کا سرتاج مانتے ہیں مگر کیسے تعجب کی بات ہے کہ سمندر خشک کرنیکے مقابلہ میں پہاڑ اٹھانا جو کہ ادنیٰ کام ہے اس سے انکاری ہو رہے ہیں۔

اتنا ہی نہیں ناظرین! شری کرشن جی میں تو سمندر کو خشک کرنے وغیرہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر طاقتیں مانی گئی ہیں چنانچہ بھگوت گیتا کی گیارھویں ادھیائے میں یوں ذکر آیا ہے کہ یوگیشور (یوگیوں کے سرتاج) کرشن نے ارجن کی درخواست پر پرماتما کا وراٹ روپ کا درشن اسے کرا دیا (جو کام پرمیشور کے سوا کسی دوسرے کا نہیں) اور شاید اسی وجہ سے بھگوان کرشن کو ہندوؤں نے اپنے جملہ چوبیس اوتاروں میں سب سے بڑھ کر یعنی

ہزار کلاؤں والا تسلیم کیا ہے) اور اِس واقعہ سے آریہ مفسر صاحب انکاری نہیں ہیں بلکہ وہ اور بھی تائید کر رہے ہیں چنانچہ اپنی کتاب گیتا کے صفحہ ۱۶ ، ۱۴ سطر ۴ پر اِس فقرہ पश्य मे योगमैश्वरम् (دیکھ میرے یوگ کی فضیلت کی طاقت کو) کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔ یہ کرشن جی کا ایشور کے ساتھ عجیب و غریب یوگ تھا جسکو معمولی لوگ نہیں سمجھتے۔ ہاہا

کہئے آریہ صاحبان! اب تو شری کرشن جی میں ایسی خاص طاقتیں آپکے معزز پنڈت صاحب کو مجبوراً ماننا پڑا جنکے سامنے سمندر کا خشک کر دینا چاند کے دو ٹکڑے کر دینا لاٹھی کا سانپ بنا دینا ایک مٹھی سے ہزاروں بندگان خدا کو سیر کر دینا مردہ کو زندہ کر دینا انگلی پر پہاڑ اوٹھا لینا وغیرہ وغیرہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اب بتلائے کہ کیا آپ کا شری کرشن جی میں ایسی طاقتیں تسلیم کر لینا مگر دوسروں میں انکار کر دینا اس سے کچھ زیادہ ہے کہ دہی بیچنے والی اپنے دہی کو میٹھا اور باقی سبھوں کو کھٹا کہا کرتی ہے۔

ناظرین! اگر بھگوان کرشن کا وراٹ روپ دکھلانا صحیح ہے اگر آریہ پنڈت صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ شری کرشن جی کے یوگ کے متعلق معمولی لوگ سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کیا معمہ تھا اور اگر یوگ شاستر کا یہ فیصلہ ہے کہ یوگی اپنی طاقتوں سے تمام سمندر کو خشک کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ پرانوں کی یہ بات کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ اگست نامی ایک رشی نے سارا سمندر اٹھا کر پی لیا تھا توریت کی یہ بات کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ مہاتما موسیٰ کی لاٹھی سانپ بن گئی تھی انجیل کی یہ بات کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ پربھو عیسیٰ نے اندھوں کو دیکھتا بہروں کو سنتا گونگوں کو بولتا ہی نہیں بلکہ مردوں کو زندہ کر دیا قرآن شریف کی یہ بات کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ حضرت محمد صاحب صلعم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دئے یا مہابھارت کی یہ بات بھی کیونکر غلط ہو سکتی ہے کہ مہرشی ویاس جی نے تمام کوروں و دیگران کو جو اِس جنگ میں کام آئے تھے ایک مرتبہ زندہ کر کے مہاراجہ یودھشٹھر کو انسے ملاقات

لہ جسکے بارہ میں اِس واقعہ کے بعد خود کرشن جی ارجن سے یوں فرماتے ہیں کہ اس روپ کو بڑے بڑے عابد وغیرہ نے بھی نہیں دیکھا یا یہ روپ نہ عبادت سے نہ خیرات سے نہ ویدوں کے پڑھنے سے اور نہ ہی دیگر دنیاوی افعال سے دیکھا جا سکتا ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ جس پر پرمیشور کی خاص عنایت فضل و کرم ہوتا ہے اُسے یہ میسّر ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

کرنے کا موقع دیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! اسی ساتھ ہم ایک چھوٹا مگر زمانہ حال کا واقعہ بھی پیش کیے دیتے ہیں۔ سوامی رام تیرتھ ایم اے مہاراج اپنے رسالہ رام اوپدیش کے صفحہ ۷ سطر ۲ پر ایک امریکہ کے عابد Thoreau کے بارہ میں یوں تحریر فرما رہے ہیں:۔

"تھورو کہتا ہے کہ اسکے مکان کی چھت میں ایک بھڑوں کا چھتا لگا ہوا تھا اور بھڑ و بل و شہد کی مکھیوں کو میں نے اسکے ساتھ چارپائی پر بے کھٹکے سوتے دیکھا مگر اس سم درشی (سب میں یکساں نظر والا) کو کبھی ایذا نہیں پہونچاتی تھیں سانپ اسکی ٹانگوں سے لپٹ جاتے تھے مگر اسے ذرہ پرواہ نہیں کاٹتے تو کیسے کیونکہ اسکو دل سے رحم اور محبت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں"

ناظرین! ہمیں ان تمام باتوں کو صحیح اور بالکل سچ تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہو سکتا جسکی وجہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ جو صاحب اس اوتار کی فلاسفی کے مضمون کو بغور دیکھیں گے اور اسکی تہ تک پہونچ جاوینگے وہ ہماری رائے سے ضرور متفق ہو کر آریہ سماج کی اس بے بنیاد اور گمراہ کرنیوالی تعلیم سے کنارہ کش ہو جاوینگے کہ معجزات و کرامات کے ظہور ان خاص طاقت والے بزرگوں یا مہاتماؤں سے نہیں ہوئے یا نہیں ہو سکتے۔

ناظرین! سچ جانئے ارجن کو وراٹ روپ کا درشن بھگوان کرشن نے نہیں کرایا بلکہ اسے خاص فضل سے اپنی خاص طاقت انکو بخش کر یہ کام کرایا جس نے ہی سورج چاند اور زمین آسمان کو رچ دیا ہے رشی اگست نے سمندر کو نہیں پیا بلکہ وسنے ان سے یہ کام کرایا ہے جس نے پانی کو سرد اور آگ کو گرم بنایا ہے مہرشی ویاس نے کوروں وغیرہ کو زندہ نہیں کیا بلکہ اوسنے ان سے یہ کام کرایا جس نے نیستی کو ہستی پیدا کر دی ہے اور اتنا بڑا برہمانڈ جس کے کن کہتے ہی پیدا ہو گیا ہے۔ پربھو عیسی نے اندھوں کو دیکھتا بہروں کو سنتا وغیرہ نہیں کیا بلکہ اوسنے ان سے یہ لیلا رچائی ہے جس نے خاک کے پتلے کو ذی روح انسان اور حیوان بنایا ہے۔ حضرت محمد صاحب صلعم نے چاند کے دو ٹکڑے نہیں کیے بلکہ اس نے ان سے یہ کرشمہ کروایا جس نے کانٹوں کے اندر سے پھول۔ مٹی پانی سے پھل اور ایک ناپاک قطرہ سے بڑے بڑے ذی رتبہ انسانوں کو پیدا کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ جس مہان کھلاڑی کی ایسی مہما ہے جسکا آدی اور انت (شروع آخر) کوئی نہیں جانتا جسکی چمک سے تک ہزاروں آفتاب کو بھی مات کر رہی ہے جو اپنے جاہ و جلال سے تمام خلقتوں کو جلوہ گر کر رہا ہے ایسے سب کے مالک سب کے خالق پاک پروردگار پر برہم پرمیشور ہی کو بار بار نمسکار ہو۔ اوم شانتی شانتہ

پیدائش عالم

جس میں روح و مادّہ کی قدامت پر کافی بحث موجود ہے

اس پیدائش عالم کے بیان میں کتاب رگویدادی بہاشیہ بھومکا میں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج جی نے اول سات منتر رگ وید اشٹک ۸۔ ادھیاے ۷۔ ورگ ۱۷ سے اپنی راے کی تائید میں پیش کئے ہیں جن میں سے صرف اول و آخری منتروں کی تفسیر لکھی ہے بقیہ ۵ منتروں کے بارہ میں یوں فرمایا ہے کہ وہ آسان ہیں اس لئے اون کی تفسیر ویدوں کے بھاشیہ میں کیجائیگی لیکن بدقسمتی سے سوامی جی اس مقام تک کا وید بھاشیہ ہی نہ کر پائے غرضکہ سوامی جی نے ان پانچ منتروں کو جس مطلب کے لیے یہاں پر درج کیا تھا وہ انہیں کے ساتھ چلا گیا اب جن پہلے و آخری منتروں پر سوامی جی کی تفسیر بیان کی گئی ہے انکے لفظی معنی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور اس بات کا فیصلہ ہم ناظرین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ آیا ان منتروں کے لفظی معنی سے سوامی جی کی تعلیم کہ جیو آتما اور پرکرتی (روح و مادّہ) ہمیشہ سے موجود ہیں ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ ہمارا تو خیال بلکہ پورا یقین ہے کہ ان منتروں کو اگر سوامی جی کا مخالف پیش کر کے سوامی جی کو قایل کرنا چاہتا کہ ویدوں سے خلاف وہ اپنی من مانی چلا رہے ہیں تب تو واجب تھا لیکن بھلا سوامی جی نے خود اپنی پوزیشن کو رد کرنیوالے منتروں کو نہ معلوم کیوں اپنی تائید میں پیش کر دیا ہے۔ ہاں ارتھ میں اولٹ پھیر کر لینا تو بائیں ہاتھ کا کھیل ہو ا سکے ہی بھروسہ پر وہ ان باتوں کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔

اب ان منتروں کو رگویدادی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۱۵ سے ذیل میں نقل۔

नासदासीन्नो सदासीत्तदानीं नासीद्रजो नो व्योमा परो यत्।
किमावरीवः कुहकस्य शर्म्मन्नम्भः किमासीद्गहनं गभीरम्॥१॥

न असत् आसीत् न सत् आसीत् तदानीं न आसीत् रजः न व्योमा परः यत्। किं आवरीवः कुहकस्य शर्म्मन् अम्भः किं आसीत् गहनं गभीरम्॥

لفظی معنی۔ (۱) تب (۲) نہ (۳) اسَت (نیستی) (۴) تھی (۵) نہ (۶) ست (ہستی) (۷) تھی (۸) نہ (۹) رج (پرمانو یعنی ذرّہ) (۱۰) تھا (۱۱) نہ (۱۲) وہ تھا جو (۱۳) (یہ) بڑا (۱۴) اکاش (ہی) (۱۵-۱۶-۱۷) شرمن (پرمیشور) کا ڈھانکنے والا کیا ہو سکتا ہے (۱۸-۱۹-۲۰) کیا کوہرے کے پانی سے (۲۱-۲۲-۲۳) کوئی بھاری گہری (ندی) ہو سکتی ہے (یعنی جسطرح کہرے کے پانی سے کوئی دریا نہیں جاری ہو سکتا اسی طرح پرمیشور کا کوئی ڈھانکنے والا نہیں ہو سکتا)۔ (آگے دوسرا منتر ہے)

इयं विसृष्टिर्यत आबभूव यदि वा दधे यदि वा न। यो अस्याध्यक्षः परमे व्योमन्त्सो अङ्ग वेद यदि वा न वेद॥ ऋ-
-ग्वेद ८-७-१७-७॥

इयं विसृष्टिः यतः आबभूव यदि वा दधे यदि वा न। यः अस्य अध्यक्षः परमे व्योमन् सः अङ्ग वेद यदि वा न वेद॥

لفظی معنی:- (۱) جس سے (۲) یہ (۳) سرشٹی (پیدائش) ہوئی ہے (۵) وہ (۶) خواہ دھارن کرتا (پیدا کرتا) (۷) یا (۸) نہ کرتا (۹) جو (۱۰) اسکا (۱۱) ادھیکش (ناظم، مالک) (۱۲) وہ (۱۳) (اس) بڑے (۱۴) آکاش میں (ہے) (۱۵) اے انگ (لخت جگر) (۱۶) تو (اسے) جانتا ہو (۱۷) خواہ (۱۸) نہ (۱۹) جانتا ہو۔

ناظرین! آپ غور کر سکتے ہیں کہ اس سے وہ بات کہاں نکلتی ہے جو دیانندی فلاسفی کا لب لباب ہے یعنی یہ کہ اس پیدائش عالم سے قبل ہی مادہ اور روح (بوجہ ازلی ہونیکے) موجود تھے - خیر اب سوامی جی کی تفسیر پر متوجہ ہو جیے - وہو ہذا -

"..... اس وقت ست (پرکرتی) یعنی کائنات کی غیر محسوس علت جسکو ست کہتے ہیں وہ **بھی نہ تھی اور نہ پرمانو تھے** -

ناظرین! غور کریں کہ جب وید منتر میں لفظ "ست نہ تھا" موجود ہے اور ست (ہستی) سے پرکرتی کا مطلب لے کر خود سوامی جی ہی باوجود لفظوں کا ہیر پھیر کرنیکے بھی آخر چار ناچار مان رہے ہیں کہ اسوقت پرکرتی بھی نہ تھی اور پرمانو یعنی ذرے بھی نہ تھے (یعنی انکی نیستی تھی) تو سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے پرکرتی (مادہ) کو ہمیشہ قائم رہنے والی کسطرح مان لیا - یہاں تو وہ صاف مان رہے ہیں کہ اسوقت پرکرتی بھی نہ تھی اور ذرہ بھی نہ تھا اور اگر سوال کیا جاوے کہ جبکہ ذرہ وغیرہ کچھ تھا ہی نہیں تو یہ سب بعد میں کس سے پیدا ہوا - تو کیا اسکا یہی جواب نہ ہوگا کہ نیستی سے ہستی میں آیا -

چنانچہ یہ بات اسلامی اصولوں کے موافق ہے پس گویا ویدوں سے اور خاصکر انہیں منتروں سے جنکو سوامی جی پیدائش عالم کے بیان میں پیش کر رہے ہیں اسلام کی یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ خدا نے اس تمام خلقت کو اپنی قدرت سے ہستی میں ظاہر کیا - جن لوگوں کو اردو ترجمہ پر اعتبار نہ ہو وہ سوامی جی کی خاص سنسکرت عبارت حسب ذیل ملاحظہ کریں جسے ہم انکی بھومکا کے صفحہ ۱۱۶ سطر ۱۶ سے نقل کرتے ہیں

तस्मिन् काले सत्प्रकृत्यात्मकमव्यक्तं सत्संज्ञकं यज्जगत्कार-
-णं तदपि नो आसीन्नावर्तत ॥

ارتھ - اس کال میں ست پرکرتی آتمک اویکت ست سنگیا والا جو جگت کا کارن ہے وہ بھی نہیں موجود تھا -

یہاں پر بابو نہال سنگھ صاحب مترجم رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا کو بھی کھٹکا ہوا

اور اُنہوں نے ایک نوٹ دیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

پرلے میں جو مادّہ کی حالت ہوتی ہے وہ بیان میں نہیں آسکتی اسلئے کوئی اصلاح بھی قایم نہیں ہوسکتی پر کرتی آکاش شونیہ (خلا) وغیرہ تمام الفاظ موجودہ حالت عالم میں مستعمل ہوسکتی ہیں منوسمرتی ادہیائے اول شلوک ۵ میں اس حالت کو ناقابل احساس و تمیز بے نام (الکشن) بتایا ہے۔

اس ابتدائی حالت مادّہ کو اس منتر میں لفظ سامرتھ (قدرت) سے بیان کیا ہے

یہ لفظ اس حالت کے ناقابل بیان ہونیکی وجہ سے صرف اشارہ کے طور پر ہے یاما

ناظرین! اوپر کی لکیر شدہ فقرہ کو غور سے پڑہیں سوامی دیانند سرسوتی مہاراج سے جو کمی رہ گئی تھی وہ اب انکے چیلے صاحبان پوری کر رہے ہیں جبکہ سوامی جی کو یہ ماننا ہی پڑا کہ پرکرتی بھی نہ تھی اور ذرہ بھی نہ تھا اور اب جبکہ مترجم صاحب نے دیکھا کہ اب تو پرکرتی کی قدامت اڑی جاتی ہے تو اوپر کا نوٹ لکھ کر چاہتے ہیں کہ یہ پول نہ کھلنے پاوے ہم پوچھتے ہیں کہ لفظ سامرتھ (قدرت) سے ابتدائی حالت مادّہ کی کیونکر پائی جاسکتی ہے سامرتھ کے معنی ہیں طاقت (یا قدرت) کے اور طاقت ہمیشہ طاقتور میں رہا کرتی ہے پس پرمیشور کی طاقت (سامرتھ) ہر حالت میں اس سے علیحدہ بذات خود کوئی شے نہیں ہے چنانچہ اسقدر جاں فشانی کرنے پر بھی پرکرتی کی قدامت نہ ثابت ہو پائی۔

اب جو مترجم صاحب نے اپنے نوٹ میں منوسمرتی اول ادہیائے کے پنجم شلوک کا حوالہ دیا ہے وہ معہ لفظی ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

आसीदिदम् तमो भूतम् अप्रज्ञातम् अलक्षणम्।
अप्रतर्क्यमविज्ञेयं प्रसुप्तमिव सर्वतः॥ मनु ०१-५"

یہ تاریکی سے گھرا ہوا جسکو کوئی جانتا نہ تھا جسکا کوئی نشان نہ تھا جسکی کوئی دلیل نہ تھی جسکو جانا نہیں جاسکتا تھا سب طرف سوتے ہوئے کی مانند تھا۔

اب ناظرین کو معلوم ہو کہ اس منو کے شلوک سے یا اس اول ادہیائے کے شروع سے آخر تک تمام شلوکوں سے بھی جن میں پیدائش عالم کا ہی بیان ہے سوامی جی کے رائے کی تائید نہیں ہوتی یعنی جیو آتما اور پرکرتی کی قدامت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا

ہم آریوں کے لئے مبارک سمجھیں گے اگر وہ منو مہاراج کے مضمون پیدائش عالم کو صحیح تسلیم کر لیویں خواہ پنڈت تلسی رام صاحب میرٹھ نے جتنے شلوکوں کو جایز مانا ہے ان پر ہی قایم رہیں تو بھی سوامی جی کی تمام من گھڑت باتیں خاک میں ملجائینگی (آگے منو کی پیدائش عالم کا مضمون بھی پیش کر دیا جاویگا۔)

دوسرا اعتراض اس منتر پر یہ ہے کہ آگے سوامی جی اسی صفحہ ۱۱۶ کے سطر ۸ پر یوں فرماتے ہیں کہ "بلکہ اسوقت صرف پر برہم کی سامرتھ (قدرت) جو نہایت لطیف اور اس تمام کائنات سے برتر (پرم) اے علت (اکارن) ہے موجود تھی۔"

اور اسکا سنسکرت (یعنی سوامی جی کے الفاظ میں) حسب ذیل ہے۔

....किन्तु पर ब्रह्मणः सामर्थ्याख्यमतीव सूक्ष्मं सर्व-

स्यास्य परमकारणं स ज्ञकमेव तदानीं समवर्तत॥

سوال۔ یہ عبارت کس منتر کے لفظ سے نکالی گئی ہے ایسی کسی بات کا وہاں کہیں ذرا بھی پتہ نہیں ملتا اور کیسے تعجب کی بات ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج جنکو اپنے زمانہ کا بڑا بھاری عالم فاضل بلکہ مہرشی کہا جاتا ہے عوام کو سنسکرت سے بالکل ناواقف سمجھکر جو کچھ انکے جی میں آتا ہے وہ ویدوں کے سر منڈھکر اہل ہنود کا رجحان اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کیونکہ موجودہ آریہ صاحبان کو آریہ سماج میں داخل ہوتے وقت اگر سوامی جی کی ایسی دہینگا دہینگی کا پتہ لگ جاوے اور یہ یقین دلایا جاوے کہ جو وید ویدکی پکار ہو رہی ہے وہ صرف برائے نام ہی بلکہ سوامی جی کی تحریرات بذات خود ایک علیحدہ وید بن رہے ہیں تو ہمارے خیال میں وہ ہرگز ہرگز بھی آریہ سماج میں داخل نہ ہوں۔

جس لفظ کے معنی و مطلب ظاہر کرتے ہوئے سوامی جی نے اوپر کی عبارت درج کی ہے۔ وہ नो व्योमा परो यत्॥ ہے ناظرین اوپر کے لفظی ترجمہ کے نمبر ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ میں اس کے معنی پا سکتے ہیں اور اسکی زیادہ سے زیادہ تشریح اس قدر ہو چکی تھی کہ ویراٹ (کائنات) میں جو آکاش دوسرے درجہ پر آیا ہے وہ بھی نہ تھا۔

جو کہ سوامی جی کی سنسکرت عبارت میں یوں ہے۔

व्योमाकाशमपरं यस्मिन् विराडाख्ये सोऽपि नो आसीत्॥

پھر اس سے آگے جو بلکہ لکھ کر اپنی شخصی رائے کو اسی ساتھ ایزاد کر رہے ہیں اور ظاہر یہ کر گئے ہیں کہ ویدوں میں ہی ایسا لکھا ہے پس کیا یہ نیک نیتی ہے؟ لیکن باوجود اسقدر کوشش کرنے کے بھی افسوس تو یہ ہے کہ پرکرتی کی قدامت پھر بھی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ چاہیے جتنے الفاظ پرمیشور کی صفتوں میں جوڑ دیویں لیکن پرکرتی جسکو اُس سے علیحدہ ایک شے مانا گیا ہے اُسکی صفتوں کے زمرہ میں آ ہی نہیں سکتی۔

اور یہ کیسی چال ہے کہ یہاں لفظ سامرتھ پرمیشور کی صفت میں لاکر یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ پرمیشور کو جو سامرتھ ہے وہ ہی پرکرتی ہے۔

اے آریہ صاحبان! آپکو یاد رکھنا چاہیے کہ اِن باتوں سے آپکا کام نہیں چلے گا سوامی دیانند سرسوتی مہاراج سے جو کچھ ہو سکا وہ اُلٹا سیدھا کر گئے۔ وہ اب موجود نہیں ہیں کہ اپنی تحریرات کے خلاف اعتراضوں کا جواب دیویں یا اپنی رائے کو تبدیل کر کے رجوع کر لیں اُن سے ہر وقت امید کیجاتی تھی کیونکہ پھر بھی وہ ستیہ کے گرہن کرنے اور استیہ کو تیاگ کرنے پر کمر باندھے تیار رہا کرتے تھے۔ اب تو آپ لیڈران آریہ سماج ، کا فرض ہے کہ ایک باقاعدہ کمیٹی بنا کر تمام کتابوں کی پڑتال کر ڈالیں اور جسقدر تحریرات ایسی پوچ دلچر ہیں اُن سبکو خارج کر دیویں اور بعدہٗ دیکھیں کہ کون کون سے اصول قایم رہ جاتے ہیں۔ البتہ اگر کیا جاوے تو ہمارا یقین ہے کہ جیو آتما اور پرکرتی کی قدامت تو ضرور ہی غائب ہو جاینگی اور بھی کئی باتیں رفو چکر ہو جاینگی جنکا ذکر ہم نے دوسرے مقامات پر کیا ہے

ہمیں تعجب تھا کہ ہندوؤں کے سیکڑوں پنتھ اور سمپردائے ہیں لیکن یہ کیا بات ہے کہ کسی نے بھی یہ بات نہ مانی کہ جیو آتما اور پرکرتی پرمیشور کے ساتھ ہمیشہ مقابلہ کرنیکو موجود رہا کرتی ہیں اگر ویدوں کے موافق یہ بات ہوتی تو کیا ممکن نہ تھا کہ کسی نہ کسی کو تو اسکا پتہ لگا ہوتا لیکن یہ خیال کر کے دل کو تسلی دے لیا کرتے تھے کہ شاید یہ وجہ ہوگی کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج ویدوں کے سب سے بڑے فاضل ہوئے ہیں پس یہ انوکھی تعلیم انکو ہی ویدوں میں

نظر آ سکتی لیکن حقیقت حال سے تو ہمیں گذشتہ سال (نومبر سنہ ۱۹۲۳ء میں واقفیت ہوئی جبکہ ہم نے سوامی جی کی رگ وید ادی بھاشیہ بھومکا کے امتحان میں شراکت کی تیاری کے لیے اِسے بغور پڑھنا شروع کیا اور اب معلوم ہوا کہ دراصل یہ سوامی جی کی من گھڑت ہے جسے یا تو اونہوں نے کسی شاستر ارتھ میں عقلی دلائل سے دوسروں کو نیچا دکھلانیکے لیے ایجاد کیا (کہ جیو آتما اور پرکرتی ہمیشہ رہتے ہیں ان کی پیدائش ہنیں ہوتی) یا شاید سانکھیہ اور نیایہ شاستروں کے سوتروں میں ایسے بحث مباحثہ کرتے ہیں اُن کو سوامی جی نے ویدوں کا اصول قرار دے دیا حالانکہ خود ستیارتھ پرکاش میں اِس بات کو مان رہے ہیں کہ اِن چھے شاستروں میں سے ایک ایک کے پڑہنے والے ایسے مغالطون میں پڑجاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو غلطی پر سمجھ لیتے ہیں لیکن جو شخص جملہ چھیوں کو پڑہ لیتا ہے وہ اُنکے سلسلہ کو سمجھ کر یقین کرلیتا ہی کہ اِن میں کوئی اختلاف ہنیں ہے اور اسکی تائید میں چھے ادصولوں کی ایک روایت بھی درج کی ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۰-۲۹۱) لیکن پھر بھی اِس ہدایت پر خود عمل نہ کیا یعنی اگرچہ نیایہ وسانکھیہ نے جیو آتما اور پرکرتی کو قدیم مان کر اپنی دیگر باتوں کو طے کرسکتے ہیں تو ویدانت نے اِنکی اور دلایل سے اتفاق رکھتے ہوئے اِس غلط فہمی کو دور کردیا اور کافی دلایل و وجوہات سے یہ ثابت کردیا ہی کہ سوا ایک پربرہم پرماتما وحدہٗ لاشریک کے باقی سب اشیا رفانی ہیں لیکن اِس بات کو بھی سوامی جی نے شنکر آچاریہ مہاراج کی نو ایجاد کہہ کر تردید کرنی چاہی ہے جو کہ بالکل غیر ممکن ہے۔ اب تیسرا اعتراض سنئے سوامی جی، وید ادی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۷ سطر ۴ پر یوں فرماتے ہیں:۔

प्रलयावसरे सर्वस्य आदि कारणे पर ब्रह्म सामर्थ्ये प्र-
-लीना च भवति ॥

ترجمہ اسکا بابو نہال سنگھ صاحب نے اردو بھومکا کے صفحہ ۱۴ سطر ۷ پر حسب ذیل کیا ہے۔

"۔ ۔ ۔ ۔ اور پرلے میں اسی مسبب الاسباب پربرہم کی قدرت میں سما جاتی ہے"

سوال – اب سوال یہ ہے کہ پرلے کے وقت اگر سب کے آدی کارن مسبب الاسباب پربرہم کی سامرتھ (قدرت) میں ہی یہ سب خلقت سما جاتی ہے تو پرکرتی اور جیو آتما کی ہستی پرماتما سے علیحدہ کہاں قایم رہ گئی اگر یہ کہا جاوے کہ سما جاتی ہے اِس سے یہ مراد نہیں ہے

که وه نیست و نابود ہو جاتی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جیسے بازیگر اپنی چٹوں بٹوں کو جو کہ تماشہ دیکھنے
والوں کے سامنے پھیلائے گئے تھے سمیٹ کر جھولی میں رکھ لیتا ہے پس وہ سب صرف سمیٹ
لئے گئے ہیں دراصل انکی نیستی نہیں ہوئی اسیطرح یہ سب پرمیشور کی جھولی میں سمیٹ لیا جائیگا
اسی کو سماجانا کہتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ویدوں میں کہیں ایسا صاف طور پر لکھا ہوا دکھلانا
چاہیے کہ پرلے کے بعد اور سرشٹی یعنی پیدائش کے قبل یہ سب جو کچھ خلقت اسوقت بازیگر کے
چٹوں بٹوں کی مانند پھیلی ہوئی ہے یہ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہے اس سے پہلا منتر
تو اسبات کو بالکل رد کر دیتا ہے جبکہ وہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ تب نہ ست تھا نہ اسٹ
تھا (یعنی ہستی اور نیستی دونوں نہ تھیں) اور منو مہاراج اپنی پیدائش عالم کے مضمون میں اسی بات
کو صاف اور واضح کر رہے ہیں کہ کچھہ نہ تھا سوا ایک سوئمبھو یعنی خود بخود ہونیوالے پرمیشور کے
اسکے علاوہ جو سنسکرت لفظ سماجانیکے لیے یہاں پر آیا ہے یعنی وہ لین (غرق) ہو جاتی ہے چنانچہ
لین ہو جانیکی مثال ویدانتی لوگوں کی یہ ہے کہ گنگا وغیرہ دریا سمندر میں لین ہو جاتی ہیں
یعنی جب گنگا وغیرہ سمندر میں ملجاتی ہیں تو وہ پانی جسکو گنگا وغیرہ ناموں سے موسوم کیا
جاتا تھا اب سمندر نام سے ہی موسوم ہونے لگتا ہے اور پھر سمندر سے علیحدہ اسکا کوئی نام
یا شکل نہیں رہا کرتا اسیطرح یہ تمام جو (جیواتما اور پرکرتی) دریاؤں کے مانند اس وقت
اس موجودہ حالت میں ہے پرلے کے وقت اسی پرماتما میں جو کہ سمندر کے مانند ہے لین
ہو جاتا ہے چنانچہ یہاں بھی پرکرتی بذات خود حسب قول سوامی جی کے پرماتما سے علیحدہ کوئی
شئے نہیں ظاہر ہوتی ہاں پر برہم کی سامرتھ (قدرت) سے ہی پرکرتی کا مطلب سوامی جی یا
آریہ صاحبان لینا چاہتے ہیں لیکن یہ بھی سراسر پکشپات (تعصب) ہے۔

نمبر ٢

آگے چل کر سوامی جی نے حسب ذیل منتر بھی پیدائش خلقت کے بیان میں پیش کیا ہے:

हिरण्य गर्भः समवर्त्तताग्रे भूतस्य जातः पतिरेक आसी-
-त् । स दाधार पृथिवीं द्यामुतेमाम् कस्मै देवाय हविषा
विधेम ॥ ऋ० मं० १० सू० —— मं० —— ॥

اسکے لفظی معنی یوں ہونگے :- (۱) کس (۲) دیوتا کے لئے (۳) ہوش (جو ہوم میں ڈالتے ہیں) کو (۴) ہم دیویں (یعنی آگ میں ڈالیں) (اس سوال کا جواب آگے دیا گیا ہے کہ اُسکے لئے دیویں جو کہ) (۵) ہرنیہ گربھ یعنی چمکیلی اشیار کو اپنے اندر رکھنے والا (ہی جو کہ) (۶) (سب سے) آگے (۷) ہوا تھا (۸) (جو) پیدا ہوئے بھوتوں (عناصر) کا (۹) مالک (ہی) (۱۰) ایک (اکیلا) (۱۱) تھا (۱۲) وہ (۱۳) پرتھوی (زمین) کو (۱۴) اور اس (۱۵) دیوہ یعنی سورگ یا آکاش (بہشت یا خلا) کو (۱۶) دہارن (قایم) کرتا ہے۔

سوامی جی نے اس سے مختصر طور پر یہ مطلب لیا ہے کہ اُس ہرنیہ گربھ نے سب خلقت کو پیدا کرکے قایم کر رکھا ہے بس ظاہر ہے کہ اس منتر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ پرمیشور تمام پیدا ہونیوالی اشیار کا مالک اس پیدائش سے پہلے ایک اکیلا ہی تھا (یعنی دوسرا کوئی اُسکا شریک نہ تھا) اب ناظرین غور کریں کہ پھر سوامی جی روح و مادہ کو کیونکر اُس خدا کا شریک پر برہم پرمیشور کا شریک بنا رہے ہیں۔

نمبر ۳

آگے سوامی جی نے یجروید کی ۳۱ ویں ادھیار پوری کی پوری اس مضمون میں درج کی ہے جو کہ پرش سوکت نام سے مشہور ہے اور اسمیں پیدائش عالم کا بیان ہے اُسمیں بائیس ۲۲ منتر ہیں پس ہم ہر ایک منتر کو معہ لفظی معنوں کے درج کرکے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تفسیر کی پڑتال بھی ساتھ ہی ساتھ کرتے جاینگے۔

پرش سوکت

सहस्र शीर्षा पुरुषः सहस्राक्षः सहस्रपात् । स भूमिं सर्वतस्पृत्वात्यतिष्ठद्दशाङ्गुलम् ॥ १ ॥

सहस्र शीर्षा पुरुषः सहस्राक्षः सहस्रपात् । स भूमिं सर्वतः स्पृत्वा अत्यतिष्ठत् दशाङ्गुलम् ॥

پہلا منتر (۱) پرش (پرمیشور) (۲) ہزاروں) (۳) سر والا (۴) ہزاروں (۵) آنکھوں والا (۶) ہزاروں (۷) پانوں والا ہی) (۸) وہ (پرش) (۹) زمین کو (۱۰) سب طرف سے (۱۱) چھوکر (گھیرے ہوئے) (۱۲) دس انگلی والے ہیں (۱۳) مقیم ہے

نوٹ - دس انگلی والے سے سوامی جی نے دس دشایں یعنی ہم اطراف (پورب پچھم دکھن اوتر) چار اِن کے کونے (ایشان وایویہ - آگنیہ اور نیرتیہ -) اور ۲ اوپر و نیچے اِن جملہ دس سے مراد لی ہی یا یہ کہ دس انگلیوں کی برابر ہردی (دل) کی جگہہ ہے جسکے اندر وہ موجود ہے -

---

पुरुष एवेदं सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यं । उतामृतत्वस्ये-
-शानो यदन्नेनातिरोहति ॥ २॥

पुरुषः[13] एव[14] इदं[8] सर्वं[9] यत्[4] भूतं[2] यत्[3]च भाव्यम् । उत[10] अ[11]-
मृतत्वस्य[12] ईशानः यत्[5] अन्नेन[6] अतिरोहति ॥

دوسرا منتر - (۱) یہ جو (۲) ہوچکا ہی (۳) جو (۴) ہونیوالا ہی (۵) اور جو (۶) غلہ سے (۷) پیدا ہوتا ہے (یعنی ماضی و مستقبل اور حال -) (۸) یہ (۹) سب (۱۰) اور (۱۱) جو امرت (لافانی شے یعنی مکتی یا نجات) کا (۱۲) مالک ہی (۱۳) (وہ) پرش (۱۴) ہی ہے -

اسی منتر کی تفسیر میں سوامی جی نے بڑی زبردست چال کی ہی - اِسکے لفظی معنی سے سوامی شنکراچاریہ مہاراج کا اصول ثابت ہوجاتا ہی کہ पुरुषः[13] एवं इदं सर्वं[9] یعنی یہ سب جو ایسا ایسا .... ہی وہ پرش ہی ہے اور اُن لوگوں کا جنکو آریہ صاحبان نوین ویدانتی کہتے ہیں یہ قول ہی کہ یہ تمام خلقت جو دکھلائی دیتی ہی اور جو نہیں دکھلائی دیتی پرمیشور ہی ہے پس گویا شنکر فلاسفی کی تائید وید کے اس منتر سے صاف طور پر ہوجاتی ہی

سوامی جی کی تفسیر میں حسب ذیل الفاظ موجود ہیں :-

(पुरुष एव॰) एतद्विशेषण युक्तः पुरुषः परमेश्वरः (यद्भूतं॰) य-
ज्जगदुत्पन्नमभूत् यद्भाव्यं उत्पत्स्यमानं च कारात्भूतमा-
नंच तत् त्रिकालस्थं सर्वं विश्वं पुरुष एव कृत-

-वानस्ति नान्यः॥

اسکا ترجمہ یوں ہوا۔ (पुरुष० एव) اس صفت سے موصوف پُرش پرمیشور (نے اس تمام خلقت کو پیدا کیا ہی یعنی) (यच्च) جو جگت پیدا ہوا جو ہونیوالا ہے اور (च) حرف چ سے یہ مراد ہے کہ جو موجود ہے یہ بھی (غرضکہ) اس ہر سہ زمانہ میں قایم رہنے والے سب یعنی خلقت کو پُرش ہی نے کیا ہی اور کسی دوسرے نے نہیں۔

لیکن یہ فقرہ قابل غور ہے اور ہم سنسکرت داں صاحبان سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ضرور اس پر غور کریں کہ یہ معنی اصل الفاظ منتر سے کسطرح نکل سکتی ہیں و جو پرش ہی نے کیا ہے یہ جو سوامی جی کے یہ الفاظ (कृतवानस्ति) ہیں یہ اس منتر کے کن لفظوں کے مترادف آئے ہیں اور بھی جو عبارت سوامی جی کی اس منتر کے متعلق ہے وہ باوجود اسقدر طول ہونیکے بھی اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتی اور خاصکر اس اوپر کے اعتراض کا کوئی جواب نہیں ملتا۔

اس منتر کو اردو ستیارتھ پرکاش کے آٹھویں سملاس میں صفحہ ۲۷۳ پر بھی سوامی جی نے لکھا ہی اور حسب ذیل معنی درج کئے ہیں۔

. . . . . اے انسانوں! جو سب کے اندر سمایا ہوا محیط کل پرمیشور ہے اور جو غیر فانی علت مادی اور جیو کا مالک اور زمین وغیرہ غیر ذی روح اور جیو سے بھی جدا ہی وہی محیط کل ایشور گذشتہ آیندہ ہونیوالے اور موجودہ عالم کا صانع ہے۔

ناظرین! یہ الفاظ پر غور کیجیے گا سوامی جی علت (پرکرتی) کے ساتھ لفظ غیر فانی ضرور لا دینگے اور آخری فقرہ یہاں پر پرمیشور کی صفت میں سوامی جی ظاہر کر رہے ہیں حالانکہ اوپر کے ارتھ میں ہر سہ زمانہ کا لفظ خلقت کے صفت میں کہہ چکے ہیں۔

اب کوئی سوامی جی سے پوچھیے کہ کیا ان کو خود اپنی بات پر بھروسہ نہیں ہے ایک جگہہ کچھہ اور بیان کرتے ہیں اور دوسری جگہہ کچھہ اور ہی لکھ رہے ہیں۔

اسکے علاوہ لفظ بنانیوالا یا صانع منتر کے کسی لفظ سے نہیں نکالا جاسکتا اور اگر سوامی جی کے ایزاد شدہ الفاظ نکال ڈالے جاویں تو ادنکا اس منتر سے پرمیشور کا دنیا کو بنانا وغیرہ کچھہ بھی نہیں ثابت ہوتا۔ ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ اس منتر کا جو ارتھہ رگ وید ادی بھاشیہ بھومکا میں

درج ہے اسمیں تو صرف پرمیشور کو تمام خلقت کا پیدا کرنیوالا مانا ہی (جیسا کہ اوپر لکھا گیا) لیکن ستیارتھ پرکاش والے ارتھ میں اس ہی منتر سے جیو آتما اور پرکرتی کی قدامت بھی نہ معلوم کسطرح نکل آئی اور پھر پنڈت تلسی رام صاحب تمر بھاسکر کے مصنف نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بھاسکر پرکاش صفحہ ۱۷ ہ سطرہ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

آپ کو لفظی معنی پر دھیان دینا لازم تھا اور تب سوامی جی کے لکھے مطلب پر رائے زنی کرنی چاہئے تھی سوامی جی جیسے فاضل کی تحریر پر بے سمجھے قلم چلانا عقلمندی نہیں ہے۔ ہم نیچے پدارتھ (لفظی معنی) لکھتے ہیں اُسے پڑھ کر ملائیے کہ سوامی جی کا لکھا مطلب ٹھیک ہے یا نہیں۔

(نوٹ)۔ واہ۔! آپ کی یہ تو بڑی عمدہ دلیل ہے کہ سوامی جی جیسے فاضل وغیرہ ......
اب یہ بھی دیکھنے ہیں کہ آپ نے جو سمجھ کر قلم چلایا ہے وہ سنسکرت داں صاحبان کے نزدیک کہاں تک عقلمندی ثابت ہوتی ہے۔

ناظرین! اب ذرہ پنڈت تلسی رام صاहب کی عقلمندی کا قلم چلانا بھی ملاحظہ فرمائیے وہو ہذا

पत् इदं सर्वं भूतम् جو یہ سب پیدا ہو چکا
यत् अन्नेन अतिरोहति
اور جو ان (غلہ) سے پیدا ہو رہا ہے (च) اور (यत् भाव्यम्) جو پیدا ہونیوالا ہے
یعنی زمانہ آیندہ میں جو پیدا ہوگا [اُس کا] (उत) اور (अमृतत्वस्य)
امر بھاؤ والے (یعنی لافانی) کیول آتما کا (ईशानः पुरुषः एव) سوامی (مالک) پرمیشور ہی ہو

پنڈت تلسی رام جی مہاراج! بس اسی لفظی معنی پر آپ دھیان دلاتے ہیں اور اب تو شاید آپکی قلم کافی سمجھ داری کے ساتھ چلائی جا چکی ہے پس ہم عقلمند معقول پسند سنسکرت دان آریوں اور دوسرے صاحبان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ذرا آپ کی عقلمندی اور دوسروں کو سراسر بیوقوف بنانے و سنسکرت سے ناواقفوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے وغیرہ پر دھیان دیویں اور آپ سے دریافت کریں کہ لفظی معنی کرنے کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی آپ کو ایک بریکٹ بیچ میں ڈال دینے کی کیوں ضرورت پڑی۔

ناظرین لفظ نمبر ۴ کے آخر میں جو [اُس کا] درج ہے اسکو آپ نکال ڈالیں۔
(کیونکہ یہ وید منتر کے کسی لفظ کا ارتھ نہیں ہے اور اسی وجہ سے بریکٹ میں بند کیا گیا ہے۔)

اور تب ذرا پوری عبارت کو پڑھیں تو شریمان پنڈت تلسی رام مہاراج کی عقلمندی کا آپ کو خوب پتہ مل جائیگا اور جو لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ یہ "اوسکا" ایک چھوٹا سا لفظ ہے اس کا بڑھا دینا کوئی قابل لحاظ بات نہیں ہے اُن کو کسی زبان کے قواعد داں سے معلوم کرنا چاہیے کہ اِس لفظ کا گھٹانا بڑھانا کیسا Important پُراثر ہے پھر بھلا انگریزی اردو وغیرہ کے قواعد کے مطابق تو یہ آسانی بھی ہو سکتی تھی کہ یہ اُس کا ایک لفظ کے ساتھ چپکے سے بڑھا دیا جاتا اور پڑھنے والوں کو شاید پتہ بھی نہ ملتا لیکن خوش قسمتی سے سنسکرت قواعد کے مطابق اِس منتر کے الفاظ میں اگر اسقدر آزادی کرنیکی ضرورت ہو تو تمام عبارت (اصلی الفاظ وید منتر کے) بدلنی پڑینگے یعنی یہ "اوس کا" قبضہ ظاہر کرنیوالا جسے انگریزی میں Possessive (مالکیت) کہتے ہیں سنسکرت دیاکرن کے مطابق षष्ठी विभक्ति چھٹویں بھکتی ہے جسے سمبندھ کارک सम्बन्ध कारक کہا جاتا ہے پس اب اِس منتر کے وہ تمام الفاظ جو دوسری بھکتی (کرم یا مفعول) میں آئے ہیں تبدیل کی جا کر ہر ایک میں اِس چھٹویں بھکتی کی علامت بڑھانیکی ضرورت ہوگی چنانچہ اب یوں ہوگا۔

اصلی الفاظ مفعول۔	ایزادشدہ الفاظ (مالکیت)
(۱) सर्वं سب کو۔	सर्वस्य سب کا۔
(۲) भूतम् ہو چکا ہوا	भूतस्य ہو چکنے والے کا
(۳) यत् अन्नेन अतिरोहति جو ان سے پیدا ہوتا ہے	यत् अन्नेन अतिरोहति तस्य جو ان سے پیدا ہونیوالا ہے اوس کا
(۴) भव्यम् ہونیوالے کو	भव्यस्य ہونیوالے کا

یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ "یہ اوسکا" لفظ ہر ایک نمبر ۱۔۲۔۳۔۴ میں بڑھا یا جاوے تب پنڈت تلسی رام صاحب کی منشا پوری ہو سکتی ہے۔ اور تب انکی عبارت حسب ذیل ہوگی (۱۔۲) جو یہ سب پیدا ہو چکا اوس کا۔ (۳) اور جو غلہ سے پیدا ہو رہا ہے اوس کا۔ اور (۴) جو پیدا ہونیوالا ہے یعنی زمانہ آیندہ میں جو پیدا ہوگا اوس کا۔

(۵) اور (۶) امر بھاؤ والے (یعنی لافانی) کیول آتما کا (۷) سوامی پرمیشور ہی ہے۔

نوٹ شاید اِس اوپر کے ترجمہ کو اردو محاورہ کے لحاظ سے بے ڈھنگا سمجھا جاوے اسلئے اسکو با محاورہ یوں سمجھئے۔

(۱) اِن سب پیدا ہوئے کا (۲) اور غلّہ سے پیدا ہونیوالے کا (۳) اور (۴) زمانہ آئندہ میں پیدا ہونیوالے کا (۵) اور (۶) امر بھاؤ والے (یعنی لافانی) کیول آتما کا (۷) سوامی۔ پرمیشور ہی ہے۔

اب اصلی وید منتر کی کیسی خرابی ہوگی وہ بھی ذرہ دیکھ لیجیے اِس بات کو صرف سنسکرت دان صاحبان سمجھ سکیں گے جنکے توجہ کیلئے حسب ذیل تحریر ہے۔

پنڈت تلسی رام صاحب کے حسب مرضی درستگی کے بعد یہ منتر اس شکل میں ہوگا	اصل منتر
पुरुष एवेदं सर्वस्य यत् भू-तस्य यत् च भाव्यस्य उता-मृतत्वस्येशानो यदन्नेनाति-रोहति तस्य	पुरुष एवेदं सर्वं यद्भूतं यच्च भाव्यम् उतामृतत्वस्येशानो य-दन्नेनातिरोहति ॥ यजु० ३१-२॥

اوپر کی لکیر شدہ چار الفاظ میں علامتیں زاید لگی ہیں

ناظرین! آپنے دیکھ لیا کہ کسطرح مغالطہ دہی سے کام لیا جاتا ہے سوامی دیانند کی بات صحیح ثابت کرنے کے وہم نے وید منتروں کے الفاظ میں ایزادی کرنیکے لیے مجبور کر دیا۔ اِس سے بھی اور زیادہ کیا تعصب ہوگا۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ خواہ خود پنڈت تلسی رام صاحب یا اُنکے کوئی ساتھی اِس [اوسکا] کو اِس موقع پر ثابت کریں یعنی بھاسکر پرکاش صفحہ ۱۷ سطر ۴ پر جو لفظ यत् भाव्यम् کے معنی ”جو اوپتن ہونیوالا ہے ارتھات بھوشیت کال میں جو اوپتن ہوگا [اوس کا]“ درج ہیں اسے یا کم از کم اِس [اوس کا] کو اِس لفظ کے لفظی معنی ثابت کر دیویں تو اُن کو ہم مبلغ **دو سو روپیہ انعام** دینے کو تیار ہیں (بقیہ شرائط انعامی دیکھو صفحہ ۷۳) اِس سلسلہ میں پنڈت تلسی رام جی اور بھی حسب ذیل فرماتے ہیں۔

(۱) کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ جڑ چیتن (غیر ذی روح و ذی روح) کا مالک پرماتما ہی ہے
(۲) کیا ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونیوالے سب اشیاء جڑ اور پراکرت (پرکرتی والے) نہیں ہیں
اور (۳) کیا امر آتما (لافانی روح) ذی روح نہیں ہے؟ اگر ہیں تو کیا تمام پراکرت اور اپراکرت
(پرکرتی والی اور غیر پرکرتی والی) اشیاء کا نام پرماتما کو بتلانے سے یہ منتر سوامی جی کے لکھے ہوئے
مطلب سے خلاف ہے۔؟

اوپر کی تحریر میں تین سوالات قایم کر کے جواب اپنے موافق دے دیا گیا ہے۔ جن میں سے
اول سوال یہ ہے کہ (۱) کیا ذی روح و غیر ذی روح کا مالک پرماتما ہی نہیں ہے پس اسکا جواب
یہ ہے کہ پرمیشور جڑ چیتن کا مالک ہے اس بات کو تو تمام ہندو اور مسلمان صاحبان مانتے ہیں
اگر نہیں مانتے تو آریہ سماج یا سوامی دیانند مہاراج لیکن ہر حالت میں اعتراض تو یہ ہے کہ اس منتر
کے الفاظ سے یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ جڑ چیتن کا مالک پرمیشور ہے۔ وہاں تو صاف لکھا ہے
کہ पुरुषः एव इदं सर्वं یہ سب پرش ہی ہے۔ یعنی وہ خود یہ سب بن گیا ہے
دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونے والی سب اشیاء جڑ اور پراکرت
نہیں ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس منتر میں نہ تو آپ کا جڑ موجود ہے اور نہ پراکرت موجود ہے
پھر کیا اصل منتر سے خلاف معنی نکال کر اپنا مطلب ثابت کرنیکی کوشش کرنا نیک نیت اور
سچائی پسند لوگوں کا شیوہ ہے؟ ہاں منتر میں ماضی حال اور مستقبل میں پیدا ہونیکے بارہ میں البتہ
यद्भूतं यच्च भाव्यं यदन्नेनातिरोहति الفاظ آئے ہیں اور اوپر کے
الفاظ کو اس کے ساتھ ملا کر یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ جو ہوا جو ہو گا اور جو غلہ سے پیدا ہوتا ہے
وہ سب پرش ہی ہے اور (۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ "کیا امر (لافانی) جیو آتما ذی روح
نہیں ہے پس عرض یہ ہے کہ اس سوال کا بھی اس منتر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جیو آتما کو
ذی روح تو سناتنی بھی مانتے ہیں لیکن ان کو امر (لافانی) مانتے ہوئے پرمیشور کا ہمیشہ کا
ساتھی بنا دینا آریہ سماج ہی کا کام تھا لیکن اس منتر میں تو ایسا کوئی ذکر موجود بھی نہیں ہے
اور جو الفاظ अमृतत्वस्येशानः (لافانی پن کا مالک) یہاں آئے ہیں اور ان
سے آپ نے "امر بھاؤ والے کیول آتما" ارتھ نکال لیا ہے پس یہ ارتھ بھی آپ کا بالکل اصلی سے

خلاف اپنا من گھڑنت ہے جسکی پول کھولنے کیلئے ہمیں کہیں دور جانیکی ضرورت نہیں ہے بلکہ اِس منتر پر جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تفسیر ہے وہ آپکو خاموش کردینے کے لئے پیش کردینا کافی ہوگا۔ چنانچہ سوامی جی کی تفسیر اِن الفاظ پر رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا میں یوں مندرج ہے

स एवेशान ईषणशीलः सर्वस्येश्वरोऽमृतत्वस्य मोक्ष भा-

-वस्य स्वामी दातास्ति"

اسکا ترجمہ یوں ہوا وہ ہی ایشان ہے یعنی ایشن شیل (ملکیت رکھنے کا عادی) ہے پس وہ سب کا ایشور अमृतत्वस्य موکش بھاو (نجات کا) سوامی یعنی دینے والا ہے اس سے معلوم ہوا کہ لفظ - अमृतत्वस्य (جسکے لفظی معنی ہیں لافانی پن کا) سے سوامی جی موکش یعنی نجات کا مطلب لیتے ہیں (کیونکہ نجات لافانی ہے) اور لفظ ईशानः (مالک) اسکے ساتھ ملانے سے اگرچہ اسکے یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ وہ (پرمیشور) مکتی کا مالک ہے لیکن سوامی جی نے اس سے یہ معنی نکالے ہیں کہ سب کا مالک وہ ایشور مکتی کا دینے والا ہے تاہم بھی لفظ अमृतत्वस्य سے صرف موکش بھاو (مکتی یا نجات) کا مطلب سوامی جی نکالتے ہیں لیکن جو کہ آپنے اِس لفظ سے امر بھاو والے یعنی آتما یہ ارتھ نکالے ہیں جسکا لفظی معنی کے لحاظ سے لفظ अमृतत्वस्य (لافانی پن کا) میں کہیں شان و گمان ہی نہیں ہے اسکے لئے آپکے پاس کیا Authority سند موجود ہے خاصکر جبکہ آپنے سوامی دیانند کا بچاؤ Defend کرتے ہوئے اُنکے خلاف ارتھ لکھا ہے۔

اِن تینوں سوالوں کے بعد پنڈت تلسی رام صاحب فرماتے ہیں "۔ اگر ہے تو کیا سارے پرکرت اور اپرکرت (مادی روح وغیر ذی روح) اشیاء کا مالک پرماتما کو بتلانے سے یہ منتر سوامی جی کے لکھے ہوئے مطلب کا مخالف ہے۔؟

اسکا جواب یہ ہے کہ سوال دیگر جواب دیگر۔ معترض تو یہ سر پیٹ رہا ہے کہ سوامی دیانند اِس منتر کا ارتھ ہی غلط کر رہے ہیں۔ آپ جو بڑے تیزی کے ساتھ اوروں کو بے سمجھی سے قلم چلانیوالا کہتے ہوئے اکشر ارتھ (لفظی معنی) پر دھیان دلانے چلے تو خود ویدوں میں غلطی نکال کر ایک لفظ "واوس کا" کی کمی پوری کرنیکی صلاح دیتے ہوئے اصلی عبارت کے چار

لفظوں میں علامت اضافہ کرا دیا لیکن پھر بھی کوئی مطلب براری نہ ہو سکی۔

اجی مہاراج اس منتر سے سوامی شنکر آچاریہ مہاراج کی فلاسفی ثابت ہو رہی ہے اور جیو آتما و پرکرتی کی قدامت ماننے والوں کو یہ منتر اپنی تائید میں پیش کرنا سنسکرت داں عقلمندوں کے روبرو اپنی ہنسی کرانیکے سوا اور کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اب بھی بہتر ہو کہ اسکو ستیارتھ پرکاش کے آٹھویں سملاس یعنی پیدائش خلقت کے مضمون سے نکال ڈالا جاوے۔

اب اگر ہم سوامی جی کی تفسیر بھی صحیح مان لیویں تو بھی حسب ذیل اعتراض خود ان کی تعلیم کے خلاف پڑتا ہو۔ اردو بھومکا صفحہ ۸ سطر ۲ پر لکھا ہو "۔۔۔ وہ بذاتہ غیر مولود اور سب کو پیدا کرنیوالا ہو وہ ہی اس کائنات کو اپنی قدرت سے بناتا ہو"۔

سوال۔ پھر بھلا جب ایسے صاف الفاظ میں اقرار کر رہے ہیں کہ وہ سب کو پیدا کرنیوالا ہے تو کیا اس **سب** کے اندر جیو آتما اور پرکرتی بھی نہیں آگئی **وہ کیا سب سے باہر** رہ گئی اور جب **سب** میں جیو آتما اور پرکرتی بھی شامل ہو گئی تو سوامی جی کا یہ اصول ہی کٹ گیا کہ جیو آتما اور پرکرتی انادی (ازلی) ہیں بلکہ اسلام کے اصولوں کے مطابق یہاں پر سوامی جی ویدوں سے صاف طور پر ثابت کر رہے ہیں کہ وہ پرمیشور سب کو پیدا کرنیوالا ہی یعنی وہ خالق مطلق ہے سوا اسکے اور کوئی نہ تھا (جیو آتما پرکرتی بھی نہ تھے) اور اس نے ان سبکو (منجملہ دوسروں کے جیو آتما اور پرکرتی کو بھی) پیدا کیا ہو۔ کیونکہ حسب قول سوامی جی کے وہ ہی اس کائنات کو **اپنی قدرت سے بناتا ہی**۔

واہ یہ تو خوب ہو کہ ویدوں سے اور وہ بھی سوامی دیانند مہاراج کی ہی تفسیر سے وخاص انکے ہی الفاظ میں اسلام کا اصول ثابت ہو گیا۔ اور کیوں نہ ہو سچائی سے کسکو انکار ہو سکتا ہی؟

اب منصف مزاج اور معقول پسند آریہ صاحبوں کو لازم ہے کہ وہ سچائی کو قبول کرنے اور غلطیوں کو ترک کرنے کی نیک نصیحت پر مضبوطی سے قایم رہتے ہوئے اس بات کو مان لیویں کہ جیو آتما اور پرکرتی ہرگز ہرگز بھی ازلی نہیں ہیں اور نہ یہ سرب شکتی مان (قادر مطلق) پرمیشور کے ساتھ مقابلہ کرنیکو تیار رہتے ہیں بلکہ یہ یقین کر لیویں کہ اُس سرشٹی کرتا (خالق مطلق) نے۔

نے ہے ہم جیو آتماؤں کو اور اِس پرکرتی (مادہ) کو اپنی قدرت سے بنایا ہے
ایسا مان کر ہم پرمیشور کے دربار میں گنہگار بننے سے بچ جاویں گے جو کہ سوامی جی کے گمراہ کرنے
سے ہمیں مجبوراً پرمیشور کے ساتھ شرک کرتے ہوئے پاپی بننا پڑا تھا۔ اب بھی بہتر ہو کہ معقول
پسند آریہ صاحبان نیک نیتی سے اپنے دلوں میں اپنی غلطیوں کا اقرار صدق دلی سے کریویں
صبح کا بھولا شام کو ہی راہ پر آجاوے تو غنیمت ہی۔

شاید کوئی صاحب اوپر کے ترجمہ کی نقل پیش کرنے سے یہ کہنے لگیں کہ مترجم نے غلطی کی ہوگی
اسلئے اصلی سنسکرت یعنی خاص سوامی جی کی عبارت ذیل میں نقل کیجاتی ہے۔

सर्वं विश्वं पुरुष एव कृतवानस्ति नान्यः ॥

ارتھ۔ سب بشو (سنسار) کو پُرش ہی نے کیا (بنایا) ہے دوسرے نے نہیں۔

(نوٹ۔ مترجم نے لفظ विश्व کے معنی موجودات لیا ہے)۔

तस्मात् स्वयमजः सन् सर्वं जनयति ॥

ارتھ۔ اسلئے وہ خود اج (نہ پیدا ہونیوالا) ہوتا ہوا سب کو پیدا کرتا ہی۔

एतावानस्य महिमातो ज्यायांश्च पूरुषः । पादोऽस्य विश्वा भू-
-तानि त्रिपादस्यामृतं दिवि ॥ ३ ॥

[3] एतावान् [1] अस्य [4] महिमा [5] अतः [6] ज्यायान् च [2] पूरुषः । [8] पादः
[7] अस्य [9] विश्वा [10] भूतानि [12] त्रिपाद् [11] अस्य [14] अमृतं [13] दिवि ॥

تیسرے منتر کا ارتھ۔ (۱) اس (۲) پرش (پرمیشور) کی (۳) یہ ساری (۴) مہما (۵)
اور اسکے علاوہ اور بھی (۶) بہت زیادہ (اسکی مہما ہی) (۷) اسکے (۸) ایک حصہ میں (۹)
(یہ) سب (۱۰) خلقتیں (ہیں) (۱۱) اور (۱۲) اسکا تین حصہ (۱۳) دیو لوک میں (۱۴)
امرت (لافانی) (ہے)۔

त्रिपादूर्ध्व उदैत्पुरुषः पादोऽस्येहाभवत्पुनः । ततो विष्वङ्
व्यक्रामत् साशनानशने अभि ॥ ४ ॥

त्रिपाद् ऊर्ध्वं उदैत् पुरुषः पादः अस्य इह अभवत् पुनः
ततः विश्वम् अभि व्यक्रामत् सः अशना अनशने ॥

چوتھے منتر کا ارتھ۔ (۱) (وہ) پرش (۲) (اُس) تین حصہ (۳) سے اوپر (۴) اُٹھا ہوا ہی (۵)
اسکا (۶) ایک حصہ (۷) اس (دُنیا میں) (۸) پھر (۹) ہوا (۱۰) اسکے علاوہ (۱۱) وہ (پرش)
(۱۲) کہانیوالوں (۱۳) (اور) نہ کہانیوالوں (اِن دونوں قسم یعنی جاندار و بے جان پیدائش)
والی (۱۴) سنسار (خلقت) کو (۱۵) گھیرے ہوئے ہی۔

نوٹ پادः अस्य अभवत् पुनः اِس جُملہ کی تفسیر سوامی جی کے الفاظ میں یعں
ہے کہ: ”اور جو ایک حصہ دنیا اوپر بیان کی گئی ہی اُس (یعنی اِس دنیا) سے بھی وہ ایشور الگ
ہے“ لیکن اوپر کے لفظی ترجمہ کے نمبر ۵ سے ۹ تک میں صرف یہ ہی نکلتا ہی کہ अस्य اِسکا (۶) पादः
ایک پاؤں یا حصہ (۷) इह یہاں یا اِس دنیا میں (۸) पुनः پھر (۹) अभवत्
ہوا یا پیدا ہوا۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ کس انوی (ترکیب الفاظ Prose Order) سے سوامی
جی نے اِن الفاظ کو اولٹ پھیر کیا ہے کہ اِس لفظی ترجمہ سے بالکل بے تعلق ارتھ نکل آیا۔
ہم نے سوامی جی کی سنسکرت عبارت کو بھی بغور پڑھا لیکن ہاں سوامی جی نے ہر ایک لفظ کو علیحدہ
لکھا ہی نہیں پھر بھلا کوئی کیا پتہ لگا سکتا ہی کہ کس لفظ سے کیا معنی مطلب لے رہے ہیں۔ پس ہم اِس
نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ اس جملہ کی تفسیر سوامی جی نے بالکل اصل سے خلاف کی ہی جسکا راز سنسکرت
دان اصحاب کو آسانی سے مل سکتا ہے۔

اِس منتر کی تفسیر میں آگے چلکر سوامی جی حسب ذیل فرماتے ہیں:۔

अयं सर्वः संसारः इह अस्मिन् परमात्मनि एव वर्तते पुनः लय
समये तत् सामर्थ्य कारणे प्रलीनः च भवति ॥

اِس کا اردو ترجمہ بابو نہال سنگھ صاحب یوں کرتے ہیں: ”یہ تمام کائنات اِس پرماتما کی ذات
میں قایم ہے اور پرلے (قیامت) کے وقت اُسکی قدرت میں سما جاتی ہے“

ناظرین! یہ سوامی کی اپنی ایزادگی ہے منتر کے الفاظ سے ایسی کوئی بات نہیں ثابت ہوتی

یہاں پر لفظ इह نمبر ۲ (یہاں) سے سوامی جی अस्मिन् परमात्मनि

اس پرماتما کی ذات میں مراد لیتے ہیں لیکن اس سے اوپر خود ہی اس لفظ سے دُنیا کا مطلب

لے چکے ہیں جیسا کہ حسب ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

एकपादुपलक्षितं यत् पूर्वोक्तं जगदस्ति तस्मादपि

इह अस्मिन् संसारे स पुरुषः पृथगभवत् ॥

اس میں لکیر شدہ کا ترجمہ ہوا کہ इह (یہاں یعنی اس سنسار (خلقت) میں) اِس کا پورا ترجمہ

اوپر آچکا ہے جس پر بحث کی گئی ہے

ततो विराडजायत विराजो अधिपूरुषः। स जातो अत्यरि-

-च्यत पश्चाद्भूमिमथो पुरः ॥ ५ ॥

ततः[1] विराट्[2] अजायत[3] विराजः[4] अधि[5] पूरुषः[6]। सः[7] जा-

-तः[8] अत्यरिच्यत[9] पश्चात्[10] भूमिम्[11] अथः[12] पुरः[13] ॥

پانچویں منتر کا ارتھ ۔ (۱) اُس سے (۲) وراٹ (برہمانڈ یا تمام کرہ جات کا مجموعہ) (۳) پیدا ہوا

(۴) وراٹ (۵) کے اندر سے (۶) پورش (یعنی جیوآتما کا جسم) (پیدا ہوا) (۷) وہ (۸) پیدا ہو کر

(وراٹ) (۹) (اُس پرمیشور سے) علیحدہ ہو گیا (۱۰) اُسکے بعد (۱۱) بھومی یعنی زمین (پیدا ہوئی)

(۱۲) اور پھر (۱۳) پُر یعنی جسم (اُس جیوآتما کے لئے) (پیدا ہوا)

तस्माद्यज्ञात्सर्वहुतः सम्भृतं पृषदाज्यम्। पशूंस्तांश्चक्रे

वायव्यानारण्या ग्राम्याश्च ये ॥ ६ ॥

तस्मात्[1] यज्ञात्[2] सर्वहुतः[3] सम्भृतं[4] पृषत्[5] आज्यम्[6] पशून्[8]

तान्[7] चक्रे[13] वायव्यान् आरण्या ग्राम्याः[9] च ये ॥

چھٹویں منتر کا ارتھ :- (۱-۲-۳) جسکے لئے ہوم کیا جاتا ہے ایسے اُس یگیہ پُرش (پرمیشور)

سے (۳) اُٹھانیکی اشیار (۵) اور گھی وغیرہ (۶) پیدا ہوئیں (اور) اِن (۸) جانوروں کو (۹) جو کہ (۱۰)
ہوا والے (۱۱) جنگل والے (۱۲) شہر والے (ہیں اِن کو) (۱۳) (اُس نے) پیدا کیا۔

तस्माद्यज्ञात्सर्व हुतः ऋचः सामानि जज्ञिरे । छ-
-न्दांसि जज्ञिरे तस्मात् यजुस्तस्मादजायत
तस्मात् यज्ञात् सर्वहुतः ऋचः सामानि जज्ञि-
-रे । छन्दांसि जज्ञिरे तस्मात् यजुः तस्मात् अजायत

ساتویں منتر کا ارتھ ۔ (۱-۲-۳) سبھوں سے جسکے لیے ہوم کیا جاتا ہے اُس یگیہ پُرش (پرمیشور) سے (۴) رچائیں (یعنی رگوید) (۵) سامیں (یعنی سام وید) (۶) پیدا ہوئیں (۷) (اور) اُسی سے (۸) چھندیں (عروض) (۹) پیدا ہوئیں (۱۰) اُس ہی سے (۱۱) یجور وید (۱۲) پیدا ہوا ۔

نوٹ ۔ لفظ نمبر ۸ چھندانسی छन्दांसि سے سوامی جی نے چوتھا اتھرب وید مراد لیا ہی حالانکہ اِس لفظ کے معنی راگ یا عروض وغیرہ کے ہیں جس سے خود سوامی جی کو بھی اتفاق ہے اگر اس منتر کی ایسی ہی منشا ہوتی تو کیا اس کا مصنف (پرمیشور برہما یا وایو رشی) چوتھے وید کا نام بھی اس فہرست میں شامل نہ کر سکتا تھا ناظرین کو معلوم ہو کہ چوتھے اتھرب وید کا ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں ذکر نہیں پایا جاتا جس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ وید دراصل تین ہی ہیں اسپر کافی بحث مضمون وید کس پر نازل ہوئے ہیں کی گئی ہے ۔

तस्मादश्वा अजायन्त ये के चोभयादतः । गावो ह
जज्ञिरे तस्मात्तस्माज्जाता अजावयः ॥ ८ ॥
तस्मात् अश्वाः अजायन्त ये के च उभयादतः
गावः ह जज्ञिरे तस्मात् तस्मात् जाता अजावयः

اٹھویں منتر کا ارتھ (۱) اُس سے (۲) گھوڑے (۳) پیدا ہوئے (۴) اور وہ جو کہ (۵) دونوں طرف دانتوں والے ہیں (اُس سے پیدا ہوئے) (۶) اُس سے (۷) گائیں (۸) یقیناً (۹) پیدا ہوئیں (۱۰) اُس سے (۱۱) بکریاں اور بھیڑیاں (وغیرہ) (۱۲) پیدا ہوئیں ۔

साध्या ऋषयश्च ये ॥ ८ ॥ तं यज्ञं बर्हिषि प्रौक्षन् पुरुषं जा-
-तमग्रतः । तेन देवा अयजन्त साध्याः ऋषयः च ये ॥

نویں منتر کا ارتھ (۱) جو سب (سے) آگے (۲) پیدا ہوا ہے (یعنی جو ہمیشہ سے ہے) (۳) اس (۴-۵) یگیہ پرش پرمیشور کو (۶) یگیہ یا دل میں (۷) قایم کرکے (۸) اُسکے (حکم) سے (۹) دیوتا (۱۰) سادھیہ (۱۱) اور جو یہ (۱۲) رشی لوگ (ہیں) اُنہوں (نے بھی) (۱۳) یگیہ کیا۔

यत्पुरुषं व्यदधुः कतिधा व्यकल्पयन् । मुखं किमस्यासी-
-त् किं बाहू किमूरू पादा उच्येते ॥ १० ॥

यत् पुरुषं व्यदधुः कतिधा व्यकल्पयत् । मुखं किं अस्य आ-
-सीत् किं बाहू किं ऊरू पादा उच्येते ॥

دسویں منتر کا ارتھ - (۱) جس (۲) پرش کی (۳) بہت تعریف کی گئی ہے (یا جسکے حصے کیے گئے) ہیں (۴) (وہ) کتنی طرح پر (۵) کلپنا (انداز یا تقسیم) کیا گیا (۶) اوسکا (۷) منہ (۸) کیا (۹) ہوا (۱۰) بازو (۱۱) کیا ہوئے (۱۲) جانگھیں (۱۳) کیا ہوئیں (۱۴) (اور) پانوں (کیا) (۱۵) کہلائے۔

ब्राह्मणोऽस्य मुखमासीद्बाहू राजन्यः कृतः । ऊरू तदस्य यद्वै-
-श्यः पद्भ्यां शूद्रो अजायत ॥ ११ ॥

ब्राह्मणः अस्य मुखं आसीत् बाहू राजन्यः कृतः । ऊरू तत् अ-
-स्य यत् वैश्यः पद्भ्यां शूद्रः अजायत ॥

گیارہویں منتر کا ارتھ (۱) اس کا (۲) منہ (۳) براہمن (۴) ہوا (۵) بازو (۶) راجا یعنی کشتریہ (۷) کیا گیا (۸) اس کی (۹) جو (۱۰) جانگھ ہے (۱۱) وہ (۱۲) ویشیہ (ہوئی) (۱۳) (اور) پانوں سے (۱۴) شودر (۱۵) پیدا ہوا۔

نوٹ اس منتر پر آریوں اور سناتنیوں کا بڑا جھگڑا ہے آریہ صاحبان صفت فعل خاصیت کے لحاظ سے براہمن کشتریہ وغیرہ ورن کی فضیلت مانتے ہیں اور سناتنی صاحبان پیدائشی فضیلت کے قایل ہیں اور دونوں اس منتر کو اپنے رائے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اس پر مفصل بحث دیکھو

مضمون پیدائش سے ورن کی فضیلت میں۔

चन्द्रमा मनसो जातश्चक्षोः सूर्यो अजायत। श्रोत्राद्वायुश्च प्राणश्च मुखादग्निरजायत ॥ १२॥

चन्द्रमा मनसः जातः चक्षोः सूर्यः अजायत। श्रोत्रात् वायुः च प्राणः च मुखात् अग्निः अजायत ॥

بارہویں منتر کا ارتھ۔ (۱) من (دل) سے (۲) چندرماں (۳) پیدا ہوا (۴) آنکھوں سے (۵) سورج (۶) پیدا ہوا (۷) کانوں سے (۸) ہوا اور (۹) پران یعنی سانس (پیدا ہوئی) (۱۰) منہ سے (۱۱) آگ (۱۲) پیدا ہوئی۔

نوٹ۔ سوامی جی نے اپنی تفسیر میں یہ نہ بتلایا کہ چندرماں کا دل سے کیا تعلق ہے جسطرح رشی کے باعث سورج کا آنکھوں سے تعلق ہوا اور بھی یہاں پر اسیطرح کے تعلقات ٹھیک ظاہر ہو رہے ہیں اسیطرح چندرماں کا دل سے تعلق ہونے کا سبب معلوم ہونا چاہیے تھا۔

नाभ्या आसीदन्तरिक्षं शीर्ष्णो द्यौः समवर्तत। पद्भ्यां भूमिर्दिशः श्रोत्रात्तथा लोकाँ२॥ अकल्पयन् ॥ १३॥

नाभ्या आसीत् अन्तरिक्षम् शीर्ष्णः द्यौः समवर्तत। पद्भ्याम् भूमिः दिशः श्रोत्रात् तथा लोकान् अकल्पयन् ॥

تیرہویں منتر کا ارتھ۔ (۱) نابھی (ناف) سے (۲) انترکش (سورج اور زمین کے درمیان کا خلا) (۳) ہوا (۴) سر سے (۵) دیوہ (سورگ یا سورج سے اوپر کا خلا) (۶) پیدا ہوا (۷) پانوں سے (۸) بھومی یعنی زمین (ہوئی) (۹) کان سے (۱۰) دشایں (طرف یعنی پورب پچھم وغیرہ) (۱۱) اور (۱۲) لوک (ملک یا کرہ جات) پیدا کئے گئے۔

यत्पुरुषेण हविषा देवा यज्ञमतन्वत। वसन्तोऽस्यासीदाज्यं ग्रीष्म इध्मः शरद्धविः ॥ १४॥

यत् पुरुषेण हविषा देवाः यज्ञम् अतन्वत। वसन्तः अस्य आसीत् आज्यम् ग्रीष्म इध्मः शरत् हविः ॥

چودہویں منتر کا ترجمہ (۱) دیوتاؤں نے (۲) جس (۳) یگیہ کو (۴) پرش (کے حکم) سے (۵) ہوش کے ذریعہ (۶) کیا تہا (۷) اسکا (۸) گھی (۹) موسم بسنت (۱۰) ہوا (۱۱) لکڑی یا ایندھن (۱۲) گرمی کا موسم ہوا (۱۳) ہوی یعنی ہوم کا سامان (۱۴) موسم سرما ہوئی۔

सप्तास्यासन् परिधयस्त्रि सप्त समिधः कृताः । देवा य-
-द्यज्ञं तन्वाना अबध्नन् पुरुषं पशुम् ॥ १५ ॥
सप्त अस्य आसन् परिधयः त्रिःसप्त समिधः कृताः । देवाः
यत् यज्ञं तन्वाना अबध्नन् पुरुषं पशुम् ॥

پندرہویں منتر کا ترجمہ۔ (۱) دیوتاؤں نے (۲) پُرش (۳) (کو) پشو یعنی جانور (کے مانند) (۴) باندھ کر (یعنی اپنے دل میں قایم کر کے) (۵) جس (۶) یگیہ کو (۷) پہیلایا (یعنی کیا تہا) (۸) اُسکے (۹) سات (۱۰) پردھیاں (دایرے) (۱۱) ہوے (۱۲) اور ۳×۷ = اکیس (۱۳) سمدہاین (لکڑیاں) (۱۴) اُسکے لئے مقرر کی گئیں۔

نوٹ - سات پردھی سے سوامی جی حسب ذیل مراد لیتے ہیں:-

(۱) اول دایرہ سمندر (۲) دویم ترسرینو (ذرّے) سہت ہوا (۳) سویم بادیوں کے درمیانی ہوا (۴) چہارم برسات کا پانی (۵) پنجم- اسکے درمیاں کی ہوا (۶) ششم دہننجے نامی ہوا (۷) ہفتم سوترآتما نامی ہوا جو سب جگہہ موجود ہے۔

اکیس اشیا سوامی جی حسب ذیل بتلاتی ہیں:-

دس اندریاں پانچ تن ماترا (آواز لمس صورت ذایقہ بو-) - پانچ عناصر اور اکیلون جیواتما (جسکے ساتھ پرکرتی- اور انتہ کرن کو بھی شامل بتلاتے ہیں-)

यज्ञेन यज्ञमयजन्त देवास्तानि धर्माणि प्रथमान्यासन् ।
तेह नाकं महिमानः सचन्त यत्र पूर्वे साध्याः सन्ति देवाः ॥१६॥
यज्ञेन यज्ञम् अयजन्त देवाः तानि धर्माणि प्रथमानि आसन् ।
ते ह नाकं महिमानः सचन्त यत्र पूर्वे साध्याः सन्ति देवाः ॥

سولہویں منتر کا ترجمہ (۱) دیوتاؤں نے (۲) یگیہ کے ذریعہ (۳) اُس یگیہ (پرش) کی (۴) پوجا کی (۵) وہ (۶) دھرم (۷) سب سے پہلے (۸) ہوگے (۹) اُن مہاوالوں (معزز دیوتاؤں) نے (۱۱) یقیناً (۱۲) سُکھ کو (۱۳) حاصل کیا (۱۴) جہاں پر (۱۵) پہلے (۱۶) سادھ

لوگ (۱۷) اور دیوتا لوگ (۱۸) موجود ہیں۔

نوٹ - اِس منتر کی تفسیر میں سوامی جی نے نروکت کے حوالہ سے بتلایا کہ لفظ یگیہ سے مراد اگنی سے ہے اور لفظ اگنی سے مراد پرمیشور سے ہے۔

لفظی معنی کو مدنظر رکھ کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ یہ پیدائش عالم کا ہی بیان ہے اور یہ دیوتاؤں کا پہلا ہی یگیہ تھا تو پھر جو لکھا ہے کہ مہاوالوں دیوتاؤں نے اُس سورگ (بہشت) کو حاصل کیا جہاں پر پہلے سے سادھیہ لوگ اور بھی دیوتا لوگ موجود تھے۔ تو یہ کیا بات ہے اُس سورگ (بہشت) میں پہلے سے دیوتا اور سادھیہ کیونکر پہونچ گئے۔ سوامی جی کی تفسیر میں چونکہ لفظی معنی کا ذرہ بھی خیال نہیں رکھا جاتا اور اکثر اوقات انکی عبارت بذات خود ایک نئے وید کے مانند ہو جاتی ہے پس ایسے اعتراضوں کا خاک بھی جواب نہیں ملتا۔

अद्भ्यः सम्भृतः पृथिव्यै रसाच्च विश्वकर्मणः समवर्त्तताग्रे।
तस्य त्वष्टा विदधद्रूपमेति तन्मर्त्यस्य देवत्वमाजानमग्रे॥१७॥

अद्भ्यः[2] सम्भृतः पृथिव्यैः रसात्[3] च विश्वकर्मणः समवर्तत
अग्रे[6] तस्य[8] त्वष्टा[9] विदधत्[10] रूपम्[11] एति[12] तत्[13] मर्त्यस्य[14] देवत्वं[15] आजानम्[16]

سترہویں منتر کا ترجمہ (۱) وشوکرما (خالق مطلق) نے (۲) پانی کے (۳) رس سے (۵-۴) ملا کر پرتھوی کو (۶) آگے (۷) پیدا کیا (۸) اُس کا (۹) بنانیوالا (پرمیشور) (۱۰) بہت طرح کے (۱۱) روپ یعنی شکلوں کو (۱۲) حاصل کرتا ہے (۱۳) اور مرنیوالے (انسان) کے (۱۴) اُس (۱۵) دیوتا پن کو (۱۶) پہلے ہی سے (۱۷) حاصل کئے ہوئے ہے۔

نوٹ - سوامی جی اِس منتر کی تفسیر میں حسب ذیل فرماتے ہیں۔

...... एवम् अग्नि रसेन अग्नेः सकाशादाप उत्पादिताः। अग्नि-
-श्च वायोः सकाशाद्वायुराकाशादुत्पादित आकाशः प्रकृतेः प्रकृ-
तिः स्वसामर्थ्याच्च॥

اسکا ترجمہ بابو نہال سنگھ صاحب نے اردو بھومکا کے صفحہ ۳۰۸ پر یوں کیا ہے۔

"...... اسیطرح اگنی کے رس سے پانی کو پیدا کیا اور آگ کو ہوا سے اور ہوا کو کاش سے

اور اکاش کو پرکرتی سے اور پرکرتی کو اپنی **قدرت سے پیدا کیا**"

اب سوال یہ ہی کہ یہ عبارت منتر کے کس لفظ سے نکالی گئی۔ واقعی یہاں ایک بھی ایسا لفظ موجود نہیں ہی جسکے سہارہ پر اوپر کا مضمون نکل سکتا۔ نہ تو وہاں اگنی لفظ ہی نہ ہوا ہی نہ آکاش ہی نہ پرکرتی نہ قدرت ہی اور نہ ہی کوئی الفاظ اِن کے مترادف موجود ہیں اوپر کے الفاظ نمبر ٢۔ ٣۔ ٤۔ ٥۔ سے معلوم ہو جائیگا کہ یہاں صرف پانی اور مٹی اِن دو چیزوں کے سوا اور کسی کے مترادف الفاظ موجود نہیں ہیں پس اس سے صاف یہ ظاہر ہو رہا ہی کہ یہ تمام عبارت سوامی جی کی شخصی رائے ہی دوسرا اعتراض یہ ہے کہ سوامی جی پرکرتی اور جیوآتما کو مانتے تو انادی (ازلی) ہیں اور انہیں پرمیشور کا ہمیشہ کے ساتھی بتلاتی ہیں لیکن کیسے تعجب کی بات ہی کہ اوپر کی عبارت میں کھلے طور پر سوامی جی فرما رہے ہیں کہ "....... اور **پرکرتی کو اپنی قدرت سے۔ (پرمیشور) نے** پیدا کیا" جبکہ خود سوامی جی کا اقرار ہے کہ پرکرتی کو پرمیشور نے اپنے سامرتھ یعنے قدرت یا (طاقت سے) پیدا کیا تو پھر یہ اصول ہی رد ہو جاتا ہی کہ پرکرتی ہمیشہ سے موجود ہے اور وہ کبھی پیدا نہیں کی گئی اور جو کہ بابو نہال سنگھ صاحب نے لفظ قدرت پر حاشیہ دیا ہی کہ اس اردو بھومکا کے صفحہ ٥ پر اسکی تشریح دیکھو اسکے بارہ میں ہم ناظرین کو اسکے تردید کیطرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ منتر नासदा॰ کے بحث میں آچکی ہی

वेदाहमेतं पुरुषं महान्तमादित्य वर्णं तमसः परस्तात् । तमेव विदित्वातिमृत्युमेति नान्यः पन्था बिद्यते ऽयनाय ॥१८॥

वेद[1] अहं[1] एतं[1] पुरुषं[2] महान्तं[3] आदित्य वर्णं[4] तमसः[5] परस्तात्[6] । तम्[9] एव[10] विदित्वा[11] अतिमृत्युं[12] एति[13] न[14] अन्यः[15] पन्था[15] विद्यते[16] अयना-[17]
-य ॥

اٹھارہویں منتر کا ترجمہ۔ (١) اس (٢) پرش (پرمیشور) کو (٣) جو کہ مہان (سب سے بڑا) ہے (٤) جو آدیتہ ورن والا (سورج کے مانند چمکیلا) ہے (٥) جو تاریکی سے (٦) دور ہی (٧) میں (٨) جانتا ہوں۔ (٩) اُسکو (١٠) یقیناً (١١) جان کر کے ہی (ہر شخص) (١٢) موت سے علیحدگی یعنی نجات کو (١٣) حاصل کر سکتا ہی (١٤-١٥) دوسرا کوئی راستہ (١٦) مکتی یعنی نجات حاصل

کرنے کے لیئے (۱۷-۱۸) موجود نہیں ہے۔

प्रजापतिश्चरति गर्भे अन्तरजायमानो बहुधा विजायते।
तस्य योनिं परिपश्यन्ति धीरास्तस्मिन् ह तस्थुर्भुवनानि विश्वा ॥१९॥

۱۹ انیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) پرجاپتی (مخلوقات کا مالک)، (۲) گربھ (حمل) کے (۳) اندر (۴) داخل ہوتا ہے (۵) وہ نہ پیدا ہونیوالا (۶) بہت طرح سے (۷) پیدا ہوتا ہے (۸) اُسکے (۹) یونی یعنی ذریعہ پیدائش کو (۱۰) مستقل مزاج لوگ (۱۱) دیکھتے (یعنی سمجھ سکتے) ہیں (۱۲) اُسمیں (۱۳) ہی یقیناً (۱۴) ساری (۱۵) خلقتیں (۱۶) قائم ہیں۔

نوٹ۔ لکیر شدہ کا مطلب اِن لوگوں کو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے جو شنکر فلاسفی سے واقف ہیں وہ یہ ہے کہ پرمیشور خود اِن تمام مختلف اشکال میں تبدیل ہو گیا ہے اور باوجود اِسکے وہ ان سب سے علیحدہ بھی ہے چنانچہ پیدا ہونیوالا اور نہ پیدا ہونیوالا بھی کہا گیا ہے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کے اصولوں سے یہ بالکل خلاف ہے۔

यो देवेभ्य आतपति यो देवानां पुरोहितः। पूर्वो यो देवेभ्यो
जातो नमो रुचाय ब्राह्मये ॥२०॥

यः देवेभ्यः आतपति यः देवानां पुरोहितः। पूर्वः यः देवेभ्यः
जातः नमः रुचाय ब्राह्मये ॥

۲۰ بیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) جو (پرمیشور) (۲) دیوتاؤں سے (۳) تپسیا (عبادت) کیا جاتا ہے (۴) جو (۵) دیوتاؤں کا (۶) پوروہت (خیر اندیش) (ہے) (۷) جو (۸) دیوتاؤں سے (۹) قبل (۱۰) پیدا ہوا ہے (۱۱) اُس برہم کی (۱۲) خوشنودی کے لیئے (۱۳) نمہ (سجدہ) کرتا ہوں۔

نوٹ۔ لفظ دیو یا دیوتا سے سوامی جی ہر جگہہ پر عالم فاضل انسان کا مطلب لیا کرتے ہیں لیکن اس منتر میں تین مرتبہ یہ لفظ آیا ہے اور اگر مصنف یجور وید (دالورشی یا پرمیشور) کی منشاء سوامی جی کے ہی موافق ہوتی تو اس منتر میں یہ لفظ اسطرح پر ہرگز بھی استعمال نہ ہوتا اگر انسانوں میں ہی جو لوگ زیادہ پڑھے لکھے ہیں وہ حسب قول سوامی جی کے دیو ہیں تو اس فقرہ کے کیا معنی ہوے

کہ "جو دیوتاؤں سے پہلے پیدا ہوا ہی۔

اِس سے تو یہ پتہ لگتا ہے کہ اِس فقرہ کے کہنے والے کے خیال میں یہ بات ہے کہ "ہم انسانوں سے بڑھ کر وان سے علیحدہ کوئی مخلوق دیوتا نامی ہیں جنکی پیدائش انسانوں سے قبل ہوئی ہے پس وہ پرمیشور کی صفتیں بیان کرتے وقت یہ کہتا ہی کہ اِن دیوتاؤں (جو ہم لوگوں سے قبل ہوئے ہیں) سے بھی قبل تو اے پرمیشور موجود تہا۔ اور اگر ہم سوامی جی کے قول کے مطابق یہی مان لیویں کہ یہاں پر بھی لفظ دیوتا سے عالم فاضل لوگوں سے مراد ہے تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ اوپر کی فقرہ (جو دیوتاؤں سے بھی پہلے) "کا کیا مطلب ہی آیا یہ کہ کیا وہ دیوتا یعنی عالم فاضل لوگ ہم انسانوں (یا جس نے اِس منتر کو سب سے پہلے زبان سے کہا یعنی حسب قول سوامی جی کے وایو رشی) سے قبل کبھی پیدا ہوئے تھے یا کیا بات تھی اگر دراصل ویدوں کی منشا سوامی جی کے موافق ہوتی تو اِس منتر میں اوپر کی عبارت کے بجائے یہ ہونا چاہیے تہا کہ "جو پرمیشور ہم لوگوں یعنی (عالم فاضل خواہ جاہل) انسانوں سے پہلے کا ہی۔ وغیرہ۔

रुचं ब्राह्मं जनयन्तो देवा अग्रे तदब्रुवन् । यस्त्वैवं ब्राह्म-
-णो विद्यात्तस्य देवा असन् वशे ॥ २१"

रुचं ब्राह्मं जनयन्तः देवाः अग्रे तत् अब्रुवन् । यः
तु एवं ब्राह्मणः विद्यात् तस्य देवाः असन् वशे ॥

اکیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) دیوتا لوگ (۲) برہم میں (۳) روچی (خوشی) (۴) پیدا کرانے ہوئے (۵) اوسکے (۶) آگے (۷) یہ بولے (۸) کہ جو کوئی (۹) یقیناً اسطور پر (۱۰) برہم کے متعلق (۱۱) جانتا ہے (۱۲) (تو) دیوتا (اندریاں یعنی حواس خمسہ) (۱۳) اسکے (۱۴) قابو میں (۱۵) ہو جاتی ہیں۔

نوٹ۔ اِس منتر میں بھی دو مرتبہ لفظ دیوتا آیا ہی اول کے معنی سوامی جی نے عالم فاضل کیا ہی اور دوسرے دیوتا سے اندریان (حواس خمسہ) لیا ہے ہاں دیوتا لفظ کے معنوں میں سے اندریان بھی آتی ہیں اور یہ ایک غور طلب سوال ہے کہ یہاں پر مصنف وید کی منشا حواس خمسہ سے ہے یا کہ دیوتاؤں سے اگر اندریوں کے معنی نہ لیے جاویں تو اِس منتر کا آخری حصہ یوں ہوگا کہ جو لوگ برہم کو جان لیتے ہیں یا علم الٰہی کو جانتے ہیں تو دیوتا لوگ اُن کے قابو میں ہو جاتے

ہیں پس اگر سناتنی پنڈتوں کے قول کے مطابق دیوتاؤں کا وجود ہی تب تو یہ ہی معنی یہاں پر موزوں ہونگے
ورنہ اندریوں سے بھی کام چل سکتا ہی لیکن ویدوں و دیگر قدیم سنسکرت کتابوں سے تو یہی معلوم
ہوتا ہی کہ اِن کے مصنفوں کے خیال میں دیوتا کوئی مخلوق ہیں جو انسان سے بدرجہا بڑھ کر ہیں اور
شاید اہل اسلام کے فرشتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور پس (دیوتا اُس کے قابو میں ہو جاتے
ہیں) سے یہ مطلب نکل آتا ہی کہ دیوتاؤں سے وہ اپنی ضروریات پوری کرا سکتا ہی جیسا کہ ہندؤں
کے پرانوں میں ایسے قصّے پائے جاتے ہیں۔

श्रीश्च ते लक्ष्मीश्च पत्न्यावहो रात्रे· पार्श्वे नक्षत्राणि रूपम-
-श्विनौ व्यात्तम। इष्णन्निषाणामुं म इषाण सर्वं लोकं
म इषाण ॥ २२ ॥ इति यजु० ३१ अध्याय ॥

श्री[1] च ते[2] लक्ष्मीः[3] च पत्न्यौ[4] अहः[5] रात्रे[6] पार्श्वे[7] नक्षत्राणि[8] रू-
-पम्[9] अश्विनौ[10] व्यात्तम्। इष्णन्[11] इषाणाम्[12] अमुं[13] मे इषाण[14] सर्वं[15]
लोकं[16] मे[17] इषाण[18] ॥

بائیسویں منتر کا ارتھ۔ (۱) شری (شان و شوکت) (۲) لکشمی (دھن دولت) (۳) آپکی
(۴) دو بیویوں (کے مانند) ہیں (۵) دِن و رات (۶) بغل (کے مانند) ہیں (۷) نکشتر
(زمانہ کی گردش والے سیارہ گان) (۸) روپ یعنی نظر (کے مانند) ہیں (۹) دونوں اشونی
(زمین و آسمان) (۱۰) مُنہ (کے مانند) ہیں۔ (۱۱) اُس (مکتی یعنی نجات) کی (۱۲) خواہش
کرتا ہوں (۱۳) مجھے (۱۴) وہ دیدیجیے (۱۵) سب لوگوں (کرہ جات) کے آراموں)
کو (۱۶) مجھے (۱۷) دیجیے (۱۸) (سب کچھ) دیجیے۔

نمبر ۴

سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے پُرش سوکت کو ختم کرنیکے بعد دو منتر اور بھی اس مضمون
میں رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۱۳۰ پر تحریر فرمایا ہے۔ اسلیے ہم انکو بھی

معہ لفظی معنی کے پیش کئے دیتے ہیں۔

यत्परममवमं यच्च मध्यमं प्रजापतिः ससृजे विश्वरूपम् । कियता स्कम्भः प्रविवेश तत्र यन्न प्राविशत् कियत्तद्बभूव ॥ अथर्व कां० १० अनु० ४ मं० ८ ॥

यत्[1] परमम्[2] अवमं[3] यत्[4] च मध्यमं[5] प्रजापतिः[6] ससृजे[8] विश्व[7] रूपम् । कियता[10] स्कम्भः[11] प्रविवेश[12] तत्र[9] यत्[14] न[15] प्राविशत्[16] कियत्[18] तत्[17] बभूव[19]

یہ اتھرب وید کانڈ دش انوباک ۴ کا آٹھواں منتر ہے۔ اسکا ارتھ یوں ہوا (۱) جن (۲) بڑے (۳) چھوٹے (۴) اور جن (۵) درمیانی درجہ والے (۷) مخلوقات کے اشکال کو (۶) پرجاپتی (پروردگار) نے (۸) سرجا ہی (۹) ان میں سے (۱۰) کتنے میں (۱۱) وہ پرجاپتی (۱۲) داخل ہوا (۱۳) اور جسمیں (۱۴) نہیں (۱۵) داخل ہوا (۱۶) وہ (۱۷) کتنا (۱۸) ہوا۔

نوٹ۔ اس منتر کے لفظی معنی سے ایک سوال ظاہر ہوتا ہی جسکا جواب اسی جگہہ پر آگے چل کر موجود ہوگا کیونکہ ویدوں میں اکثر ایسے سوال و جواب پائے جاتے ہیں لیکن سوامی جی نے اسکا جواب نہ پیش کرکے اس ڈھنگ پر تفسیر کردی ہی کہ سوال ہی نہیں قایم رہ جاتا اور اس منتر کی تفسیر میں سوامی جی حسب ذیل فرماتے ہیں:۔

यत् परमं सर्वोत्कृष्टं प्रकृत्यादिकं जगत्.....स्व सामर्थ्य रूप कारणात् उत्पादितवानस्ति ॥

ترجمہ۔ جو پرم (بڑی) سب سے افضل پرکرتی وغیرہ جگت (خلقت) ہی۔ ... ... (یہاں آور بہت سی چیزوں کے نام درج کئے گئے ہیں)...... ان کو اپنے سامرتھ (طاقت یا قدرت) روپ کارن (علت مجسم) سے پیدا کیا۔

سوال۔ اب یہ سوال ہوتا ہے کہ جبکہ سوامی جی یہاں پر باوجود منتر میں نہ موجود ہونے کے بھی یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اس پرمیشور نے پرکرتی وغیرہ.... کو پیدا کیا ہی۔ تو پھر خود ہی پرکرتی کو قدیم مانتے ہوے اسے ہمیشہ قایم رہنے والی کیونکر مانتے ہیں۔ آگے دوسرا منتر یہ لکھا ہی

देवाः[1] पितरो[2] मनुष्याः[3] गन्धर्वाः[4] अप्सरसः[5] च ये । उत् शिष्टात्[10] जज्ञिरे[16] सर्वे[11] दिवि[9] देवाः

یہ اتھرب وید کانڈ ۱۱ ورگ ۸ پرپاٹھک ۲۴ وان انوواک ۴ کا ۲۷ وان منتر ہے اِسکو لفظی معنی یون ہوئے

(۱) دیوتا (۲) پتر (۳) منوشیہ (انسان) ۴ گندھرب (۵) اپسرائین (۶) اور بھی جو (۷) سب (۸) دیولوک (بہشت یا روشن کرہ) میں رہنے والے (۹) دیوتالوگ (۱۰) (انس) بڑے افضل (پرمیشور) سے (۱۱) (اُسی) دیولوک میں (۱۲) پیدا کئے گئے ہیں۔

اِس منتر میں جو الفاظ دیوتا (۲) پتر (۳) منوشیہ (انسان) (۴) گندھرب اور (۵) اپسرا آئے ہیں اِن سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا پرمیشور نے ویدوں کے مطابق انسان کی مانند دیوتا وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ یونی (قسم پیدائش) پیدا کی ہیں چنانچہ سناتنی ہند وصاحبان ایسا ہی مانتے بھی ہیں لیکن سوامی جی کی منشا یہ ہے کہ اِن سب سے انسان کے درجہ ہی سمجھے جاوین یہان پر لفظ دیوتا کے معنی عالم فاضل بھی بتلایا ہے اور سورج وغیرہ کرہ جات سے بھی مراد لی ہی (۳۳ دیوتاؤں کے نام ایک جگہہ وید میں آئے ہیں جنکو سوامی جی بھی دیوتا مانتے ہیں جن میں سورج وغیرہ ہیں) لفظ پتر کے معنی اہل ہنود کے محاورہ میں یہ ہیں کہ ہمارے بزرگ مرنیکے بعد ایک خاص مقام پر کچھہ عرصہ رہتے ہیں جو کہ پتر لوک ہے اور وہ لوگ پتر نام سے موسوم کئے جاتے ہیں لیکن سوامی جی نے اِس لفظ سے گیانی یعنی عقلمند معنی نکالا ہی۔ اب غور کرنا چاہئے کہ منوشیہ (انسان) جس کے لفظی معنی سوامی جی منن شیل मनन शील یعنی غور وخوص کرنیوالا کرتے ہیں کیا گیان یعنی عقلمندی سے خارج ہو سکتا ہی کیا سوامی جی کی یہ منشا ہے کہ ہم سب لوگ باوجود ———— اِسکے کہ غور وخوص کا مادّہ رکھتے ہیں لیکن تسپر بھی عقل سے خارج ہیں اور وہ کوئی دوسرے لوگ ہیں جو پتر یعنی عقلمند پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اگر یہ کہیں کہ ہم لوگوں میں ہی جو شخص عقلمند ہیں وہ پتر ہیں باقی معمولی لوگ انسان ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ عقلمند لوگ انسان نہیں کہلاتے اور کیا بیوقوف سے بیوقوف وجاہل سے جاہل لوگوں بلکہ افریقہ کے وحشی وجنگلی قوموں میں بھی کچھہ نہ کچھہ عقل نہیں پائی جاتی کیونکہ بقول سوامی جی کے انسان وہ ہے جس میں غور وخوص کا مادّہ موجود ہو اور یہی بھی ٹھیک کیونکہ حیوانوں سے انسان میں یہی فوقیت ہے کہ اِن میں غور وخوض کا مادّہ نہیں ہے پس جبکہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں

کہ جن لوگوں میں غور وخوص کا مادہ موجود ہے وہ بے عقل ہرگز بھی نہیں کہلائے جا سکتے پس سوامی
جی کا منوشیہ اور پتر دونوں ایک ہی کو نہ ماننا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اسیطرح لفظ دیوتا سے
بھی سوامی جی عالم فاضل مراد لیتے ہیں لیکن تھوڑی بہت علمیت تو ہر ایک انسان میں رہتی ہے
بلکہ پانچ سال کا بچہ بھی اسقدر علمیت رکھتا ہو کہ دودھ کو دودھ کہنا جانتا ہے وغیرہ۔ تو کیا یوں
مانا جائیگا کہ جن میں جتنی ہی علمیت کم اور زیادہ ہوگی وہ اُتنے ہی چھوٹے بڑے دیوتا سمجھے جائینگے
یا کیا؟ اور اگر دیوتا بی اے ایم اے وغیرہ کے مانند خاص خاص درجے ہیں تو بھی اس بات کا ثبوت
ملنا چاہیئے کہ زمانہ سابق میں (جبکہ اِن خطابات کا عام رواج نہ رہا ہو) کیا کیا لیاقت حاصل
کرنیوالے کو کیا خطاب دیا جاتا تھا لیکن پھر بھی یہ سوال ہوتا ہے کہ وید میں انسان کے ساتھ اِن سب کو
کیوں گنایا گیا ہے کیونکہ تب تو ویدوں میں بجائے اسکے کہ منوشیہ کو پیدا کیا۔ دیوتا کو پیدا کیا
پتر کو پیدا کیا وغیرہ۔ یوں ہونا چاہیئے تھا کہ منوشیوں کو پیدا کیا جن میں سے کچھ دیوتا درجہ والے
ہوئے کچھ نے پتر کا خطاب حاصل کیا۔ وغیرہ۔

اگر یہ کہا جاوے کہ منوشیہ (انسان) بھی ایک درجہ ہے جو اُنکو دیا جاتا ہے جن میں دیوتا وغیرہ
کی کوئی صفتیں موجود نہوں جیسے ہل چلانے والے وغیرہ۔ تو پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ جسطرح
گائے کی ایک یونی ہے گھوڑے کی ایک یونی ہے۔ شیر کی ایک یونی ہے وغیرہ وغیرہ کیا اسیطرح
ہم انسانوں کی بھی ایک یونی نہیں ہے جن میں جاہل و عالم عقلمند و بیوقوف وغیرہ سب ہی شامل
ہیں:۔

کیسے تعجب کی بات ہے کہ جب سناتنی ہندوں نے انسان کو ہمیشہ سے براہمن کشتریہ ویشیہ
شودر اِن چار ورنوں (ذاتوں) میں تقسیم کیا اور وہ شودر و براہمن میں ایسا فرق سمجھتے ہیں جیسا کہ
گدھے اور گھوڑے میں ہے تب تو آریہ صاحبان انکی اس بات کو (جو کہ منو کے عین موافق ہے)
خوب پُرزور الفاظ میں رد کرتے ہیں اور اُنکو سمجھایا کرتے ہیں کہ تمام انسان ایک مانند ہیں جو
فرق ہے وہ افعال سے ہوگیا ہے (ایک شودر بھی اگر اچھے کام کرتا ہے تو اُس براہمن
سے اچھا ہے جو محض پیدائش کے لحاظ سے براہمن ہو ورنہ شودروں سے بھی بدتر رہتا ہو وغیرہ)
لیکن اب سوامی جی کو یا اُن کے چیلوں کو کون سمجھا دے کہ سب انسان کو ایک یونی ہی سمجھیں

اور اِن میں ایسی تفریق نہ ڈالیں جیسی کہ دیوتا پتر وغیرہ کو انسان میں ہی گھٹانے سے ہوئی ممکن ہی
اور اب آریہ صاحبان کو پھر ایک مرتبہ اِن الفاظ پر عقل دوڑانا چاہیے اور اگر کوئی اور معنی نہ گھڑ سکیں تو
ستیہ کا تیاگ کرینکے عالمگیر اصول پر عمل کرتے ہوئے یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ دیوتا پتر وغیرہ
سے وہی منشا رہے جو سناتنی صاحبان مانتے ہیں ؛

آگے سوامی جی گندھرب کے معنی گانیوالے کی کرتے ہیں ۔ واہ کیا انسانوں میں ہر ایک
شخص تھوڑا بہت گانیکا شایق نہیں ہوا کرتا افریقہ کے جنگلی لوگ بھی تو گاتے ہوئے دیکھے جاتی
ہیں پس کیا وہ بھی چھوٹے موٹے گندھرب کہے جا سکتے ہیں ؟ اہل ہنود کے قول کے مطابق دیوتاؤں
کے درجہ سے گھنٹ کر اِن گندھرب لوگوں کا درجہ ہے جو اُن دیوتاؤں کے جلسوں میں گایا
بھی کرتے ہیں مگر اِن کا علحدہ لوک مانا گیا ہے اور انکی بھی ایک یونی سمجھی گئی ہے ۔ سوامی جی اس
لفظ گندھرب کے دو معنی لکھتے ہیں "گانیوالے یا سورج وغیرہ" واہ یہ وید ونکا
پیدائش عالم ہے یا لڑکوں کا کھیل ہے جب کہ لفظ دیوتا سے سورج وغیرہ کا مطلب لی
چکے ہیں پھر اِس گندھرب لفظ سے بھی وہی مطلب ظاہر کرنا کیا یہ نہیں ثابت کرتا کہ اگر ویدونکی
دراصل یہی منشا ہے تو وہ لڑکوں کے کھیل سے کوئی زیادہ وقعت نہیں رکھتے کہ بے سوچے
سمجھے جو آیا کہتے چلے گئے (یعنی کبھی تو لفظ دیوتا سے سورج اور کبھی لفظ گندھرب سے سورج
بتلایا) اور لفظ یا سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ سوامی جی کو پورا یقین ہی نہیں ہے کہ کونسا ترجمہ
ٹھیک ہے وہ خود پڑھنے والوں پر ہی یہ فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ چاہے اِس لفظ کے معنی گانیوالا
انسان لے لو یا سورج وغیرہ سمجھ لو ۔

آگے لفظ اپسرا آیا ہے جو سناتنی پنڈتوں کے نزدیک دیوتاؤں کے جلسوں میں رونق
بخشنے والی نہایت خوبصورت عورتیں ہوتی ہیں اور شاید اندر سبھا وغیرہ میں جو پری ہوا کرتی
ہیں وہ انہیں کی نقل ہوگی پس اِس لفظ سے سوامی جی یہ مطلب نکالتے ہیں کہ اِن سب کی بیویاں
یعنی منوشیوں (انسانوں) ۔ دیوتاؤں (عالم فاضلوں) پتروں (عقلمندوں) اور گندھربوں
(گانیوالوں) وغیرہ کی بیویاں اپسرا ئیں کہلائیں گی ۔ اب کیسے تعجب کی بات ہے کہ اِن
بیچارے عالم فاضلوں اور عقلمندوں کو بھی جاہلہ (منوشیہ) عورتوں سے ہی پالا پڑیگا ۔

یہ سوامی جی نے کیا کر دیا۔ سوامی جی تو اس بات کے سخت مخالف ہیں کہ کسی عالم فاضل مرد کو جاہلہ عورت سے یا عالمہ عورت کی جاہل مرد سے شادی کر دی جاوے پھر تمام پتروں کی عورتیں دیوتاؤں کی عورتیں اور گندھربوں کی بھی عورتیں ایک ہی درجہ میں (یعنی اپسرا ہی) ہوں گی تو پھر کیا ان میں دیواسر سنگرام (جنگ و جدل) ہر وقت نہ لگا رہا کریگا اور وہ لوگ کب مانیں گے ہمارے خیال میں یہاں پر سوامی جی نے جلدی کر دیا اور ان بیچاروں کو اُن کے گن کرم سوبھاؤ (صفت فعل خاصیت) کے موافق بیویوں سے محروم رکھا۔ اب بھی بہتر ہو کہ آریہ صاحبان ہی ان پر رحم کھا دیں اور کم از کم یہ ہی کر دیویں کہ اپسرا لفظ کی تشریح کر کے اسقدر اقسام کی اپسرائیں گھڑ دیویں جو اُن کے مختلف قسم کی صفت فعل خاصیت والوں کے لئے موزوں ہو سکیں۔

نمبر ۵

ناظرین! آپنے سوامی جی کی رائے دربارہ پیدائش عالم از رگ وید ادی بھاشیہ بھومکا دیکھ لیا جس میں انہوں نے وید منتروں کے معنی مطلب اپنے ڈھنگ کا جو کہ لفظی معنی سے بالکل مختلف ہے کر کے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ان کے خیالات ویدوں کے موافق ہیں حالانکہ نہ تو وہ پرکرتی (مادہ) کی قدامت کے ثبوت میں ایک بھی منتر پیش کر سکے اور نہ ہی جیو آتما (روح) کے ازلی ہونیکا کوئی حوالہ بتلا سکے اور نہ ہی دیگر مسلمات کو خود تسلیم کردہ مستند کتابوں کے حوالہ جات کے موافق ثابت کر سکے۔ خیر اب دیکھئے کہ ستیارتھ پرکاش میں کیا فرماتے ہیں اسکا آٹھواں سملاس پیدائش عالم کے ہی مضمون سے بھرا پڑا ہے پس اب ہم اسکو کھولتے ہیں۔ چنانچہ اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۳ پر حسب ذیل منتر درج ہیں جنکو ہم معہ لفظی معنی کے یہاں پر درج کرتے ہیں:۔

तम आसीत्तमसा गूढमग्रे प्रकेतं सलिलं सर्वमा इदम्। तुच्छ्ये-
-नाभ्वपिहितं यदासीत्तपसस्तन्महिना जायतैकम् ॥ ऋ० १०/१२९

तमः आसीत् तमसा गूढम् अग्रे अप्रकेतं सलिलं सर्वं इदं। तुच्छे-
-न आभ्वपिहितं यत् आसीत् तपसः तत् महिना अजायत एकम्

ارتھ :- (١) پہلے (٢) تاریکی (٣) تھی (٤) یہ (٥) سب (٦) بالکل (٧) رقیق (حالت میں) (٨) تاریکی سے (٩) گھرا ہوا تھا (١٠) جو (١١) اس پرمیشور سے (١٢-١٣) دبا یا گیا ہوا تھا (یعنی اس سب میں وہ موجود تھا) (١٤) وہ (١٥) ایک (یعنی اکیلا ہونے پر بھی) (١٦) تپ کے ذریعہ (١٧) بہت (١٨) ہو گیا :-

ناظرین! اس منتر سے یہ پایا جاتا ہے کہ وہ پرمیشور ہی خود بہ خود ایک سے بہت ہو گیا ہے یعنی یہ سب شکلیں اور حقیقتیں اس سے علیحدہ نہیں ہیں اور اس بات کا دعویٰ وہ لوگ کرتے ہیں جنکو آریہ صاحبان نوین ویدانتی نام سے پکارتے ہیں۔ اب سوامی جی کا ارتھ دیکھیے جو کہ یوں ہے "یہ سب عالم پیدائش سے پیشتر تاریکی میں چھپا ہوا بشکل رات ناقابل تمیز اور آکاش کی مثال تھا اور تچھ یعنی غیر محدود پرمیشور کے مقابلہ میں محدود اور اس سے محاط تھا بعد ازاں پرمیشور اسکو اپنی قدرت سے حالت علت سے حالت معلول میں لایا۔

ناظرین! الکیر شدہ عبارت قابل غور ہے سوامی جی اگر لفظی معنی درج کرتے تو معلوم ہوتا کہ کس لفظ سے کیا معنی لئے گئے ہیں اس منتر سے یہ ظاہر کرنا کہ علت سے معلول میں لایا اصل سے خلاف ہے کیونکہ وہاں تو صاف یہ کہا گیا ہے کہ وہ ایک سے بہت ہو گیا۔ آگے دوسرا منتر دیکھیے:

यतो वा इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जीवन्ति। य-
-त्प्रयन्त्यभिसंविशन्ति तद्विजिज्ञासस्व तत् ब्रह्म॥
यतः वै इमानि भूतानि जायन्ते येन जातानि जीवन्ति। यत्
प्रयन्ति अभिसंविशन्ति तत् विजिज्ञासस्व तत् ब्रह्म ॥१॥
तै० उ० भृ० ब० खं० १॥

لفظی معنی (١) جس سے (٢) ہی یقیناً (٣) یہ (٤) مخلوقات (٥) پیدا ہوتی ہیں (٦) جس سے (٧) پیدا ہو کر (٨) زندہ رہتی ہیں۔ (٩) جس میں (١٠) پرلے (قیامت) کے موقع پر (١١) (یہ سب) سما جاتی ہیں (١٢) اس کو (١٣) جانو (١٤) وہ ہی (١٥) برہم ہے۔)

اس منتر کا ارتھ سوامی جی نے ہندی ستیارتھ پرکاش میں یوں فرمایا ہے۔

"..... جس پرماتما کی رچنا سے یہ سب پرتھوی آدی بھوت اوتپن ہوتے ہیں جس سے جیو اور جس سے پرلی کو پراپت ہوتے ہیں وہ برہم ہے اُسکو جاننے کی اچھا کرو۔"

اس پر مصنف تحفہ بھاسکر نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اوپر کی لکیر شدہ الفاظ سے مطلب بالکل خبط ہو رہا ہے اور کچھ پتہ نہیں لگتا کہ سوامی جی کا کیا منشا ہے۔ اسکا جواب دیتے ہوئے پنڈت تلسی رام صاحب بھاسکر پرکاش کے صفحہ ۲۷۲ پر یوں فرماتے ہیں "کسی وجہ سے جیو۔ जीव ان دو حرفوں سے آگے تے ते۔ حرف چھوٹ گیا ہے اس سے آپکی سمجھ میں بھرم (مغالطہ) ہوگیا ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ اگر پنڈت تلسی رام صاحب کی بات صحیح ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ستیارتھ پرکاش میں غلطی رہنے پر اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اُسے ایسے سخت الفاظ کیوں کہے جاتے ہیں کہ آپکی سمجھ میں مغالطہ ہوگیا ہے۔ لازم تو یہ تھا کہ مصنف بھاسکر پرکاش صاحب نے اس غلطی کو معلوم کرنے پر ویدک پریس والوں کو جہاں ستیارتھ پرکاش چھپتی ہے ہدایت کیا ہوتا کہ وہ اب ساتویں نہ سہی تو آٹھویں مرتبہ کے چھاپہ میں ہی اس غلطی کو درست کر دیتے لیکن کیسے افسوس کی بات ہے کہ آریہ صاحبان کی وہی حالت ہے کہ خود را فضیحت دیگران را نصیحت۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک حرف ते تے کو بھی بڑھاتے ہوئے ویدک پریس کے کارکنان کو پس و پیش ہو رہا ہے تو پھر بھلا ان بھلے آدمیوں سے یہ کب امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی غلطی کو ترک کر کے سچائی کو قبول کرینگے۔

ناظرین! آپکو معلوم ہو کہ ستیارتھ پرکاش کے اردو مستند ترجمہ میں اگرچہ یہ غلطی درست کر لی گئی ہے لیکن ان مترجموں کی بھی یہ جرات نہ پڑی کہ ویدک پریس والوں سے اصل کتاب میں حرف تے بڑھوا دیتے۔

آگے پنڈت تلسی رام صاحب لکھتے ہیں:- "येन जातानि जीवन्ति प्रयन्ति کا ترجمہ سوامی جی کا لکھا ٹھیک ہے کہ جس سے جیوتے (زندہ رہتے ہیں) اور جس میں پرلی کو پراپت ہوتے (فنا کو حاصل کرتے) ہیں۔ اب تبلائیے جیو

پرکرتی کی انتتیا (فانی پن) کہاں رہی"

- اچھا آپ (پنڈت تلسی رام صاحب) ہی بتلائیے کہ خود سوامی جی کے ارتھ سے (آپ کے حرف تے کے ہلا دینے پر بھی) جیو پرکرتی کی پرمیشور سے علیحدگی یا لافانی پن کہاں رہا۔ نہ تو سوامی جی کی عبارت میں ایسی کوئی بات ہے اور نہ مستند اردو ترجمہ ستیارتھ پرکاش کی تحریر سے یہ مطلب نکلتا ہے جسے ہم اسکے صفحہ ۲۷۴ سطر ۱۴ سے ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں وہو ہذا "جس پرمیشور نے اپنی صنعت کاملہ سے زمین وغیرہ تمام کائنات کو پیدا کیا ہے جس سے جیو قایم ہیں جسکے اندر پرلی میں تمام کائنات سما جاتی ہے وہ برہم ہے اسکے جاننے کی خواہش کرو" اسکے علاوہ ناظرین غور کریں کہ اس منتر کے لفظی معنی جو اوپر درج کر دیئے گئے ہیں اس سے بھی ایسی کوئی بات نہیں ظاہر ہوتی بلکہ اسکے برخلاف وہاں تو ایک وحدہٗ لاشریک پربرہم پرمیشور کا ہی ذکر ملتا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اصل سے خلاف جیو پرکرتی (روح و مادہ) کو یہاں کیوں دخل در معقولات کیا جاتا ہے۔

نمبر ۶

آگے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۴ سطر ۲۲ پر یوں فرماتے ہیں۔ وعٔ (سوال) کیا پرکرتی کو پرمیشور نے پیدا نہیں کیا۔ (جواب) نہیں وہ ازلی ہے (سوال) ازلی کسکو کہتے ہیں اور کتنی اشیا ازلی ہیں (جواب) ایشور جیو اور کائنات کی علت مادی (پرکرتی) یہ تین چیزیں ازلی ہیں (سوال) اس میں کیا ثبوت ہے۔ (جواب) :-

द्वा सुपर्णा सयुजा सखाया समानं वृक्षं परिषस्वजाते । तयोरन्यः पिप्पलं स्वाद्वत्त्यनश्नन्नन्यो अभिचाकशीति ॥ ऋ० मं० १ सू० १६४ मं० २०॥

(نوٹ - از مترجم مستند اردو ستیارتھ پرکاش :- غیر ذی روح کائنات کی علت مادی کو پرکرتی کہتے ہیں گویا پرکرتی مادہ کی حالت اولین ہے -)

ناظرین! سوامی جی نے اِس منتر کا جو ارتھ لکھا ہی وہ نقل کرنیسے قبل ہم آپکو اِس منتر کے لفظی معنی سُنا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

द्वा[1] सुपर्णा[2] सयुजा[3] सखाया[4] समानं[5] वृक्षं[6] परिषस्वजाते[7] तयोः[8] अन्यः[9] पिप्पलं[10] स्वादु[11] अत्ति[12] अनश्नन्[13] अन्यः[14] अभिचाक-शीति[15] ॥

ارتھ:۔ (۱) دو (۲) پکھیرو (۳) آپس میں ملے ہوئے (۴) ایک دوسریکے دوست (۵) ایک ہی (۶) درخت پر (۷) بیٹھے ہوئے ہیں (۸) اِن میں سے (۹) ایک (۱۰) اِس پیپل کے درخت کا (۱۱) ذائقہ (۱۲) چکھ رہا ہے (۱۳) دوسرا (۱۴) کچھہ نہ کہاتا ہوا (۱۵) ساکشی (نبی) یعنی دیکھ رہا ہی۔

اب ناظرین! سمجھہ سکتے ہیں کہ اِس اوپر کے لفظی معنی میں نہ تو جیو اتما کا لفظ ہے۔ نہ پرکرتی اور پرماتما کا کوئی ذکر موجود ہے اور اگر بالفرض اِس درخت کے دو پکھیروُں کی روایت کو استعارہ مان لیا جاوے تو تاہم بھی یہ بات تو ہرگز ہرگز نہیں ثابت ہوتی کہ وہ درخت اور کہانے والا پکھیرو (جنکو استعارہ میں پرکرتی اور جیو آتما کہا گیا ہے) ازلی اور لافانی ہیں۔

ناظرین! اب سوامی جی کا ارتھ اِس منتر پر دیکھئے جو کہ حسب ذیل ہے:۔

"جو پرمیشور اور جیو دونوں ذی شعور اور جنمیں پرورش کرنا وغیرہ صفات یکساں ہیں اور جن میں باہم محیط و محاط کا تعلق ہے جو باہم مانوس اور قدیم اور ازلی ہیں ویسے ہی (ورکش) درخت مشتمل برجڑیں بصورت ازلی علت اور شاخیں بصورت معلول یعنی جو حالت کثیف میں آکر پھر پرلے میں ذرّوں میں مل جاتا ہی تیسری ازلی شے ہے اِن تینوں کے اوصاف افعال اور عادات بھی ازلی ہیں۔ جیو اور پرمیشور اِن دونوں میں سے ایک یعنی جیو اِس درخت کائنات میں پاپ اور پُن کے پھل کو اچھی طرح بھوگتا ہے اور دوسرا یعنی پرماتما اعمال کے پھل کو نہیں بھوگتا اور چاروں طرف یعنی اندر باہر سب جگہہ جلوہ گر ہی جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اور اِن دونوں سے پرکرتی اپنی ماہیت سے جُدا ہے اور تینوں ازلی ہیں"

ناظرین! اوپر جو سوامی دیانند سرسوتی مہاراج کی تفسیر ہے اِس میں بلکیر شدہ عبارت

اِس منتر کے الفاظ کے معنی مطلب سے زاید ہیں جسکے نکال ڈالنے پر پھر کیا کچھ باقی رہ جاتا ہے یہ آپ خود سوچ سمجھ سکتے ہیں اگر سوامی جی یہاں یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ اس منتر میں درخت اور پکھیروؤں کی روایت میں ایک استعارہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جیو پرمیشور اور پرکرتی ازلی و قدیم ہیں تو انہیں چاہیے تھا کہ منتر کے معنی کو صاف طور پر ظاہر کرکے اسکے بعد استعارہ کا اظہار کر دیتے لیکن ناظرین! آپ کو معلوم ہو کہ وہ ایسا کرکے اپنی پول خود آپ کھولنا کیوں مناسب سمجھتے لگے کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ پکھیرو لفظ تک بھی سوامی جی کی منگوڑہ بالا تفسیر میں ندارد ہے لیکن پھر بھی ہمارے متعصب آریہ بھائی صاحبان جو سنسکرت سے ناواقف ہیں یہی ڈھول پیٹتے چلے جاتے ہیں کہ سوامی جی نے جو لکھا ہے وہ بال بال صحیح ہے۔

ناظرین! آپ ان متعصب آریہ صاحبان سے کہئے کہ اگر انکا یہ خیال ہے کہ سوامی جی نے اس منتر کے الفاظ سے صحیح معنی لئے ہیں تو وہ حسب ذیل عبارت کے مترادف الفاظ کا اس منتر میں ہونا ثابت کریں:۔۔

(۱) پرمیشور (۲) جیو (۳) ذی شعور (۴) پرورش کرنا (۵) محیط محاط (۶) قدیم (۷) ازلی (۸) ازلی علت (۹) معلول (۱۰) حالت کثیف (۱۱) پرلی (۱۲) فرو ن میں مل جاتا ہے (۱۳) ان تینوں کے اوصاف افعال اور عادات بھی ازلی ہیں (۱۴) اور چار و نظرف یعنی اندر باہر سب جگہہ جلوہ گر ہے (۱۵) جیو سے ایشور اور ایشور سے جیو اور ان دونوں سے پرکرتی اپنی ماہیت سے جدا ہے اور تینوں ازلی ہیں ان ۱۵۔ الفاظ یا فقرہ جات کے مترادف الفاظ جو صاحب اس منتر میں دکھلا سکیں گے انکو ہم اس قدر محنت و مشقت کے معاوضہ میں **مبلغ پانچسو روپیہ انعام** دینے کو تیار ہیں (لقیہ شرائط انعامی دیکھو صفحہ ۲۰۷) اس منتر کے متعلق سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تمر بھاسکر میں یہ صحیح فرما رہے ہیں کہ سوامی دیانند اور آریہ صاحبان کے پاس ایک یہی منتر مادہ اور روح کی قدامت ثابت کرنیکی نہایت زبردست ڈھال ہے لیکن سوامی جی کی تفسیر کو اسکے لفظی ارتھ کے ساتھ مقابلہ کرکے ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ آریہ سماجکی یہ ڈھال کیسی کمزور ہے جو کسی قسم کی چوٹ کو برداشت کرنیکے لئے ہرگز بھی تیار نہیں ہے کیونکہ خواہ وہ آجکل کے گریجویٹ صاحبان کو یہ

یعنی پڑھا لیا کریں کہ الکایہ (روح اور مادّہ کی قدرت کا) مسئلہ سائینس کے موافق ہے وغیرہ لیکن ایک ادنیٰ سے ادنیٰ سنسکرت داں بھی اس بارہ میں آریہ صاحبان کا قافیہ ڈھیلا کرنیکے لئے ہر وقت تیار رہیگا کیونکہ ہر حالت میں وہ اس منتر سے یا کسی اور حوالہ جات سے مادہ اور روح کا قدیم ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب اپنی کتاب تمر بھاسکر کے صفحہ ۲۵۸ کے آخر میں یوں فرمارہے ہیں: "اس منتر کے بارہ میں اول تو یہ سوال ہے کہ منتر چینن (ذی روح) میں بھید (تفرقہ) ثابت کرتا ہے یا بھوگتا اور بھوگیہ بہ مانند پکھیروں کے بھید کو ثابت کرتا ہے۔ اگر ذی روح میں بھید ثابت کرنیوالا کہو تو اس منتر میں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے کہ وہ ذی روح میں تفرقہ ثابت کرے اسوجہ سے ذی روح میں تفرقہ نہیں بلکہ دو سوپرن (اچھے پنکھوں والا یعنی پکھیرو) کا مطلب ہے۔ وہ بھی سوپرن सुपर्णा وید کے موافق ہونے چاہئیں" (خواہ کیسے ہی ہوں لیکن گھوم گھام کر آخر پکھیروں ہی سے مراد ہے) سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب اس منتر کا یوں ترجمہ کرتے ہیں جو کہ حسب ذیل ہے:۔

"۔ (द्वा सुपर्णा) دو سوپرن (اچھے پنکھ والے ہیں (सयुजा) آپس میں تعلق رکھنے والے (सखाया) برابر کی محبت والے یعنی جو ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں وے دونوں (समानं) ایک (वृक्षं) درخت (परिषस्वजाते) کا سہارا رکھتے ہیں (तयोः) اُن دونوں میں (अन्यः) ایک (पिप्पलं) اوس پیپل درخت کے (स्वादु अत्ति) پھل کو کہاتا ہی اور دوسرا (अनश्नन् अन्यः) نہ کہاتا ہوا (अभि चाकशीति) روشنی کرتا ہے۔

ناظرین! اس ترجمہ سے بھی آپ یہی پائینگے کہ گھوم پھر کر اسی نتیجہ پر آنا پڑا کہ منتر میں۔

(یعنی ذائقہ حاصل کرنیوالا اور ذائقہ بذات خود مثلاً انسان بھوگتا ہی اور غذائیں جو وہ کہاتا ہی بھوگیہ اشیاء ہیں یا جن اشکال کو وہ دیکھتا ہی سنتا ہی سونگتا ہی وغیرہ وہ سب اسکی بھوگیہ ہیں۔ بلی بھوگتا ہی اور چوہا اوسکا بھوگیہ ہے۔ مرد بھوگتا ہے اور عورت اسکی بھوگیہ ہے آفتاب بھوگتا ہے اور زمین وغیرہ اسکے بھوگیہ ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

دو پکھیروں کا ذکر موجود ہے۔ اور الفاظ کے لفظی معنی کو مدنظر رکھ کر اور کوئی بات نہیں برآمد ہوتی۔
آگے پنڈت صاحب نے یہ کہہ کر کہ لفظ سوپرن کے صحیح معنی کا فیصلہ کرنے کے لیے ویدوں
ہی کے حوالہ جات درکار ہیں ایک حسب ذیل وید منتر پیش کیا ہے۔

एकः सुपर्णः स समुद्रमाविवेश स इदं विश्वं भुवनं वि-
-चष्टे । तं पाकेन मनसाऽपश्यमन्तितस्तं माता रेह्ळि
स उ रेह्ळि मातरम् ॥ ऋ० १० - ११४ - ४ ॥

اسکا پتہ رگ۔ ۱-۱۴-۲- دیا ہے جہاں تلاش کرنے سے یہ منتر ہمیں نہ ملا اور چونکہ پنڈت
تلسی رام صاحب نے اس منتر کا پتہ رگ وید ۱۰-۱۱۴-۴ بتلایا ہے پس وہاں بھی ہم نے تلاش
کیا لیکن افسوس کہ منتر وہاں پر بھی موجود نہیں ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بتلانے
میں دونوں صاحبوں سے کیونکر غلطی ہوگئی البتہ اس (۱۱۴-۱۰) سوکت کے چوتھے منتر میں
بھی لفظ سوپرن सुपर्ण آیا ہے موجود ہے لیکن جس منتر کی تلاش تھی وہ اس سوکت بھر میں نہیں ہے
اس منتر کا ارتھ سمجھا سکر میں کچھ گول مول معلوم ہوتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ نہ تو آریہ صاحبان
اس सुपर्ण والے منتر سے دو ذی روح اشیا (جیو آتما اور پرماتما) کا وجود ثابت کر سکتے ہیں
جنکی تردید سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب صاف ان الفاظ میں کر رہے ہیں کہ کیونکہ منتر میں
ایسے کوئی الفاظ موجود نہیں ہیں" اور نہ سناتنی صاحبان اپنی بات کو لفظی معنی سے ثابت
کر سکتے ہیں وہ خواہ لفظ سوپرن (پکھیرو) کی کتنی ہی تاویل کرتے رہیں لیکن وہ پکھیرو کا پکھیرو
ہی رہا اور کوئی تبدیلی اسمیں واقع نہ ہو سکی۔
اب اس منتر सुपर्ण کا لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔
(۱) ایک (۲) پکھیرو (۳) وہ (یعنی جو کہ) (۴) سمندر (یا آکاش) میں (۵) موجود ہے (۶)
وہ (نے) (۷) اس (۸) سب (۹) سنسار کو (۱۰) روشن کر رہا ہے (۱۱) پختہ (۱۲) دل سے (۱۳)
میں اپنے اندر (۱۴) اوسکو (۱۵) دیکھتا ہوں (۱۶) اسکو (۱۷) ماتا (والدہ یا آکاش)۔
(۱۸) ویاپ رہی ہے (۱۹) اور وہ (۲۰) بھی (۲۱) ماتا (یا آکاش) کو (۲۲) ویاپ رہا ہے
(یعنی وہ خلا میں ہے اور خلا اسمیں ہے۔ شاید یہ اشارہ آفتاب کی طرف ہے۔)

آگے مصنف ترجماسکر نے لفظ سوپرن پر بحث کرتے ہوئے ایک منتر برہدارنیک اپنشد کا پیش کیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

तद्यथाऽस्मिन्नाकाशे श्येनो वा सुपर्णो वा विपरिपत्य श्रान्त संहत्य पक्षौ सलयायैव ध्रियत एवमेवायं पुरुष एतस्मा अन्ताय धावति यत्र सुप्तो न कञ्चन कामं कामयते न कञ्चन स्व-
-प्नं पश्यति ॥ बृह० अ०६ ना०३ क०१९ ॥

तत्[1] यथा[2] अस्मिन्[3] आकाशे[4] श्येनः वा सुपर्णः[5] वा[6] विपरिपत्य[7]
श्रान्तः[11] संहत्य पक्षौ[8] सलयाय[9] एव[10] ध्रियते एवम्[13] एव अयं[14]
पुरुषः[15] एतस्मै[16] अन्ताय[17] धावति[18] यत्र[19] सुप्तः[20] न[21] कञ्चन[22] कामं[23]
कामयते[24] न[25] कञ्चन[26] स्वप्नं[27] पश्यति[28]

ارتھ۔ (۱) تو جسطرح (۲) اس (۳) آکاش میں (۴) شیین (باز و) (۵) یا (۶) سوپرن۔ (دوسرا کوئی) پکھیرو (۷) تھک کرکے (۸) پنکھوں کو (۹) سکوڑ کر (۱۰) یقیناً (۱۱) آرام کرنیکی جگہہ پر (گھونسلے میں) (۱۲) قیام کرتا ہی (۱۳) اسیطرح یقیناً (۱۴) یہ (۱۵) انسان (۱۶) اِنہی (سُبھاں) میں (۱۷) انت (خاتمہ) کے لیئے (۱۸) دوڑتا ہے (۱۹) مگر جہاں پر (۲۰) تھک کر سو جاتا ہے (۲۱) تب نہ تو (۲۲) کچھہ (۲۳) خواہشوں کو (۲۴) کرتا ہے (۲۵) اور نہ (۲۶) کچھہ (۲۷) خواب (۲۸) دیکھتا ہے۔ (یعنی تھکاوٹ کیوجہ سے گہری نیند میں غرقاب ہوجاتا ہی)۔

اِس برہدارنیک اپنشد کے حوالہ کو اِس غرض سے لایا گیا تہا کہ لفظ سوپرن (پکھیرو) کا ذکر اسمیں موجود ہی لیکن اِس میں بھی جیسا کہ اوپر کے معنی سے ظاہر ہو رہا ہی لفظ سوپرن سے پکھیرو کا ہی مطلب صاف طور پر نکلتا ہے بلکہ اِس منتر سے تو اور بھی صاف طور پر حل ہوگیا کیونکہ اسمیں تو پکھیروں کے اوڑتے اور پروں کے سکوڑنے کی مثال دیگئی ہی پس اب لفظ سوپرن کے معنی پکھیرو ہونے میں کوئی شک نہ رہ گیا۔ اب ناظرین سوچیں کہ پکھیرو کا جس منتر میں ذکر ہے اُس سے مادہ اور روح کی قدامت کیونکر نکالی جاسکتی ہے۔

ناظرین! چونکہ یہ اعتراض ہمارے رسالہ ترک بدیزم میں نمبر اول پر تھا اور مراد آباد کے

مسٹر نارائن پرشاد صاحب (دہرہ دون) کے مہاشے دیوان چندجی نے جواب شائع کرایا ہے اسلیئے اب ہم ان جوابات کی پڑتال بھی شروع کرتے ہیں جس سے آپ پر روشن ہو جاویگا کہ آریہ صاحبان کے پاس مادّہ اور روح کی قدامت کی موافقت میں نقلی ثبوت کیسے کمزور اور بے بنیاد ہیں۔

مسٹر نارائن پرشاد صاحب کا ترجمہ اس منتر کا یوں ہے۔ (الفاظ سنسکرت ہم نے چھوڑدئے ہیں)۔

"دو پکشی باہم ملے ہوئے دوست سے ہیں اپنے مثل درخت کے سب طرف سے ساتھ ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک تو پھل کو ذائقہ دار سمجھ کر کھاتا ہے دوسرا نہ کھاتا ہوا ساکشی ماتر ہے۔"

اب ناظرین غور کرسکتے ہیں کہ اس ترجمہ میں بھی روح اور مادّہ کی قدامت کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ آگے بابو نارائن پرشاد صاحب یوں فرماتے ہیں:۔

"معترض نے سمانم सुमानम् کا ترجمہ ایک ہی کرنے میں غلطی کی ہے" اسکا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے ترجمہ کی تائید میں پنڈت بھیم سین شرما صاحب سابق آریہ اپدیشک و مناظر آریہ سماج (جنپر کسی وقت آریہ سماج کو فخر تھا۔ اگرچہ وہ آریہ سماج کو بالکل بابو کی جمعیت پر سمجھکر علیحدہ ہوگئے ہیں) کا ارتھ پیش کیے دیتے ہیں۔

"(समानम्) एकम्"

"یعنی سمانم کے معنی ایک کے ہیں"

ناظرین! اب تبلایئے کہ ہم نے غلطی کی ہے یا خود آریہ ڈیفنڈر صاحب کی بھول ہے اب اگر آریہ سماجی صاحبان اس شہادت کو منظور نکریں شاید اسوجہ سے کہ پنڈت بھیم سین شرماجی اب انکے دائرہ سے باہر نکل گئے ہیں (حالانکہ اپنشدوں کی تفاسیر انہوں نے ان دنوں شائع کی تھی جبکہ وہ آریہ سماج میں تھے اور یہ کام اسی غرض سے کیا گیا تھا کہ کسیطرح دیانندی تعلیم کی موافقت ان قدیم کتب سے ثابت کیجاوے) تو انکی تسلی کے لیئے ہم اس لفظ پر شنکر بھاشیہ بھی پیش کیے دیتے ہیں۔:۔

समानम् अविशेषम् उपलब्धि अधिष्ठानतया-
-एकम् ॥

یہ منڈک اوپنشد مطبوعہ آنند اشرم پریس پونا (سنسکرت سریز نمبر ۹) کے صفحہ ۳۴ سطر ۱ پر درج ہے اور اس کا ترجمہ یوں ہوا:-

"سمانم یعنی جو وِشیش (مخصوص) نہیں ہے اسکو (یعنی) اوپلبدہی (سہارہ) کے جائے قیام ہونے سے ایک کو ...."

ناظرین! بتلایئے کیا سوامی شنکر آچاریہ مہاراج نے بھی جنکا زمانہ آریہ صاحبان کے قول کے مطابق آج سے بائیس ۲۲ سو سالوں قبل کا کہا جاتا ہے اس لفظ سمانم کے معنی ایک کو کرنے میں غلطی کی ہے؟ اچھا اب تمام دنیا کی غلطی پکڑنے والے آریہ صاحبان کے ترجمہ کی غلطیاں بھی ذرہ ملاحظہ فرمایئے۔

بابو نراین صاحب کا ترجمہ اس سمانم لفظ پر "اپنے مثل" ہے۔ اور لفظ ورکشم (درخت) کو اسی ساتھ ملانے سے یہ یون ہو گیا۔

"اپنے مثل درخت کے"

اب کوئی منصف مزاج صاحب ذرہ غور فرمادیں کہ پکھیرو کے مثل درخت کیونکر ہو سکتا ہے منتر میں ذکر تو صاف الفاظ میں یہ ہے کہ دو پکھیرو ایک ہی درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں مگر آریہ ڈیفنڈر صاحب کا قول ہے کہ وہ پکھیرو اپنے مثل درخت پر... تو اب سوال حل طلب یہ ہے کہ پکھیروں کی مثال درخت سے کسطرح ہو سکتی ہے۔ ہاں ہم نے مانا کہ اس منتر میں انکار استعارہ ہے لیکن اسکا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ پکھیرو کو درخت کے مانند بیان کر دیا جاوے اور نہ ہی اصل الفاظ میں کوئی ایسی بات آئی ہے۔ واہ! جو دوسروں کی غلطی نکال رہے ہیں وہ خود غلطیوں سے بچنے کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ شاباش —

مسٹر نراین پرشاد صاحب! آپنے لفظ سمانم کے معنی ہیں لفظ "اپنے" کیونکر درج کیا ہے چونکہ قواعد و لغات کے خلاف ہے پس آپنے ایسا کرنے میں غلطی کی ہے۔

ناظرین! مسٹر موصوف لفظ परिषस्वजाते (مقیم ہیں) کے معنی "وہ سب طرف سے ساتھ ہیں" کرنے میں نہ صرف الفاظ سے دور چلے گئے ہیں بلکہ مطلب بھی صاف نہ ادا کر سکے۔

کیونکہ ان کو ذرہ یہ بھی تو بتلانا چاہیئے کہ وہ پکھیرو درخت کے سب طرف ساتھ کس طور پر ہو سکتے ہیں واہ۔ وہ پکھیرو کیا ہوئے یوں کہیے کہ ہوا یا ایسی دیگر کسی شے سے مراد ہی۔ جو کہ درخت کے چاروں طرف گھومتی رہ سکے۔

ناظرین اوپر کے گول مول ترجمہ کرنے میں آریہ سماجیوں کا کوئی قصور نہیں ہے وہ بیچارے کیا کریں انکے گرو مہاراج نے انہیں ایسا ہی سبق پڑھایا ہی کہ منتروں کے معنی ایسے لفظوں میں پیش کیے جاویں کہ کیا مجال کہ کوئی سمجھ تو پاوے۔ واہ لکھیں عیسی پڑھیں موسی آگے مسٹر مصنف نے لکھا ہے کہ ویدوں میں استعارات کی بھرمار ہے پس اس منتر میں دو پکھیروں اور درخت کے استعارہ سے جیو برہم پرکرتی ظاہر کیے گئے ہیں اور سوامی دیانند ہی نے اس منتر سے یہ معنی نہیں لیے بلکہ اتنے ہزار ہا سال قبل شیوتیا شوترا و پنشد کے مصنف نے بھی یہی معنی مطلب لیے ہیں۔" اور مہاشے دیوا چند شرما جی نے اخبار پرچار ک امرتسر میں لکھا ہے "کہ سوامی جی کے رائے کی موافقت منڈک اوپنشد سے بھی ہوتی ہے"

پس ہم نے ان کتابوں کو پڑھ کر معلوم کیا کہ اگرچہ دو پکھیروں کی مثال سے دو ذی روح (جیو اور برہم) مانے گئے ہیں لیکن نہ تو درخت سے پرکرتی کی مراد لی گئی ہی اور نہ اس منتر سے یہ مطلب لیا گیا ہے کہ جیو اور پرکرتی (روح اور مادہ) قدیم ہیں۔

ناظرین! شیوتیا شوترا و پنشد تو سوامی دیانند مہاراج کے تسلیم کردہ مستند کتب سے باہر ہے جسے وہ زہر آلودہ غذا کی مانند قابل ترک تحریر فرماتے ہیں (مگر افسوس کہ انکے چیلے صاحبان اس نیک نصیحت پر ذرہ بھی عامل نہیں ہیں) اسلیے ہم اسے تو ترک کیے دیتے ہیں البتہ منڈک اوپنشد سوامی جی کے منظور کردہ دس اوپنشدوں کے اندر ہی اسلیے ہم اب یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ اس اوپنشد کے منتروں سے کیونکر دیانندی فلاسفی ثابت ہو جاتی ہے جس منتر پر اشارہ ہے وہ ذیل میں مع لفظی ترجمہ درج کیا جاتا ہے:۔ وہو ہذا۔

समाने वृक्षे पुरुषो निमग्नोऽनीशया शोचति मुह्यमा-
-नः। जुष्टं यदा पश्यत्यन्यमीशमस्य महिमानमिति वीत
शोकः॥ मुण्डक उप॰ ख॰ ५ मं॰ २॥

समाने वृक्षे पुरुषः निमग्नः अनीशया शोचति मुह्यमानः
जुष्टं यदा पश्यति अन्यम् ईशम् अस्य महिमानं इति वीत शोकः

یہ منڈک اوپنشد کے پانچویں کھنڈ کا دوسرا منتر ہے اس سے پہلا منتر وہ دو پکھیرؤں والا آیا ہے۔ اسکا ترجمہ یوں ہے۔

ارتھ۔ (۱) (اس) ایک ہی (۲) درخت پر (بیٹھا ہوا وہ) (۳) پرش (جیو آتما) (۴) (دنیاوی تعلقات میں) پھنسا ہوا (۵) مصیبت زدہ (۶) (اور) ناطاقت ہونے کے باعث سے (۷) پچھتاتا (افسوس کرتا) ہے (۸) (لیکن) جب (۹) دوسرے (۱۰) قابل عبادت (۱۱) ایش (پرماتما) کو (۱۲) (اور) اسکی (۱۳) مہا (فضیلت) کو (۱۴) دیکھ لیتا ہی (۱۵) تو (تب آپ اسکے لبعد وہ) (۱۶) شوک یعنی افسوس (رنج غم و تمام طرح کی مصیبتوں) سے رہا ہو جاتا ہی۔

ناظرین! اگرچہ دو پکھیروں کے استعارہ سے جیو برہم مان لیا گیا لیکن منڈک اوپنشد کے مصنف نے یہ کہاں لکھا کہ وہ کہانیوالا پکھیرو (جو جیو کی مثل کہا گیا ہے) انادی اور نتیہ (ازلی اور لافانی) ہے اور وہ درخت بھی لافانی ہے۔

آریہ مہاشیو ذرہ آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمایئے کہ اس منتر سے آپکے مہرشی کی تعلیم کی تائید ہرگز ہرگز بھی نہیں ہو رہی ہے مہرشی مصنف منڈک اوپنشد تو یہاں پر یہ بیان کر رہے ہیں کہ انسان (جیو) مکتی حاصل کرنا چاہے تو کیا کرے چنانچہ انکی منشا یہ ہی کہ جسطرح ایک درخت پر دو پکھیرو بیٹھے ہوں اُن میں سے ایک پھل کو کھاتا ہو اور دوسرا نہ کھاتا ہو یہی حالت اس روح کی ہے کہ وہ جسم میں بیٹھا ہوا اسکے پھل (آرام تکلیف وغیرہ) کو کھا رہا ہی اور دوسرا نہ کھانیوالا برہم (حاضر و ناظر ہونیکے باعث) اس جسم میں موجود ہے پس منڈک اوپنشد کا مصنف اس منتر میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جیو آتما (روح) جو کھانیوالے پکھیرو کے مانند ہی اگر دنیاوی جھنجھٹوں سے گھبرا گیا ہو اور اس سے چھوٹ کر کے راحت حقیقی (مکتی) کو حاصل کرنا چاہتا ہو تو اُسے لازم ہے کہ اس جسم کے اندر موجود (حاضر ناظر) پربرہم پرماتما کی عبادت اپنے دل ہی دل میں کرے (گویا کہ وہ کھانیوالا پکھیرو اُسی درخت پر مقیم دوسرے نہ کھانیوالی پکھیرو کی طرف متوجہ ہو جاوے)۔

کہیے ناظرین! اِس منتر سے مادہ اور روح کی قدامت کیونکر ثابت ہو گئی؟ - اچھا شاید کوئی صاحب کہیں کہ اور آگے کے منتر میں یہ ذکر ہوگا اسلئے ہم اِس سے بھی اگلا منتر ذیل میں نقل کیے دیتے ہیں - وہوا ہذا :-

यदा पश्यः पश्यते रुक्म वर्णं कर्तारमीशं पुरुषं ब्रह्म योनिम्।
तदा विद्वान् पुण्य पापे बिधूय निरञ्जनः परमं साम्य मुपैति॥

यदा[1] पश्य[2]: पश्यते[3] रुक्म वर्णं[4] कर्तारं[5] ईशं[6] पुरुषं ब्रह्म[8] योनिं[7]
तदा[9] विद्वान्[10] पुण्य[11] पापे बिधूय[12] निरञ्जनः[13] परमं[14] साम्यं[15]
उपैति[16]॥

ارتھ :- (۱) جب (۲) دیکھنے والا (وہ جیو آتما) (۳) اُس (۴) روشن (۴) خالق مطلق (۵) پُرش (سب میں بھرپور) ویدوں کے ذریعہ پیدائش (۷) ایش (برہم) کو (۸) دیکھتا ہے (۹) تب (۱۰) (وہ علم الٰہی کے رازونکا) عالم (۱۱) پُنّہ اور پاپ کو (۱۲) چھوڑکر (۱۳) (تمام طرح کی جھنجھٹوں سے) علیحدہ ہوکر (۱۴) افضل (۱۵) سمتا (برابری یعنی سب میں ایک نظر رکھنے والا ہو جانا) کو (۱۶) حاصل کر لیتا ہو -

ناظرین! ہمیں تو اِس منتر میں بھی مادّہ اور روح کی قدامت نظر نہیں آتی - اگر کسی خاص قسم کی خوردبین سے دیکھنے کی ضرورت ہو تو ہم ایسا جاننے پر اُسکی کھوج کرنے کو بھی تیار رہیں -

ناظرین! ہمیں اوپر کے دو منترونکا مطلب غور کرتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پر مصنف منڈک اوپنشد کی رائے جہاں دیانندی فلاسفی (مادّہ اور روح کی قدامیت) سے خلاف ہے وہاں اسلامی اصولونکے موافق ملتی ہے کیونکہ ہمیں اسلام بھی تو یہی سکھلاتی ہے کہ اگر نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو دل کو خدا کی عبادت میں مشغول کرو اور یہی بات ہم اوپر کے منتروں میں پاتے ہیں اب مادّہ اور روح کو خدا کے مقابلہ میں لا کھڑا کرنیوالی آریہ صاحبان ذرا بتلادیں تو سہی کہ اب اِنکے مادّہ کی قدامت کہاں غائب ہو گئی -

اب شاید کوئی صاحب ہم سے یہ سوال کریں کہ جبکہ منتر متنازعہ فیہ میں "آپی" (دو پکھیروں والا)

ہیں لفظ سکہا (دوست) آگیا ہے تو اب اِس بات کی کیا ضرورت ہے کہ جیو کو قدیم اور لافانی ثابت کرنیکے لیئے کوئی اور حوالہ پیش کیا جاوے کیونکہ برہم قدیم ہے پس اُسکا دوست بھی بوجہ ہم صفات ہونیکے قدیم ثابت ہو گیا۔ اِسکا جواب یہ ہے کہ گو اُسی استعارہ کے اِن دونوں پکھیروں میں اسقدر تفرقہ موجود ہے کہ یہ اول پکھیرو (جیو) پھل کو کہاتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ کہانیوالے کو بدہضمی بھی ہو سکتی ہے اور وہ بیمار بھی ہو سکتا ہی مگر نہ کہانیوالا اِن خرابیوں سے پاک رہتا ہے پس اِس سے یہ ثابت ہوا کہ جیو آتما پیدا ہو کر مرنیوالا ہے یعنی اِس خلقت سے پہلے نہ تہا اور بعد میں نہ رہیگا بلکہ اِس پیدائش خلقت سے قبل سوا ایک وحدہ لاشریک پر برہم پرماتما کے وجود کے اور کچھہ نہ تہا اور اُسی ہی سے روح اور مادّہ وغیرہ سب کچھہ پیدا ہوئے ہیں اِس بات کی تائید خود اِسی منڈک اُپنشد سے ہوتی ہے اور دیگر ایسے حوالہ جات بکثرت اُپنشدوں میں بھرے پڑے ہیں جن میں سے چند اسی مضمون میں آئینگے۔

نمبر ۷

آگے سوامی جی نے ستیارتھ پرکاش میں جیو (روح) کی قدامت کی بارہ میں دوسرا حوالہ حسب ذیل دیا ہے:-

शाश्वतीभ्यः समाभ्यः ॥ यजु॰ अ॰ ४०मं॰ ८॥

"یعنی ازلی و قدیم جیووں یعنی مخلوقات کے لیئے پرمیشور نے بذریعہ الہام وید تمام علوم کو ظاہر کیا ہی"

سوال نمبر ۱- یہ یجروید کی چالیسویں ادھیائے کے آٹھویں منتر کے آخری دو الفاظ ہیں۔ اول تو اِس منتر کو پورا سوامی جی نے نہیں درج کیا دوسرے اِن دو لفظوں سے وہ مطلب نہیں نکلتا جو سوامی جی نے نکالا ہے بلکہ اِنکا ارتھ یہ ہے کہ शाश्वतीभ्यः ہمیشہ سے समाभ्यः برسوں سے۔ یہ منتر پورا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

स पर्य्यगाच्छुक्रमकायमव्रणमस्नाविरं शुद्धम-
-पापविद्धम्। कविर्मनीषी परिभूः स्वयम्भूर्या-
-थातथ्यतोऽर्थान् व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः॥

॥ यजु० ४०-८॥ सः[1] परि अगात्[2] शुक्रम्[3] अकायम्[4] अव्रणम्[5] अस्नाविरम्[6] शुद्धम्[7] अपापविद्धम्[8] कविः[9] मनीषी[10] परिभूः[11] स्वयंभूः[12] याथातथ्यतः[13] अर्थान्[14] व्यदधात्[15] शाश्व-

ترجمہ۔ (۱) وہ (پرمیشور) (۲) آکاش کے مانند محیط کل (۳) قادر مطلق (۴) بلا جسم (۵) ٹوٹ پھوٹ یا چھید وغیرہ سے علیحدہ (۶) نس ناڑی کی بندش سے علیحدہ (۷) پاک (۸) پاپ (گناہ) سے نہ بندھنے والا (۹) علیم کل (۱۰) شاہد کل (۱۱) دوسروں کا حاکم (۱۲) خود آپ ہی آپ رہنے والا (یعنی کسی کا محکوم نہیں) (۱۳) ہے (وہ پرمیشور) ٹھیک طور پر (یعنی انصاف سے) (۱۴) ارتھوں یعنی ضروریات دنیاوی (دھن دولت وغیرہ) کو (۱۵) ہمیشہ کے (۱۶) سالوں سے (۱۷) تقسیم کرتا ہے۔

پس الفاظ نمبر ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷- (याथातथ्यतः[13] अर्थान्[14] शाश्वतीभ्यः[15] समाभ्यः[16] व्यदधात्[17]) سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قسمت یا تقدیر کا ذکر ہے کہ پرمیشور سب لوگوں کی قسمت ہمیشہ سے مقرر کر دیا کرتا ہے اور لفظ याथातथ्यतः سے بتلایا گیا ہے کہ وہ بے انصافی نہیں کرتا پس اس منتر سے جیو آتما کی قدامت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے نہ تو یہاں جیو آتما لفظ آیا ہے اور نہ اسکا مترادف کوئی لفظ موجود ہے اور جو کہ ہمیشہ سے دھن دولت وغیرہ تقسیم کرنے سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ اگر ہمیشہ سے جیو آتما موجود نہ ہوتے تو یہاں یہ کیوں کہا جاتا کہ پرمیشور ہمیشہ سے دنیاوی ضروریات تقسیم کرتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے ہمیشہ لفظ کے استعمال سے صرف یہی مراد لی جا سکتی ہے کہ جب سے پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا ہے تب سے ہی ایسا ہوتا ہے اور اسطرح بیان کرنیکی ضرورت اسلئے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ شاید پرمیشور کسی زمانہ کے لوگوں کے ساتھ کچھ رعایت کرتا رہا ہو وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ لفظ ہمیشہ زمانہ کو ظاہر کرتا ہے اور زمانہ کا آغاز سورج سے ہی ہو سکتا ہے پس یوں سمجھنا چاہیے

کہ سورج کی پیدائش تک اِس سے مراد لے سکتے ہیں اور جب سورج و چاند بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اُس وقت
تو زمانہ کی ہی کوئی شناخت نہ تھی پھر اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے جس کے بارہ میں خود سوامی جی کے پیش کردہ
منتروں میں سے ایک میں آچکا ہے کہ تب نہ ست تھا نہ اسست تھا یعنی ہستی و نیستی دونوں نہ تھیں۔ اور
نہ پرمانوں یعنی ذرے تھے اور نہ آکاش تھا وغیرہ۔ پھر بھلا جب یہ سب کچھ تھا ہی نہیں تو ہمیشہ کی
بات کہاں رہی اِسلئے محض ایک ہمیشہ معنی کا لفظ शाश्वतीभ्यः آجانے سے سوامی جی کا جیو آتما
اپنی طرف سے بڑھا کر یہ ظاہر کرنا کہ اِس منتر میں جیو آتما کی قدامت موجود ہے ناواقفوں کی آنکھوں
میں دھول ڈالنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

سوال دوسرا۔ سوامی جی نے اِس پورے منتر کو حمد و ثنا کے مضمون یعنی ساتویں سملاس میں
بھی درج کیا ہے پس اردو مستند ترجمہ صفحہ ۲۳۶ سے اُسکا ارتھ جو سوامی جی نے دیا ہے لکھا ہے ذیل میں
نقل کیا جاتا ہے۔

......وہ پرماتما سب میں محیط سریع العمل طاقت غیر متناہی رکھنے والا پاک علیم کل سب کے
باطن پر حاوی سب کا حاکم۔ ازلی۔ ثابت بذاتہ بالاتر ذی حشمت اپنے قدیمی علم سے اپنی ازلی رعایا
جیوؤں کو ٹھیک ٹھیک معانی کی واقفیت بذریعہ ویدوں کے کراتا ہے۔

اِس معنی میں سوامی جی نے لفظ शाश्वतीभ्यः समाभ्यः (ہمیشہ کے سالوں سے) کا ترجمہ
اپنے قدیم علم سے کیا ہے اور اسطور پر یہ دونوں الفاظ پرمیشور کی صفت میں بتلائے گئے
ہیں پس جو اوپر کی لکیر شدہ الفاظ ہیں وہ سوامی جی نے اپنی طرف سے ایزاد کیئے ہیں۔
ہم پوچھتے ہیں کہ منتر میں ایسا کون سا لفظ ہے جس سے "اپنی ازلی رعایا۔ جیوؤں کو" نکل آیا
ہم سنسکرت داں آریوں کو اسجانب متوجہ کرتے ہیں کہ وہ ضرور غور کریں کہ سوامی جی نے
اپنی طرف سے یہ الفاظ بڑھا دیئے ہیں یا نہیں اور کیسے تعجب کی بات ہے کہ جیو آتما کی قدامت
ثابت کرتے وقت تو سوامی جی لفظ قدیم کو جیو آتما کی صفت میں استعمال کرتے ہیں یعنی قدیم جیووں
لکھتے ہیں مگر اب اوپر کے پورے ترجمہ میں جو قدیم لفظ پرمیشور کے علم کی صفت بنا دی
گئی (یعنی اپنے قدیم علم سے لکھتے ہیں) پس ناظرین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سوامی جی کی ایسی
پالیسی (ٹیڑھی چالوں) کو سمجھنا بھی بڑا مشکل کام ہے اب کوئی سوامی جی سے پوچھے کہ اِس

منتر میں لفظ قدیم جس لفظ : शाश्वतीभ्यः (ہمیشہ سے) کا ترجمہ کیا ہے وہ کس کی
صفت ہے اور اسکا موصوف کونسا لفظ وید منتر میں موجود ہے تو انکی تحریر سے دو جواب
ملتے ہیں ایک تو یہ کہ اس لفظ کا موصوف پرمیشور کا علم ہے دوسرے یہ کہ جیو آتما ہے
پس دراصل منتر میں پرمیشور کے علم کے لئے کوئی مترادف لفظ موجود نہیں ہے اور جیو آتما
کا تو وہاں کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔

اب ناظرین . غور کر سکتے ہیں کہ جیو آتما اور پرکرتی کو قدیم ثابت کرنیکے لئے سوامی جی کس کس
طرح ویدوں کے الفاظ کے کہیں کچھہ معنی کرتے ہیں وکہیں کچھہ لیکن پھر بھی سنسکرت داں صاحبان
کو حقیقت حال سے خوب واقفیت ہے کہ سوامی جی اسبارہ میں ویدوں کے سر یہ جھوٹا الزام
لگا رہے ہیں کہ وہ شرک کی تعلیم دیتے ہیں - ویدونکی عبارت میں تو زیادہ تر تنکر فلاسفی پائی
جاتی ہے جو کہ اسلام کی توحید سے کسی قدر موافق ہے اور ہر حالت میں وید میں ایک پرمیشور
(وحدہٗ لا شریک) کا ذکر ملتا ہے یہ منتر بھی پرمیشور کی صفتوں کو بیان کرتا ہوا اسے سب کا مالک
سب کو رزق دینے والا اور سب کا حاکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے۔

نمبر ۸

آگے سوامی جی نے شویتا شوتر نامی اوپنشد کے چوتھے ادھیائے کا پانچواں منتر اس بات کی تائید
میں پیش کیا ہے کہ پرکرتی اور جیو آتما پرمیشور کے ہمیشہ کے ساتھی ہیں اسپر مصنف تمر بھاسکر نے
یہ اعتراض کیا کہ سوامی جی صرف دش اوپنشدوں کو معتبر جانتے ہیں پس انکو چھوڑ کر اس
گیارہویں کا حوالہ کیوں دیتے ہیں ہمارے خیال میں گو یہ اعتراض معقول ہے لیکن پنڈت تلسی رام صاحب نے
اسکا جواب یہ دیا کہ سوامی جی نے دش اوپنشدوں کو سر اچھیں (قدیم اور باقیوں کو نہیں کہا ہے
اپرمان (غیر معتبر) نہیں کہا" (دیکھو بھاسکر پرکاش صفحہ ٧٥ ٢ سطر ٩)
اب ہم سوامی جی کی رگوید ادی بھاشیہ بھومکا سے اس بات کی پڑتال کرتے ہیں کہ پنڈت
تلسی رام صاحب کی یہ بات جسکے ذریعہ وہ معترض کو خاموش کرنا چاہتے ہیں کہاں تک
صحیح ہے۔

اردو رگ وید ادی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۲۷۱ سطر ۲۰ (مضمون مستند اور غیر مستند کتابونکا بیان) پر سوامی جی یون فرماتے ہیں۔

مستند اوپنشد

دس اوپنشد بھی اُس اوپانگ میں شامل ہیں انکے نام یہ ہیں۔ (۱) ایش (۲) کین (۳) کٹھ (۴) پرشن (۵) منڈک (۶) مانڈوکیہ (۷) اپتریہ (۸) اتیتریہ (۹) چھاندوگیہ (۱۰) برہدارنیک اسیطرح چار وید معہ شاکہاوں اور تفسیروں (یعنی چاروں براہمنوں) کے اور چار اُپوید اور چھہ وید انگ جسمیں چھہ اپانگ بھی شامل ہیں۔ تمام ملکر چودہ ودیا (علوم) کہلاتے ہیں جنکو حاصل کرنا انسان کا فرض ہے یہ یقین جاننا چاہیے کہ انکے پڑہنے سے کامل علم ہوجاتا ہے اور تمام باطنی اور خارجی علم او رعمل کا انکشاف ہوکر انسان مہاودوان (عالم فاضل) بن جاتا ہی۔ اوپر ایشور کے کلام یعنی ویدوں اور اسکے متعلق کتابوں کا بیان ہوا۔ . . . . "

ناظرین! اوپر کی عبارت سے آپ سمجھہ سکتے ہیں کہ پنڈت تلسی رام جی کے قول کے مطابق ان دس اوپنشدوں کو قدیم ہی نہیں کہا گیا بلکہ لفظ مستند اوپنشد کی ہیڈنگ میں دیا گیا ہی اور لکیر شدہ فقرہ جسمیں چھہ اوپانگ بھی شامل ہیں قابل غور ہی (کیونکہ اِس زمرہ میں ہی ان دس اوپنشدوں کا شمار ہے) چنانچہ اب سوامی جی کے الفاظ میں یہ ثابت ہوگیا کہ وہ دس اوپنشدوں کو نہ صرف معتبر ہی مانتے ہیں بلکہ آگے چل کر یہ بھی فرماتے ہیں کہ . . . " جنکو حاصل کرنا انسان کا فرض ہے " اب غیر معتبر کتابونکا حال سنیئے۔ سوامی جی آگے صفحہ ۳۰۷ سطر ۱۴ پر فرماتی ہیں

غیر مستند اور قابل ترک کتابیں

" انکے علاوہ متعصب کوتاہ عقل کم علم ادہرم پر چلنے والے ناراستی شعار لوگونکی بنائی ہوئی وید کے خلاف اور عقل و دلیل سے خالی کتابیں ہرگز کسیکو نہ ماننی چاہئین اِس قسم کی کتابوں کو بھی یہاں اختصار کے ساتھہ گنایا جاتا ہی۔ . . . .

. . . . اِن سب کو ویدوں کے خلاف ہونے اور عقل و دلیل سے خارج ہونیکی وجہہ سے نیک لوگوں کو نہ ماننا چاہیے "

ناظرین! کیا اِس سے یہ صاف معنی نہیں ہوتے کہ اِن کتابوں کو جنکی فہرست کے

آخر نیں یہ اوپر کی عبارت درج ہے ویدوں کے خلاف سمجھنا چاہیے اور جس پہلے جو مستند کے زمرہ میں گنا چکے ہیں (جن میں دس اپنشد بھی شامل ہیں) وہ ویدوں کے موافق ہیں پھر پنڈت تلسی رام صاحب کا یہ کہنا کہ دس اپنشدوں کے سوا باقیوں کو پرمان (ناجایز) نہیں کہا کہاں تک سچ ہو سکتا ہے اسکے علاوہ ذرا اور آگے دیکھیے سوامی جی صفحہ ۱۰۷ سطر ۲۴ پر کیا فرماتے ہیں :

غیر مستند کتابوں کا جھوٹ

سوال - اُن میں جہاں بہت سا جھوٹ ہے وہاں کسی قدر سچ بھی ہے اسکو لینا چاہیے یا نہیں ؟ - (جواب) ایسے سچ کی مثال زہریلے کھانیکی مانند ہے یعنی جسطرح اہل بصارت زہریلے کھانیکو خواہ وہ امرت (آب حیات) کی برابر کیوں نہ ہو امتحان کرنے پر بالکل چھوڑ دیتے ہیں اسیطرح غیر مستند کتابیں بھی قابل ترک ہیں کیونکہ اگر انکو رواج دیا جائیگا تو ویدوں کے سچے مطالب کی اشاعت نہ ہوگی اور انکی اشاعت نہ ہونے سے جھوٹی باتیں شہرت پاکر جہالت کی تاریکی چھا جانے سے علم حقیقی مفقود ہو جائیگا -

ناظرین ! اب ہم پوچھتے ہیں کہ ذرہ پنڈت تلسی رام صاحب اوپر کی عبارت کو پڑھ کر بتلادیں کہ اُن کے پاس یا دیگر آریہ صاحبان کے پاس اس سوال کا کیا جواب ہے کہ سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے اپنی نصیحت پر خود ہی کیوں نہ عمل کیا جبکہ وہ دس اپنشدوں کے سوا بقیہ تمام اپنشدوں کو زہر ملے ہوئے کھانیکی مانند فرماتے ہوئے آریوں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ ایسی کتابیں قابل ترک ہیں اور ان کو رواج دینے سے ویدوں کے سچے مطالب کی اشاعت نہ ہوگی تو پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ خود سوامی جی نے ہی اس بات پر عمل نہ کیا - کیا اب بھی پکشپات کو چھوڑ کر پنڈت تلسی رام صاحب اس بات کو منظور نہ کرینگے کہ سوامی جی کو یا تو یہ یاد نہ رہا کہ ہم نے مستند و غیر مستند کتابوں کے بیان میں کیا کچھ لکھ دیا ہے اور اسکے خلاف خود ہمیں کر رہے ہیں یا شاید یہ بات ہو کہ گرو لوگوں کے احکام چیلوں کے لیے ہوا کرتے ہیں کچھ خود انپر عمل کرنیکے لیے نہیں ہوتے چنانچہ سناتنی ہندوں کا قول ہے کہ گرو مہاراج کے عمل پر دھیان نہ دینا چاہیے بلکہ انکے اقوال پر چیلوں کو کاربند ہونا لازم ہے اور وہ لوگ کہا بھی کرتے ہیں کہ "گرو جیسا حکم کرے ویسا کرنا گر دلالچی ہو تو دامن اونا رکے مانند غصے والا ہو تو نرسنگھ اوتار

کے مانند دو ...... خواہ گرو جی کیسا ہی گناہ کریں تو بھی اشرد ہا (بے اعتقادی) نہ کرنی (دیکھو ستیارتھ پرکاش اردو صفحہ ۲۴۳) لیکن شاید آریوں نے بھی اسبارہ میں سناتنیوں کے نقش قدم پر چلنا بہتر سمجھا ہو۔ چنانچہ جہاں سوامی جی نے اپنی ہدایت و نصیحت پر خود عمل نہ کیا وہاں آریہ صاحبان بھی زہر ملے ہوئے غذا کو استعمال کرنیسے گریز نہیں کرتے لیکن وہ جو چاہیں کرتے رہتے رہیں مگر یہ مصنف بھاسکر پرکاش کی کیسی زبردست چالاکی ہے کہ معترض کے معقول اعتراض منظور کر کے یہ تو نہیں کہتے کہ ہاں اسبارہ میں سوامی جی نے بھول کی ہے بلکہ ہٹھ دھرمی سے سوامی جی کی موافقت میں اُلٹی سیدھی باتیں بناکر عوام کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہو کہ سوامی جی نے نہ صرف غیر مستند اوپنشدوں کے حوالہ جات پیش کئے ہیں بلکہ مہابھارت وغیرہ تک سے بھی فائدہ اُٹھانا چاہا ہے اور وید ونکی اشاعت کی کمی کی خود باعث بنے ہیں کیونکہ اگر واقعی سوامی جی نے شوتیاشوتر اوپنشد کا پرمان یہاں پر نہ دیا ہوتا۔ اور اسکے بجائے کسی وید منتر کو ہی پیش کیا ہوتا تو اسقدر وقت ہم ایسی کتابوں میں نہ صرف کرتے جو حسب قول سوامی جی کے کوتاہ عقل کم علم ادھرم پر چلنے والے ناراستی شعار لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں اور ہمیں واقعی افسوس ہے کہ سوامی جی کے پیش کئے ہوئے حوالہ کی پڑتال کرنیکے لئے ہمیں کئی گھنٹے ایک ایسی کتاب میں سر مارنا پڑا جو (حسب قول سوامی جی) کوتاہ عقل کم علم ادھرم پر چلنے والے ناراستی شعار مصنف کی تصنیف کردہ ہونیکے علاوہ وید کے خلاف اور عقل و دلیل سے خالی ہے:۔

ناظرین! آپ سوامی جی کے پیش کردہ ویدوں کے اُن منتروں کی پڑتال کو تو دیکھ ہی چکے ہیں جنکے ذریعہ سوامی جی نے پرکرتی اور جیو آتما کو ہمیشہ رہنے والا قدیم ثابت کرنا چاہا ہے مگر وہاں یا تو دو پکھیر و ملے یا قسمت کا ذکر پایا گیا اب اس غیر مستند اوپنشد یعنی شوتیاشوتر کا پرمان بھی سُنئے:۔

अजामेकां लोहित शुक्ल कृष्णां बह्वीः प्रजाः सृजमा-
-नां सरूपाः। अजो ह्येको जुषमाणो ऽनुशेते जहात्येनां
भुक्त भोगामजोऽन्यः॥ श्वे० उ० अ० ४ मं० ५॥

اسکا ارتھ سوامی جی یوں کرتے ہیں :-

"پرکرتی جیو اور پرمیشور تینوں غیر مولود ہیں یعنی انکی کبھی پیدائش نہیں ہوتی اور نہ کبھی پیدا ہوتے ہیں گویا یہ تینوں اِس عالم کے مسبب ہیں انکی کوئی علت نہیں انادی جیو اس ازلی پرکرتی کا حظ اٹھاتا ہوا اسمیں پھنستا ہے اور پرمیشور اسمیں نہیں پھنستا اور نہ اسکو بھوگتا ہے۔

یہ ہی مطلب اِس منتر کا ہے یا نہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے آریہ پنڈت اور سناتنی یا ویدانتیوں (سوامی شنکر آچاریہ کے پیروکاران) کی عالمانہ بحث کو بغور سننے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ معاملہ اوپنشدوں کا ہے اور جہاں سوامی شنکر آچاریہ مہاراج کے پیروکاران جن میں بڑے بڑے عالی دماغ اور سنسکرت کے دھرندھر (فاضل اجل) موجود ہیں اوپنشدوں کے تمام حوالہ جات کو ایک وحدہ لاشریک پرماتما میں گھٹا دیتے ہیں وہاں اب آریہ صاحبان اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک کو تین ثابت کرنیکے لیے بھی کچھ ہاتھ پاؤں مارنے لگے ہیں اِس طول طویل مسئلہ کو یہاں چھیڑنا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ ہمارے مضمون سے باہر ہے۔ مگر ہم اِس منتر کا محض لفظی ترجمہ ناظرین کو سنائے دیتے ہیں جو کہ شاید کچھ کم دلچسپی کا باعث نہو گا۔ وہ یوں ہے

अजाम् एकाम् लोहित शुक्ल कृष्णाम् बह्वीः प्रजाः सृ-
-जमानां सरूपाः । अजः हि एकः जुषमाणः अनुशे-
-ते जहाति एनाम् भुक्तभोगाम् अजः अन्यः ॥

ارتھ۔ (۱) ایک (۲) بکرا (۳) یقیناً (۴) ساتھ لپٹ کر (۵) سوتا ہے (۶) دوسرا (۷) بکرا (۸) اس (۹) ایک (۱۰) بکری کو (۱۱) جو کہ بھوگ بھوگی ہوئی ہے (یعنی جو صحبت کر چکی ہوئی ہے) (۱۲) جو لال سفید اور کالی رنگ والی ہے (۱۳) اور جو بہت اولادوں (بچوں) کو اپنے ہم شکل پیدا کرنیوالی ہے (۱۴) ترک کر دیتا ہے

قربان جائے اِن دو بکروں اور ایک بکری پر۔ واہ یہ تو خوب عبارت ہے ہمیں خوف ہے کہ ایسے مضمون کو شایع کرنے سے کہیں ہم سیڈیشن ایکٹ کے اندر نہ پکڑے جاویں لیکن حقیقت حال سے عوام کو آگاہ کرنا تو ضروری ہی ہے۔

ناظرین اب پرکرتی اور جیو آتما کی قدامت کو اب آپ سمجھے! کہیں دو پکھیرو ایک درخت پر بیٹھے ہوئے ہیں اِن میں سے ایک اُس درخت کے پھل کو کہاتا ہے اور دوسرا نہیں کہاتا کہ بس لال بجھکڑ تو قبلی کی بن آئی ہے اور وہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ دیکھو ہماری تین چیزیں انادی (ازلی)

ثابت ہو گئیں وہ بکھیڑے جو نہیں کہا وہ تو پرمیشور ہے اور جو بکھیڑ و درخت کے پھل کو کھاتا ہے وہ ہی جیو آتما ہے اور وہ درخت بذات خود پر کرتی ہے یا کہیں ایک لال سفید کالے رنگ کی بکری کو دیکھ لیا جسکے ساتھ بچوں کی بھی کافی تعداد تھی اور کہیں سے دو بکرے اسکے پیچھے لگ گئے مگر اُن میں سے ایک شاید بوجہ اسکے کہ وہ نوجوان بکرا نہ تھی اس سے کنارہ کش ہو گیا مگر دوسرا بیچارہ زیادہ شہوت پرست ہونیکے باعث اسکا عاشق بن گیا۔ کہ بس لال بجھکڑوں کو پھر موقع مل گیا اور کہنے لگے کہ وہ دیکھو ہماری تینوں چیزیں ثابت ہو رہی ہیں وہ بکرا جو اُس بکری کے عشق میں گرفتار ہو رہا ہے وہ ہی جیو آتما ہے اور دوسرا بکرا پرماتما ہے اور وہ بکری بذات خود پر کرتی ہے کیوں اکیا اس سے بھی بڑھکر کوئی ثبوت انکی قدامت کا درکار ہے۔ ؟ -

ہمیں بڑا تعجب ہے کہ اگر سوامی جی کو چار ویدوں کی تقریباً بیس ہزار منتروں میں سے ایک بھی ایسا منتر نہ ملا جس میں صاف طور پر یہ درج ہوتا کہ [illegible] -یعنی جیو برہم اور پر کرتی نتیہ (لافانی) ہیں تو کیا پچھیوں اور بکروں کے بھروسہ پر اتنا بڑا جال پھیلا رکھا ہے جسکو کاٹنے کیلئے ویدانتی سناتنی ہندو اور مسلمانوں وغیرہ تمام مذاہب کے علماء کو ناحق پریشان ہونا پڑا اور اب جبکہ یہ پول خوب عمدہ طور پر کھول دی گئی ہے تو آریوں کو لازم ہے کہ اب بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی کو ترک کریں اور استیہ کا تیاگ کرکے ستیہ کا گرہن کر لیویں۔ پرمیشور جو ہمارا جنم داتا (خالق مطلق) پالن کرتا (پروردگار) ناش کرتا (فنا کرنیوالا) ہے اُس سے مقابلہ کرنیکو تیار ہونے میں نہ کسی کی کبھی بھلائی ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہوگی پھر کیوں ایک پالیسی باز سنیاسی کی بھرمانے سے گمراہ ہو کر اُسے رشی مہرشی تصور کرتے ہوئے خدا کے ساتھ شرک مان کر یعنی جیو آتما اور پر کرتی کو اُسکے بالمقابل سمجھکر گنہگار بن رہے ہیں اور اس زندگی کو فضول کھو رہے ہیں۔ اے آریہ مہاشیو! اب بھی غنیمت ہو کہ مان لیویں کہ سوامی دیانند نے غلطی کی اور اب آپ اندھوں کے مانند اُن کے پیچھے نہ چل کر اپنے دماغ سے کام لیویں خود ذرہ آنکھیں کھول کر ایسی بحثوں کو پڑھیں و سمجھیں اور اگر آپ سنسکرت نہیں جانتے تو تھوڑی بہت سنسکرت بھی پڑھ ڈالیں کیا یہ آپکے لئے کوئی مشکل بات ہے بلکہ خود آپکے مہرشی کی عین ہدایت ہے۔ اور جب آپ تھوڑی سی سنسکرت جان لیوینگے تو آپکو خود ہی سب کچھ

پتہ لگ جاویگا۔ یا کم از کم آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ ایسے سنسکرت دانوں سے اِن متنازعہ فیہ منتروں کے لفظی معنی کو دریافت کریں جو کسی خاص مت کا تعصب نہ رکھتے ہوں۔

شاید کوئی ہٹھ دھرمی آریہ سماجی ہمارے اِس اوپر کے ارتھ پر یہ کہے کہ یہ یا ایسے معنی و مطلب تو ویدوں کے مخالفین ظاہر کر کے عوام میں ویدوں پر مذاق اُڑایا ہی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ گھوڑے ایسے عورت کی صحبت وغیرہ کے معنی بھی تو ویدوں سے نکالے جا رہے ہیں لیکن اُنھیں منتروں سے سوامی دیانند سرسوتی مہاراج نے کیسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں نکالی ہیں تو اِسکا جواب یہ ہے کہ اگر مہیدھر وغیرہ نے خود زیادتی اور شرارت کر کے ویدوں کے گلے ایسے الزام مڑھ دیئے ہیں تو سوامی دیانند کا اُن کی تردید کر دینا بڑی غنیمت ہے لیکن اگر ویدوں کے الفاظ سے در اصل وہی مطلب نکلتے ہوں تو اُس حالت میں مہیدھر وغیرہ مفسرین وید کا کیا قصور ہے ہاں اگر کچھ اِنکا قصور ہے تو وہ اسقدر سوامی دیانند کے مانند سنسکرت سے ناواقف لوگوں کو بھرمانیکے لئے انتھ سنرتھ نہیں بنا دیا۔ لیکن اوپر کے دونوں منتروں (۱) بچھیرے والا اور (۲) بکروں والا کے تو محض لفظی معنی پیش کئے گئے ہیں۔ لفظ سوپرن کے معنی بچھیرے کے سب نے بالاتفاق مان لئے ہیں اور لفظ اج۔۔ اسویاد کے معنی سناتنی پنڈت جوالا پرشاد صاحب مصنف تمر بھاسکر نے بکرا کیا ہے پس سنسکرت کی تھوڑی لیاقت رکھنے والے صاحبان بھی یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اوپر کے ترجمہ میں سوا لفظی معنی کے ذرہ بھی کچھ کمی زیادتی نہیں کیگئی بلکہ ہر ایک لفظ کو علیحدہ لکھ کر نمبر بھی دے دیئے گئے ہیں تاکہ جو صاحب چاہیں اردو معنی کے نمبر سے اصلی الفاظ کو ملا کر سمجھنے کی کوشش کریں کہ کس لفظ کے کیا معنی ہیں:۔

نوٹ۔ اگرچہ ابھی اِس مضمون پیدایش عالم کا بہت بڑا حصہ باقی ہے لیکن چونکہ حصہ اول کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے اسوجہ سے ناظرین سے درخواست ہے کہ بقیہ مضمون کے لئے اسوقت تک انتظاری کریں جب تک کہ اِس کتاب کا دوسرا حصہ نہ شایع ہو جاوے ✣ ✣ ✣

آگے فہرست مضامین ملاحظہ ہو

ضروری اطلاع

تحفۂ آریہ سماج حصّہ دویم میں حسب ذیل مضامین ہونگے

(۱) پیدائش عالم کا بقیہ حصّہ (منجملہ ۲۱ نمبروں کے صرف ۸ نمبروں کی بحث اس حصّہ اول میں ختم ہوئی ہی) جسمیں چھاندوگیہ اونپشد کے حوالہ جات و دیگر منقولات سے پرزور الفاظ میں مادہ و روح کی قدامت کی تردید کی گئی ہے۔

(۲) وید کس پر نازل ہوئے اس مضمون میں خاصکر یہ بات ثابت کی گئی ہی کہ قدیم وید دراصل چار کے بجائے صرف تین ہی ہیں۔

(۳) وید منتر و پیر لال گھبکڑی اس مضمون سے ویدوں کی حقیقت معلوم ہوگی

(۴) ویدوں میں دیوتا پرستی ہیڈنگ سے ہی مضمون کا پتہ لگ سکتا ہے۔

(۵) ورن بیوستھا اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہی کہ آریہ سماج کی یہ بات کہ براہمن کشتریہ وغیرہ ذات کی فضیلت پیدائش سے نہیں بلکہ گن کرم سوبھاؤ (صفت فعل خاصیت) سے مانی گئی ہی خود ان کی تسلیم کردہ مستند کتب سے خلاف ہے۔

(۶) بیان شادی اسمیں سوامی دیانند مہاراج کی آزادانہ رائی کی پڑتال کی گئی ہے

(۷) عقد ثانی اس مضمون میں بیوہ کی دوسری شادی کے متعلق بحث کی گئی ہے۔

مسئلہ نیوگ

اس مضمون میں بلا کسی قسم کے تمسخر یہ مذاق وغیرہ کے نہایت شایستہ الفاظ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سوامی دیانند مہاراج
...ک کو جو کچھ سمجھا ہے وہ دراصل خود انکی تسلیم کردہ کتب سے خلاف ہے۔ اسمیں اسم بھی سوت...
...طلب قابل دید ہوگا۔

(۔) زمین گھومتی ہے یا نہیں

اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سوامی دیانند مہاراج جن حوالہ جات سے سائنس
...موافقت ثابت کرتے ہیں ان کے کچھ اور ہی معنی مطلب ہیں۔

(۱۰) حدود اربعہ آریاورت

اس بارہ میں سوامی دیانند کی تحریرات کی پڑتال کی گئی ہے۔

(۱۱) نباتات میں روح ہے

چونکہ چند سنسکرت سے ناواقف آریہ سماجی صاحبان ان دنوں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں
...نباتات میں روح نہیں ہے پس سوامی جی کی تسلیم کردہ کتب کی حوالہ جات اس بارہ
...پیش کئے گئے ہیں۔

(۱۲) مقابلہ ستیارتھ پرکاش اول و دوم

اس میں اول ستیارتھ پرکاش کی عبارت کو بجنسہ نقل کر کے
...دکھلایا گیا ہے۔ کہ آریہ سماج کے بانی کی تحریرات کسطرح بالکل آپس میں متضاد ہیں
...یہ کہ یہ ڈینگ کہاں تک صحیح ہے کہ محض الفاظ کی غلطی درست کی گئی ہے
...معنی مطلب میں فرق نہیں ہوا ہے۔

(۱۳) آریہ سماج کی شائستگی لوٹ غبن وغیرہ

ہیڈنگ ہی سے ظاہر ہے کہ اسمیں کیا بیان کیا جاویگا۔

...نکے علاوہ اور بھی جو مضامین اس اثنا میں تیار ہو جائینگے وہ پبلک کے

روبرو پیش کر دیئے جاویں گے اور اگر یہ تمام مضامین حصہ دویم میں نہ آسکیں اور مناسب معلوم ہوگا تو تیسرا حصہ بھی شائع کر دیا جاویگا انشاء اللہ تعالے
پس جو صاحب خریداری کی درخواست بھیجنا چاہیں وہ حسب ذیل پتہ پر روانہ کریں۔

المشتہر

عبد العزیز

المعروف جگدمبا پرشاد ورما - معرفت مطبع قاسمی د